# محاسبہ قادیانیت

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۲۱

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد اکیس (۲۱)

مصنف : جسٹس حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود (ر)

صفحات : ۴۴۰

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : جولائی ۲۰۲۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فہرست ...... محاسبہ قادیانیت جلد۲۱



| | | | |
|---|---|---|---|
| عرض مرتب | | | ۱۱ |
| عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت | | | ۱۹ |
| ختم نبوت پر علمائے اسلام کی خدمات | | | ۲۱ |
| پیش لفظ اشاعت ششم | | | ۲۲ |
| مقدمہ | | | ۲۳ |
| قادیانی خلط مبحث کی راہ سے دوسرے موڑ پر | ۲۵ | قادیانیوں کا اردو کلمہ | ۲۶ |
| قادیانیوں کے اردو کلمہ میں کی گئی غلطیاں | ۲۷ | مرزا غلام احمد ختم نبوت کے معنی بدلنے میں عمر بھر سرگرداں رہا | ۲۷ |
| مرزا قادیانی کا اپنے دعویٰ نبوت سے رجوع کرنے کا ایک نیا منظر | ۲۸ | حکیم نورالدین بھیروی کا عقیدہ ختم نبوت | ۲۹ |
| قادیانی اپنے نئے عقیدہ ختم نبوت پر کب سے ڈٹے ہیں | ۲۹ | مرزا بشیر الدین محمود کے پوری ڈھٹائی سے کئے گئے اقدامات | ۳۰ |
| غلام احمد ختم نبوت کے نئے معنی کی تلاش میں | ۳۱ | ختم نبوت کے کسی نئے معنی کی تلاش...... غلام احمد کی نئی نئی راہیں | ۳۱ |
| قادیانیوں کو کھلا چیلنج | ۳۴ | ایک غلط فہمی سے بہت بچ کر چلیں | ۳۵ |
| دور محمدی میں ڈیڑھ ہزار سال بعد اب کسی غیر تشریعی نبوت کی آخر ضرورت کیا ہے؟ | | | ۳۹ |
| خاتمیت، نبوت کے نقطہ کمال کی رو سے | ۴۱ | خاتمیت، شریعت کے نقطہ کمال کی رو سے | ۴۱ |
| جب کتاب وسنت میں کوئی حکم نہ ملے تو بندہ کیا کرے | ۴۲ | جب یہ امت فرقوں میں بٹ جائے تو صحیح راہ بھی ساتھ رہے گی | ۴۳ |
| محدثین کا موقف کہ صحابہؓ اپنے اجماع میں معصوم ہیں | ۴۳ | خاتمیت کے بعد کار نبوت کو نیا نام دیا جائے | ۴۴ |
| خاتمیت دین کی صد سالہ حفاظت کے پیرائے میں | ۴۵ | پورے کرۂ ارض کے لئے اب ایک ہی نبوت ہوگی | ۴۶ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| دین کی دعوت کا کام بھی پوری دنیا میں پھیل چکا ہے | ۴۷ | نبوت صرف ایک اعزاز نہیں، ایک ضرورت کی چیز رہی ہے | ۴۷ |
| انبیاء کی وراثت علماء کے پاس رکھی گئی، کسی غیر تشریعی نبی کے پاس نہیں | ۴۹ | ختم نبوت کے بعد ہر خطہ زمین اور ہر دور تاریخ میں ہر نئی نبوت کی عدم ضرورت | ۵۰ |
| مرزا غلام احمد بھی ختم نبوت پر کوئی ایک بات نہ کہہ سکا | ۵۱ | اس سوال کے مختلف جوابات | ۵۲ |
| **مقدمۃ العلم ...... حضور اکرم ﷺ پر تمام مراتب نبوت کی انتہاء ہے<br>حضور ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کا بیان** | | | ۵۵ |
| تاریک گوشوں میں بھی کبھی سورج کی روشنی جا پہنچتی ہے | ۵۵ | قرآن اور حدیث میں حضور ﷺ کی مرکزی فضیلت کی خبر | ۵۷ |
| حضور ﷺ کی اس قدیمی نبوت کی حدیثی شہادت | ۶۰ | حضورؐ کے اوّلین نبی ہونے کی تائید قرآن کریم سے | ۶۳ |
| حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت | ۶۶ | تقدم وتأخر زمانی میں بالذات کوئی فاصلہ فضیلت نہیں | ۶۷ |
| حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی ختم نبوت مرتبی کی شہادت | ۶۹ | | |
| **جہاں کا سردار آتا ہے** | | | ۷۱ |
| حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کا اس امت میں کسی نے انکار نہیں کیا | ۷۲ | حضور ﷺ کا علمی نقطہ کمال آپ ﷺ کی خاتمیت ذاتی ہے | ۷۵ |
| حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا مظہر اتم تھے | ۷۶ | حضور کا علمی نقطہ کمال سب کمالات پر چھا گیا | ۷۷ |
| مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت مرتبی | ۷۹ | معرفت الٰہیہ کا نقطہ آغاز حضور ﷺ کی ذات گرامی سے | ۸۱ |
| **حضور ﷺ کی خاتمیت کی کائناتی وسعت<br>سات زمینوں کا ایک خاتم** | | | ۸۳ |
| حدیث سے سات زمینوں کا ایک اور ثبوت | ۸۵ | ان سات زمینوں میں کیا کوئی فرق مراتب بھی ہے؟ | ۸۶ |
| حدیث سے سات زمینوں کا ایک اور ثبوت | ۸۷ | کیا ان ساتوں زمینوں میں اختصاص اس زمین کو حاصل ہے؟ | ۸۹ |
| ختم نبوت مکانی کا بیان | ۹۰ | اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تحقیق وتوثیق | ۹۱ |
| **وحی محمدی کے لافانی اثرات** | | | ۹۵ |
| وحی اپنے افراد حاشیہ کو ایک مرکز پر جمع کرتی ہے | ۹۵ | انسانی آزادی پر آئندہ کوئی پابندی نہ آنے کی ہمیشگی ضمانت | ۹۷ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| زندگی کو ہمیشہ کے لئے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جاسکتا | ۹۸ | رسالت محمدی کا اقرار آئندہ کسی دور میں ناکافی نہ سمجھا جاسکے گا | ۹۸ |
| تکمیل انسانی کے تمام پہلو رسالت محمدی کی خاتمیت میں | ۹۹ | عقیدۂ ختم نبوت سے مسلمان اب تک کیا مراد لیتے آئے ہیں | ۱۰۰ |
| رسالت محمدی کی جامعیت ہر دائرہ زندگی کو شامل ہے | ۱۰۱ | خاتمیت کی جامعیت ہر مرتبہ وزمان کو محیط ہے | ۱۰۱ |
| خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی نیا اختلافی موضوع نہیں ہے | ۱۰۲ | ایک اہم سوال اوراس کا جواب | ۱۰۳ |
| شان خاتمیت مرتبی آپ ﷺ کا ایک وسیع دائرہ نبوت ہے | ۱۰۵ | قطعیات کا مفہوم مجمع علیہ نہ ہو تو ان میں قطعیت نہیں رہتی | ۱۰۶ |
| لفظ خاتم النّبیین کا مفہوم ایک تاریخی تسلسل رکھتا ہے | ۱۰۷ | قرآن کریم کا تسلسل اور فہم امت ساتھ ساتھ چلے ہیں | ۱۰۷ |
| فہم امت کو یہ اختصاص قرآن کی رو سے حاصل ہے | ۱۰۷ | اجماع امت نشان راہ نبوت ہے | ۱۰۸ |
| حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاں نشان راہ نبوت | ۱۰۹ | امام بخاریؒ کے ہاں تسلسل امت کی اہمیت کس طرح تسلیم کی گئی | ۱۱۱ |
| عقیدہ ختم نبوت کس مفہوم میں ہم تک پہنچا ہے | ۱۱۱ | اب سارے کام امت کی ذمہ داری میں دیئے گئے | ۱۱۲ |
| قادیانیت کا موجودہ بحران اوراس کے اسباب | ۱۱۳ | قادیانی مسلمانوں سے کب الجھے؟ | ۱۱۴ |
| امت مسلمہ کی وحدت صرف عقیدہ ختم نبوت سے قائم ہے | ۱۱۶ | | |
| **مقدمۃ الکتاب** | | | ۱۱۹ |
| ایران میں بہائی تحریک | ۱۲۰ | ہندوستان میں قادیانی تحریک | ۱۲۱ |
| یہ صرف علمی قسم کے اختلاف نہ تھے | ۱۲۲ | قادیانی تحریک کا سیاسی پہلو | ۱۲۲ |
| ختم نبوت میں اختلاف پیدا کرنے کے عوامل | ۱۲۳ | مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی روک تھام | ۱۲۴ |
| مسیح کی آمد پر جہاد کا اختتام | ۱۲۴ | مسیح ناصری کا انتظار نہ کرنے کا پروگرام | ۱۲۵ |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیریکٹر پر حملے | ۱۲۶ | وفات مسیح سے مثیل مسیح کو اس امت میں لانے کا انتظام | ۱۲۶ |
| قادیانی تحریک میں لفظ نبی اللہ کی پہلی آمد | ۱۲۷ | عقیدہ ختم نبوت میں ترمیم کا آغاز | ۱۲۷ |
| نئی نبوت پر پرانی نبوتوں کے دلائل | ۱۲۸ | قادیانیوں کے پاس کسی مضمون کی آیت ہونی چاہئے تھی | ۱۲۹ |
| نئی نبوت کے دعویداروں کا ایک نیا وسوسہ | ۱۳۰ | قادیانیوں کے ترکش کا آخری تیر (بعض متشابہہ عبارات سے تمسک کرنا) | ۱۳۰ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| **مرزاغلام احمد قادیانی کامختصر تعارف** | | | ۱۳۳ |
| مرزاقادیانی کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت | ۱۳۴ | مرزاغلام احمد کے پروگورنمنٹ خاندان کاتعارف | ۱۳۵ |
| مرزاغلام احمد کی مذہبی زندگی کا آغاز | ۱۳۵ | مرزاکاذہنی تجزیہ ایک مبصر کی نظر میں | ۱۳۶ |
| بارہ سال تک اپنے عزائم کو پردہ میں رکھنا | ۱۳۷ | مرزاغلام احمد کا آزاد علمی مؤقف | ۱۳۷ |
| پرانے دینی حلقوں کی علمی پالیسی سے انحراف | ۱۳۸ | دوسروں کو اپنے پیچ میں لانے کی سکیم | ۱۳۹ |
| اشتہار مولاناغلام دستگیر قصوری بجواب مرزاقادیانی | ۱۴۰ | جواب اشتہار راولپنڈی ص۲ مطبع وکٹوریہ پریس لاہوری | ۱۴۰ |
| کچھ دعوے شروع سے مرزاکے ذہن میں تھے | ۱۴۱ | ایک خفیہ خط وکتابت کا بھی پتہ چل گیا | ۱۴۱ |
| علماء کو پیچ میں پھنسانے کی خوشی عارضی نکلی | ۱۴۲ | اہل حدیث عالم مولانامحمد حسین کا ایمان افروز انتباہ | ۱۴۳ |
| مولانامحمد حسین کی اپنی جماعت میں منزلت | ۱۴۳ | مرزاغلام احمد کی اپنے پیچ میں ناکامی | ۱۴۴ |
| علماء اہل حدیث پرمسٹر پرویز کا طنز | ۱۴۴ | مرزاغلام احمد کی کالے علم کی مشقتیں | ۱۴۵ |
| مرزاغلام احمد کا کالے علم کا ایک عمل | ۱۴۵ | ایک سوال اوراس کا جواب | ۱۴۷ |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف غلط الزامات | ۱۴۷ | حضرت مسیح علیہ السلام پرشراب نوشی کاالزام | ۱۴۹ |
| مرزاقادیانی اپنے فقہی مؤقف کے آئینہ میں | ۱۵۰ | | |
| **مرزاغلام احمد کی نئی نبوت** | | | ۱۵۳ |
| ۱......تدریجی نبی | ۱۵۴ | ۲......مشتبہ نبی | ۱۵۴ |
| ۳......غلام نبی | ۱۵۴ | ۴......پہلودار نبی | ۱۵۴ |
| ۵......انگریزی نبی | ۱۵۵ | | |
| **عقیدة الامت فی معنی ختم النبوت** | | | ۱۵۷ |
| ختم نبوت کی اساسی حیثیت | ۱۵۷ | نبوت کی تاثیر کیاہے؟ | ۱۵۷ |
| آسمانی دفتر کاالٰہی فیصلہ | ۱۵۸ | | |
| **قرآن کریم اورختم نبوت** | | | ۱۶۰ |
| معنی ختم نبوت پرقرآن کی پہلی شہادت | ۱۶۰ | آیت خاتم النّبیین کے معنی دوراوّل میں کیا سمجھے گئے؟ | ۱۶۳ |
| معنی خاتم النّبیین پردورآخر کی ایک شہادت | ۱۶۶ | معنی ختم نبوت پرقرآن کی دوسری شہادت | ۱۶۶ |
| معنی ختم نبوت پرقرآن کی تیسری شہادت | ۱۷۰ | آنحضرت ﷺ کا نذارت عامہ کااعلان | ۱۷۲ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| آپ ﷺ کی کل بنی آدم کے لئے بعثت ماننا ضروریات دین میں سے | ۱۷۳ | معنی ختم نبوت پر قرآن کی چوتھی شہادت: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ | ۱۷۳ |
| مرزا بشیرالدین محمود کی تحریف قرآن | ۱۷۵ | ایمان بالآخرت قرآن کریم میں | ۱۷۵ |
| اس تحریف میں سب سے بڑا نقصان | ۱۷۶ | مومن بہ امور میں آخرت کیا ہے؟ | ۱۷۶ |
| قرآن کریم میں لفظ آخرت اس جہان کے مقابل | ۱۸۲ | قادیانیوں کا ایک بے بنیاد چیلنج | ۱۸۳ |
| معنی ختم نبوت پر قرآن کی پانچویں شہادت | ۱۸۴ | مرزا غلام احمد کو اولی الامر میں داخل کرنے کی کوشش | ۱۸۶ |
| معنی ختم نبوت پر قرآن کی چھٹی شہادت | ۱۸۶ | امت ہمیشہ اس ایک نبی کے ساتھ رہے گی | ۱۸۸ |
| معنی ختم نبوت پر قرآن کی ساتویں شہادت | ۱۸۸ | معنی ختم نبوت پر قرآن کی آٹھویں شہادت | ۱۹۱ |
| معنی ختم نبوت پر قرآن کی نویں شہادت | ۱۹۳ | | |
| احادیث اور ختم نبوت | | | ۱۹۴ |
| معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی پہلی شہادت | ۱۹۷ | معنی ''لانبی بعدی'' پر حضور ﷺ کی دوسری شہادت | ۱۹۹ |
| معنی ''لانبی بعدی'' پر آنحضرت ﷺ کی تیسری شہادت | ۱۹۹ | معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی چوتھی شہادت | ۲۰۱ |
| معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی پانچویں شہادت | ۲۰۲ | معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی چھٹی شہادت | ۲۰۳ |
| معنی ختم نبوت پر حضور ﷺ کی ساتویں شہادت | ۲۰۵ | معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی آٹھویں شہادت | ۲۰۵ |
| معنی ختم نبوت پر حضور ﷺ کی نویں شہادت | ۲۰۶ | حدیث ''لانبی بعدی'' کی مزید تشریح | ۲۰۷ |
| معنی ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتیں | | | ۲۱۰ |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہادت | ۲۱۰ | معنی ختم نبوت پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت | ۲۱۱ |
| معنی ختم نبوت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری شہادت | ۲۱۲ | حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی مشترکہ شہادت | ۲۱۳ |
| معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تیسری شہادت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ | ۲۱۴ | معنی ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چوتھی شہادت: حضرت علی رضی اللہ عنہ | ۲۱۴ |
| معنی ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی پانچویں شہادت | ۲۱۶ | معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی چھٹی شہادت | ۲۱۶ |
| معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہ کی ساتویں شہادت | ۲۱۷ | معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی آٹھویں شہادت | ۲۱۷ |
| معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہ کی نویں شہادت | ۲۱۸ | ایک سوال اور اس کا جواب | ۲۱۸ |
| ازالۂ تعجب | ۲۱۹ | مرزا بشیرالدین محمود کی تحریف قرآن | ۲۲۲ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| احادیث کی تائید میں فقہاء اور متکلمین کی تصریحات | | | ۲۲۲ |
| حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۹ھ) کی شہادت | ۲۲۳ | حافظ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت | ۲۲۳ |
| حضرت علامہ قرطبی اندلسیؒ (۶۶۸ھ) کی شہادت | ۲۲۴ | صاحب تلویح علامہ مسعود بن عمر تفتازانیؒ (۷۹۱ھ) | ۲۲۴ |
| علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ (۹۶۹ھ) کی شہادت | ۲۲۵ | سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ (۱۱۳۵ھ) کی شہادت | ۲۲۵ |
| شرح عقائد نسفی کی شہادت | ۲۲۶ | تحفہ شرح منہاج کی شہادت | ۲۲۶ |
| صوفیہ کرام کا عقیدہ ختم نبوت بھی ملاحظہ کر لیجئے | ۲۲۷ | | |
| ختم نبوت بغیر کسی تخصیص وتاویل کے | | | ۲۳۰ |
| امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی کا عقیدہ ختم نبوت | ۲۳۱ | حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت | ۲۳۲ |
| تشریح مطلب | ۲۳۳ | علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) کتاب شفاء میں ارشاد فرماتے ہیں | ۲۳۳ |
| علامہ بحرالعلوم عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں | ۲۳۴ | مفتی بغداد حضرت علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۱ھ) کا فیصلہ بھی سن لیجئے | ۲۳۴ |
| کوئی امتی ماتحت نبوت بھی نہیں پاسکتا | ۲۳۵ | دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں | ۲۳۵ |
| مفتی محمود آلوسی بھی لکھتے ہیں | ۲۳۶ | مرزا غلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت کہ حضور ﷺ بلا استثناء خاتم النبیین ہیں | ۲۳۶ |
| ختم نبوت کے قطعی عقیدہ سے انحراف کی پہلی کروٹ | ۲۴۱ | عقیدہ ختم نبوت سے انحراف کی دوسری کروٹ | ۲۴۳ |
| ختم نبوت سے انحراف کی تیسری کروٹ | ۲۴۵ | صاحب شریعت ہونے کے دعویٰ پر دوسری شہادت | ۲۴۶ |
| مرزا غلام احمد کا ترمیم شریعت بل | ۲۴۷ | صاحب شریعت ہونے کے دعویٰ میں چوتھی دبی کروٹ | ۲۴۹ |
| عقیدہ ختم نبوت میں پانچویں کروٹ | ۲۵۰ | نبوت کے سائے میں آپ کی چھٹی کروٹ | ۲۵۱ |
| اس دعا میں ظلی نبوت کا اشارہ ہے یا صراحت | ۲۵۲ | قادیانیوں کا پوری امت محمدیہ کے بارے میں عقیدہ | ۲۵۲ |
| مرزا غلام احمد کا ایک اور جھوٹ | ۲۵۳ | معاملات حقیقی نبوت کے ہی قائم کئے | ۲۵۴ |
| قادیانی انکار ختم نبوت کی ہی ڈگر پر | ۲۵۵ | مقام افسوس | ۲۵۵ |
| قادیانیوں کی ایک تاویل اور اس کا جواب | ۲۵۶ | ڈوبتے کو تنکے کا سہارا | ۲۵۸ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| **ختم نبوت پر مسلمانوں کی بیداری** | ۲۵۹ | | |
| مرزا غلام احمد تمام فرقوں کے خلاف | ۲۵۹ | ختم نبوت پر مسلمانوں کی عام بیداری کا اس جماعت پر اثر | ۲۶۱ |
| مسلمانوں کی عام بیداری کا مسلمانوں کے دوسرے مسائل پر اثر | ۲۶۱ | مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کے اختلافات | ۲۶۲ |
| تحریک ختم نبوت پاکستان (۱۹۵۳ء) | ۲۶۲ | امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میدان عمل میں | ۲۶۳ |
| پاکستان کے لئے قادیانی مستقل خطرہ کیوں؟ | ۲۶۴ | ہندوستان میں انگریزوں کے پولیٹکل ایجنٹ | ۲۶۵ |
| **خدا کے بعد خدا کے بندوں پر جھوٹ<br>عقیدہ ختم نبوت کو اختلافی بنانے کے حیلے** | ۲۶۸ | | |
| **عقیدہ ختم نبوت میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے قادیانیوں کا چند بزرگان دین پر افتراء** | ۲۶۹ | | |
| **حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت** | ۲۷۱ | | |
| حقیقت واقعہ: (آپ کا ختم نبوت مرتبی کا بیان) | ۲۷۲ | آنحضرت ﷺ کی شان ختم نبوت | ۲۷۳ |
| قادیانی مغالطہ | ۲۷۴ | ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی میں باہمی ربط | ۲۷۷ |
| ماحصل تقریر اوّل بر معنی خاتم النّبیین | ۲۸۰ | ماحصل ہر دو تقریر بر معنی خاتم النّبیین | ۲۸۱ |
| مقام غور | ۲۸۲ | | |
| **حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت** | ۲۸۳ | | |
| حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ | ۲۸۳ | حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کا عقیدہ ختم نبوت | ۲۸۳ |
| حضرت شاہ صاحب کے بیٹے کی شہادت | ۲۹۰ | حضرت شاہ صاحب کے پوتے کی شہادت | ۲۹۰ |
| **محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت** | ۲۹۳ | | |
| **حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت** | ۲۹۹ | | |
| قادیانی مغالطہ | ۳۰۰ | قادیانیوں کی پیش کردہ عبارت | ۳۰۰ |
| مکتوب گرامی بنام مرزا حسام الدین | ۳۰۴ | مکتوب گرامی بنام خانخاناں | ۳۰۵ |
| مکتوب گرامی بصالحہ از اہل ارادت | ۳۰۵ | مکتوب بنام ملا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ | ۳۰۵ |
| مکتوب گرامی بنام میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ | ۳۰۶ | حضور اکرم ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبوت بھی باقی نہیں | ۳۰۶ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت | | | ۳۰۸ |
| برسر مطلب آمدیم | ۳۱۰ | حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت | ۳۱۱ |
| قادیانیوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب | ۳۱۳ | اس امت میں نبوت کی بقا کس شکل میں ہے؟ | ۳۱۵ |
| الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربی (۶۳۹ھ) کا عقیدۂ ختم نبوت | | | ۳۱۷ |
| کیا اس چشمہ جاری کا نام نبوت رکھا جاسکتا ہے | ۳۲۵ | شیخ اکبر ابن عربی کے ہاں نبوت اور رسالت دونوں سلسلے بند | ۳۲۶ |
| شیخ اکبر ابن عربی کا ایک مکاشفہ | ۳۲۸ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ان کی آمد ثانی پر | ۳۳۳ |
| حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۳ھ) کا عقیدہ ختم نبوت | | | ۳۳۴ |
| ضمیمہ نمبر۱ | | | ۳۴۳ |
| ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا | ۳۴۳ | مغالطہ مرزائیہ | ۳۴۴ |
| علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۲ھ) اور امام ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ | ۳۴۵ | علامہ راغب کی بات کو برسر عام غلط کہنا | ۳۴۸ |
| علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۲ھ) کا عقیدہ ختم نبوت | ۳۵۰ | | |
| دونوں ترکیبوں کے اختلاف کا حاصل | | | ۳۵۱ |
| پہلی صحیح ترکیب کا حاصل | ۳۵۱ | دوسری غلط ترکیب کا حاصل | ۳۵۱ |
| قادیانیوں کا اس غلط ترکیب پر اصرار کیوں | ۳۵۳ | ابن حیان اندلسی کا عقیدہ ختم نبوت | ۳۵۳ |
| مع کو من کے معنی میں لینے کا قادیانی حیلہ | ۳۵۴ | | |
| ضمیمہ نمبر۲ | | | ۳۵۶ |
| مرزا طاہر کا راغب کی جائز کردہ ترکیب سے انکار | ۳۵۶ | مرزا طاہر کی تحریف مع کو من کے معنی میں لینا | ۳۵۷ |
| آیت کا شان نزول | ۳۵۸ | قادیانیو! ایمان اور یقین کی نبض پر ہاتھ رکھو | ۳۵۸ |
| علامہ راغب اصفہانی کس عقیدے کے تھے؟ | ۳۶۰ | | |
| قادیانیوں کی شرعی وقانونی حیثیت | | | ۳۶۱ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرض مرتب

**الحمد للّٰہ رب العالمین**

**والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النّبیین. امابعد!**

## حضرت ڈاکٹر علاّمہ خالد محمود (مانچسٹر)

**(ولادت: ۱۷/اکتوبر۱۹۲۵ء**

**وفات:۱۴/مئی۲۰۲۰ء)**

سیالکوٹ علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں پر ایک عالم ربانی مولانا کمال الدین تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے نامور شاگردوں میں شامل ہیں۔ سیالکوٹ شہر کی جس مسجد میں حضرت مجدد صاحب، مولانا کمال الدین سے پڑھتے رہے، آج بھی وہ اصل حالت میں موجود ہے۔ جامع مسجد مولانا کمال الدین محلّہ کشمیریاں سیالکوٹ شہراس کا نام ہے۔ فقیر راقم نے اس مسجد کی زیارت کی ہے۔ نظریہ پاکستان کے خالق علامہ اقبال مرحوم بھی سیالکوٹ کے تھے۔ غرض تعلیم ودانش وری میں سیالکوٹ کو بعض وہ اعزازات حاصل ہیں جولائق تحسین ہیں۔

اسی سیالکوٹ کے ایک متوطن علامہ ڈاکٹر خالد محمود تھے جو ۱۷/اکتوبر۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈھابیل میں پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا بدرعالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ایسے حضرات کے آپ شاگرد تھے۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے کیا۔

مرے کالج سیالکوٹ، ڈگری کالج خانیوال، ایم.او کالج لاہور میں پروفیسر کے

منصب پر فائز رہے۔ خانیوال تدریس کے دوران غلہ منڈی خانیوال میں خطیب بھی رہے۔ یہ دور آپ کی خطابت کا دور شباب کہلانے کا مستحق ہے۔

تنظیم اہل سنت کے پہلے صدر سردار محمود خان لغاری اور ناظم اعلیٰ سردار احمد خان پتافی تھے اور یہ ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ ۱۴/اپریل ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں اس کا دفتر قائم ہوا۔ مولانا سید نورالحسن بخاری اس دفتر کے مہتمم قرار پائے۔ تنظیم اہل سنت پرچہ کا اجراء امرتسر سے ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا سید نورالحسن بخاری تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۴-شاہ عالم بی لاہور سے سہ روزہ دعوت کا اجراء ہوا۔ اس کے دور اوّل کے ایڈیٹر سید نورالحسن بخاری اور دور ثانی کے ایڈیٹر علامہ خالد محمود اور حافظ عبدالرشید ارشد فاضل خیرالمدارس میاں چنوں، حافظ نور محمد انور کالا باغ اس کے منیجر ومنتظم تھے۔ (ہائے کس درد سے عرض کروں کہ اس کی مکمل فائل کہیں محفوظ نہیں) سہ روزہ دعوت لاہور ۱۹۶۶ء تک جاری رہا۔ جب علامہ خالد محمود اس کے ایڈیٹر تھے تب مختلف اوقات میں خلفاء اربعہ پر ترتیب سے اس کے چار خاص نمبر شائع ہوئے۔ پھر ان چاروں کو حضرت علامہ صاحب نے خلفاء راشدین کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کے ابتدائیہ کا اقتباس حضرت علامہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

’’سردار (احمد خان پتافی) صاحب نے اپنے علاقہ کے علماء اور زمینداروں کو اس سلسلے میں جمع کیا۔ ان سے مشورے کئے۔ متعدد مجلسیں کیں اور پندرہ سال اسی فکر میں لگا دیئے۔ زمینداروں میں لغاری خاندان نے ان سے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا اور مولانا سید نورالحسن بخاری جو اسی علاقے کے رہنے والے تھے وہ ان حضرات میں اور اکابر علماء ہند میں ایک واسطہ بن گئے۔ سردار صاحب نے یہ فکر لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ لاہور میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی سے ملے۔ دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی سے ملے۔ دہلی میں مفتی اقلیم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب سے ملے اور ان حضرات سے فکری تائید حاصل کی اور دعاء لی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تائید اور سرپرستی آپ (سردار صاحب) کو پہلے سے حاصل تھی۔ آپ نے کمر ہمت باندھی اور ۱۹۴۳ء میں جام پور میں ایک اجلاس بلایا جس کی صدارت سردار محمد علی خان لغاری نے

کی۔ یہاں تنظیم اہل سنت کا قیام عمل میں آیا۔ سردار محمود خان لغاری اس کے صدر قرار پائے اور سردار احمد خان پتافی اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور ۱۴/اپریل ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں تنظیم کا دفتر کھول دیا گیا۔ مولانا سید نورالحسن بخاری اس کے مہتمم مقرر ہوئے اور ''تنظیم اہل سنت'' کے نام سے ایک پرچے کا اجراء کیا گیا۔ تحریک کے تعارف عام کے لئے لاہور دہلی دروازہ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے شرکت کی۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا سید نورالحسن بخاری تھے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، مؤرخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب اور شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی نے اس تحریک کی زبردست حمایت کی۔ روزنامہ زمزم لاہور نے ۱۵/مئی ۱۹۴۴ء کی اشاعت میں روزنامہ شہباز نے ۲۹/مئی ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں ان اکابر کے بیانات بھی شائع کئے اور تحریک کا تعارف کرایا۔ ادھر یہ تحریک اٹھی، ادھر قادیانیوں نے اپنے پرچہ الفضل قادیان کی ۱۵/اپریل ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں اس کے خلاف اپنے پورے حلقے میں خطرے کا الارم بجادیا۔ اس وقت قادیانیت کے خلاف یہ ایک پلیٹ فارم تھا جو خالص مذہبی فضاء اور خالص فکری صدا سے ختم نبوت کا کام کرنے کے لئے اٹھا۔ اہل سنت مسلمانوں کو یہ پہلا پلیٹ فارم ملا جس میں تحریکات باطلہ کے خلاف مسلمانوں کی عوامی سطح پر علمی اور فکری جدوجہد شروع ہوئی۔ مولانا لال حسین اختر اس کے پہلے مبلغ تھے۔

## پاکستان میں تنظیم اہل سنت کا قیام

تقسیم ہند کے بعد تنظیم کا دفتر امرتسر سے لاہور آ گیا اور چوک جھنڈا لوہاری دروازہ میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ ہفت روزہ تنظیم یہیں سے جاری کیا گیا۔ اس کے دفتری انچارج کالاباغ کے حافظ نور محمد مقرر ہوئے۔ تنظیم کا جماعتی دفتر بعد میں ملتان آ گیا لیکن اخبار کا دفتر لاہور ہی میں رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ''سہ روزہ دعوت'' کا اجراء عمل میں آیا۔ جس کا قلم ادارت پہلے مولانا سید نورالحسن بخاری کے ہاتھ میں رہا۔ اس پرچے سے ان دنوں تنظیم کا

پروگرام پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ پہنچا اور پورے ملک میں تنظیم اہل سنت کی دھوم مچ گئی۔ اخباروں کے مقابلے میں اخبار، شاعروں کے مقابل شاعر، مناظروں کے مقابلے میں مناظر، خطیبوں کے مقابل خطیب پیش کئے اور الحمدللہ! تنظیم جن اکابر کی سرپرستی اور تائید سے وجود میں آئی تھی پاکستان بنے اب نصف صدی ہونے کو ہے۔ رفض کے خلاف یہ پلیٹ فارم اب بھی اصحاب رسول کے موضوع پر پاکستان کی سب سے قدیمی اور بڑی جماعت سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۴۸ء مجلس احرار اسلام سیاست سے کنارہ کش ہوکر خالصۃً قادیانیت کے خلاف مصروف ہوگئی اور تنظیم اہل سنت کا رخ پھر زیادہ تر رفض وخروج کے استیصال کی طرف ہوگیا۔

اکابر دیوبند میں جس طرح حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری کے تلامذہ قادیانیت کے خلاف شمشیر براں بنے رہے جیسے مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا بدر عالم میرٹھی ثم المدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد علی جالندھری وغیرہم، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے تلامذہ اسی طرح رفض والحاد کے خلاف نبردآزما ہوئے۔ ہندوستان ایک طرف رہا، آپ پاکستان کو لیں۔ جناب قاضی مظہر حسین صاحب، مولانا سید نورالحسن بخاری، مولانا سید احمد شاہ بخاری، مولانا العلامہ عبدالستار تونسوی، مولانا محمد نافع (محمدی شریف ضلع جھنگ)، مولانا سید صادق حسین شاہ (جھنگ) اسی محاذ پر زندگیاں لگائے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے حلقے میں عظمت صحابہؓ کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا سید نورالحسن بخاری کی تحریک پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے شاگرد مناظر اسلام حضرت علامہ دوست محمد قریشی، حضرت مولانا قاری لطف اللہ رائے پوری تنظیم اہل سنت میں آئے۔ حضرت مدنی اور حضرت لکھنوی کے نامور شاگرد مناظر اسلام علامہ عبدالستار تونسوی بھی جماعت میں آ گئے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے شاگردوں سے حضرت مولانا اللہ یار خان (چکڑالہ) اور مولانا افتخار احمد کا بھرپور تعاون تنظیم اہل سنت کے شامل حال رہا۔ مولانا قائم الدین عباسی علی پوری، مولانا حافظ عطاء اللہ (لیہ)، مولانا غلام قادر ملتانی تنظیم کے مرکزی مبلغین میں شامل ہوئے۔ سردار احمد خان پتافی کی نظامت میں تحریک تنظیم نے ملک کے طول وعرض میں مقام صحابہ کا بھرپور دفاع کیا اور جلسوں، مناظروں، تحریروں، تقریروں، اخبارات اور مقدمات الغرض ہر محاذ پر رفض والحاد کو

للکارا اور لتاڑا اور ہر بستی اور آبادی میں عظمت صحابہؓ کے چراغ جلائے۔ دارالمبلّغین تنظیم (ملتان) نے پھر ایسے شاگرد تیار کئے جو پھر مستقل جماعتوں کے بانی بنے۔‘‘

(مقدمہ خلفائے راشدین ص۲۲،۲۴)

’’تنظیم اہل سنت‘‘ جریدہ کا مرزاغلام قادیانی نمبر بھی شائع ہوا۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ نمبر۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ایک زمانہ تھا کہ ملک کی کسی بھی جماعت ومدرسہ کے جلسہ میں علامہ خالدمحمود کی شرکت ضروری تصور ہوتی تھی۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی ہوئے۔

ختم نبوت کانفرنس، چنیوٹ وچناب نگر میں آپ کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔ایک بار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں صبح کا درس آپ کا طے تھا۔صبح کی امامت آپ نے کرائی۔ آپ کی قرأت احد عشر قرأت شمار ہوتی تھی۔گزشتہ سال ختم نبوت مدرسہ مسلم کالونی چناب نگر کے منتہی طلباء سے خطاب کے لئے زحمت فرمائی۔ختم نبوت کانفرنس لندن وبرمنگھم میں آپ ہر سال شریک ہوتے۔ بڑے اہتمام سے آپ کا بیان ہوتا۔یورپ، افریقہ، امریکہ تک آپ نے ختم نبوت کے ترانے بلند کئے۔

وفاقی شرعی عدالت لاہور میں ردقادیانیت پر آپ کا بیان تحریری جمع کرایا گیا۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اور جمعیۃ علماء برطانیہ کے کاموں میں آپ نے قدرے حصہ ڈالا۔ آپ کا اصل اسٹیج تنظیم اہل سنت ہی تھا۔حضرت علامہ نے مانچسٹر میں اسلامک اکیڈمی پھرسٹی جامع مسجد اور جامعہ اسلامیہ قائم کئے جو آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔

آپ بلا کے ذرخیر دماغ تھے۔حاضر جوابی آپ پر ختم تھی۔علمی تحقیقی جوابات کے علاوہ الزامی دندان شکن جوابات کے بلاشبہ بادشاہ تھے۔ اخیر عمر تک کھڑے ہوکر بیان کرتے۔نکتہ رسی آپ پر ختم تھی۔بات سے بات نکالنے اور بامقصد نتیجہ خیز بنانے میں مہارت تامہ کے حامل تھے۔ اس سال جامعہ اشرفیہ میں ملاقات کے لئے حاضری ہوئی۔ جناب رضوان نفیس دوسرے رفقاء ہمراہ تھے۔ دوباتیں بطور خاص یاد ہیں۔فرمایا کہ قادیانیت کے احتساب کا شکنجہ کسنے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل وارتقاء مولانا محمدعلی جالندھری کا مجددانہ کارنامہ ہے۔میرے نزدیک اس عنوان پر آپ کا وجود مجددانہ شان کا حامل تھا۔

دوسرا فرمایا: ہمارے بہت سارے محاذ ہیں۔ ہم نے ان سب کو وقت دیا۔ آپ (فقیر) پچاس سال سے ایک محاذ پر آنکھیں بند کئے کاربند ہیں۔ اس کے صدقہ میں آپ کو جہاں رحمت عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی وہاں سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کا دست شفقت بھی حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آواز بھرّا گئی۔ پھر فرمایا کہ میں عمر کے اس پیٹے میں ہوں کہ یہ بات بلاوجہ نہیں کہہ رہا۔ اس پر مجھے انشراح کا مقام حاصل ہے۔

آپ کا بیعت کا تعلق مولانا مسیح اللہ خان کے خلیفہ مولانا وصی اللہ سے تھا اور ان سے مجاز بھی تھے۔ آپ کے وصال پر دنیا بھر کے دینی حلقہ پر رنج والم کے پہاڑ ٹوٹے۔

## فہرست تصنیفات علامہ خالد محمود صاحب

(۱) آثار التنزیل (۲ جلدیں)
(۲) آثار الحدیث (۲ جلدیں)
(۳) آثار التشریع (۲ جلدیں)
(۴) آثار الاحسان فی سیر السلوک العرفان (۲ جلدیں)
(۵) خلفائے راشدین (۲ جلدیں)
(۶) عبقات (۲ جلدیں)
(۷) عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوۃ
(۸) عقیدۃ الاسلام فی عیسیٰ علیہ السلام
(۹) عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ ابن مریم
(۱۰) مرزا غلام احمد قادیانی

(یادرہے کہ نمبر۷ سے نمبر۱۰ کو مطالعہ قادیانیت کے نام سے چار جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ سنا ہے پانچویں جلد غیر مطبوعہ ہے اور چھٹی جلد زیر ترتیب ہے)

(۱۱) مقام حیات (۲ جلدیں)
(۱۲) معیار صحابیات
(۱۳) تجلیات آفتاب (۲ جلدیں)
(۱۴) بست بابی فہرست مضامین قرآن (۲ جلدیں)
(۱۵) درس قرآن
(۱۶) درس صحیح بخاری (خطاب ۲۰۰۹ء سندھ)
(۱۷) شاہ اسماعیل شہید
(۱۸) نماز کا مقام توحید
(۱۹) بغاوت
(۲۰) دوازدہ احادیث
(۲۱) مطالعہ بریلویت (۱۰ جلدیں)
(۲۲) اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم
(۲۳) عقائد شیعہ
(۲۴) محرم کی دس راتیں
(۲۵) علم حدیث پر عصر حاضر کی ظالمانہ مشقتیں
(۲۶) عالم الغیب
(۲۷) عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب
(۲۸) علم جنات وملائکہ

(۲۹)شرح قدوری شریف
(۳۰)مقام حدیث
(۳۱)قادیانی نئی نسلوں اور نوجوانوں کے نام پیغام
(۳۲)قادیانیت پر غور کرنے کا آسان راستہ
(۳۳)مناظرے ومباحثے
(۳۴)قادیانیوں کی قانونی حیثیت
(۳۵)عظمت صحابہؓ (الہلال رسالہ میں)
(۳۶)مفصل مقدمہ (بدعت واہل بدعت)
(۳۷)مقدمہ (حدیث ثقلین)
(۳۸)مقدمہ (کتاب الاستفسار)
(۳۹)مقدمہ (ردقادیانیت کے زریں اصول)
(۴۰)مقدمہ (الرشید ساہیوال کا دیوبند نمبر)

ان کے علاوہ (۱) مقام عیسیٰ علیہ السلام اور (۲) اقامۃ البرہان (۳) برأت تھانوی کا نام بھی ملتا ہے۔ لیکن اس فہرست کے نمبر۹، ۱۰ میں بالترتیب یہ موجود ہیں۔

اس کے علاوہ (۱) نصرۃ الاسلام حضرت علامہ مرحوم کے مناظرہ انارکلی کی روئیداد مرتب مولانا محمد الیاس، (۲) دورۂ افریقہ میں درج حضرت علامہ کے مناظروں کی رپورٹ، (۳) مناظرہ نائیجیریا حضرت علامہ مرحوم کے مناظرہ کی رپورٹ مرتبہ مولانا محمد رفیق امریکہ کو بھی حضرت مرحوم کی تصنیفات میں شامل کریں تو پھر تصنیفات کی تعداد ۴۳ قرار پائے گی۔ یہ مطبوعہ کتب ہیں۔ غیر مطبوعہ اس کے علاوہ ہوں گی۔ اس کے علاوہ خطبات کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ندیم قاسمی صاحب کی مرتب کردہ کتاب کو بھی شامل کریں تو تعداد ۴۴ پائے گی۔

حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کتب مختلف ادارے آپ کی اجازت سے شائع کرتے رہے۔ اس وقت محمود پبلی کیشنز ٹرسٹ جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی شاہدرہ لاہور اور جامعہ اسلامیہ سٹاک پورٹ روڈ مانچسٹر شائع کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ دونوں ادارے حضرت مرحوم کے قائم کردہ ہیں۔ ان اداروں نے حضرت مرحوم کی ردقادیانیت پر کتب کو ''مطالعہ قادیانیت'' جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم کے نام سے چار جلدوں میں مرحوم کی زندگی میں شائع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ''احتساب قادیانیت'' اور ''محاسبہ قادیانیت'' کے نام پر مرحوم اکابر کی ردقادیانیت پر کتب ورسائل کو اسّی (۸۰) جلدوں میں شائع کر چکنے کا ریکارڈ قائم کر چکی ہے۔ جس میں بیسیوں اکابر کی سینکڑوں کتب ورسائل کے ستر ہزار صفحات کے لگ بھگ محفوظ ہو چکے ہیں۔ خیال ہوا کہ ردقادیانیت پر حضرت علامہ مرحوم کے رسائل وکتب کو محاسبہ قادیانیت کا بھی حصہ بنا دیا جائے۔ اس کے لئے جب کام کا

آغاز ہوا تو حوالہ جات کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی ضرورت سامنے آن کھڑی ہوئی۔ یہ اتنا دقّت طلب امر تھا کہ اس پر جان جوکھوں میں ڈالنی پڑی۔ حوالہ جاتی کتب کے ایڈیشن تبدیل ہونے کے باعث پچاسی فیصد حوالہ جات کو نئے سرے سے مرتب کرنا پڑا۔ اس کے باوجود پندرہ فیصد ایسے حوالہ جات تھے کہ حوالہ کی کتابوں کی عدم دستیابی یا اپنی عدم ہمت کے باعث کام توجہ طلب ہے۔ لیکن اتنا کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ اتنی محنت سے ردقادیانیت کی کتب کو حرفاً حرفاً دیکھنے کی رفقاء مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد امین، مولانا محمد عثمان، مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا وسیم اسلم نے کوشش کی کہ قارئین خود محسوس کریں گے اوران شاءاللہ حضرت مرحوم کی روح مبارک بھی فرحاں وشاداں ہوجائے گی۔

غرض ان رفقاء نے گویا حضرت علامہ مرحوم سے ’’بعدالموت کسب فیض‘‘ کر کے ایک معرکہ سر کرلیا۔ اس کام میں حضرت علامہ مرحوم کے مانچسٹر میں علمی امور کے ذمہ دار جناب مولانا محمد ثقلین جاوید کی معاونت ومحنت کا ابر کرم بھی سایہ فگن رہا۔ محاسبہ قادیانیت کا حصہ بنانے کے لئے حضرت مرحوم کی ردقادیانیت پر پہلی تصنیف (۱) ’’عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت‘‘ (۲) ’’قادیانیوں کی شرعی وقانونی حیثیت‘‘ ان دو کتابوں کو ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد اکیس (۲۱) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ باقی ردقادیانیت کے کتب ورسائل حضرت مرحوم کے ان کو اگلی جلدوں میں لائیں گے۔ ہمارے ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کے حلقہ کے دوست ان کتابوں سے فائدہ حاصل کریں۔ باقی دوست ’’مطالعہ قادیانیت‘‘ کا مکمل سیٹ جو چھ جلدوں پر مشتمل ہوگا اور حضرت مرحوم کی دیگر جملہ کتب ورسائل کے حصول کے لئے حضرت مرحوم کے متذکرہ بالا اداروں سے رابطہ وتعاون رکھیں۔ وہی آپ کی کتب ورسائل کو شائع کرنے کے مجاز ہیں۔ ہم صرف محاسبہ قادیانیت کی حد تک حضرت مرحوم کے ردقادیانیت کے کتب ورسائل کو آئندہ جلدوں میں یکجاء کریں گے۔ تاکہ وہ اس سلسلہ الذہب میں بھی اپنی آن وشان کے ساتھ حصہ بن سکیں۔

قارئین! ملاحظہ کریں گے کہ نئے حوالہ جات، نئی کمپوزنگ ونئی سیٹنگ سے ایک نئی چیز تیار ہوگئی ہے۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کے خیر کے تمام کاموں کو جاری رکھنے کی ان کے متوسلین کو توفیق ارزاں فرمائیں۔ آمین!

محتاج دعاء: (فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۱۸/ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ، ۱۸/جولائی ۲۰۲۲ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# عقیدة الامت

## فی معنی

# ختم النبوت

مطالعہ قادیانیت جلد اوّل

| |
|---|
| ختم نبوت کا معنی چودہ سو سال سے امت نے ایک ہی سمجھا ہے |

ختم نبوت مرتبی آپ ﷺ کو آفرینش آدم سے بھی پہلے حاصل تھی

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

# عقیدۃ الامۃ فی معنیٰ ختم النبوۃ

مطالعہ قادیانیت جلد اوّل

ختم نبوت کا معنی چودہ سو سال سے امت نے ایک ہی سمجھا ہے

ختم نبوت مرتبی آپ کو آفرینش آدم سے بھی پہلے حاصل تھی۔

تالیف:

محقق العصر جسٹس (ر) ڈاکٹر علامہ خالد محمود دامت برکاتہم

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ختم نبوت پر علمائے اسلام کی خدمات

یوں تو علمائے اسلام نے تاریخ کے ہر دور میں مسئلہ ختم نبوت کو نہایت واضح اور مبرہن صورت میں پیش کیا ہے۔ لیکن اسے ایک مستقل موضوع بنا کر اس پر کتابیں لکھی جائیں۔ یہ صورت مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں پیش نہیں آئی۔ اس کی وجہ مرزا غلام احمد کی اپنے دعوؤں میں مختلف قلابازیاں تھیں۔ پہلا شخص جس نے کھل کر مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدہ ختم نبوت سے برأت کی وہ مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیرالدین محمود ہے۔ اس نے ''حقیقت النّبوت'' میں اور اس کے بھائی بشیر احمد نے ''کلمۃ الفصل'' میں کھل کر حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہے۔ اس پر علمائے اسلام اس مؤقف پر آئے کہ اب اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی جائیں۔

اس موضوع پر پہلی کتاب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں لکھی۔ اس کا نام ''خاتم النّبیین'' ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہوچکا ہے۔ دوسری کتاب دیوبند کے مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہدیۃ المہدیّین'' کے نام سے عربی زبان میں لکھی۔ پھر حضرت مفتی صاحب نے اردو میں بھی ''ختم نبوت'' کامل کے نام سے ایک ضخیم اور عظیم کتاب لکھی جس کے تین حصے ہیں۔ ختم نبوت فی القرآن، ختم نبوت فی الحدیث اور ختم نبوت فی الآثار۔ اللہ رب العزت نے اس کتاب کو عظیم قبولیت عطا فرمائی اور بعد میں اس موضوع پر کام کرنے والے ان کتابوں کو ساتھ لے کر چلے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت پر یہ کتابیں نہایت جامع اور مفید کتابیں ہیں لیکن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری دامت برکاتہم کا تقاضا ہے کہ قادیانیت کو سامنے رکھ کر مناظرانہ نقطۂ نظر سے اس پر ایک جامع کتاب لکھی جائے جو مدارس عربیہ کے طلبہ کو اس عصری فتنے سے نمٹنے کے لئے سبقاً پڑھائی جاسکے۔ حضرت کے تعمیل ارشاد میں یہ پیش کش ہدیہ ناظرین ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

مؤلف عفا اللہ عنہ

# پیش لفظ اشاعت ششم

**الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امّا بعد!**

اب ہم ۲۰۱۲ء سے گزر رہے ہیں۔ آج سے نصف صدی پہلے ۱۹۵۳ء میں یہ کتاب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اور اس وقت تصور بھی نہ کیا جاسکتا تھا کہ اس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے وقت نہ صرف یہ کہ کوئی قادیانی مرکزی یا کسی صوبائی اسمبلی کا ممبر نہ ہوگا بلکہ قادیانی بمعہ اپنے لاہوری گروپ کے پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار پاچکے ہوں گے۔ **وللّٰہ الحمد والمنّۃ والیہ یصعد الکلم الطیّب والعمل الصالح یرفعہ!**

۱۹۵۳ء میں یہ کتاب پہلی بار مجلس عمل آل پارٹیز کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ اس وقت اس کے بعض مندرجات پر مجلس عمل سیالکوٹ کے ایک رکن طالب علی شاہ صاحب نے کچھ اعتراضات کئے تھے انہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عقیدہ ختم نبوت سے اختلاف تھا۔ اس لئے اس کے اگلے دو ایڈیشن ادارہ حفظ معارف اسلامیہ ۱۴بی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے شائع کئے گئے۔ چوتھا ایڈیشن مکتبہ ختم نبوت لاہور سے شائع ہوا۔ پانچواں ایڈیشن اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر سے شائع کیا گیا اور اب یہ چھٹا ایڈیشن محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ انگلستان میں یہ اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر سے مل سکے گا۔

**واللّٰہ ھو المؤفّق لما یحبّہٗ ویرضٰی بہ!**

مؤلف عفا اللہ عنہ

جولائی ۲۰۱۲ء

# مقدمہ

**الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!**

آنحضرتﷺ کے بایں معنی خاتم النّبیین ہونے میں کہ آپﷺ کے بعد کسی درجے میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور اس عقیدہ ختم نبوت کے ضروریات دین میں سے ہونے میں اسلام کی چودہ صدیوں میں کہیں کسی مدعی اسلام کا انکار نہیں ملتا۔ لیکن چودھویں صدی میں ہندوستان میں مشرقی پنجاب کے ایک قصبہ قادیان میں ۱۸۴۰ء میں انگریزوں کے ایک پروردہ خاندان میں مرزا غلام احمد پیدا ہوا۔ اس نے اپنے لئے نئے نئے آسمانی دعوے کئے اور ان پر اس نے کروٹوں پر کروٹیں بدلیں۔ وہ عقائد کی اسی کشمکش میں تھا کہ اس کی ۱۹۰۸ء میں مرض ہیضہ سے وفات ہوگئی۔ اس کے پیرو بھی پھر اسی کشمکش میں رہے کہ اس کا اصل دعویٰ کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے عہد قیادت میں اسے جماعتی سطح پر حقیقی نبی ٹھہرایا اور اپنے اس عقیدہ پر کتاب ''حقیقت النّبوت'' لکھ کر ختم نبوت کے اس معنی کا جو یہ امت مسلمہ چودہ سو سال سے سمجھتی چلی آرہی تھی، یکسر انکار کر دیا۔ پھر لوگوں کو یہ لوگ ازراہ دجل یہ بھی کہتے رہے کہ ہم حضرت محمدﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں لیکن اس معنی میں نہیں جو یہ امت مسلمہ چودہ سو سال سے مراد لیتی چلی آرہی ہے۔ ختم نبوت کے اس معنی میں ہم مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس صورت حال میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں ختم نبوت کے عنوان ''معنی ختم نبوت'' پر ایک اصولی اختلاف قائم ہوا۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ اب معنی ختم نبوت کے عنوان سے کہ امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے تواتر سے چلے آنے والا عقیدہ ختم نبوت کیا ہے اس کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ ہر خاص وعام جان سکے کہ امت مسلمہ اور قادیانی ہرگز ایک عقیدہ پر نہیں ہیں اور قادیانی اپنے اس دعوے میں غلط ہیں کہ:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں ۔۔۔ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

(ازالہ اوہام ص۶۶۷، خزائن ج۳ ص۵۱۴)

راقم الحروف نے اسی لئے اس کتاب کا نام ''عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت'' رکھا ہے۔ اس میں اس معنی ختم نبوت کا اثبات ہے جو اس امت میں چودہ سو سال سے مراد چلا آرہا ہے اور مسلمان اسے ہی اپنا عقیدہ ختم نبوت سمجھتے ہیں اور اس کے انکار کو انکار ختم نبوت

قرار دیتے ہیں۔ سو اس جہت سے مرزا بشیرالدین محمود اور اس کے جملہ پیرو اس عقیدہ ختم نبوت کے منکر ٹھہرتے ہیں۔

مسلمانوں کو قادیانیوں پر یہ اعتراض ہے کہ جب وہ اپنے عقیدہ ختم نبوت میں مسلمانوں کے دین پر نہیں ہیں تو مرزا غلام احمد نے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے دین پر کہا ہے کیا یہ ایک مغالطہ نہیں؟ قادیانی ہرگز عقیدہ ختم نبوت میں مسلمانوں کے دین پر نہیں ہیں۔ مرزا غلام احمد نے یہ جھوٹ کہا ہے یا اسے اس وقت علم نہ تھا کہ انگریزی شکل کے فرشتے اسے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیں گے کہ:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں  دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

یہاں مسلمانوں سے مراد دور اوّل کے اہل السنۃ والجماعہ، صحابہ وتابعین اور تبع تابعین ہیں۔ مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۱ء میں اس کی وضاحت کردی تھی۔

’’میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے اور میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۵۵)

دور اوّل کے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کیا تھے؟ وہی جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عقائد کی کتاب ’’الفقہ الاکبر‘‘ میں اور امام ابوجعفر الطحاوی (۳۸۶ھ) نے اپنی کتاب ’’العقیدۃ الطحاویہ‘‘ میں لکھے ہیں۔ پیش نظر رہے کہ انکار ختم نبوت پر کسی کو صف اسلام سے خارج کرنا یہ مشورہ بھی پہلے مرزا قادیانی نے ہی دیا تھا۔ سو قادیانیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو کہ قادیانیوں کو آئین میں مسلمانوں سے جدا ایک غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے، غلط کہیں۔ یہ عرضی پہلے مرزا قادیانی نے ہی تو پیش کی تھی۔ پھر قادیانیوں کا یہ شکوہ بھی درست نہیں کہ مسلمان منکرین ختم نبوت پر لعنت کیوں کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اس کی پہل بھی خود مرزا قادیانی نے ہی کی تھی۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت کے نہیں بلکہ وحی ولایت کے جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے، ہم اس کے قائل ہیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۹۷،۲۹۸)

مرزا قادیانی وحی ولایت تک رہتے تو ممکن ہے مسلمان ان کے پیروؤں کو دائرہ اسلام سے خارج بتلانے کی کوئی تجویز نہ دیتے۔ یہ لعنت خود مرزا قادیانی نے اپنے سر لی ہے اور یہ دستار فضیحت خود ان کے اپنے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے باپ کے سر باندھی ہے۔ یہ فیصلہ آپ اس کتاب کے پورے مطالعہ کے بعد ہی کر سکیں گے لیکن اس حقیقت کو اپنے پورے دوران مطالعہ پیش نظر رکھیں کہ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے چودہ سو سال سے چلے آنے والے قطعی عقیدہ اسلام سے نکلنے کے لئے بہت سی کروٹیں لی ہیں اور لفظ خاتم النّبیین کو کئی نئے معنی دیئے ہیں۔ اب اس حقیقت سے کوئی مبصر انکار نہ کر سکے گا کہ قادیانی اس مسئلہ میں مسلمانوں کے چودہ سو سالہ عقیدہ ختم نبوت سے نکلے ہوئے ہیں اور ان کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں ۔۔۔ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

(اب یہ بات کہ وہ مسلمانوں والا دین ہرگز نہیں رکھتے پوری طرح واضح ہو چکی ہے)

مسلمانوں کے ہاں عقیدہ ختم نبوت قطعیات اور ضروریات دین میں سے ہے۔ قطعیات کو کسی دوسرے معنی پر لانا اور ضروریات دین میں کسی تاویل کو راہ دینا قادیانیوں کا ایک اہم ذوق تحریف ہے۔ بایں ہمہ وہ یہ بات برابر کہے جارہے ہیں کہ ہم تو حضور اکرم ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں۔ علماء اسلام ہم پر یہ غلط الزام لگاتے ہیں کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اگر ایک شخص کو چودھویں صدی میں نبی کے نام سے کھڑا کر دینا بھی حضور پاک ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں تو پھر ہم حیران ہیں کہ ان سے اس انکار کا اقرار کرانے کے لئے ہم اور کون سی زبان ان کے سامنے لائیں۔

## قادیانی خلط مبحث کی راہ سے دوسرے موڑ پر

پھر قادیانی جب دیکھتے ہیں کہ وہ ختم نبوت کے عنوان پر امت مسلمہ سے اختلاف تسلیم کئے بغیر کسی طرح نہیں چل سکتے تو وہ اپنی خلط مبحث کی عادت سے مسلمانوں کو کلمہ کے موڑ پر لے آتے ہیں کہ ہم وقت کا کلمہ **لاالٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ** کو ہی سمجھتے ہیں۔

ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے۔ وہ اس اسلامی کلمہ کے صرف تاریخی طور پر قائل ہیں جس طرح مسلمان ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ علیہما السلام کے تاریخی طور پر قائل ہیں اور

ان میں سے کسی کو وقت کا کلمہ نہیں کہتے۔ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس عہد کا پیغمبر مانتے ہیں جن کی نبوت پر آخرت میں جنت اور جہنم کے فیصلے ہوں گے۔ مسلمانوں کے ہاں اس وقت کا کلمہ **لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ** ہے اور اسی پر ان کے ہاں آخرت میں جنت اور جہنم کے فیصلے ہوں گے۔

قادیانی کہتے ہیں کہ اس دور میں کوئی شخص **لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے سے لائق نجات نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ غلام احمد کو نبی نہ مانے، سو اس وقت آخرت کی نجات مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم کرنے پر موقوف ہے، اس کے بغیر نہیں۔

مرزا بشیرالدین محمود لکھتا ہے: ’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔‘‘

(آئینہ صداقت ص ۳۵، انوار العلوم ج۶ ص ۱۱۰)

وقت کا کلمہ ان کے ہاں ان کا ایک اردو کلمہ ہے اور وہی قادیانیوں کا کلمہ ہے۔

## قادیانیوں کا اردو کلمہ

قادیانیوں کا کلمہ اردو میں ہے اور اردو مرزا غلام احمد کی زبان تھی۔ قادیانی اپنے اس کلمہ کی حمایت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں: ’’**وما ارسلنا من رسول الّا بلسان قومه**‘‘ (ابراھیم: ۴)

ترجمہ: اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا وہ اس کی اپنی زبان میں ہی بھیجا۔

سو ان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنے لئے کسی عربی کلمہ کا اقرار کریں اس آیت کی رو سے انہیں ایک اردو کلمہ درکار تھا۔ مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنے باپ کے پہلے جانشین حکیم نورالدین بھیروی سے اپنی سند سے روایت کرتا ہے:

’’**بسم اللہ الرحمن الرحیم**! ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے، مرزا کا کلمہ یہ ہے: ’’میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔‘‘

(سیرت المہدی ج۳ ص ۳۰۵، جدید ایڈیشن ج۱ حصہ سوم ص ۸۲۴ روایت ۹۷۴)

سو یہ قادیانی کلمہ اسلام، لاالٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کے صرف تاریخی حیثیت سے قائل ہیں۔ اسے وقت کا کلمہ جس پر نجات ملے نہیں سمجھتے، جو مسلمان یہ کلمہ پڑھے اور اسے مدار نجات مانے، اسے یہ لوگ لائق نجات نہیں جانتے۔ ان کے عقیدہ میں جب تک کوئی مرزاغلام احمد کو نبی نہ مانے، وہ ہرگز لائق نجات نہیں ہوتا۔

## قادیانیوں کے اردو کلمہ میں کی گئی غلطیاں

ان کے اس کلمہ میں لفظ دین دنیا کے مقابل ہے۔ قرآن شریف میں دنیا کے مقابل آخرت کا لفظ آتا ہے۔ لفظ دین دنیا اور آخرت دونوں پر حاوی ہے۔ جاہلوں کی زبان سے آپ نے بیشک دین دار اور دنیا دار کے متقابل الفاظ سنے ہوں گے لیکن خدا ان جاہلوں کی پیروی میں اپنے نبی کو یہ کلمہ سکھائے، یہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کی ان آیات کو سامنے رکھیں تو دنیا کے بالمقابل لفظ آخرت ہی ملے گا نہ کہ دین:

۱...... ’’ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النّار‘‘ (البقرہ:۲۰۱)

۲...... ’’واکتب لنا فی ہذہ الدّنیا حسنة وفی الآخرة انّا ہدنا الیک‘‘ (الاعراف:۱۵۶)

۳...... ’’منکم من یریدالدنیا ومنکم من یریدالآخرة‘‘ (آل عمران:۱۵۲)

۴...... ’’نحن اولیاء کم فی الحیٰوة الدنیا وفی الآخرة‘‘ (حم سجدہ:۳۱)

دین ایک ابدی سچائی ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں کارفرما ہے۔ یہ بات کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ کوئی نبی اپنے کلمہ میں ہی غلطی کرے۔

فسوف تریٰ اذا انکشف الغبار  أ فرس تحت رجلک ام حمار

یہ کلمہ کی ایک بات ایک ضمنی بات تھی جو خلط بحث کی راہ سے قادیانی ختم نبوت کی بحث میں لے آئے ہیں۔ اب ہم اسے چھوڑ کر اپنے اصل مبحث کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

## مرزاغلام احمد ختم نبوت کے معنی بدلنے میں عمر بھر سرگرداں رہا

مرزاغلام احمد اپنی نبوت کے معنی غیب کی باتیں پانا بتلاتا رہا۔ کبھی وحی ولایت کا مدعی رہا، کبھی لفظ نبی بطور محدّث اپنے اوپر لاتا رہا۔ کبھی ہم اسے ظلی اور بروزی طور پر نبوت کی عبا

اوڑھے دیکھتے ہیں، کبھی وہ مجازی نبوت کے لباس میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ کبھی ہم اسے لفظ نبی سے رجوع کرتے دیکھتے ہیں اور اس پر کاٹا ڈالتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے ان نئے اختیار کردہ معنوں میں سے کسی پر سکون اور اطمینان نہ ہوتا تھا۔ اس لئے وہ اپنے لئے نبوت کے نئے نئے معنوں پر کروٹوں پر کروٹیں بدلتا رہا۔ جیسے کوئی مراق کا مریض شدید دورے میں کچھ کہے اور جب کچھ افاقہ ہو تو وہ کوئی دوسری بات کہے۔ مرزا قادیانی کے یہ مختلف معانی اس طرح سامنے آتے رہے کہ اس کے پیرو اس کی زندگی کے آخر تک اسی سوچ و بچار اور تاویل و اختلاف میں رہے کہ ختم نبوت پر مرزا قادیانی کا اپنا صحیح مؤقف کیا تھا۔ مرزا قادیانی کے قادیانی اور لاہوری پیروؤں کے مباحثہ راولپنڈی سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد اپنی پوری زندگی ختم نبوت کے کسی جوہری معنی پر اپنے پورے حزم و یقین سے نہ جم سکا۔ وہ مسلمانوں کے چودہ سو سال سے چلے آنے والے عقیدہ ختم نبوت سے تو بیشک نکلا لیکن خود کسی منزل پر نہ ٹھہر پایا۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

## مرزا قادیانی کا اپنے دعویٰ نبوت سے رجوع کرنے کا ایک نیا منظر

مرزا قادیانی کو ایک دفعہ خیال آیا کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا کوئی اچھی بات نہیں ہے اور یہ بات بھی اس کے ذہن میں تھی کہ مسلمان زیادہ اس کے دعویٰ نبوت سے پریشان ہوئے ہیں۔ وہ اب بجائے پھر کوئی نئی وحی لانے کے، اپنے پہلے سے اختیار کئے ہوئے الفاظ نبوت پر کاٹا ڈالنے کی تجویز سامنے لے آیا اور اس نے ۳/فروری ۱۸۹۲ء میں ایک اشتہار دیا:

''اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدّث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدّثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدّثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلّا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے (ص۱۳۷) میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور کر کے بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھے مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے تو پھر مجھے اپنے

مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اسی لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۱۳،۳۱۴، چناب نگر)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے دعویٰ نبوت میں کسی مقام یقین پر نہ تھا اور اپنے کسی دعویٰ سے پیچھے ہٹنا یہ کام اس کے لئے کوئی مشکل نہ تھا۔ آپ نے دیکھا کس طرح وہ اپنی نبوت کی بوکاٹا کے لئے دل وجان سے تیار ہوگیا ہے اور اس کی آواز بھی لگادی ہے۔

## حکیم نورالدین بھیروی کا عقیدہ ختم نبوت

حکیم صاحب اس پر خوش تھے کہ مرزا کبھی کبھی ان کا درس قرآن سننے آتا ہے لیکن ان کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد غیرتشریعی نبوت جاری ہے۔ اس لئے اب کوئی نبی نہیں آسکتا جو حضور ﷺ کی شریعت کو بدلے۔ اس سے انہیں اپنے ان نئے اختیار کردہ معنی ختم نبوت پر یقین نہ تھا اور وہ ممکن سمجھتے تھے کہ شاید اب خاتم النّبیین کا وہ مفہوم جو اپنے دماغ میں لئے ہوئے ہیں کسی وقت غلط نکلے اور کوئی نئی شریعت والا نبی بھی اس دنیا میں آجائے۔ حکیم صاحب آیت خاتم النّبیین میں اس نئے احتمال کو اس طرح جگہ دیتے تھے: ''میرا ایمان ہے کہ اگر مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو پھر بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور من جانب اللہ پایا ہے تو جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں کہ آیت خاتم النّبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے۔'' (سیرت المہدی حصہ۱، ص۹۹، جدید ج۱ حصہ۱ ص۸۸ روایت نمبر۱۰۹)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حکیم نورالدین قرآن کریم کے بارے میں یا آیت خاتم النّبیین کے بارے میں کسی نقطہ یقین پر نہ تھے۔ قرآن پاک کو بھی وہ اس لئے مانتے تھے کہ مرزا قادیانی بھی یہی کہتے ہیں اس لئے نہیں کہ یہ دین قیّم حضور خاتم النّبیین ﷺ کا پیش کردہ ہے۔ قادیانیوں کے ہاں مرزا غلام احمد سے بڑا اور کوئی نہیں ہے۔

## قادیانی اپنے نئے عقیدہ ختم نبوت پر کب سے ڈٹے ہیں

قادیانی حلقوں میں اس باب میں آپ جہاں بھی جائیں گے ہر جگہ تذبذب اور احتمالات کے گہرے گڑھے دکھائی دیں گے۔ یہ جرأت مرزا بشیرالدین محمود نے کی کہ ہر

دوسرے پہلو سے ڈرے بغیر اس نے اپنے باپ کے لئے کھلم کھلا دعویٰ نبوت کا اعلان کیا اس نے اسے غیر تشریعی درجے تک محدود رکھا۔ اپنی جماعت ٹوٹے اس کی بھی اس نے پرواہ نہ کی۔ خواجہ کمال الدین مولوی محمد علی لاہوری اور عبدالرحمٰن مصری جیسے پرانے لوگ اس کی جماعت سے نکل گئے تو وہ نتائج سے بے پرواہ ہوکر اپنے باپ کو حقیقی نبوت پر لاکھڑا کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اس کے جملہ پیرو بھی اسی عقیدہ پر بڑی جرأت سے ڈٹے اور اس نے اس سلسلے کی سربراہی اپنی اولاد میں تجویز کی اور جماعت کے بڑے لوگوں میں سے (جیسے چوہدری ظفر اللہ خان وغیرہ) کوئی بھی مرزا بشیر الدین کی اس بات کو کاٹ نہ سکا کہ آسمانی سلسلوں کی جانشینی ہمیشہ کے لئے کبھی اولاد میں نہیں رکھی جاتی۔

## مرزا بشیر الدین محمود کے پوری ڈھٹائی سے کئے گئے اقدامات

۱...... مرزا بشیر الدین نے مرزا قادیانی کی ۱۹۰۰ء تک کی تحریرات کو منسوخ قرار دے کر مرزا قادیانی کو ۱۹۰۱ء سے نبوت کے آسمانی منصب پر بٹھایا۔

۲...... حضور اکرم ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد کو اسی تسلسل میں پیش کیا جو تسلسل پہلے سے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور حضور اکرم ﷺ کے مابین چلا آرہا تھا۔ اس نے اب مرزا قادیانی کو اس دور کا مستقل نبی ٹھہرایا۔

۳...... اب قادیانیوں کے ہاں مرزا کی نبوت پر انہی آیات سے استدلال کیا جانے لگا جن میں پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد موعود تھی اور وہ اپنے اپنے وقت پر آبھی چکے تھے۔ اس نے مرزا غلام احمد کو ان کے ساتھ ایک اتحاد نوعی میں جمع کیا۔ یہاں تک کہ قادیانیوں کے ہاں اب مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کا کوئی تصور تک باقی نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں سے اس طرح کٹے جس طرح عیسائی یہودیوں سے اور مسلمان عیسائیوں سے اب تک کٹے ہیں۔

۴...... مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا غلام احمد کے پیروؤں کو مسلمانوں سے بالکل علیحدہ ایک نئی امت بتایا جس کا مسلمانوں سے کسی طرح کا کوئی دنیا اور دینی اشتراک باقی نہ رہے۔

مرزا غلام احمد کے اس جانشین اور بیٹے کا مسلمانوں سے کلی علیحدگی کا یہ اعلان ملاحظہ ہو: ’’ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ وہ خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۰، انوار العلوم ج۳ ص۱۴۸)

یہاں مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے باپ کی نبوت کو بالکل ایک مستقل شکل دی ہے جس سے ختم نبوت کے موضوع سے ظلمت کے سب سائے اٹھ گئے اور اس سے ان کا اس کے عین محمد ہونے کا عقیدہ بھی جاتا رہا۔ اب مسلمانوں اور قادیانیوں میں حضرت خاتم النّبیین کی ختم نبوت زمانی اصل موضوع اختلاف ہے۔ ہم ان شاء اللہ العزیز! اس موضوع پر امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے چلے آنے والا عقیدہ ختم نبوت ہدیہ قارئین کریں گے۔

## غلام احمد ختم نبوت کے نئے معنی کی تلاش میں

ختم نبوت کی چودہ سو سال سے مسلسل چلی آنے والی سنگین دیوار کو گرانا کوئی اتنا آسان کام نہ تھا۔ مرزا غلام احمد نے اسے گرانے اور پھاندنے کی بہت کوششیں کیں مگر وہ ہر دفعہ زمین پر بڑی بے دردی سے گرا۔ ختم نبوت کے کسی نئے معنی کی تلاش میں وہ کن کن دشوار گزار راہوں سے گزرا، وہ اس کی اس بچگانہ تگ ودو کی ایک نہایت المناک داستان ہے۔

اس خارزار وادی کو عبور کرنے میں اس کی کوئی ایک مسلسل راہ نہیں رہی۔ وہ مختلف راہوں میں اس طرح سرگرداں رہا کہ جن تاریک راہوں سے وہ کبھی واپس ہوتا پھر وہ ان میں آگھستا۔ اس طرح وہ ان راہوں میں کئی دفعہ گھسا اور کئی دفعہ نکلا۔ یہاں تک کہ اسے کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنی نبوت کو کاٹنا پڑا اور کبھی اسے ایک غلطی کا ازالہ لکھ کر کچھ اپنی صفائی دینی پڑی۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۸ء آگیا اور اس کی اپنی وفات سے ایک دو دن پہلے کی اس کی تحریریں بھی اسی موضوع کے گرد گھومتی پائی گئیں کہ وہ کن معنی میں کسی نئی نبوت کا دعوے دار ہے۔ اس کی وفات کے اگلے دو تین دن تک اس کی اپنی تحریریں ہی اس کے پیروؤں میں مابہ الاختلاف بنی رہیں۔ یہاں تک کہ اس پر حکیم نورالدین کا پورا دور جانشینی گزر گیا اور اس کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود کے جانشین ہونے پر قادیانی اپنے ایک کھلے مؤقف پر سامنے آئے۔

## ختم نبوت کے کسی نئے معنی کی تلاش...... غلام احمد کی نئی نئی راہیں

۱...... ’’حضور ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہوچکی لیکن نبوت کا لفظ کبھی محدّثیت کے معنی بھی آجاتا ہے۔ کوئی صرف اس معنی میں نبی ہوسکتا ہے کہ اسے غیب کی باتیں بتلائی جاتی ہیں اور یہ صرف ایک لفظی نزاع ہے۔‘‘

۲...... حضور ﷺ پر وحی نبوت تو بے شک بند ہوچکی لیکن وحی ولایت کا سلسلہ اب بھی کھلا ہے اوراس سے بھی کمالات نبوت ملتے ہیں۔‘‘

۳...... ’’خاتم النّبیین کی نبوت اس شان سے جلوہ ریز ہے کہ آپ کی کامل اتباع سے ایک بروزی نبوت کا دروازہ کھلتا ہے۔ یہ ایک اکتسابی نبوت ہے جو آپ کی اطاعت سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ پہلے جو نبوتیں گزریں، وہ سب وہبی تھیں۔اکتسابی نبوت کی راہ ابھی کھلی ہے۔‘‘

۴...... ’’ایک ظلّی نبوت ہے جو حضور ﷺ کے سایہ تلے آنے سے ملتی ہے۔ خدا کے کئی ایسے فرشتے بھی ہیں جن کی صورت انگریزوں سے ملتی ہے۔‘‘

۵...... ’’ختم نبوت کی رو سے صرف وہ سلسلہ نبوت بند ہوا جس سے نئی شریعت ملے لیکن غیرتشریعی نبی اب بھی آسکتا ہے۔اسے خدا کی طرف سے کوئی نئے احکام نہیں دیئے جاتے۔‘‘

۶...... ’’خاتم النّبیین کے معنی نبیوں کی مہر کے ہیں اور حضور ﷺ اس معنی میں خاتم النّبیین ہیں کہ آپ کی مہر سے آگے نئے نبی بنیں گے۔آپ کی توجہ نبی تراش ہے۔اس لئے آئندہ بھی نبی بن سکتے ہیں۔گواب تک ایک ہی آیا ہے۔‘‘

۷...... ’’حضور ﷺ کے بعد اور تو کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن خدا کسی کو مسیح کی صفات دے کر بھیج دے تو اس کا آنا اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ مسیح کا آنا تواتر سے احادیث میں منقول ہے اور وہ میں ہی ہوں۔‘‘

۸...... ’’حضوراکرم ﷺ کے بعد نبی کا نام پانے کے لئے صرف میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

۹...... ’’حقیقت کے بالمقابل مجاز کی بھی ایک راہ ہے۔ختم نبوت کے بعد اگر کسی کے لئے نبی یا رسول کا لفظ آئے تو وہ مجاز کی راہ ہے۔حقیقی طور پر خاتم النّبیین ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔‘‘

۱۰...... صرف ایسا نبی آسکتا ہے’’جو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہو۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

معلوم نہیں ان جیسی اور بھی کتنی بھول بھلیاں ہوں گی جن سے مراق کا یہ مریض اپنے عجیب وغریب دعوؤں کے ساتھ گزرتا گیا:

ارادے باندھتا ہوں،سوچتا ہوں کھول دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہوجائے کہیں ویسا نہ ہوجائے

یہ صحیح ہے کہ اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے خدا کی نئی وحی کے نام سے ان تمام اختلافات کو یکسر لپیٹ دیا اور اپنے باپ کے دونوں اسلامی عقیدوں کو اس نئی وحی سے اس طرح ختم کر دیا: ’’دعویٰ مسیحیت کی بابت بھی تبدیلی جبراً بذریعہ وحی ہوئی اور نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ میں وحی نے جبراً تبدیلی کرائی۔‘‘ (الفضل قادیان ج۲۹ ش۲۰۵ ص۴ کالم۳ مؤرخہ ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء)

اب کسی کی کیا مجال کہ وہ سلسلے میں رہ کر کوئی دوسری تجویز سامنے لا سکے۔ وحی اپنے بیان سے حق بات کہتی ہے۔ کسی پر جبر نہیں کرتی۔ ’’لا اکراہ فی الدّین‘‘ میں یہی بتایا گیا ہے کہ وحی کسی پر جبر نہیں کرتی۔ یہ صرف وقت کے حکام ہوتے ہیں۔ جو جبر سے اپنی بات منواتے ہیں یہ وحی صرف انگریزوں کی تھی جس نے جبراً مرزا سے یہ دعوے کرائے۔

قادیانی، ناواقف مسلمانوں میں ختم نبوت کا معنی یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور پر کمالات نبوت کی انتہاء ہو چکی ہے۔ اب اس شان اور اس مقام کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ یہ اس طرح ہے جس طرح کوئی بہترین تقریر کرنے والے کو کہے کہ تقریر اس پر ختم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ اب کوئی اور تقریر نہ کرے گا۔ وہ کہتے ہیں ہم حضور ﷺ کی ختم نبوت سے ختم نبوت مرتبی مراد لیتے ہیں اور مسلمان ختم نبوت زمانی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں۔ مسلمان ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی، دونوں کے قائل ہیں اور ان دونوں میں ہرگز کوئی تباین کی نسبت نہیں ہے۔ ختم نبوت کے ممکن الجمع مختلف معانی سے ہمیں انکار نہیں، لیکن ختم نبوت زمانی کا عقیدہ جو مسلم عوام وخواص میں بڑی واضح روشنی سے پھیلا ہے اور مسلمانوں میں چودہ سو سال سے متواتر مسلسل چلا آرہا ہے۔ اس میں ہم کسی تاویل کو راہ نہیں دے سکتے۔

آپ کی ختم نبوت مرتبی کا شاید ہی کوئی انکار کر سکے۔ لیکن آپ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کرنے والا ایک بڑا طبقہ قادیانیوں کے نام سے ہندوپاک میں ضرور موجود ہے۔ ختم نبوت زمانی کے اس انکار کو صف اسلام میں ہرگز کوئی جگہ نہیں دی جاسکتی۔ علماء اسلام نے اس پر صریح طور پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو: ’’اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تأمل کرے، اسے کافر کہتا ہوں۔‘‘ (مکتوبات مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ مناظرہ عجیبہ ص۱۰۳)

مولانا موصوف نے اس عقیدے کو اپنا دین وایمان بتایا ہے سو ختم نبوت زمانی کا انکار تو درکنار جو اس میں ذرا تأمل بھی کرے، مولانا موصوف اسے بھی کافر سمجھتے ہیں۔ ہاں! کوئی ختم نبوت زمانی کے ساتھ آپ کو خاتم مراتب کمالات بھی مانے تو ان دونوں میں ہرگز کوئی نسبت تباین نہیں ہے۔ قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ تاریخ انبیاء میں مرزا قادیانی پہلے نبی ہیں جنہیں اپنے پہلے عقائد سے توبہ کرنی پڑی۔ تاریخ انبیاء میں اس کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔

## قادیانیوں کو کھلا چیلنج

قادیانی اپنے پورے لٹریچر سے مرزا غلام احمد پر اتری وہ وحی میں دکھائیں جس میں: (۱) الفاظ خدا کے ہوں، (۲) ان الفاظ میں جبر نمایاں ہو، (۳) ختم نبوت کے نئے عقیدے کی صراحت ہو، (۴) مرزا کے پہلے عقیدے کی کھلی تردید ہو۔ قادیانی ان چار شرطوں سے وہ وحی اپنے پورے لٹریچر میں دکھائیں تو انہیں اس وحی کے جملہ الفاظ کی گنتی سے ہر لفظ پر سو روپے انعام دیا جائے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو کم از کم یہ اعلان ضرور کریں کہ مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے باپ پر جھوٹ بولا ہے جس طرح اس کے باپ نے خدا پر جھوٹ بولے ہیں۔ نبیوں کے دعوؤں کا فیصلہ ان کی اولاد نہیں کیا کرتی۔

سو اس کتاب میں ہمارا اصل موضوع حضور خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت زمانی ہی ہے اور اسی کے قادیانی منکر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا خاتم کمالات نبوت ہونا، اس کا کوئی منکر نہیں۔ ہم آپ کے لئے ختم نبوت مرتبی کا پورا اقرار کرتے ہیں۔ قادیانی حضور ﷺ پر نبوت کو ہر جہت سے ختم نہیں مانتے اور مسلمانوں کے ہاں کوئی شخص ختم نبوت زمانی کے اقرار کے بغیر مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی میں ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں جمع ہیں۔ ہاں! یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ختم نبوت زمانی کی اصل بھی ختم نبوت مرتبی ہی تھی اور اس ختم نبوت مرتبی کا حق تھا کہ اس نشاء عنصری میں بامتداد زمانہ اسے ہی سب سے آخر میں رکھا جائے ورنہ نسخ اعلیٰ بالادنیٰ لازم آئے گا اور یہ حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔

’’ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها‘‘ (البقرہ:۱۰۶)

ترجمہ: جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں اسے تو لاتے ہیں ہم اس سے بہتر یا اس کے برابر۔

قادیانی لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے صرف ختم نبوت مرتبی کا اظہار کرتے ہیں

لیکن وہ کھلے طور پر حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی سے منکر ہیں۔ سو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمان حضور ﷺ پر کمالات نبوت کو بھی ختم مانیں اور زمانہ کے اعتبار بھی آپ ﷺ کو بایں معنی آخری نبی جانیں کہ اب آپ ﷺ کے بعد کسی درجے کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ وہ نئی شریعت کا مدعی بنے جیسا کہ بہاء اللہ ایرانی تھا یا حضور کی شریعت کے ماتحت غیر تشریعی نبوت کا دم مارے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے لئے نئی نبوت کا مدعی بنا اور ان دونوں میں ختم نبوت زمانی سے انکار ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ہر دعویٰ نبوت وہ کسی درجے میں ہو زندقہ والحاد ہے۔ مسلمانوں کو حضور ﷺ کی ختم نبوت کا اس طرح کھلے بندوں اظہار کرنا چاہئے کہ قادیانی اس سے کسی کو یہ مظالطہ نہ دے سکیں کہ یہ ان کا اختیار کردہ معنی ختم نبوت ہے۔ اس سے ان کا حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا انکار اور کھل کر عوام کے سامنے آجائے گا۔

## ایک غلط فہمی سے بہت بچ کر چلیں

یہ پوری کائنات ایک خدا کی بادشاہی میں ہے۔ زمین وآسمان کے فاصلے ہمارے لئے ہیں۔ خدا سے کوئی چیز نزدیک ودور نہیں۔ دنیا اور آخرت کے فاصلے بھی ہمارے لئے ہیں۔ خدا کے لئے ان میں سے کوئی نزدیک ودور نہیں۔ اس سے کسی سمت فاصلے قائم نہیں جاسکتے۔ وہ عالم آخرت کے مسافروں کو اگر کبھی پھر سے اس دنیا کی سیر کرادے تو کسی دلیل سے خدا کے نظام حکمت کے خلاف نہیں ہے۔ اس طرح جو نبی اس نشاء عنصری میں حضور ﷺ سے پہلے نبوت سے سرفراز ہوئے، ان میں سے اگر کوئی باذن الٰہی پھر اس زمین پر آجائے کہ اس کی آمد بایں جہت ہو کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوا اور اسے آپ سے پہلے نبوت ملی ہے تو یہ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے خلاف نہ ہوگا۔ لیلۃ الاسراء میں اگر سب پچھلے نبی حضور ﷺ کی اقتداء پانے کے لئے بیت المقدس میں آگئے تو اس سے حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا انکار نہ ہو سکے گا۔ آپ کی ختم نبوت زمانی کا معنی یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ تمام محدّثین نے حدیث: ’’لانبیّ بعدی‘‘ کا یہی معنی کیا ہے: ’’لا یحدّث بعدی نبی‘‘ اسی طرح حضرت عیسیٰ بن مریم کا قرب قیامت میں دوبارہ اس زمین پر اتر آنا اسلام کے عقیدہ ختم نبوت سے نہیں ٹکراتا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، حضور اکرم ﷺ سے پہلے نبوت پائے ہوئے ہیں اور وہ نبی ہوتے ہوئے اپنے اس دوسرے دور میں حضور اکرم ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو کہتے سنا:
**’’یحشر اللہ العباد فینادیھم بصوت یسمعہ من بعد کما یسمعہ من قرب انا الملک انا الدیّان‘‘** (صحیح بخاری ج۲ ص۱۱۱۴ باب کتاب التوحید)

بیت المقدس میں جب پہلے تمام انبیاء حضور اکرم ﷺ کی امامت میں جمع ہوئے تو حضور ﷺ کی وہ نماز اپنی شریعت کے مطابق تھی اور وہ سب انبیاء ہوتے ہوئے اس وقت اپنی شریعتوں پر عمل پیرا نہ تھے۔ اس سے آخرالنّبیین کا ایک یہ معنی بھی کھل کر سامنے آتا ہے کہ آپ اپنی ذات میں اوّل النّبیین بھی ہیں اور باقی سب انبیاء نے آپ کے فیض سے ہی اپنے اپنے وقت میں مرتبہ نبوت پایا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کی ذات گرامی میں اوّل النّبیین اور آخرالنّبیین دونوں باتیں جمع ہوگئیں اور آپ ﷺ کے لئے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں جمع ہوئیں اور یہ بات بھی ہر شک سے بالاتر ہے کہ قادیانی اس معنی ختم نبوت کے کھلے طور پر منکر ہیں۔

معراج کی رات سب انبیاء کرام کا حضور اکرم ﷺ کی امامت میں آنا حضرت کے اوّل النّبیین ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ اس سے آخرالنّبیین کے ایک معنی اوّل النّبیین بھی واضح ہوگئے۔ حضور ﷺ کا اپنے مرتبہ نبوت میں سب سے بڑا ہونا اس اجتماعی نماز کا سرالاسرار تھا:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر کہ دست بستہ تھے پیچھے حاضر
عیاں ہو معنی اوّل آخر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

سو معلوم ہوا کہ ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی ممکن الجمع ہے۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کا جلوہ تھا کہ سب انبیاء اپنے اپنے وقت میں اس سے فیضیاب ہوتے رہے اور اسی نشاء عنصری میں خدا کے نام کی آواز لگاتے رہے۔ لیکن جب آپ خود اس نشاء عنصری میں اپنی والدہ کے ہاں پیدا ہوئے تو اب آپ ﷺ کی ختم نبوت ذاتی آپ کی ختم نبوت زمانی کے جلو میں اس طرح اتری کہ آئندہ اقوام عالم کے لئے آپ کا زماناً سب سے آخر میں تشریف لانا اس باب میں ایک اساسی اعتقاد اور اصل الاصول ٹھہرا اور ’’**لا نبیّ بعدی**‘‘ کا پوری امت نے یہی مطلب سمجھا کہ اب آپ ﷺ کے بعد کسی درجے کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

قادیانی، حضور اکرم ﷺ کے بعد نیا نبی پیدا ہونے کے قائل ہیں، سو معنی ختم نبوت

میں ان کا مسلمانوں سے ایک اصولی اختلاف ہے۔ گو وہ لفظاً ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن ان کا اس کے چودہ سو سال سے چلے آنے والے اسلامی معنی کا انکار انہیں صف اسلام میں نہیں رہنے دیتا۔ جس طرح وہ اپنی نئی نبوت کے منکرین کو کافر قرار دیتے ہیں، مسلمان انہیں ختم نبوت کے اسلامی معنی کے انکار سے صف اسلام سے باہر ٹھہراتے ہیں۔ دین اسلام ایک مکمل دین ہے اور اب اس میں کسی اضافے کو جگہ نہیں دی جاسکتی۔

ہم نے اسی مناسبت سے اس کتاب کا نام ''عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النّبوت'' رکھا ہے تاکہ ہر کس وناکس پر واضح ہو کہ ہمارا قادیانیوں سے اختلاف ختم نبوت کے عنوان میں نہیں، ختم نبوت کے معنی میں ہے۔ یہ کتاب تقریباً نصف صدی پہلے ۱۹۵۳ء میں شائع کی گئی تھی۔ اس وقت اس میں حضور ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کی کوئی مستقل بحث نہ کی گئی تھی اور نہ اس کی اس وقت کوئی ضرورت تھی۔ پھر وہ اسی طرح مختلف ادوار میں شائع ہوتی رہی۔ لیکن اکیسویں صدی کے اس ایڈیشن میں ہم ختم نبوت مرتبی کے کچھ اصولی مباحث بھی ساتھ لا رہے ہیں۔ انہیں حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت کے اثبات میں ایک مقدمۃ العلم سمجھیں۔

جس طرح کسی کتاب کے مقدمہ سے اس کتاب کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، آپ ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کے مقدمۃ العلم سے آپ کی ختم نبوت زمانی کو سمجھنا ان شاء اللہ اور آسان ہو جائے گا۔ اصل بات حضور ﷺ پر تمام مراتب کمال کی انتہاء ہے۔ جس طرح آفتاب پر روشنی کے تمام مراتب ختم ہو جائے ہیں۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اس ایڈیشن میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت مکانی پر بھی ایک فصل ہدیۂ قارئین کریں۔ اسے آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کا ہی ایک نسخہ سمجھیں۔ زمان ومکان ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس میں ہماری اساس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ہے جس میں سات زمینوں کی خبر دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی صحابی اپنے قیاس سے یا اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا جو حضرت اس حد تک حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو وسیع مانیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس جہاں میں حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا کسی تاویل سے انکار کرسکیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ضروریات دین میں کسی تاویل کو راہ نہیں دی جاتی۔ مسلمان کے لئے ختم نبوت زمانی کا اقرار ہمیشہ سے ضروریات دین میں سے چلا آ رہا ہے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کسی جگہ زبان یا پیرایہ بیان ایسا نہ ہو جس سے

کسی کی دل آزاری ہو۔ قادیانی بھی اگر اس کتاب کو دوبارہ پوری توجہ سے مطالعہ کریں تو بہت امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کی تحریک پر گزری ایک پوری ناکام صدی کو دیکھ کر پھر واپس اسی عقیدہ پر آجائیں، جس کی مرزا غلام احمد نے اپنے ابتدائے سفر میں آواز لگائی تھی:

ہست او خیرالرسل خیرالانام ہر نبوت را بروشد اختتام

(درثمین فارسی ص۱۱۴، سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ص۹۵)

دن کا بھولا شام کو گھر آجائے تو گھر والے اسے نہیں نکالتے، اسے گلے لگاتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے استدعا ہے کہ وہ اس تالیف کو جملہ قادیانیوں کی توبہ عام کا ذریعہ بنائے اور عصر حاضر کے تائبین کی فہرست اس قدر لمبی ہو جائے کہ اس صدی کے اختتام پر کوئی نام کا قادیانی بھی صفحہ زمین پر نہ دیکھا جائے، مگر یہ کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی اس امت میں واپس لوٹ چکا ہو۔ ختم نبوت کے پہلے منکرین کے سلسلے بھی اس طرح ختم ہوئے ہیں کہ آج ان کا کسی خطہ زمین میں کوئی اپنا رقبہ نہیں ہے۔

یہ صورت حال تاریخ کی ایک خود منہ بولتی تصویر ہے کہ اس امت میں کبھی کسی درجہ میں عقیدہ انکار ختم نبوت کو تسلیم نہیں کیا گیا، چہ جائے کہ ہم اب ڈیڑھ ہزار سال بعد قادیان سے کسی بانسری کی یہ آواز سنیں کہ بے شک ہر پیرایہ نبوت حضرت خاتم النّبیین پر ختم ہو چکا ہے لیکن ایک غیر تشریعی نبوت کی ایک صدا باقی ہے وہ ہم سے سن لو۔ اس کے جواب میں ہم مولانا ظفر علی خان مرحوم کا ایک شعر ہدیہ قارئین کرتے ہیں:

سنا ہے قادیان میں بانسری بجتی ہے گوکل کی مگر ہر بانسری والا کنہیا ہو نہیں سکتا

نامناسب نہ ہوگا کہ اس پر ہم اپنا ایک پرانا مضمون کہ اس امت میں اب کسی درجہ میں کسی نئی نبوت کی ضرورت نہیں، اس مقدمہ میں آپ کے سامنے لے آئیں۔

عقیدۃ الامت کے اس ایڈیشن میں ہم حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کو مقدمۃ العلم کے پیرایہ میں ہدیہ ناظرین کررہے ہیں۔ ختم نبوت مکانی کی بحث بھی اس ختم نبوت مرتبی کے ساتھ ایک فصل کے طور پر لگا دی گئی ہے۔ ختم نبوت کا موضوع اب اس کتاب میں ہر جہت سے سامنے آرہا ہے۔ یہاں پہلے ہم اپنا ایک پہلے کا مضمون ہدیہ قارئین کرتے ہیں کہ اس دور محمدی میں ڈیڑھ ہزار سال بعد اب کسی غیر تشریعی نبوت کی کیا ضرورت تھی؟ ازاں بعد ہم مقدمۃ العلم ہدیہ قارئین کریں گے۔ واللہ ھو المؤفق لما یحبّہٗ ویرضٰی بہ!

## دور محمدی میں ڈیڑھ ہزار سال بعد اب کسی غیر تشریعی نبوت کی آخر ضرورت کیا ہے؟

**الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امّا بعد!**

نبوت ایک ضرورت کی چیز تھی۔ اسے پورا کرنے کے لئے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ انسان اپنی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے اور ایک بہتر پیرایہ زندگی بنانے کے لئے اپنی سمجھ اور تجربات سے آگے بڑھتا رہا اور زندگی کی اس کاوش میں وہ بڑی بڑی غلطیاں بھی کرتا رہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی آسمانی رہنمائی فرمائی اور ان کے لئے نبوتوں کا سلسلہ قائم کیا اور انسان کی ایسی رہنمائی کے لئے جس میں غلطی راہ نہ پاسکے انبیاء بھیجے۔ کوئی ایسی بستی نہ رہی جس میں کوئی ڈرانے والا اور خالق کائنات کی مرضیات اور عدم مرضیات سے اطلاع دینے والا نہ آیا ہو۔

نبوت وہ راہ برکات وانوار ہے جس میں غلطی راہ نہیں پاتی۔ کوئی انسان اپنے کسی عمل سے اس مقام پر نہیں آسکتا۔ یہ نفوس قدسیہ محض اللہ تعالیٰ کا اپنا انتخاب ہوتے ہیں اور ان پر خدا کی حفاظت کا سایہ ہوتا ہے۔ دنیا میں جب ہر مہم اور ہر سعی حیات اپنے کمال کی طرف رواں دواں ہے تو ضروری تھا کہ نبوت ورسالت بھی کبھی اپنے نقطہ کمال کو پہنچے۔ دنیا میں جب مادیت اس ترقی پر آجائے کہ انسان مادے میں چھپی قوتیں بھی پالے اور دوش ہوا پر سوار ہوکر چند لمحوں میں مشرق سے مغرب جا پہنچے اور پھر حالات یہاں تک پہنچیں کہ پورا آشیانہ کائنات قیامت کے پرزور زلزلوں سے لرزنے لگے (اور کیا یہ صورت حال دنیا میں اب ظاہر نہیں ہورہی؟) تو ایسے وقت میں یہاں کسی غیر تشریعی نبوت کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اب تو صرف اس کام کی ضرورت تھی کہ تجربات کی ان ترقیات کو اور ان سائنسی اکتشافات کو جس طرح بھی بن آئے۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کاملہ اور رسالت جامعہ سے جوڑا جائے۔ ورنہ تجرباتی ترقی ایک گستاخ فکر سے کچھ بھی زیادہ آگے نہ جاسکے گی:

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اس کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں اس کا آشیانہ

سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان کی مادی ترقی تو اپنی انتہاء کو پہنچے اور روحانی آفتاب کمال ابھی کسی پردے کے پیچھے ہو۔ مشیت ایزدی میں یہ دونوں سلسلے ساتھ ساتھ رہے ہیں۔ انسان کا روحانی کمال ولایت اور نبوت کی پرنور راہوں سے ہوتا ہے۔ اسے ولایت کی راہ میں تو پھر کئی غلطیوں کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن نبوت اور رسالت ہمیشہ آسمانی حفاظت کے سائے میں رہنمائی کرتی ہے۔ سو نبوت ہی وہ منبع انوار و برکات ہے جس سے انسان ہر غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔ نبوت کے اس نقطۂ عروج کو ہی ہم ختم نبوت کہتے ہیں۔ یہ دنیا حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے اس ارتقاء پر آئی اور حضور اکرم ﷺ نے آسمان تک رسائی پائی آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی اس کائنات کا روحانی نقطہ عروج ہے:

عروج عالم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں　　　کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

جس طرح مادی دنیا کا ایک نقطۂ عروج ہے اور اس کے بعد قیامت ہے اور دنیا کا خاتمہ ہے۔ اسی طرح روحانی دنیا کا بھی ایک نقطۂ عروج ہے اور اس پر نبوت کا ہر سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ وہ ختم نبوت ذاتی جو ہر نبوت کو اس کے دور میں شان نبوت دیتی رہی وہ اپنے نقطہ عروج میں کائنات میں جلوہ گر ہوئی۔ اسی نقطہ عروج سے اس راہ کے مسافر (پہلے انبیاء کرام) چلتے آئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں مکہ مکرمہ میں کمالات نبوت کا وہ نقطہ عروج اتارا اور اس نے یہاں خاتم النّبیین کا نام پایا۔ اگر نبوت کہیں ختم نہ ہوتی تو اس کا مطلب یہی سمجھا جاتا کہ کمالات نبوت کبھی اپنے نقطہ عروج کو نہ پہنچیں گے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مادی دنیا تو اپنے نقطۂ عروج کو پہنچے اور یہ دنیا ختم ہوجائے اور کائنات میں روحانی کمال کوئی نقطہ عروج نہ پائے اور سلسلہ نبوت کہیں ختم نہ ہو۔ حضور خاتم النّبیین ﷺ اسی نقطہ عروج کا دوسرا نام ہے۔

آپ ﷺ کو مدینہ منورہ آنے سے پہلے معراج سے مشرف کیا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ کا معنی ہی یہ ہے کہ آگے کوئی اور راہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی میں تمام انسانی کمالات اپنی انتہاء کو آپہنچے ہیں:

محمد یعنی وہ حرف نخستیں کلک فطرت کا　　　وہ رابط عقل وفطرت کو کیا شیر وشکر جس نے
محمد یعنی وہ امضائے توقعیات ربانی　　　وہ فارق، زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی

یہ آپ ﷺ کی ختم نبوت ذاتی ہے جس سے پہلی تمام نبوتوں نے جلا پائی اور اب دنیا کے آخر میں یہی نبوت بہ پیرایہ ختم نبوت زمانی کئی پہلوؤں سے روشن ہوئی۔

## ۱...... خاتمیت، نبوت کے نقطہ کمال کی رو سے

آپ ﷺ کی نبوت کا نقطہ کمال صرف اپنے دور شریف کا ہی منبع نور نہیں بلکہ یہ کلک فطرت کا وہ نقش اوّلین ہے جس سے سارے پہلے انبیاء نے بھی اپنے اپنے وقت میں روشنی پائی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اس مقام نبوت میں نبوت سے موصوف بالذات کیا۔ یہی حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی یا ختم نبوت مرتبی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت جب یہ دنیا اپنے مادی نقطہ عروج کو پہنچے خود آپ کو ہی اس دنیا کے دور آخر میں روحانی نقطۂ عروج سے جلوہ گر کیا۔ یہ آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی ہے۔ اب آپ کے بعد کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کی ضرورت کہیں محسوس نہ کی جائے گی۔

## ۲...... خاتمیت، شریعت کے نقطہ کمال کی رو سے

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شریعت عطاء کی جس میں خود شریعت بھی اپنا نقطہ کمال پاگئی۔ قادیانی یہ کہتے سنے گئے کہ حضور ﷺ پر ہر تشریعی نبوت کا سلسلہ ختم ہے۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ کی شریعت تاریخ کے اس پورے دور میں ایک کامل آسمانی رہنمائی ہے اور ڈیڑھ ہزار سال کا فاصلہ عبور کرنے کے بعد بھی اب پوری طرح موجود اور محفوظ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے آخری وقت میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری اس کے بھیجے ہوئے کی راہ عمل۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ یہ دونوں چیزیں دنیا کے آخر تک موجود و محفوظ رہیں گی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی پوری شریعت اب تک موجود و محفوظ ہے اور جب تک یہ دنیا ہے، یہ شریعت جامعہ پوری طرح موجود اور محفوظ رہے گی اور دنیا میں یہ ضرورت کبھی محسوس نہ کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور غیر مرضیات کیا ہیں۔ جس کو بھی اس کی مرضیات پر چلنا ہو، اس کے لئے یہ راہ ایک جرنیلی سڑک سے زیادہ روشن اور دن سے زیادہ واضح ہے اور جو اس راہ پر نہ آنا چاہے تو یہ اس کی اپنی روگردانی سے ہوگا۔ اس لئے نہیں کہ اس کے سامنے خدا کی بتلائی کوئی روشن راہ نہیں ہے۔ اس دور محمدی کے لوگ کبھی یہ نہ کہہ سکیں گے۔

’’ما جاء نا من بشیر ولا نذیر‘‘ (مائدہ:۱۹)

ترجمہ: ہمارے پاس کوئی اچھے مستقبل کی خبر دینے والا اور برے مستقبل سے ڈرانے والانہیں آیا۔

سو یہ کبھی نہ کہا جاسکے گا کہ اس شریعت میں کسی مسئلے کا جواب نہیں ہے، شریعت جب اپنے پورے کمال کو پہنچی تو کیسے ہوسکتا ہے کہ اس میں کسی مسئلے کا جواب نہ ہو۔

یہاں دوتین سوال ابھرتے ہیں مناسب ہوگا کہ قارئین کرام ان میں بھی کوئی تشنگی محسوس نہ کریں۔

## ۱...... جب کتاب وسنت میں کوئی حکم نہ ملے تو بندہ کیا کرے

اب اگرکسی دینی رہنمائی کی ضرورت محسوس کی جاسکتی ہے تو صرف وہیں جہاں کتاب وسنت میں اس کا حکم صریح طور پر نہ ملے لیکن حضور ﷺ نے اس امکان کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آجائے جس پر تمہیں قرآن وسنت میں کوئی حکم نہ ملے تو تو اس پر کیسے فیصلہ کر پائے گا؟ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہہ سکتے تھے کہ میں انتظار کروں شاید کوئی غیرتشریعی نبی آجائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب نہیں دیا بلکہ عرض کی کہ میں اپنا اجتہاد کروں گا (کتاب وسنت کے ناپیدا کنار چشموں سے ایسے مسائل کا حکم فقہی کشید کروں گا) اس پر حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ آپ کا یمن جانے والا مبعوث راہ پا گیا جس پر اللہ کا یہ رسول خوش ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جہاں حضور ﷺ کی شریعت میں کوئی حکم نہ ملے، وہاں اسی شریعت میں اجتہاد سے کام لیا جائے۔ فقہ کو ضرورت کے وقت یہ تیسرا درجہ دیا جائے۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں کسی غیرتشریعی نبوت کی کبھی کوئی ضرورت محسوس نہ کی جائے گی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب اس امت میں بڑے بڑے مجتہدین حضور ﷺ کے نمائندے ہوں گے۔ اس دین میں اب غیرتشریعی انبیاء کا کوئی انتظار اورکردارنہیں ہوگا۔ حضور ﷺ کی نبوت اس امت میں انتظامی امور میں بذریعہ خلافت اور اجتہادی امور میں بذریعہ مجتہدین باقی رہے گی اور مومن کا درجہ اب صرف ایک خدمت کا رہے گا۔ کسی بعثت کا نہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس نقطہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

فکر کن در راہ نیکو خدمتے تا نبوت یابی اندر امتے

ترجمہ: بھلائی کے رستہ میں تو صرف خدمت کی فکر کر، اس سے تو اس امت میں نبوت پالے گا۔ اس امت میں نبوت یہی راہ اجتہاد ہے۔

اب نبوت ایک فرد میں نہیں ہوگی، ایک امت میں قائم رہے گی۔ سو امت میں نبوت اب یہی ہے کہ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ذوات قدسیہ میں معصوم ہیں۔ یہ امت اپنے اجماع میں معصوم رہے۔ جہاں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کسی بات پر بالاتفاق فیصلہ کرلیں اسے آسمانی رہنمائی سمجھا جائے گا۔

## ۲...... جب یہ امت فرقوں میں بٹ جائے تو صحیح راہ بھی ساتھ رہے گی

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی تو ان میں صرف ایک طبقہ سیدھی راہ پر قائم رہے گا۔ وہ سیدھی راہ کون سی ہوگی؟ یہ نہیں فرمایا کہ اس امت میں کوئی غیرتشریعی نبوت قائم ہوگی، اس کی بجائے آپ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں راہ راست پر وہ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر ہوں گے۔ ''**ما انا علیہ واصحابی**'' اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ اس امت کے پیشواء ہیں۔ ان کے بعد تابعین اور مجتہدین اس راہ امت کے پیشواء ہوں گے۔

اس رہنمائی سے حضور ﷺ نے اس امت کو اپنی تمام ضرورتیں پوری کرنے کے لئے راہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ کیا اور نبوت کے ہر نئے تصور سے فارغ کردیا۔

## محدّثین کا مؤقف کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اجماع میں معصوم ہیں

جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ذوات قدسیہ میں معصوم ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجماع میں ہر خطاء سے معصوم ہیں۔ محی الدین امام نووی (۶۷۶ھ) شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں: ''**فمعاذاللہ لانّہ اجماع علی الخطاء وھم معصومون من ذالک**''

(شرح مسلم ج۱ ص۴۷۸، باب طلاق الثلاث)

ترجمہ: اللہ اس بات سے بچائے، اس صورت میں کہنا پڑے گا کہ وہ ایک غلط بات پر جمع ہوگئے۔ حالانکہ وہ اجماعاً کسی خطاء پر جمع ہونے سے معصوم ہیں۔

اس عصمت کے سائے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف دستاویزات قرآنی کو ایک

کتاب کی شکل دی اور انہیں ان کی ترتیب نزول کی بجائے حضور اکرم ﷺ کی اختیار کردہ ترتیب سے جمع کیا۔ سو یہ کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ جمع قرآن پر عصمت کا سایہ نہ تھا۔ نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ رمضان کی نماز تراویح کو تین راتوں کی بجائے پورے ماہ رمضان میں پھیلانا کسی عصمت کے سائے میں نہ تھا۔ صحابہ سب کے سب کسی خطاء پر جمع ہو جائیں۔ یہ اس امت میں ناممکن ہے۔ اس عصمت کے سائے میں وہ دین پوری طرح محفوظ ہے جو حضور ﷺ نے پیش کیا گیا اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کے مکمل ہونے کی خبر دی تھی۔ ’’**الیوم اکملت لکم دینکم**‘‘ اس میں دین انہیں کی طرف اضافت کیا تھا ہے کہ تمہارا دین میں نے مکمل کر دیا۔ آپ کے اسی دین کو امت میں محدّثین روایت کرتے ہیں اور مجتہدین بھی اسی سے غیر منصوص مسائل کا حکم کشید کرتے رہے ہیں۔

یہ صورت حال بتلاتی ہے کہ اسلام کے ڈیڑھ ہزار سال میں اس امت میں کبھی کسی غیر تشریعی نبوت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ امم سابقہ میں بھی نبوت ایک ضرورت کی چیز رہی ہے۔ جہاں اس کی کسی پہلو سے کوئی ضرورت نہ سمجھی جائے وہاں کوئی دعویٰ نبوت بہت عجیب سی چیز دکھائی دیتا ہے۔

## ۳...... خاتمیت کے بعد کار نبوت کو نیا نام دیا جائے

بنواسرائیل میں انبیاء ہی امت کی سیاسی قیادت کرتے تھے۔ مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی بنواسرائیل کے انتظامی امور کے سربراہ تھے اور وہی ایک رات بنواسرائیل کو دریا پار لے آئے تھے۔ آپ کے بعد بھی یہ سیاسی قیادت انبیاء کے پاس رہی اور ان کے انتظامی امور شریعت تورات سے ہی چلتے رہے۔

قرآن کریم میں ہے: ’’**انّا انزلنا التّوراۃ فیھا ھدی وّنور یحکم بھاالنّبیون الذین اسلموا للذین ھادوا**‘‘ (المائدہ:۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے نازل کی تورات اس میں ہدایت اور روشنی تھی اسی پر وہ انبیاء جو اللہ کے فرمانبردار تھے فیصلے کرتے تھے ان لوگوں میں جو یہود تھے۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: ’’**کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلّما ھلک نبیٌّ خلفہٗ نبیٌّ وانّہ لانبی بعدی**‘‘

ترجمہ: بنو اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو پھر اور نبی اس کا جانشین ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔‘‘

اس سے بھی پتہ چلا کہ نبوت کے عالی مقام حاملین ہی اس وقت اپنی امت کی یہ ذمہ داری ادا کرتے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تورات کے مطابق فیصلے دینے والے غیرتشریعی انبیاء ہی تھے جو شریعت تورات کے مطابق چلتے رہے۔ اب آنحضرت ﷺ نے اس بار نبوت کو ایک نیا نام دے دیا اور وہ خلافت کا نام ہے اور وہ مذکورہ بالا حدیث کا آخری حصہ ہے آپ ﷺ نے جب ان غیرتشریعی نبیوں کا ذکر فرمایا تو اپنے لئے اعلان فرمایا کہ میرے بعد ایسے انبیاء بھی نہ ہوں گے۔ غیرتشریعی انبیاء والی یہ انتظامی امور کی ذمہ داری اب خلافت کے نام سے چلے گی۔ تم پہلے ہونے والے خلیفہ سے وفا کرنا اور اس کے بعد جو پہلا ہو، اس سے بھی وفا کرنا۔ آپ نے اس میں اشارہ بھی دے دیا ہے کہ خلافت پہلے سے ہی آپ ﷺ کے صحیح جانشینوں میں آئے گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’وسیکون خلفاء فیکثرون (قالوا فما تأمرنا قال فوابیعة الاوّل فالاوّل ‘‘(صحیح بخاری واللفظ له ج ۱ ص ۴۹۱ باب ماذکر عن بنی اسرائیل، صحیح مسلم ج۲ ص ۱۲٦ کتاب الامارة)

سو اس انتظامی پہلو سے بھی آپ نے اس غیرتشریعی بار نبوت کو ایک نیا نام دیا۔ وہ نام کیا تھا؟ خلافت کا۔ اب ناممکن ٹھہرا کہ آپ کی خاتمیت میں کہیں کسی جگہ کسی غیرتشریعی نبی کا ظہور ہو پائے۔ اس بار نبوت کو آئندہ جو لوگ بھی اٹھائیں، انہیں خلفاء کا نام دیا گیا ہے۔ ان کاموں کو نبوت کے پھیلاؤ سے ہی نکال دیا اور ائندہ کسی نبی کے ہونے کی کلیۃً نفی کر دی اور اس پر لا نبی بعدی کی مہر لگا دی۔

## ۴...... خاتمیت دین کی صد سالہ حفاظت کے پیرائے میں

مرور زمانہ سے ہر کام میں کچھ سستی آجاتی ہے۔ وقت گزرنے سے صیقل شدہ لوہا بھی زنگ پکڑنے لگتا ہے۔ امت میں وقت گزرنے سے دین میں کچھ رسمیں بھی چلنے لگتی ہیں۔ علمائے حق انہیں بدعات کہتے ہیں۔ دین سے ان بدعات کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ تکوینی حکمت رہی ہے کہ ہر سو سال کے بعد امت میں مجدّد دین پیدا فرمادیں۔

آنحضرت ﷺ نے اللہ رب العزت کی اس تکوینی حکمت عملی کی اس طرح خبر دی:

**’’انّ اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علٰی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدّدلھا دینھا‘‘**

**(رواہ ابوداؤد ج۲ ص۲۳۳ کتاب الملاحم مشکوٰۃ شریف ج۱ ص۳۶ کتاب العلم الفصل الثانی)**

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال بعد امت میں ایسے لوگ اٹھاتا رہے گا جو ان کے دین میں لائی گئی ہر زیادتی کو رد کرتے رہیں گے۔‘‘

مجدّد دین تشریعی طور پر مبعوث نہیں ہوتے۔ نہ ان کے لئے اس کام کا دعویٰ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے تجدید دین کا کام لیتا ہے اور یہ اپنا کام بغیر کسی دعویٰ تجدید کے کرتے ہیں۔ کبھی بطور تحدیث نعمت کسی سے کچھ اس کا ظہور ہو تو اسے کوئی تشریعی مقام نہیں دیا جاتا۔ نہ اس نام اور کام سے ان کی کوئی بیعت چلتی ہے نہ وہ اپنی کوئی علیحدہ جماعت بناتے ہیں۔ مجددین کے لئے یہاں بعثت کا لفظ ہے جو عموماً نبیوں کے لئے آتا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے اٹھاتا ہے اور وہ خدائی تکوین سے اس ذمہ داری پر آتے ہیں۔ گو ان کو خود پتہ نہ ہو کہ ان کا ملاء اعلیٰ میں اس کام کے لئے انتخاب ہو چکا ہے۔

جب اس کام کی ذمہ داری مجددین کے سپرد کر دی گئی تو معلوم ہوا کہ اب اس امت میں کسی غیر تشریعی نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کہیں غیر تشریعی نبی آئے تو سوال پھر وہیں آجاتا ہے کہ اب اس کی ضرورت کیا ہے؟ اب اس دین کی ہر آلائش سے حفاظت کے لئے اس امت میں مجددین آئیں گے اور وہ ہر زیادتی سے اس دین کی حفاظت کریں گے۔ یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو منوانے کے لئے اس دین میں خود ایک زیادتی کر دیں۔

## ۵…… پورے کرۂ ارض کے لئے اب ایک ہی نبوت ہوگی

پہلے ہر بستی میں پیغمبر آتے تھے۔ ان دنوں دنیا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے آنے کے لئے رسل ورسائل کی یہ سہولتیں نہ تھیں جو آج ہیں۔ اب اس ترقی کے دور میں پوری دنیا ایک یونٹ بن گئی ہے اور انسان پل بھر میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ جاتا ہے۔ اب ساری دنیا کے لئے اور اس کے ہر ایک خطہ کے لئے صرف ایک رسول کافی ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس رسول کی رسالت تو ایسی جامع ہو کہ پورے کرۂ ارض کے لئے ایک ہی ہو اور پھر اس دین اور شریعت کے ہوتے ہوئے کہیں کسی جگہ اللہ تعالیٰ کی کسی

غیر تشریعی وحی کی ضرورت محسوس کی جائے۔ اگر کوئی اور نبی کسی دوسرے خطے کے نہیں تو کوئی نیا نبی کسی اور دور کے لئے کیوں ہو؟

## ۶...... دین کی دعوت کا کام بھی پوری دنیا میں پھیل چکا ہے

قادیانی کبھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ دین بے شک ایک کامل دین ہے اور اس کی شریعت بھی ایک شریعت جامعہ ہے لیکن اس دین کی طرف دعوت دینے اور لوگوں کو شریعت کی طرف لانے کا کام کہیں عالمی درجے میں استوار نہیں ہے۔ اس کے لئے اب کوئی سلسلہ قائم ہوسکتا ہے۔

یہ بات درست نہیں۔ علماء مدارس اور مساجد سے نکل کر کھلے میدانوں میں بھی دوسرے مذاہب کے مقابل دفاع اسلام کے لئے نکلے ہیں اور نکلتے رہیں گے۔ ہندوستان میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے مقابلے میں کب کہیں مسلمانوں کو بے سہارا رہنے دیا ہے؟ اسی طرح دیگر ممالک اسلامی میں بھی ہر دور میں علمائے اسلام، عقائد اسلام کے گرد بڑی ہمت اور وفاداری سے پہرہ دیتے رہے ہیں اور دنیا میں کبھی کسی ملک میں کسی مزید آسمانی رہنمائی کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ پھر ہندوستان میں بستی نظام الدین سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ انہوں نے اور ان کے جانشینوں نے دعوت کا کام پوری دنیا کے ایک ایک ملک اور ہر ملک کے ایک ایک شہر اور ایک ایک قریہ میں اس ترتیب سے پہنچا دیا ہے کہ قادیانی اب کسی پیرائے میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ دین کامل اور شریعت جامعہ کو دنیا کے ہر کنارے تک لے جانے کے لئے کسی غیر تشریعی نبوت کی ضرورت تھی اور خدا نے یہ کام مرزا غلام احمد سے لیا۔ ایسا ہرگز نہیں دنیا کی تاریخ مذاہب اس مفروضے کا قطعاً انکار کرتی ہے اور اسے غلط ٹھہراتی ہے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید!

## ۷...... نبوت صرف ایک اعزاز نہیں، ایک ضرورت کی چیز رہی ہے

نبوت صرف ایک عزت وشان نہیں، اپنی پوری شان وعزت کے ساتھ یہ ایک ضرورت کی چیز بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں میں نبی بھیج کر پورا کرتے رہے ہیں اور اسی سے بنی نوع انسان پر آسمانی انوار اترتے رہے ہیں۔ زندگی کی وہ راہ جس میں کوئی غلطی نہ ہو صرف نبوت سے ہی ملتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بنی نوع انسان کے لئے ایک

نہایت اہم ضرورت کی چیز رہی ہے اور اسی کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں انبیاء آتے رہے ہیں۔ اب وہ کون سی سچائی اور کون سا نور ہے جو قرآن کریم اور سنت نبی رؤف رحیم ﷺ میں موجود نہیں اور وہ کون سا گروہ ہے جو کتاب وسنت کے سمجھنے میں ان لوگوں سے آگے ہو جن میں قرآن اترا تھا اور ان پر سنت مطہرہ کی پہلی کرنیں پھوٹیں تھیں۔ اس گروہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے بڑھ کر اور کوئی گروہ اس ابدی سچائی کا ماننے والا نہیں ہوسکتا۔ نبی پر خزانۂ غیب سے علم اترتا ہے۔ حضور ﷺ پر جب وحی متلو (قرآن کریم) اور وحی غیر متلو (سنت پاک) سے علم کے دروازے کھلے تو اب یہ ناممکن ہے کہ کسی سچائی کے لئے اور کسی طرف کوئی کھڑکی کھلی ہو اور اس سے آپ ﷺ کے ڈیڑھ ہزار سال بعد ابدی سچائی کا کوئی اور غیر تشریعی سلسلہ قائم ہو جائے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کو عصمت کی خلعت پہنائی گئی اور ہر گناہ اور بقاء علی الخطاء سے آپ کو معصوم ٹھہرایا گیا اور آپ ﷺ کو ایک جماعت بنانے کی ذمہ داری بھی دی گئی جن کے دل تزکیہ کا نور پائیں اور آپ ﷺ کو دیئے گئے علوم کی ابدی حفاظت کا وعدہ بھی دیا گیا۔

قرآن پاک اب تک ہر تحریف لفظی سے محفوظ چلا آرہا ہے اور یہ حفاظت سنت کے ذریعہ ہر تحریف معنوی سے بھی محفوظ ہے۔ حضور ﷺ کی شریعت کے عالی مقام حاملین (وہ حدیث کے الفاظ روایت کرنے والے محدّثین ہوں یا کتاب وسنت کی گہرائی میں اتر کر ان سے آئندہ پیش آمدہ حوادث پر مسائل کشید کرنے والے مجتہدین) چودہ سو سال سے اللہ کے دین اور حضور ﷺ کی شریعت کے گرد حفاظت کا پہرہ دیتے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ مرزاغلام احمد نے جب اپنے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو ایک شخص بھی اس کے جال یا اس کی چال میں نہ آیا، جب تک اس نے حضور ﷺ کی شریعت کے شریعت باقیہ ہونے کا عقیدہ ساتھ ساتھ بیان نہ کیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ چودہ سو سال کا دعویٰ کہ ان کے پاس حضور ﷺ کا انسانوں کو دیا نور علم، شریعت باقیہ اور سنت قائمہ کے طور پر اب بھی اپنی پوری آفاقی شان سے مربوط وموجود ہے۔ اس سے یہ سوال پھر ابھرتا ہے کہ اس دور محمدی میں اب کسی غیر تشریعی نبوت کی کیا ضرورت تھی۔ جس کے لئے انگریزوں کی عملداری میں ہندوستان میں مرزاغلام احمد پر ایک غیر تشریعی نبوت اتری۔

## ۸...... انبیاء کی وراثت علماء کے پاس رکھی گئی، کسی غیرتشریعی نبی کے پاس نہیں

حضرت ابوالدرداءؓ (۳۲ھ) کہتے ہیں، میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ کہتے سنا:

**''انّ العلماء ورثة الانبياء وانّ الانبياء لم يورّثوا ديناراً ولا درهماً ورّثوا العلم''**

(سنن دارمی ج۱ ص۱۸ باب فضل العلم والعالم، سنن ابی دائود ج۶ ص۱۵۷ باب الحثّ علی طلب العلم)

اگراس امت میں کسی غیرتشریعی نبی کی بعثت ہونی ہوتی تو علماء حضور ﷺ کے وارث نہ ٹھہرائے جاتے۔ بنواسرائیل میں تو بےشک غیرتشریعی انبیاء ہوئے لیکن ختم نبوت کے بعدانبیاء بنی اسرائیل کی طرح اس امت میں کوئی غیرتشریعی نبی نہ ہوں گے۔ مذکورہ حدیث کے مطابق ان کی جگہ اب علماء ہی ورثۃ الانبیاء ہوں گے۔ ان انبیاء میں اوران علماء میں یہ ایک فرق رہے گا کہ انبیاء تو مستقل طور پر مطاع ہوئے ہیں لیکن علماء کتنے ہی اونچے کیوں نہ ہوں، ان کی اطاعت صرف ایک صورت میں کی جائے گی کہ کہیں کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو، لیکن ان کے سواء امت کے لئے اورکسی کی اطاعت قائم نہ ہوسکے گی۔ علماء سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ یہ کہنے کے مجاز نہ ہوں گے کہ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ یہ اس لئے کہ ختم نبوت کے بعد نئے حوادث میں اب انہی کی پیروی کی جائے گی اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ امت میں حضور ﷺ کے بعد کسی غیرتشریعی نبوت کا تصور نہ ہواس پیش آمدہ ضرورت پر اجتہاد کے دروازے کھلے ہیں۔ قطب الواصلین حضور سید عبدالعزیز دباغ کے معارف میں اس امت کے علماء کو ہی حضور ﷺ کی نبوت کا وارث بتلایا گیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ: ''ذرا غور کرو کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا۔ حضور ختم النّبیین ﷺ عالم بقاء وسماء میں تشریف لے گئے۔ اب قیامت تک دنیا میں جتنے بھی واقعات جزئیات کا حدوث (انسانی ضرورتیں ابھر کر سامنے آئیں گی) ان پر جواز اورعدم جواز کا حکم لگانا اسی جماعت (علماء) کے ذمہ ہے جو نہ حکم لگانے میں مستقل ہے کہ نبی نہیں ہے (غیرمشروط اطاعت تو صرف نبی کی ہوتی ہے) اورنہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کیونکہ وہ نائب رسول ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں کوئی جواب دینا ضرور ہے) اورنہ وہ عالم برزخ میں جاکر آنحضرت ﷺ سے دریافت کرسکتے ہیں۔ اب اس کے سواء راستہ کون سارہا کہ خیرالقرون کے واقعات کو اصول موضوعہ قرار دے کر جزئیات حادثہ کا حکم اپنے تفقہ

سے ان سے کشید کیا جائے اصلاح عالم کا یہ کام گزشتہ زمانہ میں ایک صاحب شریعت پیغمبر کے نائب بن کر انبیاء معصومین (بنی اسرائیل کے غیر تشریعی انبیاء) انجام دیتے تھے۔ اس حکم میں باہم اختلاف ہونا بھی ناگریز ہے اور ہر اختلافی صورت پر اجر ملنا بھی صحیح ہے (مجتہدین اپنے اجتہاد کے بدلے کم ازکم اس کے لئے ایک اجر کے حقدار ضرور ہیں) انبیاء سابقین کے حکم میں فرشتہ واسطہ حکم بنتا تھا اور اس سے ان کی شریعتوں کا باہمی اختلاف عین اتحاد تھا اور نائبین خاتم الرسل (اس امت کے مجتہدین) کے کام میں واسطہ حکم ان کی سمجھ، ذکاوت اور فہم وفراست کو بنایا گیا۔ لہٰذا ان کے اجتہادیات کا باہم اختلاف بھی عین اتحاد ہے۔''

(تبریز شرح کتاب الابریز تالیف شیخ احمد بن مبارک حصہ اوّل ص ۲۹۸ ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)

اس میں اسی حدیث کی پوری وضاحت کی گئی ہے کہ اب علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بعد اب آپ ﷺ کی نیابت کے لئے اسلام میں کسی غیر تشریعی نبوت کا کوئی تصور تک نہیں ہے۔ حضور ﷺ پر نبوت اپنے ہر پہلو سے ختم ہے اور اس امت میں اب ہرگز کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کا کوئی امکان نہیں۔ اسلام میں حضور پاک ﷺ کی ختم نبوت کا یہی معنی ہے اور اسی عقیدہ پر حضور ﷺ کی امت چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔

## ۹...... ختم نبوت کے بعد ہر خطہ زمین اور ہر دور تاریخ میں ہر نئی نبوت کی عدم ضرورت

نبوت خود ایک ضرورت کی چیز تھی۔ اللہ جل شانہ کی شان کے لائق نہیں کہ اپنے بندوں سے ان کی بھلائی اور بہتری کے لئے کلام کرے اور نہ فرشتوں سے یہ کام لیا جاسکے گا کہ وہ انسانوں کے پیغام رساں اور نمونہ بنیں۔ سو اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ انسانوں سے خاص درجے اور عزت کے انسان چنے اور ان پر اپنی مرضیات کے احکام اتارے اور انہیں ان کے آگے پہنچانے پر مامور کرے اور انہیں ہر ایسے داغ سے محفوظ رکھے جو انہیں ان کی اس آسمانی سفارت کے شایان شان نہ رہنے دے۔

۱...... ''اللہ یصطفٰی من الملٰئکۃ رسلا ومن النّاس'' (الحج:۷۵)

۲...... ''اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ'' (الانعام:۱۲۴)

حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ تبھی بن سکتا ہے کہ آپ کے بعد اس دنیا میں کسی درجے کی نبوت کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہو اور نہ اس کی طلب کہیں پائی جائے۔ جہاں

بھی انہیں کسی کے دعوے نبوت کی خبر ملے، اس امت کے ذہن میں پہلا سوال ابھرے کہ اس کی آخر ضرورت کیا ہے؟ اور وہ کون ہے جو قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی ہدایات کاملہ اور ان کے اسوۂ حسنہ کے ہوتے ہوئے کسی نئی نبوت کا داعی بنے؟

## ۱۰...... مرزا غلام احمد بھی ختم نبوت پر کوئی ایک بات نہ کہہ سکا

اسلام میں یہ عقیدہ ختم نبوت کی قطعیت تھی کہ اس میں چور دروازے کھولنے والے بھی کسی ایک بات پر جم نہ سکے۔ مرزا غلام احمد اپنی پوری عمر اسی مخمصے میں گھرا رہا۔ کبھی دعویٰ، کبھی انکار۔ پھر کہیں دعویٰ، پھر اس کا بھی انکار۔ کہیں حقیقت اور کہیں مجاز۔ کہیں نبوت کی بوکاٹا اور دعویٰ محدّثیت۔ اسی کشمکش میں مرزا غلام احمد کی ۱۹۰۸ء میں وفات ہوگئی۔

اس کے تقریباً چھ سال بعد مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانیوں کو اپنے باپ کی حقیقی نبوت پر لا کھڑا کیا اور اسے ایک غیر تشریعی حقیقی نبوت کا نام دیا۔ وہی سوال پھر اٹھا کہ دور محمدی میں ڈیڑھ ہزار سال بعد کسی غیر تشریعی نبوت کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سوال قادیانی نبوت پر ایک پہاڑ کی طرح گرا اور مرزا غلام احمد کے تقریباً تمام پرانے ساتھی جیسے مولوی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین اور عبدالرحمٰن مصری وغیرہ قادیان سے لاتعلق ہوکر مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت میں ایک مختلف مؤقف پر آگئے اور مرزا غلام احمد کے پیروؤں میں ایک دوسرا فرقہ قائم ہوگیا۔ امت مسلمہ کا مذکورہ بالا سوال اب بھی قادیانیوں کے ذمہ ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کی مرزا غلام احمد قادیانی کے سیاسی جانشینوں نے ان کے نام نہاد علماء نے اور شکستوں پر شکستیں کھانے والے مناظرین اور مربیوں نے بہت کوشش کی۔ لیکن اب تک اس کا کوئی جواب باصواب ان سے نہ بن سکا اور اب تو مرزا غلام احمد کی وفات کو ایک پوری صدی بھی ہوچکی ہے اور وہ اب تک اس کوہ گراں سے نہیں نکل پائے۔ اب ہم اس سوال کو ایک مستقل عنوان سے مطالعہ قادیانیت کا ایک مستقل موضوع ٹھہراتے ہیں اس کی روشنی میں آپ جان لیں گے کہ مسئلہ ختم نبوت میں مرزا بشیر الدین محمود مرزا غلام احمد کی نسبت سے کہیں زیادہ مجرم ہے اور قادیانیوں کی موجودہ حالت زار کہ دنیا میں ان کو کہیں اپنا ٹھکانہ نہیں مل رہا۔ یہ مرزا بشیر الدین محمود کی اس غلط سوچ کے باعث ہوا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود کے برسر اقتدار آنے سے پہلے مرزا غلام احمد کے پیرو اس کی قائم کردہ بھول بھلیوں میں پوری طرح گھرے تھے کہ مرزا

بشیرالدین نے مبایعین اور غیر مبایعین کی ایک نئی اصطلاح قائم کر کے اپنے عوام کو بتلا دیا کہ اب بھی یہ مسئلہ کوئی نبوت کا موضوع نہیں۔ یہ اصطلاح صرف اس عنوان کے گرد گھومتی ہے کہ کون ہیں جو بشیرالدین محمود کی بیعت میں آ گئے اور کون ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی جانشینی اس کے خاندان کی وراثت نہیں ہے۔ دونوں فرقوں کا یہ اختلاف صرف ایک اقتدار کی رسہ کشی ہے۔ یہ کوئی نبوت کا مسئلہ نہیں ہے۔ قادیانیوں کے یہ بے تاج بادشاہ قادیانیوں کو اپنے اپنے حلقے میں جکڑا رکھنے کی کشمکش میں ہیں۔ اب سنا ہے کہ قادیانی نوجوان اس مسئلہ کو لے کر اٹھ رہے ہیں کہ ہم کب تک ان بے تاج بادشاہوں کے غلام بنے رہیں گے۔ غلاموں کا یہ لفظ بھی مرزا غلام احمد کے پیروؤں نے اپنے پہلے دور میں اپنے لئے اختیار کیا تھا۔ دیکھو ''خطوط غلام، بنام امام''۔ ان کے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اب پھر اس سوال کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ دور محمدی میں ڈیڑھ ہزار سال بعد کسی غیر تشریعی نبوت کی کیا ضرورت تھی؟

## اس سوال کے مختلف جوابات

انگریز تو اسے اپنے ایک نظریہ ضرورت کا نام دے سکتے تھے لیکن ایک مسلمان کے لئے اس نظریہ وحی میں ایمان کی کوئی رمق نظر نہیں آتی۔ اسی نئی نبوت کے گرد ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ملتا ہے۔ اب نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اس سوال کے جواب میں قادیانیوں کے مختلف اوقات میں دیئے گئے۔ مختلف جوابات اپنے قارئین کے سامنے لائیں تاکہ کوئی قادیانی جب ان کے سامنے انہی جوابات میں کوئی جواب لائے تو ان کے سامنے اس کا جواب الجواب پہلے سے موجود ہو۔

مغربی افریقہ میں بمقام ''کماسی'' (مغربی افریقہ) قادیانیوں سے یہ موضوع زیر بحث تھا کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین کے بعد کسی اور نبوت کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر قادیانیوں کے جو مختلف جوابات ملے، ہم یہاں انہیں اپنے اختصار سے جواب الجواب کے ساتھ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ اس سے ان شاء اللہ عقیدہ ختم نبوت کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ واللہ ھو المؤفق لما یحبہٗ ویرضیٰ بہ!

قادیانی جواب۱: پہلے بھی تو انبیاء آتے رہے۔ اب بھی اگر کوئی پیغمبر پیدا ہو تو کون سی نئی بات ہوگئی؟ کوئی آتا ہے تو آنے دو۔

**جواب الجواب:** سوال یہ نہیں کہ نبوت کی ضرورت کیا ہے؟ سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بعد نبوت کی کیا ضرورت آ لگی ہے۔ جب حضور ﷺ کا پورا دین اور پوری شریعت موجود ہے تو اب اس کے بعد اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہونی چاہئے۔

**قادیانی جواب۲:** قرآن تو بے شک ایک محفوظ کتاب ہے لیکن حدیثوں کے ثبوت اور عدم ثبوت میں بہت اختلافات ہیں۔ اب کوئی آسمانی قاصد ہی ہوسکتا ہے جو قرآن کے خلاف حدیثوں کو رد کر سکے اور لوگوں کو قرآن پر لائے۔

**جواب الجواب:** اس جواب کا حاصل تو یہ ہوا ہے حضور ﷺ خاتم النّبیین کی شریعت محفوظ نہیں رہی۔ اس صورت میں تمہیں تشریعی نبوت کی ضرورت کا دعویٰ کرنا چاہئے تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی تشریعی نبی آئے جو ضائع گئی شریعت کو پھر سے سامنے لائے۔ یہ تم کیوں کہتے ہو کہ اب صرف غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، تشریعی نہیں۔

**قادیانی جواب۳:** حضور ﷺ خاتم النّبیین کی امت کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے۔ کون صحیح ہے اور کون نہیں، اس کے لئے غیر تشریعی نبوت کی ضرورت ہے۔

**جواب الجواب:** تو کیا مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے تمام فرقے جن سے مسلمان پریشان تھے، ختم ہوگئے ہیں؟ ان میں تو دو اور فرقوں کا اضافہ ہوگیا۔ سو مرزا غلام احمد ان مشکلات کا کوئی حل نہیں بن سکا۔

**قادیانی جواب۴:** مسلمانوں کا بھی تو عقیدہ ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ بن مریم دوبارہ تشریف لائیں گے تو ان کی ضرورت کس لئے ہوگی۔ وہی ضرورت مرزا قادیانی کے یہاں آنے کی سمجھ لی جائے۔

**جواب الجواب:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر تو تمام ملّتیں اور مذاہب واقعۃً ختم ہوجائیں گے۔

حدیث میں ہے: ’’**یہلک اللّٰہ فی زمنہ الملل کلّہا الّا الاسلام**‘‘

**(ابی داؤد ج۲ ص۲۳۸ باب خروج دجال)**

تو اگر مرزا قادیانی واقعی مسیح موعود ہوکر آئے ہوتے تو کیا ان کے آنے سے یہ ملل متعدد اور مذاہب مختلفہ واقعی ایک نہ ہوگئے ہوتے۔

**قادیانی جواب ۵:** حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آنے کا یہ مقصد کہاں لکھا ہے؟

**جواب الجواب:** مسلمانوں کا یہ عقیدہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اس طرح لکھا ہے: ’’جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۴۹۸،۴۹۹ حاشیہ،خزائن ج۱ص۵۹۳ حاشیہ درحاشیہ نمبر۳)

**قادیانی جواب ۶:** ایسا ہی ہوگا، ابھی کچھ انتظار کریں۔ آسمانوں میں اس آنے والے انقلاب کا بہت شور برپا ہے۔

**جواب الجواب:** مرزا قادیانی کو تو فوت ہوئے بھی ایک صدی ہو چکی ہے اور ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا۔ نہ صلیب ٹوٹی، نہ خنزیروں کا کھانا ختم ہوا اور نہ تمام مذاہب ایک ہوئے۔ جب پورے سو سال میں کچھ نہیں ہوا تو اب کیا ہوگا؟

ہم مر چکے تو آئے ہمارے مزار پر پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

**قادیانی جواب ۷:** نئی آسمانی نبوت کا مرکز ربوہ، دن بدن مضبوط ہو رہا ہے۔ اب یہاں سے یہ آسمانی انقلاب اٹھنے والا ہے، کچھ انتظار کرو۔

**جواب الجواب:** یہ ربوہ اب تمہارا ہی کیا مرکز ہے جس میں مسلمانوں کی بڑی بڑی مسجدیں اور مدارس بنے ہوئے ہیں اور وہاں دن رات تمہاری تردید ہوتی ہے۔ اب یہ تمہارا مرکز نہیں رہا اور اب تو ربوہ نام بھی نہیں رہا یہ چناب نگر ہو گیا ہے۔

اب ہم اپنی کتاب عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت کو شروع کرتے ہیں۔ اے رب کریم! تو اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو تمام قادیانیوں کے قادیانیت سے توبہ کرنے کا ذریعہ بنا اور اس ناچیز مؤلف کو ختم نبوت کی اس خدمت سے آخرت میں خدام ختم نبوت کی صف میں جگہ عطاء فرما۔

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں سنا ہے کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

(مؤلف عفا اللہ عنہ)

# مقدمۃ العلم …… حضور اکرم ﷺ پر تمام مراتب نبوت کی انتہاء ہے

## حضور ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کا بیان

**الحمد ﷲ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امّا بعد!**

اللہ رب العزت نے جس طرح آفتاب کو روشنی سے بالذات موصوف کیا ہے کہ ستارے ہوں یا چاند، جس کو بھی روشنی ملی، وہ آفتاب عالم تاب کے ہی واسطے سے ملی۔ اس طرح روحانی کمالات میں سے وہ کمالات نبوت ہوں یا کمالات ولایت، جس کو بھی کوئی کمال ملا وہ حضور علیہ السلام کے کمالات کا ہی فیضان ہے اور جہاں بھی کوئی پھول کھلا، وہاں اس منبع نور کی ہی ایک مہک ہے۔

## تاریک گوشوں میں بھی کبھی سورج کی روشنی جا پہنچتی ہے

ایک آئینہ کو ہاتھ میں لے کر اسے سورج کی طرف متوجہ کریں اور سورج کی روشنی جب اس میں اترے تو اسے ذرا اس طرف جھکا دیں جہاں سورج کی روشنی براہ راست کبھی نہ اتری ہو تو آپ اس تاریک کمرے میں بھی سورج کی دھوپ کو اس طرح جلوہ ریز پائیں گے جس طرح وہ باہر کے در و دیوار پر اتر رہی ہے۔ آپ اس پر کچھ تعجب نہ کریں گے۔ یہ آئینہ کیا ہے جو سورج کی روشنی کو مختلف جہات اور مکانات میں اتار رہا ہے۔ یہ وہ ’’Radiator‘‘ ہے جس سے یہ دور دور کے مکانات اور مقامات روشنی پاگئے۔

بلاتمثیل یہ سمجھیں کہ اللہ رب العزت نے نور نبوت پہلے حضور اکرم ﷺ کی روح مقدسہ پر براہ راست اتارا اور پھر اس منبع نور کا پرتو جملہ انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ پر اپنے اپنے وقت میں اتارا۔ حضور ﷺ نور نبوت سے بلاواسطہ موصوف ہوئے اور نبوت آپ کی ذات میں اتری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اس سے موصوف بالعرض ٹھہرے۔

ہاں! حضور ﷺ کی یہ فیض رسانی ان کے لئے کوئی عارضی شے نہ رہی۔ وہ مستقل

طور پر نور نبوت پا گئے۔ حضور ﷺ اب ان سب کے لئے سراج منیر ہوئے۔ (وہ چراغ جس سے دوسرے چراغ روشن ہوتے ہوں) کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے چراغوں کو یہ روشنی واسطہ فی العروض کے طور پر نہیں، واسطہ فی الثبوت کے طور پر ملی۔ اب یہ سراج منیر کے سامنے نہ بھی رہیں تو وہ نبوت کا نور پا چکے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں کہ کسی کو نبوت دے کر پھر اس سے لے لے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے دور نبوت کے بعد بھی نور نبوت سے محروم نہیں کئے جاتے گو وہ نور نبوت کسی دوسرے نبی کے دور میں نافذ نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی نبوت بے شک اپنے دور ثانی میں کارفرما نہ ہوگی۔ لیکن آپ سے نبوت کا اعزاز سلب نہ ہوگا۔ عالم آخرت میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ اعزاز واپس نہ لیا جائے گا۔ وہ جنت میں بھی نبیّین ہوں گے اور ان کے ساتھ صدّیقین ہوں گے۔

ان تفصیلات سے کسی کو اختلاف ہو تو یہ اپنی جگہ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کو اس وقت نبوت ملی جب آدم علیہ السلام کے روح اور جسد نے ابھی ایک انسان کی صورت نہ پائی تھی۔ اس کا مطلب اس کے سواء کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ اپنی روح مقدسہ میں اس وقت بھی نبی تھے جب ابھی کوئی نبی خلعت نبوت سے سرفراز نہ ہوا تھا۔ آپ کی اس نبوت ذاتی کے بعد ایک لاکھ اور کئی ہزار انبیاء اس نشاء عنصری میں آئے اور اس سے آپ کی اس ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہ آیا۔ پھر ان سب کے بعد جب حضور ﷺ اس نشاء عنصری میں اپنی والدہ کے ہاں پیدا ہوئے تو آپ ﷺ زمانی طور پر بھی ان سب کے خاتم ہوئے۔ آپ ﷺ کی اس ختم نبوت زمانی کے بعد اب شرعاً ناممکن ہوا کہ اب کوئی اور نبی پیدا ہو۔ آپ سے پہلے کے انبیاء گو اپنی اپنی جگہ سب موجود ہوں لیکن خاتم النّبیین ہونے کی خلعت آپ کے ہی تن پر ہوگی۔

بعض عارفوں نے کہا ہے: آپ ﷺ کی روح شریف (دوسرے انبیاء کی) روحوں کی ترتیب کرتی رہی۔ جیسا کہ اس عالم میں وہ روح مقدسہ بدن شریعت کے ساتھ (صحابہ کے) بدنوں کی مربی رہی اور روحوں کا بدن سے پہلے پیدا ہونا بلاشبہ ثابت ہے۔

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج۴ ص۲۷۴)

## قرآن اور حدیث میں حضور ﷺ کی مرکزی فضیلت کی خبر

سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اتحاد نوعی کے باوجود اپنے مختلف درجات رکھتے ہیں۔
’’تلک الرسل فضّلنا بعضهم علٰی بعض‘‘ (البقرہ:۲۵۳)
اور ایک دوسری جگہ فرمایا:’’ولقد فضّلنا بعض النّبیین علٰی بعض واٰتینا داؤد زبوراً‘‘ (بنی اسرائیل:۵۵)
ترجمہ:اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔
پھر اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء سے ایک امتیازی شان والے نبی کے بارے میں ایک میثاق لیا۔
آیت میثاق النّبیین میں اس نبی کی خبر ان الفاظ سے دی گئی ہے:’’واذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین لما آتیتکم من کتاب وّ حکمة ثمّ جاء کم رسولٌ مصدّق لّما معکم لتؤمننّ به ولتنصرنّه قال أاقررتم واخذتم علٰی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشّاهدین‘‘ (آل عمران:۸۱)
ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے جب دی تم کو کتاب اور صحیح علم پھر آئے تمہارے پاس وہ رسول جو سچا بتلاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ اور اس کی نصرت کرو فرمایا کیا تم نے اس عہد کا اقرار کیا اور میرا عہد قبول کیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا فرمایا اب تم (ایک دوسرے پر) اس میثاق کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس عہد کا گواہ ہوں۔
یہ آیت بتلا رہی ہے کہ عہد دینے والے پہلے پیغمبر تھے اور جس کے حق میں یہ عہد لیا گیا وہ ان سب نبیوں کے بعد آنے والا ہے اور وہ ان سب کا سردار ہوگا۔ یہاں لفظ ثم کے ساتھ اس کے سب سے آخر میں آنے کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سب انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے حلقے میں سلامتی کے پیغمبر رہے اور وہ سب سے آخر آنے والا سلامتی کا شہزادہ ٹھہرا۔ اس پر سب قومیں اکھٹی ہوں گی اور سب دنیا ایک ہوگی جس طرح اللہ رب العزت ساری دنیا کے لئے ایک معبود ہے۔ اس طرح وہ ساری دنیا کے لئے ایک نبی اور ایک رسول ہوگا۔
شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا دور گزر چکا ہے۔ اب سب سے بڑی، آخری اور عالمگیر نبوت (جو ساری دنیا کو محیط ہے) سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہئے۔ یہ ہی ساری روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔ اس میثاق ''**فانک شمس والملوک کواکب اذا طلعت لم یبدہ منھنّ کوکب**'' کا ثمرہ تھا کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام ایک ہی خزانہ غیب سے بولتے رہے اور ان میں آپس میں کبھی کوئی نظری یا فکری اختلاف نہ ہوا۔ حضور ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے سے پتہ چلا کہ ان سب پر نور نبوت حضور ﷺ کے واسطہ سے اور اس آخری نبی کے اقرار نبوت سے ہی اترا جس طرح سورج کے سامنے آئینہ رکھ کر سورج کی روشنی کسی جگہ بھی اتاری جاسکتی ہے۔ حضور ﷺ پر اترا نور نبوت آپ کے آئینہ رسالت سے تمام نبیوں میں چمکا۔ ان تمام پیغمبروں کو نبوت حضور ﷺ کے افاضہ سے ملی۔ جیسے سورج کی روشنی سے چاند اور ستاروں نے روشنی پائی، پر حضور ﷺ کی نبوت کسی اور نبی کا فیضان نہیں۔ اللہ رب العزت نے نور نبوت خود آپ کی ذات میں اتارا اور آپ نور نبوت سے موصوف بالذات ہوئے جیسے سورج اپنی روشنی سے موصوف بالذات ہے۔ آپ ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے اس ذاتی نسبت سے خاتم النّبیین ہوئے اور اس امت کے لئے آپ زمانی نسبت سے خاتم النّبیین ٹھہرے۔ آپ جس طرح ہمارے نبی الامہ ہیں، ان سب پہلے نبیوں کے لئے آپ حسب میثاق مذکور نبی الانبیاء ہیں۔ آپ نور نبوت سے موصوف بالذات تھے۔ دوسرے سب پیغمبروں پر فیضان نبوت آپ کے ہی واسطہ سے اترا۔ آپ کی اس خاتمیت ذاتی میں نبیوں پر نبی آتے رہے اور ان کا آنا آپ کی اس خاتمیت ذاتی کے خلاف نہ تھا۔ ہاں! آپ کی ختم نبوت زمانی کے بعد کسی اور نبی کی بعثت شرعاً ناممکن ٹھہری اور اب کسی پچھلے نبی کی پیروی کی بھی کوئی گنجائش نہ رہی۔ آپ کی ختم نبوت زمانی کی رو سے یہ دو امر لازم ٹھہرے۔

۱...... آپ ﷺ کے اس نشاء عنصری میں تشریف لانے کے بعد کسی نبی کی بعثت نہ ہو۔

۲...... پچھلے نبیوں سے اگر کوئی پھر اس زمین پر آجائے تو اس کی بطور نبی پیروی نہ ہونے پائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**لو اتاکم یوسف وانا فیکم فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم**'' (المصنّف لعبدالرزاق ج۶ ص۱۱۴ باب مسئلہ اھل الکتاب)

ترجمہ: اگر تم میں یوسف پھر آجائیں اور میں تم میں موجود ہوں، تم اس کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم رستہ بھول گئے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ’’ولو کان موسیٰ حیّا وادرک نبوّتی لاتبّعنی ‘‘(سنن دارمی ج۱ ص۱۲۶ باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ، مشکوٰۃ ص۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام بھی اگر زندہ ہوتے اور میری نبوت کا دور پاتے تو انہیں میری پیروی سے چارہ نہ تھا۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے نبی کی صداقت پر ایمان لائے۔ اس کی مدد کرے اور اگر اس کا زمانہ پائے تو بذات خود اور نہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح یہ ہدایت اور تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لاکر اس کی اعانت اور نصرت کرنا۔ (ان کا یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے)

اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء وسابقین سے لیا گیا ہوگا اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہی قول وقرار لئے ہوں گے کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب نبیوں کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ﷺ کا ہی وجود باجود تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کی حقّانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہما سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا تھا۔‘‘

(تفسیر عثمانی ص۷۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے اس طرح نقل کیا ہے: ’’قال علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب وابن عمه عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما ما بعث الله نبیاً من الانبیاء الا اخذ علیه المیثاق لئن بعث الله محمداً وهو حیٌّ لیؤمننّ به ولینصرنّهٗ وامرهٗ ان یأخذ المیثاق علیٰ امتهٖ لئن بعث الله محمداً وهم احیاء لیؤمنن به ولینصرنّه‘‘

(تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۵۸ طبع بیروت)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھی بھیجے ہر ایک سے عہد لیا کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو اس کی زندگی میں بھیجے تو وہ اس پر ضرور ایمان لائے اور اس کی مدد کرے اور اپنی امت سے عہد لے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں آپ ﷺ کی بعثت فرمائے تو وہ ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اور امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ سب نبیوں سے عہد لیتے رہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ اس کے خلاف نہیں جو ان سب سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔ بلکہ وہ عہد اس بڑے عہد کا تقاضا کرتا ہے کہ سب کا اس آخری پیغمبر کے حق میں ایک مجموعی عہد بھی ہو۔

آپ لکھتے ہیں: ’’وھٰذا لایضاد ما قاله علیؓ وابن عباس ولا ینفیه بل یستلزمه ویقتضیه‘‘ (تفسیر ابن کثیر ایضاً)

ترجمہ: اور یہ اس کے خلاف نہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اور نہ اس سے اس کی نفی ہوتی ہے بلکہ یہ عہد اس کو لازم ہے اور اس کا مقتضی ہے۔

اور ہم جس طرح حضور ﷺ کے نبی الامہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں، ہم حضور اکرم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی اس وقت کی نبوت (اسے نبوت ذاتی کہیں یا مرتبی) کی اس قرآنی شہادت کے بعد اب حضور اکرم ﷺ کی اس قدیم نبوت کی حدیثی شہادت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

## حضور ﷺ کی اس قدیمی نبوت کی حدیثی شہادت

۱...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا آپ کو نبوت کب سے ملی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کی روح ابھی ان کے جسد خاکی میں نہ اتری تھی۔

’’قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوّۃ؟ قال واٰدم بین الروح والجسد‘‘

(جامع ترمذی ج۲ ص۲۰۲ باب فی فضل النبی ﷺ وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ کی ذات مقدمہ پر عالم ارواح میں نبوت اتری اور ابھی آدم علیہ السلام جسد خاکی میں نہ اٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ پر نبوت اتاری اور پھر آپ ﷺ کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے۔ ان پیغمبروں کے آنے سے آپ ﷺ کی اس خاتمیت مرتبی میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ سب پیغمبر اپنے اپنے عہد میں آپ ﷺ کی اس نبوت مرتبی سے مستفید ہوتے رہے، آپ ﷺ جس طرح اپنی امت میں خاتم النّبیین ہوئے آپ ان سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت سے نبی الانبیاء بھی ٹھہرے۔ آپ کی وہ ختم نبوت ذاتی ہے اور اپنی امت کے حق میں آپ کی ختم نبوت زمانی ہے۔ اس حدیث پر گو اور بھی اضافے منقول ہیں۔ لیکن اس کی سند مضبوط ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’**وقال الحافظ ابن حجر فی بعض اجوبتہٖ انّ الزّیادۃ ضعیفۃ وما قبلھا قوی**‘‘

**(مرقات شرح مشکوٰۃ ج۹ ص۳۶۸۴ بیروت باب فضائل سید المرسلین ﷺ)**

۱...... حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**قال انّی عنداللہ مکتوبٌ خاتم النّبیین وانّ آدم لمنجدل فی طینتہ**‘‘

**(رواہ البغوی فی شرح السنۃ مشکوۃ ج۲ ص۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین ﷺ الفصل الثانی)**

ترجمہ: میں اللہ کے ہاں خاتم النّبیین لکھا جا چکا تھا اور آدم ابھی اپنی مٹی میں تھے۔ (خاک کو ابھی پانی نہ لگا تھا)

۳...... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا: ’’**یا نبی اللہ ما کان اوّل بدء امرک**‘‘ **(مسند امام احمد ج۸ ص۲۹۵ حدیث ابی امامۃ الباھلی)**

ترجمہ: اے اللہ کے نبی آپ کے اس کام (نبوت) کی ابتداء کب سے ہوئی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’**دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسٰی ورؤیا امّی الّتی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نور اضاء لھا منہ قصور الشام**‘‘

**(رواہ احمد مشکوٰۃ ص۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین ﷺ الفصل الثانی)**

ترجمہ: میں اس وقت یہ مقام پائے ہوئے تھا جب میرے باپ ابراہیم میرے لئے (کعبہ کو بسانے کی) دعا کر رہے تھے اور اس وقت بھی جب حضرت عیسٰی میری بعثت کی بشارت دے رہے تھے اور میری ماں نے (میرے وقت ولادت دیکھا) کہ اس سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلّات روشن ہوگئے ہیں۔‘‘

اس میں اشارہ تھا کہ اس نور کی روشنی صرف مساجد تک نہیں ہوگی، یہ نور ہدایت شام کے درباروں تک پہنچے گا اور اس نبی کی دنیا میں بھی پوری شوکت قائم ہوگی۔

۴…… حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:’’انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النّبیین ولا فخر‘‘ (سنن دارمی ج۱ ص۲۴ باب ما اعطی النبی ﷺ من الفضل، مشکوٰۃ ص۵۱۴ باب فضائل سید المرسلین ﷺ الفصل الثانی)

اس میں آپ ﷺ نے اپنی تمام رسولوں پر قیادت اور سیادت اپنے خاتم النّبیین ہونے کے ساتھ جمع فرمائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پہلے نبیوں کی نسبت سے بھی خاتم النّبیین ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ ختم نبوت مرتبی ہی ہوسکتی ہے اور آپ ﷺ اس امت کے لئے خاتم النّبیین ہیں اور یہ آپ کی ختم نبوت زمانی ہے جو اس امت کے آخری امت ہونے کا نشان بھی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:’’انا آخر الانبیا وانتم آخر الامم‘‘

(سنن ابن ماجہ ص۳۰۷ کتاب الفتن)

۵…… حافظ ابن عساکر ؒ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حضور ﷺ کا روشن نور دکھایا اور آپ کے اوّل النّبیین اور آخر النّبیین ہونے کی خبر دی۔

’’ھذا ابنک احمد وھو الاوّل والآخر وھو شافع واوّل مشفّع‘‘

(کنزالعمال ج۶ ص۴۳۷ باب فی فضائل متفرقہ تنبئ عن التحدث بالنعم الفصل الثالث)

ترجمہ: یہ آپ کا بیٹا احمد ہے وہ (نبیوں میں) سب سے پہلا اور نشاء عنصری میں سب سے آخری ہے، وہ شفاعت کرنے والا ہے اور وہ پہلا ہے جس کی شفاعت ہوچکی۔

۶…… ہر نبی اپنی امت کی طرف بھیجا گیا مگر حضور ﷺ کل بنی نوع انسان کی طرف بھیجے گئے۔ پہلے انبیاء پر آپ ﷺ کی روح مقدسہ نور افشاں رہی اور آپ ﷺ ان پہلی امتوں پر اپنے نبیوں کے واسطے سے نور افشاں رہے۔ آپ ﷺ نے پوری صراحت سے فرمایا کہ میں سب انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ ان میں آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان آگئے۔

پہلی امتوں اور نبیوں کے لئے آپ ﷺ باعتبار ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے خاتم النّبیین ٹھہرے اور اپنی امت پر آپ ﷺ باعتبار ختم نبوت ذاتی اور ختم نبوت زمانی ہردو اعتبارات سے خاتم النّبیین رہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''فضلت علی الانبیاء بست...... ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النّبییون''

(رواہ مسلم ج۱ ص۱۹۹ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

ترجمہ: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی اور اس میں سے ایک یہ کہ میں تمام انسانوں کی طرف نبی بھیجا گیا ہوں اور یہ کہ نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔ (میں ان میں آخری نبی ہوں)

حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں: ''آپ ﷺ کی نبوت عامہ اور شاملہ ہے اور آپ ﷺ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں۔ اس بیان سے آپ کے ارشاد بعثت الی الناس کافۃ کا صحیح مفہوم اور بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ سمجھنا کہ آپ کی نبوت آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک کے لئے ہے، صحیح نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ: ''کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد'' پھر میدان محشر میں شفاعت کبریٰ (سب امتوں کے لئے) پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضور ﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔''

(معارف القرآن ج۲ ص۱۰۱، آل عمران:۸۴)

اس سے پتہ چلا کہ حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرّہ العزیز نے جو ''ہدیۃ المہدیّین'' میں لکھا ہے کہ ختم نبوت کا معنی صرف یہی ہے کہ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہ ہوگا اس کا کوئی اور معنی نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ختم نبوت زمانی کے خلاف کوئی دوسرا معنی نہیں لیا جاسکتا۔ رہا آپ ﷺ کا ختم نبوت مرتبی کا مذکورہ بیان یہ کسی طرح ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کو اب اس وقت ختم نبوت زمانی بھی لازم ہے۔ سو ان میں ہرگز کوئی نسبت تباین نہیں ہے۔

## حضور ﷺ کے اوّلین نبی ہونے کی تائید قرآن کریم سے

ترمذی کی اس حدیث کی تائید کہ حضور ﷺ کو اس وقت نبوت ملی جب ابھی

آدم علیہ السلام نشاء عنصری میں نہ اٹھے تھے۔ قرآن کریم کی آیت میثاق سے بھی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں جب تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ ایک دوسرے کی تائید کرتے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ میثاق سب سے پہلے حضور ﷺ سے لیا اور پھر اور پیغمبروں سے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں۔

**''واذ اخذنا من النّبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسٰی وعیسٰی ابن مریم واخذنا منھم میثاقاً غلیظاًلیسئل الصادقین عن صدقھم واعدّ للکافرین عذاباً الیماً''** (الاحزاب:۷،۸)

ترجمہ: اور جب لیا ہم نے تمام نبیوں سے اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا قرار (پختہ عہد) تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں سے ان کے سچ کا پتہ کرے اور تیار کیا اس نے منکروں کے لئے دردناک عذاب۔

اس پر شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ''ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا۔ حالانکہ عالم شہادت میں آپ ﷺ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے۔ مگر درجہ میں آپ ﷺ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ ﷺ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے۔ کما ثبت فی الحدیث!''
(تفسیر عثانی ص۵۵۷)

یہ گمان نہ کیا جائے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی مطلق جمع کے لئے ہوتی ہے۔ یہاں اس خاص موقع پر سیدنا حضرت عمرؓ نے اسے ترتیب میں تسلیم کیا ہے۔

مصر کے جلیل القدر عالم مولیٰ تقی الدین بن عبدالقادر تمیمی (۱۰۱۰ھ) لکھتے ہیں:

**''ویروی انّ عمرؓ انه سمع بعد وفاۃ النبی ﷺ یقول وھو یبکی...... بابی انت وامّی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند ربک ان جعل طاعتک طاعته فقال تعالٰی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ بابی انت وامّی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اخبرک بالعفو عنک قبل ان یخبرک بذنبک فقال عفااللہ عنک لم اذنت لھم بابی انت وامّی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلت عندہ ان جعلک آخرالانبیاء وذکرک فی اوّلھم فقال تعالٰی واذ اخذنا من النّبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسٰی بن مریم''** (الطبقات السنیه ج۱ ص۴۸ مقدمة المؤلف)

ترجمہ: روایت کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا گیا اور آپؓ اس وقت رو رہے تھے۔ اے اللہ کے پیغمبر میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کی شان یہاں تک پہنچی ہے کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت ٹھہرایا اور فرمایا جو بھی اس رسول کی اطاعت کرے وہ اللہ کی اطاعت کر چکا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی شان یہاں تک پہنچی کہ آپ کو آپ کی خطاء کی خبر دینے سے پہلے اپنے عفو سے نوازا اور فرمایا اللہ نے آپ کو معاف کیا۔ آپ نے انہیں کیوں اس کی اجازت دی تھی اور اللہ کے ہاں آپ کی شان یہاں تک پہنچی کہ اس نے آپ کو آخری نبی بنایا اور میثاق انبیاء میں آپ ﷺ کا ذکر پہلے کیا اور دوسرے نبیوں کا اس کے بعد۔

اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت سب نبیوں سے پہلے کی ہے اور یہ کہ آپ شان نبوت سے موصوف بالذات ہیں۔ علامہ شہاب الدین الخفاجی مصری (۱۰۶۱ھ) شارح الشفا للقاضی عیاض نے ریحانۃ الاولیاء میں اس الطقبات السنیہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قرآن کریم میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں سب سے پہلے حضور ﷺ کے ذکر سے آپ ﷺ کی فضیلت پر استدلال کرنا بتلاتا ہے کہ آپ عالم غیب میں سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے نبی ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور یہ کہ آپ کی نبوت وجود میں سب سے پہلے آئی تھی گو وہ ظہور میں سب سے جلوہ گر ہوئی۔

تفصیل مذکور کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ عالم ارواح میں ختم نبوت ذاتی (مرتبی) سے موصوف بالذات تھے اور دوسرے انبیاء نبوت سے موصوف بالعرض، تاہم ان کی نبوت بھی حقیقی نبوت تھی۔ گو اس کا ان پر عروض حضور کے آئینہ آفتاب نما کے واسطہ سے ہوا۔ ان کی نبوت عارضی نہ سمجھی جائے۔ عرضی اور عارضی میں یہ جوہری فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کے خلاف ہے کہ کسی پر نبوت کا نور اتار کر پھر اسے سلب کرلے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی دوسری آمد پر نبوت مسلوب نہ ہوگی۔ مگر یہ نافذ نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دور دور محمدی ہے۔

اس علمی قاعدہ سے شاید ہی کوئی صاحب علم انکار کرسکے کہ موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات کے آنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی پہلے نبی کی نبوت حکماً باقی رہے۔

## ۱...... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہو تو لیجئے زمین وکہسار اور درودیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں۔ (اللہ نے اسے پیدا ہی روشنی میں کیا ہے) اور ہماری غرض اس وصف ذاتی ہونے سے بس اتنی ہی تھی۔

’’سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ ﷺ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سواء آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ پر آپ ﷺ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض آپ ﷺ جیسے نبی الامہ ہیں ایسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔‘‘

(تحذیر الناس ص۴ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

حضور ﷺ کے وصف نبوت سے موصوف ہونے کو ہی آپ ﷺ نے بناء خاتمیت ٹھہرایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس سے ختم نبوت زمانی خود بخود ثابت ہو جاتی ہے اور آئندہ کسی کے دعوے نبوت کرنے کا خود سدّ باب ہو جاتا ہے۔ آپ نے مندرجہ بالا تفصیل کا اجمال اپنے الفاظ میں اس طرح لکھا ہے: ’’بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی (آپ ﷺ کا سب پیغمبروں کے آخر میں آنا) اور سدّ باب مذکور (کہ کوئی آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت نہ کر سکے) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔‘‘ (ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں آپ کے لئے ثابت ہوگئیں)

(تحذیر الناس ص۳ مطبوعہ اعزازیہ کتب خانہ دیوبند)

یہ تحذیر الناس میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا اپنا کھلا اقرار ہے لیکن اسے صرف آنکھوں والے ہی پڑھ سکتے ہیں۔ مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرّہ العزیز نے خاتم النّبیین کی بناء آپ ﷺ کا اوّل النّبیین ہونا بتایا ہے اور اسے ختم نبوت زمانی لازم بتلائی ہے۔ اس کی مزید تصدیق لیلۃ الاسراء میں بیت المقدس کی نماز سے بھی ہو جاتی ہے۔ یہ آپ ﷺ کی خاتمیت مرتبی تھی کہ آپ ﷺ اس رات تمام انبیاء کے امام

بنے اور خاتم النّبیین کا ایک معنی اوّل النّبیین بھی سامنے آیا۔ آخر کے ایک معنی اوّل بھی قرار پائے کہ مرتبہ نبوت میں آپ ﷺ سب سے اوپر ٹھہرے اور آپ ﷺ کی یہ خاتمیت مرتبی عجیب شان سے ظاہر ہوئی۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس نکتہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ لکھتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر کہ دست بستہ تھے پیچھے حاضر
عیاں ہوں معنی اوّل آخر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

اس اوّلیت کو ختم نبوت زمانی لازم تھی جو اس دور آخر میں پوری شان سے ظاہر ہوئی اور آپ ﷺ کی اوّلیت سے فیض پاکر تمام پہلے انبیاء اپنے اپنے وقت میں آتے رہے اور اپنی امتوں سے پیغمبر آخرالزماں کی نصرت کا عہد لیتے رہے۔ ان کا اپنے اپنے ادوار میں آنا آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کے ہرگز خلاف نہ تھا۔ گو زماناً وہ اس نشاء عنصری میں حضور ﷺ سے پہلے مبعوث ہوئے۔

## تقدم وتأخر زمانی میں بالذات کوئی فاصلہ فضیلت نہیں

خلفائے راشدین میں چوتھے خلیفہ راشد زماناً پہلے تین خلفاء سے کبھی افضل نہیں سمجھے گئے۔ اثناعشریوں کے بارہویں امام حضرت مہدی باوجود زماناً متأخر ہونے کے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کبھی افضل نہیں سمجھے گئے۔ اس امت مسلمہ کے پہلے طبقے کے مؤمنین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے اس امت کے آخری طبقے کے لوگ بوجہ تأخر زمانی کبھی افضل نہیں ٹھہرائے گئے۔ حضور اکرم ﷺ کی اولاد میں آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم بوجہ تأخر زمانی حضور ﷺ کی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل نہیں مانے گئے۔ سو تأخر زمانی میں ہرگز بالذات کوئی فضیلت نہیں۔ گو بالعرض کئی مقامات میں اس سے فضیلت آجائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بعد میں نبوت پانے والے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں جانے گئے۔ بلکہ ان کے بعد آنے والے اسرائیلی نبی اسی حکم توارت کے تحت دیکھے گئے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت تھی اور ظاہر ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں افضل نہ سمجھے جائیں گے۔

’’انّا انزلنا التّوراۃ فیھا ھدی وّ نور یحکم بھاالنّبیّون‘‘ (المائدہ:۴۴)

ایک ماں باپ کے چار بچوں میں جو بچہ سب سے آخر میں پیدا ہو تو اسے بوجہ تأخر زمانی پہلوں سے افضل نہیں سمجھا جاتا۔ گاہک جو چیز کسی دکان سے سب سے آخر میں خریدے، ضروری نہیں کہ وہ پہلے خریدی تمام اشیاء سے افضل ہو۔ یہ صورت عمل بتا رہی ہے کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اگر کسی چیز کے آخری ہونے میں کوئی فضیلت آتی ہے تو یہ فضیلت کسی اور سبب سے پیدا ہوتی ہے۔ محض تأخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں سمجھی جاتی۔ مثلاً قرآن شریف آخری آسمانی کتاب ہے اور یہ سب کتب سماویہ سے افضل ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے قیامت تک محفوظ ہونے کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسے قیامت تک کے لئے شریعت باقیہ ٹھہرایا گیا ہے۔ قیامت تک اس کے کہیں ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔ نہ اس میں کسی نسخ یا تحریف کا کوئی احتمال ہے۔ اس لئے سب سے آخر میں اتارا گیا کہ اس کی افادیت کہیں محدود اور مجروح نہ ہو اور نہ اس کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت محسوس ہو۔ قرآن پاک میں بقاء دوام کی یہ شان تھی اس لئے اسے سب سے آخر میں اتارا گیا قرآن پاک میں شان اس لئے نہیں آتی کہ یہ سب سے آخر میں اتارا گیا بلکہ اسے سب سے آخر میں اس لئے اتارا گیا کہ اس میں دوام وجود اور محفوظیت دائمہ کا قضاء وقدر میں پہلے سے فیصلہ تھا۔ سو یہ تأخر زمانی اس شان قرآنی سے وقوع میں آیا، نہ یہ کہ تأخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت تھی۔

یہ فضیلت جو قرآن کو حاصل ہوئی یہ ان وجوہ سے ہوئی جو ہم نے یہاں ذکر کی ہیں۔ سو اس تأخر زمانی کو ہم فضیلت بالعرض کہہ سکتے ہیں نہ کہ فضیلت بالذات۔ سو اب اس طرح نہ کہا جائے گا کہ قرآن کریم کے آخری آسمانی کتاب ہونے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

فضیلت بالذات اور بات ہے اور فضیلت بالعرض اور بات۔ (بالذات اور بالعرض میں فرق قائم رکھنا از بس ضروری ہے)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔‘‘

اس سے یہ سمجھ لینا کہ اس میں فضیلت بالعرض کا بھی انکار ہے، ہرگز صحیح نہیں اور اس کا اس طرح ترجمہ کرنا کہ لفظ بالذات کو کھلے طور پر اڑا دیا جائے ایک کھلی خیانت ہے۔

مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے: ’’**لا فضل فیه اصلاً عند اهل الفهم**‘‘ (حسام الحرمین ص ١٠٠)

ختم نبوت زمانی میں فضیلت ختم نبوت مرتبی سے آئی ہے۔ سواس ختم نبوت ذاتی کا اقرار نہ کرنا اور ختم نبوت زمانی میں فضیلت بالذات کا دعویٰ کرنا اہل علم کے ہاں کوئی وزن نہیں رکھتا البتہ ضد کا کوئی علاج نہیں۔

**’’اللّٰھم احفظنا من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ‘‘**

## حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی ختم نبوت مرتبی کی شہادت

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۳ھ) حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا یہ پہلو بھی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سب سے اعلیٰ وافضل پیغمبر ہیں۔ تمام مراتب کمالات آپ ﷺ کی ذات پر ختم ہوئے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ لوگ خطیب الہند حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر پر بارہا یہ کہتے سنے گئے کہ تقریر آپ پر ختم ہے۔ یعنی ان سے بالا وبرتر کوئی خطیب شاید ہی اس زمین میں کبھی آئے۔ اس طرح یہ بھی کہا گیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار ذوالفقار کی طرح شاید ہی کوئی تلوار بنے۔ ’’**لافتی الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار**‘‘ اس طرح حضور ﷺ کمالات نبوت میں سب انبیاء سے برتر وبالا رہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود | چوں کہ در صنعت برد استاد دست |
| در کشاد ختمہا تو خاتمی است | مثل او نے بود ونے خواہند بود |
| نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست | در جہاں روح بخشاں خاتمی است |

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص۳۰، طبع مدینہ منزل اردو بازار لاہور)

ترجمہ: آپ ﷺ اس پہلو سے بھی خاتم ٹھہرے کہ علم وفیض کی جود وعطاء میں کوئی آپ ﷺ کے برابر نہ آسکا (جس نے کوئی کمال پایا وہ آپ ﷺ کے کمالات کا ہی ایک پرتو تھا) جب کوئی شخص کسی صنعت میں دوسروں پر سبقت لے جائے تو کیا تم نہیں کہتے کہ تجھ پر یہ فن ختم ہے۔ ظلم کے بند کھولنے میں آپ خاتم ہیں اور آپ زندگی دینے والوں کی دنیا کے خاتم ہیں۔

البتہ یہ سمجھنا کہ خاتمیت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کی نفی ہوجاتی ہے ہرگز درست نہیں۔ یہ صرف قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ ختم نبوت مرتبی میں اور ختم نبوت زمانی میں

نسبت تبائن ہے، اس دھوکے سے وہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ حضور ﷺ پہلے انبیاء کی نسبت سے بھی خاتمیت کی شان رکھتے ہیں اور آپ ﷺ اپنی امت کے لئے بھی ختم نبوت زمانی کی فضیلت رکھتے ہیں۔ بایں معنی کہ آپ ﷺ کے بعد اس نشاء عنصری میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

قادیانیوں کی عام چال یہ رہی ہے کہ وہ ختم نبوت مرتبی کے دعوے سے ختم نبوت زمانی کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں میں کوئی تبائن کی نسبت نہیں ہے۔ دونوں ممکن الجمع ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ ختم نبوت مرتبی ہی ختم نبوت زمانی کی بنیاد ہے۔ آنحضرت ﷺ پر تمام کمالات نبوت کی انتہاء ہوئی۔ سو ایسا کامل اور جامع الصفات نبی عملاً سب سے آخر میں ہی آسکتا ہے۔ ورنہ اعلیٰ کے بعد ادنیٰ کا آنا خلاف حکمت الٰہیہ ہے۔ اس سے نسخ اعلیٰ بالا دنیٰ لازم آتا ہے اور یہ قرآن کریم کے اس اصول کے خلاف ہے: ''ما ننسخ من آیۃ او ننسها نأت بخیر منها او مثلها الم تعلم انّ اللہ علٰی کلّ شئ قدیر'' (بقرہ:۱۰۶)

آپ ﷺ کی اس نشاء عنصری میں آمد یوں سمجھئے کہ اب اس جہان کا سردار آگیا ہے اور یہ سرداری آپ کو اس وقت بھی حاصل تھی جب آدم علیہ السلام کی روح ابھی پیکر فانی میں نہ آئی تھی۔ یہ صرف آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی تھی جس کے بعد نبیوں پر نبی آتے رہے سو آپ کو ختم نبوت مرتبی کے پہلو سے دیکھا جائے تو آئندہ نبی پیدا ہونے سے آپ کی یہ خاتمیت نہیں ٹوٹتی لیکن جب آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی ظاہر ہوئی تو اب ناممکن ٹھہرا کہ اب کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد پیدا ہو پائے۔ حضور اکرم ﷺ نے خبر دی کہ آپ کے بعد تیس جھوٹے مدعیان نبوت اٹھیں گے جو از راہ دجل دعوے نبوت کریں گے کہ وہ نبی ہیں اور وہ آپ ﷺ کی امت سے ہی اٹھیں گے۔

ہم ان شاء اللہ العزیز! اس کی پوری تفصیل آگے ختم نبوت زمانی کی بحث میں کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا روم نے حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا ایک یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ پر تمام مراتب ختم نبوت کی انتہاء ہے اسے یہ بھی لازم ہے کہ آپ ﷺ کی اس نشاء عنصری میں تشریف آوری کے بعد یہاں کوئی اور نبی پیدا نہ ہو۔

اب ہم حضور ﷺ کے خاتم کمالات ہونے کو اس پہلو سے ذکر کرتے ہیں کہ جہاں کا سردار آتا ہے۔

# جہاں کا سردار آتا ہے

**الحمد ﷲ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امّا بعد!**

اللہ رب العزت کے قضاء وقدر میں یہ طے تھا کہ ایک نبی ایسا بھی ہوگا جو کل اولاد آدم کا سردار ہوگا۔ جو صرف نبی الامہ نہیں، نبی الانبیاء بھی ہوگا۔ تمام پہلے نبیوں کا بھی نبی ہو اور وہ وصف نبوت سے موصوف بالذات ہو۔ اس سے یہ بحث چلی کہ اس کی نسبت سب نبیوں سے کیسے قائم ہو۔ یہ وہ نکتہ ہے جس سے اس دنیا میں ختم نبوت ذاتی کی بحث چلی اور ختم نبوت مرتبی کا تاج حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے سر پر آیا۔ اس ختم نبوت ذاتی سے پردہ اس وقت اٹھا جب پہلے نبیوں کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے آنے کی خبر دی۔ آپ نے آسمان پر جانے سے پہلے اپنے شاگردوں کو ان الفاظ میں تسلی دی۔

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیوں دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ہے۔'' (انجیل یوحنا باب ۱۴، درس ۳۰)

آخر تک چلنے والا دین وہی ہے جو سب سے فائق اور جامع ہو اس لئے اللہ رب العزت نے وصف نبوت سے موصوف بالذات کو اس نشاء عنصری میں سب سے آخر میں رکھا تا کہ کسی پہلو سے نسخ اعلیٰ بالادنیٰ لازم نہ آئے۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ اس ختم نبوت ذاتی کو نشاء عنصری کی ختم نبوت زمانی لازم ٹھہری۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا۔ کیونکہ اس کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔'' (قبلہ نما ص۸ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

آپ یہ بھی لکھتے ہیں: ''خاتمیت زمانی اپنا دین اور ایمان ہے۔ ناحق تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔'' (جوابات محذورات ص۳۹)

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں ان عبارات کی تصدیق اور حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کی تائید تحذیر الناس سے بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’درصورت یہ کہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی منتہیٰ ہے اور یہ اس ساق زمانی کے لئے ایسا ہے جیسا نقطہ رأس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ کی نبوت کون ومکان اور زمین وزماں کو شامل ہے۔ سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی ﷺ وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ وجہ بھی ہے۔‘‘

(تحذیر الناس ص۱۸ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

یہ آخری الفاظ کہ: ’’زمانہ آخر میں آپ ﷺ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔‘‘ اس بات پر مہر کرتے ہیں کہ ختم نبوت ذاتی کو آپ ﷺ کے اس نشاء عنصری میں آخر میں ظہور فرمانے کے بعد ختم نبوت زمانی لازم ہے اور یہی حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد تھا اور انہوں نے یہاں پوری بات کھول دی ہے۔ اب بھی جو شخص کہے کہ آپ حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی نہیں مانتے وہ مفتری اور کذاب ہے اور اللہ کے ہاں اس سے جواب لیا جائے گا۔

## حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کا اس امت میں کسی نے انکار نہیں کیا

مسلمانوں کے حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کے عقیدے کی اساس قرآن کریم کی آیت اور حدیث دونوں ہیں: ’’واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین‘‘ (آل عمران:۸۱)

اور حضور ﷺ کی حدیث: ’’کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد‘‘

(رواہ الترمذی ج۲ ص۲۰۲ باب فی فضل النّبی ﷺ واللفظ لہ مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۴۳۸ شاملہ)

روشنی کے دو مینار ہیں۔ اس امت میں حضور ﷺ کو جس طرح ’’نبی الامۃ‘‘ کہا جاتا ہے آپ ﷺ کو ’’نبی الانبیاء‘‘ بھی کہا جاتا ہے اور اس مفہوم کی تائید میں اور بھی کئی روایات ہیں اور وہ کھلے طور پر ہمارے اس خیال کی تائید کرتی ہیں اور اسی سے اس امت کے عارفین کہتے آئے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نبی مطلق، رسول حقیقی اور بالاستقلال شارع ہیں اور آپ کے سواء اور جو بھی نبی ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کے فیضان سے ہی یہ خلعت نبوت پائی ہے۔ امام بخاری، امام مسلم، اور تقریباً تمام محدثین نے لیلۃ الاسراء میں آپ ﷺ کے

تمام انبیاء کی امامت فرمانے کو روایت کیا ہے۔ اس سے حضرت خاتم النّبیین اوّل النّبیین بھی ٹھہرتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی ختم نبوت ذاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر نور نبوت بلا واسطہ اتارا اور دوسرے نبیوں کو حسب میثاق النّبیین نبوت آپ ﷺ کے واسطہ اور فیضان سے ملی اور اس سے آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی کی نفی نہیں ہوتی۔

علامہ سبکی (۷۷۱ھ) نے اس پر ایک مستقل رسالہ زیب قلم فرمایا ہے اور اس میں حضور ﷺ کی اس شان کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس رسالہ کا نام ہے: ’’التعظیم والمنہ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنّہ‘‘ اس میں آپ لکھتے ہیں: ’’اس آیت میں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات والا صفات کے بارے میں تائید ونصرت اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا ہو اور کوئی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو آپ ﷺ پر ایمان لانے اور تائید ونصرت کی وصیت نہ کی ہو اور اگر حضور اکرم ﷺ کی بعثت انبیاء کے زمانے میں ہوتی تو ان سب کے نبی آپ ﷺ ہی ہوتے اور وہ تمام انبیاء آپ ﷺ کی امت میں شمار ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی شان محض نبی الامۃ ہی کی نہیں بلکہ آپ ﷺ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی (اس زمین پر) میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔‘‘ (کذافی معارف القرآن ج۲ ص۱۰۱)

ہم پیچھے علامہ فاسی کے حوالہ سے غواص بحر معارف شیخ ابو مسلم فرغانی کا یہ قول نقل کر آئے ہیں کہ تمام اولاد آدم کے لئے داعی حقیقی حضور ﷺ ہی رہے ہیں اور اپنے اپنے وقت میں جن داعیان حق نے کوئی بات کہی وہ اس داعی حقیقی کا ہی پرتو اور فیضان تھا۔ اس میں بھی یہی راز ہے کہ پیغمبر مطلق آپ ﷺ ہی ہیں۔ دوسروں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے پرتو نبوت سے اپنے اپنے وقت میں نبوت اتاری۔

علامہ فاسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ’’فلم یکن داع حقیقی عن الابتداء الی الانتہاء الّا ھٰذہ الحقیقۃ الاحمدیہ‘‘

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات شرح اسم داعی ص۱۰۲)

یہ صرف انہی کی بات نہیں اس امت کے متعدد عارفین نے اس حقیقۃ الحقائق کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں: ’’وفی معناہ اخبار کثیرۃ وھی تؤید

بظاهر ما قلنا ومن ھٰهنا ذهب العارفون الیٰ انه ﷺ هو النّبی المطلق والرسول الحقیقی والمشرع الاستقلالی وان من سواه من الانبیاء علیهم السلام فی حکم التبعیة له‘‘ (روح المعانی ج۲ ص۲۰۲ تفسیر سورہ آل عمران)

اسے یوں سمجھئے کہ اگر دوسرے تمام انبیاء شجر نبوت کے مختلف اجزاء ہیں تو آپ ﷺ اس شجر نبوت کی جڑ ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی (۸۹۸ھ) بھی حضور ﷺ کی اس ذاتی نبوت کو ختم نبوت کا نام دیتے ہیں۔

خاتم الانبیاء والرسل است دیگراں ہمچو جزو او چوں کل است

(اعتقادنامہ جامی ص۱۳ مطبوعہ ادارہ اسلامیہ بھکر)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۲ھ) نے جس طرح حضور اکرم ﷺ کو جامع الکمالات اورمخزن کمالات ہونے کے پہلو سے خاتم کہا ہے اسے آپ پہلے بھی دیکھ آئے ہیں۔

اس بات کو مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیرالناس میں ان لفظوں میں لکھا ہے: ’’آپ ﷺ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ ﷺ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ ﷺ کا فیض ہے۔ مگر آپ ﷺ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں (جس طرح موصوف بالذات پر بات ختم ہوجاتی ہے) آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت مختتم ہوجاتا ہے۔ غرض آپ ﷺ جیسے نبی الامۃ ہیں ایسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔‘‘

(تحذیرالناس ص۴ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے اس نکتہ سے کہ آخری نبی ہونے کا ایک پہلو پہلا نبی ہونا بھی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا: ’’آپ نے بتلایا میں اس وقت نبوت پاچکا تھا جب آدم ابھی اپنے انسانی ڈھانچہ میں نہ تھے۔‘‘ (او کما قال النّبی ﷺ) حضرت مولانا محمد قاسم کے اس نکتہ سے سب سے زیادہ متأثر مولانا احمد رضا خان ہوئے۔ آپ معراج کی رات کی ایک جھلک اس طرح بیان کرتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر کہ دست بستہ تھے پیچھے حاضر
عیاں ہو معنی اوّل آخر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

آپ کے بعد جناب پیر کرم شاہ صاحب نے اس نکتہ کو لیا اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر ان کی تائید کی (ہم آپ کی وہ عبارت پہلے کہیں پیش کر آئے ہیں)

یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اس خاتمیت مرتبی کا انکار امت کے کسی نامور عالم نے نہیں کیا۔ ختم نبوت کے یہ معنی پہلی پوری تاریخ نبوت میں مسلم رہے ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کی اس اپنی امت میں تشریف آوری کے بعد اس ذاتی ختم نبوت کو ایک اور نسبت (زمانی ختم نبوت) بھی لازم ہوگئی۔ غلام احمد قادیانی نے آپ ﷺ کی ذاتی اور مرتبی ختم نبوت کا اس طرح ڈٹ کر اعلان نہیں کیا، جس طرح وہ حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے درپے انکار رہا۔ سو مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ ﷺ کے لئے ختم نبوت مرتبی کے اقرار اور آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی کی تبلیغ وتلقین کی بھی اشد ضرورت ہے۔

## حضور ﷺ کا علمی نقطہ کمال آپ ﷺ کی خاتمیت ذاتی ہے

انسانی کمالات میں علم کمالات کی انتہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر برتری علم سے ہی ظاہر ہوئی تھی اور سب نے اقرار کیا تھا:

’’سبحانک لاعلم لنا الّا ماعلمّتنا انک انت العلیم الحکیم‘‘ (البقرۃ:۳۲)

انبیاء میں گو عمل کی بھی ایک اونچی شان ہے لیکن بطور پیغمبر وہ علم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں۔ نبی وہ ہے جسے خدا انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی مرضیات اور عدم مرضیات کی اطلاع دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ خبر علم پر ہی موقوف ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر جب تمام انسانی کمالات کی انتہاء ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا علم بھی تمام اوّلین وآخرین سے بڑھ کر ہوگا۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: ’’رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ’علمت علم الاوّلیین والآخرین‘‘ بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے۔‘‘

(تحذیر الناس، ص۴ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

’’اس ارشاد سے ہر خاص وعام کو یہ بات واضح ہوئی کہ علم الاوّلین اور ہیں اور علوم آخرین اور، لیکن وہ سب علوم رسول اللہ ﷺ میں جمع ہیں۔ اس طرح عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گزشتہ ومستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔‘‘ (ص۴ مطبوعہ ایضاً)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری ؒ ایک مربعہ نعتیہ میں لکھتے ہیں:

دین او دین خدا تلقین او اصل ہدی | صاحب اسراء و ناموس اکبر برملا
نطق او وحی سما حقاً نجوم اہتداء | علم او اوّلین و آخرین اندر مزید

استاذ العلماء بدر الفقہاء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ بھی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بے شمار علوم امور غیبیہ کے متعلق عطاء فرمائے۔

’’تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک‘‘ (ہود:۴۹)

(معارف القرآن ج۷ ص۶۹۷)

ظاہر ہے کہ جو اس شان علم سے موصوف ہوگا وہ نور نبوت سے اس طرح موصوف بالذات ہوگا جس طرح آفتاب اپنی روشنی میں موصوف بالذات ہے اور جس طرح چاند اور ستاروں کا نور آفتاب کے نور کا ہی ایک پرتو ہے۔ تمام دوسرے نبیوں کی نبوت حضور ﷺ کی نبوت کا ہی فیضان ٹھہرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر علم کی یہ انتہاء بتلاتی ہے کہ آپ نور نبوت سے موصوف بالذات ہیں اور جہاں جہاں بھی علم کا نور پھیلا وہ سب آپ ﷺ کا ہی فیضان ہے۔

## حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا مظہر اتم تھے

مختلف انبیاء میں جو کمالات ابھرے عطاء خداوندی سے تھے مگر اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکا کہ اولاد آدم میں کمالات ہر ایک کے حسب حال ابھرے کسی میں حسن و جمال ہے تو کسی میں فضل و کمال ہے کسی میں زہد و عزلت ہے تو کسی میں عقل و فراست ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ اس کی ایک مثال دیتے ہیں: ’’فرض کیجئے کہ کسی استاد جامع الکمالات کے پاس مختلف فنون کے طالب علم آئیں اور ہر شخص جدا علم سے فیض یاب ہوکر اپنے کمالات دکھلائے۔ ان شاگردوں کے آثار سے یہ بات خود نمایاں ہوجائے گی کہ یہ شخص کون سے فن میں اس جامع الکمالات استاد کا شاگرد ہے۔ شاگردوں کے احوال خود بتلا ہی دیں گے کہ استاد کے کون سے کمال نے اس میں ظہور کیا ہے۔‘‘

مختلف انبیاء کرام میں اللہ تعالیٰ نے مختلف صفات اتاریں اور اسی کے مطابق ان سے معجزات ظاہر ہوئے۔ لیکن حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی تجلی پڑی۔ آپ ﷺ اس وقت مبعوث ہوئے جب دنیا اپنی مختلف تجرباتی کروٹوں سے ایک ہوچکی تھی اور مشرق

ومغرب کے فاصلے عبور ہورہے تھے۔ گویا دنیا ایک یونٹ بن گئی تھی۔ اب ضروری تھا کہ ایسے وقت میں نبی اور رسول بھی ساری دنیا کا ایک ہو۔ اس پیغمبر پر پہلی وحی نے ایک پڑھے لکھے ماحول کی خبر دی: ’’اقرأ باسم ربّک الذی خلق‘‘ (اقراء: ۱،۲)

اور ’’علم بالقلم‘‘ سے اس نئے دور کے علم وقلم کا دور ہونے کا نشان ملا حضور ﷺ پر اللہ کی صفت علم کی تجلی پڑی اور آپ ﷺ کا علمی معجزہ قرآن کریم دنیا میں ظاہر ہوا۔ کتنی صدیاں اس پر گزر گئیں اور اب تک آپ ﷺ کا یہ علمی معجزہ بلا کسی تبدیل وتحریف کے لفظاً ومعناً سب نبی آدم کے سامنے محفوظ چلا آرہا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی معرفت الٰہی جملہ انبیاء کی معرفت الٰہی پر مشتمل اور اس سے بڑھ کر ہے۔ امام غزالی (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: ’’وکلّ ما عرفنا قلیل نزر حقیر بالاضافة الٰی ما عرفه جملة العلماء والاولیاء وما عرفوه قلیل نزر حقیر بالاضافة الٰی ما عرفه الانبیاء علیہم السلام وجملة ما عرفوه قلیل بالاضافة الٰی ماعرفه محمد نبینا ﷺ‘‘ (احیاء علوم الدین ج۴ ص۴۳۶ اردو ص ۵۸۱)

ترجمہ: ہم نے معرفت سے جو پایا وہ امت کے پہلے علماء اور اولیاء کرام کی معرفت الٰہی کی نسبت سے بہت قلیل ہے اور جو کچھ معرفت الٰہی ان انبیاء نے پائی وہ حضور ﷺ کی معرفت الٰہی کی نسبت سے بہت قلیل اور مختصر ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ معرفت الٰہی پانے میں ان سب کے سردار ہیں۔

## حضور کا علمی نقطہ کمال سب کمالات پر چھا گیا

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی آپ ﷺ کی اس شان علم کو آپ ﷺ کی ختم نبوت کی بنیاد بتلاتے ہیں۔ آپ نے مباحثہ شاہ جہان پور میں پادریوں اور پنڈتوں کے سامنے حضور ﷺ کی شان رسالت پر یہ بیان دیا تھا: ’’سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہے کہ تمام صفات اپنی کارگزاری میں اس کی محتاج ہیں۔ پر علم اپنے کام میں کسی کا محتاج نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ارادہ اور قدرت وغیرہ صفات بے علم وادراک کسی کام کی نہیں۔ روٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں تو اوّل یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ روٹی ہے پتھر نہیں اور پانی پینے کا ارادہ کرتے ہیں یا پیتے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ پانی ہے شراب نہیں۔ یہ علم نہیں تو اور کیا

ہے۔مگر روٹی کو روٹی سمجھنا، پانی کو پانی سمجھنا ارادہ وقدرت پر موقوف نہیں۔اگر روٹی سامنے آجائے یا پانی سامنے آجائے تو بلا ارادہ واختیار وہ روٹی اور پانی معلوم ہوگا۔‘‘

(مباحثہ شاہ جہان پور ص۲۳ مطبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

القصہ علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی اور وصف کی ضرورت نہیں مگر باقی تمام صفات کو اپنے متعلقات میں علم کی حاجت ہے۔جو صفات غیر سے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں علم اوّل ہے اور سب میں علم اولیٰ ہے اور سب پر افسر ہے اور علم سے اوّل اور کوئی صفت نہیں بلکہ علم ہی پر مراتب صفات متعلقہ ختم ہوتے ہیں اس لئے وہ نبی جو صفت علم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو تمام انبیاء سے مراتب میں زیادہ اور مرتبہ میں اوّل اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم ومکرم ہوگا اور سب اس کے تابع اور محتاج ہوں گے اس پر مراتب کمالات ختم ہو جائیں گے۔اس لئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہوگا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد فرمایا:’’وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء بہ وجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب خداوندی ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضرور ہے۔چنانچہ ظاہر ہے اس لئے جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے پر اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا۔وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں ایسے میں خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے۔اس لئے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو۔کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد آتی ہے اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے۔‘‘ (مباحثہ شاہ جہاں پور ص۴۱،۳ طبع کراچی)

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ختم نبوت مرتبی (خاتم مراتب کمال) کے لئے ختم نبوت زمانی کو لازم ٹھہرایا ہے سو جس طرح ’’موصوف بالذات‘‘ پر ’’موصوف بالعرض‘‘ کے سارے سلسلے ختم ہو جاتے ہیں۔اس طرح جس پر اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی تجلی براہ راست پڑی اس کے آنے پر پہلے سب سلسلے ختم ہو جائیں گے اور وہ اللہ کی طرف سے اس دنیا کے لئے خاتم مراتب کمال ہوگا۔سو ختم نبوت مرتبی کے لئے ختم نبوت زمانی لازم ہے۔

نوٹ: یہ وہ پانچ جہات فضیلت ہیں جن کی وجہ سے ختم نبوت زمانی میں روشنی ہوئی، گومحض تقدم وتأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہ تھی۔ ہاں! اس دور نبوت میں حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو زیادہ سے زیادہ روشن کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تیس جھوٹے مدعیان نبوت کا اس راہ سے بھی سدباب ہوسکے۔ ختم نبوت مرتبی ایک نہایت اونچی منزل ہے جسے بلند نظر لوگ ہی دیکھ سکتے ہیں لیکن ختم نبوت زمانی کا ایک اقرار یا انکار عام سطح پر بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اسے ضروریات دین میں سے تسلیم کیا گیا ہے۔

## مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت مرتبی

نام احمد نام جملہ انبیاء است — چوں کہ صد آمد نود ہم پیش ماست

(مثنوی دفتر اوّل ص ۱۳۷)

ترجمہ: حضور ﷺ کا نام جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل ہے جس طرح سو کا عدد نوّے کو بھی شامل رہتا ہے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پہلے جملہ انبیاء پر جو وحی چمکی وہ حضور ﷺ کے نور نبوت کا فیضان تھا۔ حضور ﷺ نور نبوت سے بالذات موصوف تھے اور باقی دوسرے انبیاء میں جو نور نبوت چمکا وہ اسی منبع نور کا ایک پرتو تھا۔ جس طرح سو میں ۹۹ تک کا ایک ایک عدد جمع رہتا ہے، ان سب انبیاء کے کمالات اس منبع کمالات سرور کائنات میں جمع تھے۔ جس طرح سو کا عدد لازمی طور پر ننانوے کے بعد ہی آتا ہے تو جو جامع الصفات نبی ہوگا وہ لازماً سب کے بعد ہوگا سو ختم نبوت ذاتی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے جس طرح سو کا ۹۹ کے بعد ہونا لازم ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سو اس سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ختم نبوت زمانی کے پیچھے ختم نبوت مرتبی ہے ایسا نہ ہو تو خاتمیت زمانی کمال نہیں ٹھہرتی۔

’’ختم نبوت مرتبی‘‘ کی معرفت حضرت مولانا روم، مولانا جامی اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہم جیسے بلند پایہ علماء کا ہی نصیب ہے، ہرکس وناکس کی اس تک رسائی کہاں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا حضور کی ختم نبوت مرتبی کا یہ بیان آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود | چوں کہ در صنعت برد استاد دست
در کشاء ختمہا تو خاتمی است | مثل او نے بود ونے خواہند بود
نے گوئی ختم صنعت بر تو است | در جہاں روح بخشاں خاتمی

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص۳۰، طبع مدنیہ منزل اردو بازار لاہور)

ترجمہ: آپ ﷺ اس جہت سے بھی خاتم ہیں کہ علم وفضل کی جود وعطاء میں کوئی آپ کے برابر نہ اتر سکا اور نہ کبھی کوئی آپ ﷺ کے برابر ہوسکے گا۔ جب کوئی شخص کسی فن میں دوسروں پر سبقت لے جائے تو کیا تم نہیں کہتے کہ تجھ پر یہ فن ختم ہے۔ آپ (آنحضرت ﷺ سے خطاب) مہروں کے کھولنے میں جو سرکردہ لوگوں نے قوموں پر لگا رکھی تھیں آپ ان کے ختم کرنے والے ہوئے اور اچھے لوگوں کی دنیا میں آپ ﷺ سب سے اعلیٰ مرتبے پر رہے۔

’’یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم‘‘(اعراف:۱۵۷)

میں حضور ﷺ کی اسی مرتبت عالی کی خبر دی گئی ہے کہ یہ پیغمبر قوموں کی گردنوں سے وہ بوجھ اور بند اتارے گا جو وقت کے ظالم سرکردہ لوگوں نے ان کی گردنوں پر ڈال رکھے ہیں۔

اس سے صاف سمجھا جاسکتا ہے کہ مولانا روم کے نزدیک حضور ﷺ کی خاتمیت کا ایک پہلو آپ کی خاتمیت مرتبی بھی ہے۔ ہاں اس سے آپ ﷺ کی ’’ختم نبوت زمانی‘‘ کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ آپ دونوں پیرایوں میں ختم نبوت کی شان رکھتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا شرف نبوت سے موصوف بالذات ہونا ایسی حقیقت ہے کہ اس کا کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں بالذات سے خانہ ساز اور بلا عطا ہونا ہرگز مراد نہیں نہ یہ کہ وہ اللہ رب العزت کی عطا سے نہیں ہے۔ یہاں ذاتی سے مراد ہے کہ نبوت آپ ﷺ کو کسی واسطہ سے نہیں ملی۔ اس کے مقابل دوسرا لفظ عرضی ہے۔ یہ عارضی کے معنی میں نہیں ہے سو ذاتی کے دو معنی ہوئے:

۱...... ذاتی بلا عطا کسی کے، اس صورت میں یہ لفظ عطائی کے بالمقابل ہے۔

۲...... ذاتی بمعنی بلا واسطہ، اس صورت میں یہ لفظ عرضی کے بالمقابل ہے۔

سو موضوع زیر بحث میں اس کے مقابل دوسرا لفظ عرضی ہے۔ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت عرضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ وصف ہے جو انہیں ایک واسطہ سے

ملی۔ ان تمام انبیاء علیہم السلام پر عروض نبوت حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے آئینہ آفتاب نما سے ہوا اور اب اس واسطہ سے وہ نور نبوت سے مستقل بالذات موصوف ہوئے کسی سے نبوت منفصل نہیں ہوئی۔ سو یہاں عرضی ہرگز عارضی کے معنی میں نہیں۔ شرح مطالع میں ذاتی کے بہت سے معنی لکھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا نبوت سے موصوف بالذات ہونا ان میں سے چھٹے معنی کے اعتبار سے ہے۔

## معرفت الٰہیہ کا نقطہ آغاز حضور ﷺ کی ذات گرامی سے

قطلب الواصلین حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے معارف میں حافظ احمد بن مبارک السلجماسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’معرفت الٰہیہ آنحضرت ﷺ کو اس وقت حاصل ہوئی جب کہ صرف حضور ﷺ اپنے رب کے پاس تھے اور ابھی کوئی اور مخلوق لباس وجود میں نہ آئی تھی۔ چونکہ آنحضرت ﷺ اوّل المخلوقات ہیں۔ حضور ﷺ کی روح شریف کو اسی وقت انوار قدسیہ سے اور معارف ربانیہ سے اس درجہ سیراب کیا گیا کہ وہ ہر طالب نور کے لئے اصل اور ہر مستمند ضیاء کے لئے مادہ (بنیاد) بن گئی۔ یہ شرح ہے اس حدیث کی کہ میں نبی بن چکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی میں تھے۔ پھر جب دنیا میں آپ ﷺ کے ظہور اور ولادت کا وقت آیا اور آپ کی روح مقدسہ آپ کے جسد اطہر میں داخل ہوئی تو چونکہ کمال محبت اور رضا کے ساتھ اس کی رہائش ہوئی، اس لئے روح اپنے معارف واسرار اس بدن کو عطاء کرتی رہی اور ذات مقدسہ بچپن ہی سے تدریجی طور پر معارف ومعارج میں ترقی کرتی گئی اور عروج پاتی رہی۔ یہاں تک کہ عمر شریف چالیس برس کو پہنچی تو وہ پردہ جو ذات اور روح کے درمیان تھا اٹھ گیا اور دونوں کا (روح اور بدن مبارک کا) باہمی حجاب بالکل محو ہوگیا اور حضور ﷺ کو وہ مشاہدہ ہوا جو دوسروں کے ناقابل تحمل تھا۔ حتیٰ کہ آپ آنکھوں سے دیکھنے کی طرح اس کا مشاہدہ کرتے تھے کہ تمام مخلوق کو حرکت دینے والا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا صرف حق تعالیٰ ہے اور ساری مخلوق اس کے آگے اس طرح ہے جیسے خالی ظروف اور آوے میں پکے مٹی کے برتن ہوں جو نہ اپنے آپ کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی قسم کا نقصان۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عملاً پیغمبر بنایا۔ (غار حرا میں

خلعت نبوت پہنا کر آپ ﷺ کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرمایا) آپ ﷺ اس مشاہدہ میں تھے اور باقی تمام مخلوقات آپ ﷺ کی نظروں میں خالی اجسام اور محض تصویریں تھیں تاکہ آپ ان کے لئے مجسم رحمت بنیں۔''

(کتاب الابریز ص۹۴ وتبریز اردو ترجمہ الشیخ احمد بن مبارک السلجماسی، مترجم مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص۲۰۵)

اس میں اس پر نظر رکھیں کہ آپ ﷺ کی روح مقدسہ کس طرح ہر طالب نور کے لئے اصل اور ہر مستمند ضیاء کے لئے مادہ بن گئی تھی۔ کیا یہ وہی بات نہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے کہ آپ کے افاضہ سے تمام پہلے انبیاء میں نبوت کا نور اترا اور یہ کہ آپ ﷺ کی خاتمیت ذاتی تھی جس سے ان پر یہ افاضہ نبوت ہوا۔ افسوس کہ بعض نادانوں نے اس سے ان انبیاء کی نبوت کو عارضی نبوت سمجھ لیا اور وہ عارض اور عارضی میں فرق نہ کر سکے۔

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند  در جہل مرکب ابدالدہر بماند

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت سید عبدالعزیز دباغ یا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے علوم ومعارف اور حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے مراتب خاتمیت کو اگر سمجھنا ہو تو جناب خواجہ قمرالدین سیالوی سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ خواجہ صاحب کی یہ تحریر آپ کی نظروں سے یقیناً گزری ہوگی کہ اس موضوع میں جہاں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک ان معترضین کی رسائی نہیں ہوسکی جو تحذیر الناس میں آپ کی عبارت کو سمجھ نہیں پائے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت مکانی پر بھی کچھ مختصر بحث کریں جس کی بنیاد کائنات میں سات زمینوں اور ان میں امر الٰہی اترنے کا بیان ہے کہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کو ان کا خاتم کیسے ٹھہرایا جائے۔ اس کی اصل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ اثر ہے جس پر حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام ''تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس'' رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو صحیح طور پر سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

# حضور ﷺ کی خاتمیت کی کائناتی وسعت

## ساتِ زمینوں کا ایک خاتم

**الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امّا بعد!**

کائنات یہی کچھ نہیں وہ جو ہم اپنے گردو پیش دیکھتے ہیں ہم میں سے کوئی اس کی جملہ وسعتوں کو عبور نہیں کر پایا:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

کتاب وسنت میں کائنات کی وسعتوں پر بہت سے اشارے ملتے ہیں۔ ہم کائنات کے تمام دائروں کو ایک احاطہ میں نہیں لاسکتے۔ قرآن کریم میں علم انسانی کی کمزوری اس طرح واضح کی گئی ہے۔

**’’ومایعلم جنود ربک الّا ھو‘‘** (المدّثر: ۳۱)

ترجمہ: کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر وہی (کہ کہاں کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں)

سورۃ الطلاق میں مختلف زمینوں کا اس طرح اشارہ ملتا ہے: ’’اور ہر زمین کے اپنے اپنے موڑ اور اپنے اپنے اشارے (lights) ہیں اور یہ سب زمینیں ایک دوسرے سے مختلف فاصلوں پر ہیں۔‘‘

**’’اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوات وّ من الارض مثلھن یتنزّل الامر بینھنّ لتعلموا انّ اللّٰہ علٰی کلّ شئ قدیر‘‘** (الطلاق: ۱۲)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمینیں بھی اتنی ہی۔ اترتا ہے ان میں (اس کا) حکم تا کہ تم جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں ہے سمائی ہر چیز کی۔

’’ومن الارض مثلھن‘‘ سے پتہ چلتا ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں جس طرح اس زمین میں فوق وتحت کے فاصلے ہیں اس طرح ساتوں زمینیں اپنا اپنا آسمان رکھتی ہیں۔ یہاں مثلیت سے مراد مثلیت فی العدد اور اس میں بھی مثلیت ہے کہ ہر زمین میں انسانی آبادی ہے اور اس میں اللہ کے احکام اترتے ہیں۔ وہ تکوینی بھی ہیں اور تشریعی بھی۔ تاہم ضروری نہیں کہ درجے میں بھی یہ سب زمینیں ایک سی ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ان میں پیغمبر بھی سب ایک درجے کے ہوں اور ان میں زمانوں کے فاصلے بھی یہاں کے سے ہوں۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ ہر ایک میں اولوالعزم پیغمبر یہاں کے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح آئے لیکن اس زمین کا پیغمبر خاتم اللہ رب العزت کے نظام حکمت سے اپنی ختم نبوت ذاتی سے ان تمام پیغمبروں پر بھی نبوت کا فیض رساں اور نور افشاں رہا۔ جس طرح اس زمین پر حضورﷺ سے پہلے آنے والے پیغمبر آپ ہی کے فیض سے نور نبوت پاتے رہے۔ ان دوسری زمینوں کے پیغمبروں پر بھی نبوت حضورﷺ کے افاضہ سے عارض ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’ونقل عن بعض المتکلمین ان المثلیة فی العدد خاصة‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۲۹۳ باب ماجاء فی سبع ارضین اوفی بیان وضعھا)

حافظ بدرالدین العینی بھی لکھتے ہیں: ’’والارض مثلھن قال سبع ارضین‘‘ (عمدة القاری ج۱۵ ص۱۱۱ شاملہ باب ما جاء فی سبع ارضین)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں سات زمینوں کا باب باندھا ہے: ’’باب ماجاء فی سبع ارضین وقول اللہ عزوجل الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن‘‘ اور آپ اس میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت لائے ہیں کہ حضور اکرمﷺ نے سات زمینوں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے: ’’من ظلم قید شبر من الارض طوّقه من سبع ارضین‘‘ (صحیح البخاری ج۱ ص۴۵۳ باب مذکورہ)

ترجمہ: جس نے کسی شخص کی ایک بالشت زمین بھی بغیر استحقاق کے لے لی، اس کی گردن پر (قیامت کے دن) سات زمینوں کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ یہ لسان رسالت سے سات زمینوں کا تذکرہ ہے۔

## حدیث سے سات زمینوں کا ایک اور ثبوت

ایک دن آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام ؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے بادل آیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: ’’کیا تم اسے جان گئے؟‘‘ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ بادل ہیں، یہ زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں تک نہیں پہنچاتے ہیں جو اس کا شکر نہیں کرتے اور نہ اسے وہ پکارتے ہیں۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ’’تم جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے؟‘‘ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی اسے بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ آسمان دنیا ہے، ایک محفوظ چھت ہے اور ایک رکی موج ہے۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ’’تم جانتے ہو کہ تم میں اور اس میں کتنا فاصلہ ہے؟‘‘ صحابہ نے کہا: ’’اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔‘‘

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’بینکم وبینھا میسرۃ خمس مائۃ سنۃ ثم قال ھل تدرون ما فوق ذالک (قالوا اللہ ورسولہ اعلم) قال فانّ فوق ذالک سمائین ما بینھما مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ حتی عدّ سبع سمٰوات ما بین کلّ سمائین کما بین السماء والارض ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک (قالوا اللہ ورسولہ اعلم) قال فانّ فوق ذالک العرش وبینہ وبین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال ھل تدرون ماالذی تحتکم (قالوا اللہ ورسولہ اعلم) قال فانّھا الارض ثمّ قال ھل تدرون ماالذی تحت ذالک (قالوا اللہ ورسولہ اعلم) قال فانّ تحتھا ارضاً اخریٰ بینھما مسیرۃ خمس مأۃ سنۃ حتی عدّ سبع ارضین بین کل ارضین مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لو انّکم دلّیتم رجلاً بحبل الی الارض السفلیٰ لھبط علی اللہ ثمّ قرأ ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن وھو بکلّ شئ علیم‘‘

(رواہ احمد والترمذی عن ابی ہریرۃ ؓ، جامع ترمذی ج۲ ص۱۶۵ باب ومن سورۃ الحدید)

اس حدیث سے سات زمینوں کا پتہ چلا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ یہ تمام زمینیں اوپر نیچے

ہیں اور یہ کہ یہ زمین جس میں ہم ہیں، سب سے اوپر ہے اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ہر زمین کا ایک اپنا آسمان ہے اور ہر کرہ زمین دوسرے کرہ زمین سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے۔ وہ مسافت پیدل ہے یا کسی سواری سے، یہ اس بحث کا موقع نہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب یہ بات ثابت ہوئی کہ سات آسمان ہیں اور وہ بھی اوپر نیچے کیف ما اتفق دائیں بائیں آگے پیچھے واقع نہیں اور پھر ان میں پانچ پانچ سو برسوں کا فاصلہ نکلا اور اس طرح زمینوں کا حال ہوا تو یہ بھی یقینی سمجھنا چاہئے کہ جیسے ساتوں آسمانوں میں آبادی ہے اور پھر اوپر کے آسمان والے نیچے کے آسمان پر والوں پر حاکم ہیں، ایسے ہی ساتوں زمینیں بھی آباد ہوں گی اور اوپر کی زمین والے نیچے کی زمین والوں پر (رتبۃً) حاکم ہوں گے۔''

## ان سات زمینوں میں کیا کوئی فرق مراتب بھی ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: تم جاہلیت میں اس طرح کے نشانات دیکھ کر کیا سمجھتے تھے؟ انہوں نے عرض کی ہم یہ سمجھتے تھے یہ نشان ہے کسی بڑے کی موت کا یا یہ کہ کسی بڑے کی اس دن پیدائش ہوگی۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**فانّه لا یرمی به لموت احد ولا لحیاته ولکن ربّنا تبارک اسمه وتعالیٰ اذا قضیٰ امراً سبّح له حملة العرش ثم سبّح اهل السماء الذین یلونهم ثم الذین یلونهم حتی یبلغ التسبیح الیٰ هذه السماء ثم سال اهل السماء السادسة اهل السماء السابعة ماذا قال ربکم قال فیخبرونهم ثم یستخبر اهل کل سماء حتی یبلغ الخبر الی اهل السماء الدنیا وتخطف الشیاطین السمع فیرمون فیقذفونه الیٰ اولیاء هم فماجاؤا به علیٰ وجهه فهو حق ولکنهم یحرّفونه ویزیدون. هذا حدیث حسن صحیح**'' (جامع ترمذی ج۲ ص۱۵۸ کتاب التفسیر باب ومن سورہ سبا)

ضروری نہیں کہ یہاں آدم سے مراد وہی آدم ہوں جو اس کرہ زمین میں اترے۔

ملاء اعلیٰ سے اس زمین پر اترنے والے ایک آدم ہوئے۔ ممکن ہے ان کے زمین پر اترنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اور عالمی مقام حاملین بھیجے۔ ان پر اپنے احکام اتارے اور ان میں جو آخری پیغمبر آئے، اس زمین کا آخری پیغمبران سے کچھ متأخر اس نشاء عنصری میں اترا ہو۔ اس صورت میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ نہ صرف اس زمین کے جملہ پیغمبروں کے خاتم ٹھہرے بلکہ دوسری چھ زمینوں میں بھی جو جو پیغمبر آئے، حضرت خاتم النّبیین ﷺ ان سب کے بھی خاتم رہے۔ اس جہت سے ہم اسے حضور ﷺ کی ختم نبوت مکانی بھی کہہ سکتے ہیں۔

ہم نے صرف تقریب الی الذہن کے لئے یہ ایک صورت آپ کے سامنے تجویز کی ہے۔ بعض متکلمین نے دوسری چھ زمینوں کے لئے جو لفظ ’’ومن الارض مثلهن ‘‘وارد ہے۔ اس سے صرف مثلیت فی العدد مراد لی ہے نہ کہ ہر پہلو سے وہ زمینیں اس زمین کی مثل ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے ان کے اس قول کو اپنی اپنی شروح میں نقل کیا ہے۔

تاہم ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کہ جس جس زمین میں بھی کوئی آدم گیا، وہاں اس آدم کے خلعت نبوت پانے سے بہت پہلے آنحضرت ﷺ کے لئے ملاء اعلیٰ میں نبوت ثابت ہو چکی تھی۔ ان چھ زمینوں کے پیغمبر حضور ﷺ کی ہی نور افشانی سے نبوت کے بلند مقام تک پہنچے اور پوری کائنات میں جہاں بھی کوئی کمال ظاہر ہوا، وہ اس جامع کمالات نبوت حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی ہی ایک نور افشانی تھی۔

## حدیث سے سات زمینوں کا ایک اور ثبوت

’’عن ابی الضحٰی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انّہ قال (الله الذی خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلهن) قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیّکم وآدم کآدمکم ونوح کنوح وابراهيم کابراهيم وعیسٰی کعیسٰی‘‘

(المستدرک للحاکم ج۲ ص۵۳۵ تفسیر سورہ طلاق)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ’’اخرجه الحاکم والبیهقی من طریق عطاء بن السائب عن ابی الضحیٰ مطولا واوّله ای سبع ارضین وکل ارض اٰدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراهيم کابراهيمکم وعیسٰی کعیسٰی کم

ونبی کنبیّکم قال البیهقی اسناده صحیح الّا انه شاذ بمرّة‘‘

(فتح الباری ج۶ ص۲۹۳ باب ما جاء فی سبع ارضین ونحوه فی عمدة القاری ج۱۵ ص۱۱۱ باب ایضاً)

حافظ جلال الدین السیوطی بھی لکھتے ہیں: ’’قال البیهقی اسناده صحیح ولکنّه شاذ لااعلم لابی الضحیٰ علیه متابعاً‘‘ (درمنثور ج۸ ص۱۹۷)

اس کے شذوذ پر ہم آگے جا کر کچھ بحث کریں گے۔ یہاں صرف یہ بات سامنے رکھیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے یہاں جو سات زمینوں کا پتہ دیا ہے۔ یہ کوئی شخص اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا۔ سو اسے حکماً مرفوع ہی سمجھا جائے گا۔

حاکم نے اسے المستدرک میں روایت کر کے کہا ہے: ’’هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه‘‘ (المستدرک ج۲ ص۵۳۵ تفسیر سورة الطلاق)

یہ حدیث صحیح سند سے ہے اور بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں اس کی تحسین کی ہے۔

’’فالظاهر انّه لم یخبر الّا عن توقیف من رسول الله ﷺ واذا صحّ حدیث ابن عباس المرفوع ارتفع الخصام‘‘

(روح المعانی ج۱۱ ص۲۱۲ تفسیر سورة الاحزاب شامله)

ترجمہ: یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی طرف سے ایسی بات نہیں کہہ سکتے سوائے اس کے کہ حضور ﷺ نے ہی انہیں ایسا بتایا ہو اور اس طرح جب اس حدیث کا موضوع ہونا صحیح طور پر ثابت ہو گیا تو پھر اس کے بارے میں ہر طرح کا نزاع اٹھ جائے گا۔

حضور ﷺ کی ایک یہ دعا بھی یاد رہے: ’’اللّٰهم رب السمٰوات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما اذرین انّا نسئلک خیر هٰذه القریة وخیر اهلها ونعوذبک من شرها وشر اهلها وشر ما فیها‘‘

(تفسیر قرطبی ج۱۸ ص۱۱۵ عن ابی نعیم تفسیر سورة الطلاق)

ابوالحسنات حضرت علامہ عبدالحیؒ لکھنوی اس اثر ابن عباس پر لکھتے ہیں: ’’ومن العلوم انّ الاثر الذی نحن فیه اقتصر الحاکم فی حقه علیٰ قوله صحیح الاسناد ولم یبیّن له علة قادحة واقتصر عمدة النقاد الذهبی علیٰ قوله حسن الاسناد ولم یذکر له علة جارحة والبیهقی وان ذکر فیه له علة لکنه ممّا لیس بقدح فی الحسن والصحه کافة فاذا الظاهر هوالحکم بصحة المتن والسند کلیهما من دونه وفقه‘‘ (زجرالناس ص ۲۲)

## کیاان ساتوں زمینوں میں اختصاص اس زمین کوحاصل ہے؟

کیوں نہیں؟ جس آسمان پر اللہ رب العزت کا عرش ہے وہ آسمان سب آسمانوں سے فائق ہونا چاہئے اور یہ زمین جس میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ اس نشاء عنصری میں تشریف لائے اسے سب زمینوں سے اعلیٰ اوراولیٰ ہونا چاہئے۔

خاتم المحدّثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ (۱۲۳۹ھ) ایک جگہ لکھتے ہیں۔ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں: ’’سید السمٰوات السماء التی فیه العرش وسیدالارضین التی انتم علیها‘‘

(تفسیر فتح العزیز، شاہ عبدالعزیز محدث دهلویؒ)

تمام آسمانوں میں سب سے عظیم وہ آسمان ہے جس پر عرش ہے اورتمام زمینوں میں سب سے زیادہ درجہ اس زمین کا ہے جس پرتم ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اوپر کا آسمان نچلے آسمانوں سے افضل ہے۔کیونکہ اس سے اللہ رب العزت کا عرش متصل ہےاوراوپر کی زمین وہ زمین ہے جس پر ہم ہیں۔اب سید ولدآدم وہی ہوگا جو ہرآدم کی اولاد کا بھی سردار ہو جیسے آفتاب کا فیض کہیں براہ راست آتا ہےاورکہیں آئینہ برائے نورافشانی اسے وہاں بھی پہنچا دیتا ہے جہاں سورج کی کرنیں براہ راست نہ پہنچتی ہوں۔

ا...... ان ساتوں زمینوں کے نبیوں میں تشبیہ فی الاسماء نہیں کہ وہاں ان ان ناموں کے

ہی پیغمبر ہوئے ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو آخری درجے میں کنبیکم فرمایا محمد لحمد کم نہ فرمایا۔ وہاں ان ان نبیوں کے مقابل ایک ایک نبی ہونا مراد ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان کی زبانیں اپنی اپنی ہوں اور ان کے نام بھی اپنے اپنے ہوں۔

۲...... جس طرح ہر ملک کا ایک بادشاہ یا صدر ہوتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر چھوٹے اور بڑے ملک کے بادشاہ یا سربراہ ایک جیسے ہوں اور ایک برابر کی عالمی قوت یا فوج کے مالک ہوں لیکن ان سب کی اپنے اپنے ملک سے نسبت ایک سی ہوتی ہے۔ اسے تشبیہ نسبت کہتے ہیں اور ایک شخص دوسرے سے جب اپنے علم جوہر بصیرت اور دیگر اوصاف میں ایک جیسا ہو تو اسے تشبیہ ذات یا تشبیہ مفرد کہیں گے۔ یہ ایک فرد کا دوسرے فرد جیسا ہونا ہے۔ اس حدیث ابن عباسؓ میں ساتوں زمینوں کے انبیاء میں کاف تشبیہ، تشبیہ نسبت کے لئے ہے نہ کہ تشبیہ مفرد کے لئے۔

۳...... یہ ساتوں زمینیں بھی اپنے مرتبہ میں ضروری نہیں کہ ایک جیسی ہوں جو آسمان عرش سے متصل ہوگا وہ نچلے آسمان سے افضل ہوگا اور جو زمین سب زمینوں سے اوپر ہوگی وہ سب زمینوں سے افضل ہوگی اور اسی طرح ہر زمین کے لوگ اپنے اوصاف وکمالات اور حالات ودرجات میں دوسری زمینوں سے فائق ہوں گے۔

۴...... ہر زمین میں جو پیغمبر سب سے آخر میں ہوا، گو وہ اپنی زمین کے اعتبار سے سب سے آخر میں ہوا لیکن کل کائنات کے اعتبار سے وہ سب پیغمبروں کا خاتم نہ ہوگا۔ کائنات کی نسبت سے خاتم النّبیین وہی ہوگا جو ان سات زمینوں میں سب سے اونچے درجے کی زمین میں آخری ہو پائے اور اس کا آسمان کا کسی پہلو سے عرش سے اتصال پا رہا ہو۔ اس پہلو سے خاتم النّبیین وہاں کی ختم نبوت سے بھی مشرف ہوگا۔

## ختم نبوت مکانی کا بیان

اس تفصیل سے ختم نبوت کے مختلف الانواع مباحث (ختم نبوت ذاتی وختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مکانی) سامنے آگئے۔ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت مکانی کی اساس یہ اثر ابن عباسؓ اور قرآن کریم کی آیت خاتم النّبیین ہیں اثر ابن عباس کو ہم پیچھے امام بیہقی اور

درمنثور کے حوالوں سے نقل کر آئے ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اس کی سند پر بھی کچھ مختصر بحث کریں۔ ازاں بعد ہم ان شاء اللہ! اسے آیت خاتم النّبیین سے تطبیق دے کر حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت مکانی کی بھی کچھ اور وضاحت کریں گے۔

نوٹ: اثر ابن عباس ہر چند سنداً صحیح ہے لیکن یہ خبر متواتر نہیں کہ سب کو اس عقیدے کا مکلّف ٹھہرائیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت زمانی ہر طرح کے تواتر قطع ویقین اور قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلائل سے ثابت ہے اور اس کے منکر کو گو وہ کسی تاویل سے اس کا انکار کرے، صف اسلام میں کسی درجہ میں جگہ نہیں دی جاسکتی لیکن کتاب کا نام جب ہم نے ''عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ'' رکھا تو ختم نبوت کے کچھ دوسرے مباحث بھی سامنے آ گئے۔

ایک عارف اس نکتہ کو اس طرح سمجھاتے ہیں: ''بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اس اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں سمجھئے کہ اس نے اس کی حشمت کے چھ حصے گھٹا دیئے فقط ایک ہی پر قناعت کی۔''

حضور ﷺ بے شک یہیں (اس زمین میں) مبعوث ہوئے اور آپ اب بھی یہاں اسی زمین میں مقیم ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی روحانی سلطنت ہفت اقلیم میں موجود ہے اور آپ کا فیضان ان تمام زمینوں میں اترتا ہے۔ خدا کی پوری خدائی میں آپ کے برابر کوئی نہیں نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی فرد بشر۔ حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ علماء دیوبند کی نسبت سے اپنے عقیدے کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

اے رسول امیں خاتم المرسلیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بعداز بزرگ توئی قصہ مختصر تو بہت دور کی کہی ہوئی بات ہے۔

## اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تحقیق وتوثیق

''واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصحّحه والبیهقی فی الشعب ج۷ ص۱۶۱، وفی الاسماء والصفات عن ابی الضحیٰ عن ابن

عباس فی قوله (ومن الارض مثلهن) قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیّکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراهیم کابراهیم وعیسٰی کعیسٰی قال البیهقی اسناد صحیح ولکنّه شاذ لا اعلم لابی الضحیٰ علیه متابعاً‘‘

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور ج۸ ص۱۹۷)

’’قال الذهبی اسناده صحیح ولکنّه شاذ بمرّة لا اعلم لابی الضحٰی علیه متابعا...... لامانع عقلا ولا شرعاً من صحته والمراد ان فی کل ارض خلقاً یرجعون الٰی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الٰی آدم علیہ السلام وفیه افراد ممتازون علٰی سائرهم کنوح وابراهیم وغیرهما فینا‘‘

(روح المعانی ج۱۴ ص۲۳۸ تفسیر سورۃالطلاق)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’ان باتوں کا منکر پورا اہل سنت تو نہیں کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے اور جس نے اس کو شاذ کہا (جیسے امام بیہقی) تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس نوع سے شاذ کہنا مطاعن حدیث سے نہیں سمجھا جاتا۔‘‘ (تحذیرالناس ص۷۲)

حافظ ابن اصلاح لکھتے ہیں: ’’مماخالف مفرده احفظ منه واضبط فشاذ ومردود وان لم یخالف وهو عدل ضابط فصحیح‘‘ (مقدمه ابن صلاح)

ترجمہ: سو جس مفرد نے اپنے سے زیادہ ضبط وحفظ والے کے خلاف کیا وہ تو واقعی شاذ ہے اور کسی نے اپنے سے زیادہ ضبط اور حفظ والے کی مخالفت نہیں کی تو وہ روایت صحیح تسلیم کی جائے گی۔

علامہ ابوحیان اندلسی (۷۵۴ھ) نے اس اثر ابن عباس پر جو کلام کیا ہے۔ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ’’اقول لا مانع عقلاً ولا شرعاً من صحته والمراد ان فی کل ارض خلقاً یرجعون الٰی اصل واحد رجوع بن اٰدم فی ارضنا الٰی آدم علیہ السلام وفیه افراد ممتازون علٰی سائرهم

کنوح وابراهیم وغیرها فینا‘‘(روح المعانی ج۱۴ ص۲۳۸ تفسیر سورۃ الطلاق)

ترجمہ:اس اثر ابن عباس کی صحت تسلیم کرنے سے عقلاً اور شرعاً کوئی امر مانع نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں ایسی مخلوق آباد ہے جو اپنی ایک اصل کی طرف اس طرح لوٹتے ہیں جیسا کہ ہماری اس زمین میں تمام بنی آدم، حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹتے ہیں اور ہر زمین میں کچھ ایسے افراد ہوئے جو اپنے دیگر افراد سے امتیازی شان رکھتے تھے۔ جیسے ہم میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے سواء اور کئی افراد ممتاز رہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اثر عباس کی رو سے حضور ﷺ کی خاتمیت کو اسی زمین کی نسبت سے آخری نبوت مانا ہے۔ سو ان کے ہاں آپ خاتم النّبیین اور اس اثر ابن عباس میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی ختم نبوت ذاتی کو ان زمینوں کے نبیوں کا یہی منبع فیض بتلایا ہے۔ اس تشریح سے بھی آیت خاتم النّبیین اور اس اثر ابن عباس میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ مولانا قصوری کے نزدیک حضور ﷺ کی خاتمیت اضافی ہے اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی استغراقی لیکن ان میں سے کسی کو بھی حضور ﷺ کی خاتمیت جو قرآن مجید سے ثابت اور اپنی جگہ قطعی اور یقینی ہے کا منکر نہ کہا جاسکے گا۔ لیکن افسوس کہ اس دور کے ایک مفسر قرآن حضرت مولانا قصوری کی اس طرح تردید کرتے ہیں۔ گویا وہ قرآن کریم کے الفاظ النّبیین کے استغراق کو کم کر رہے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں: ’’مولانا قصوری کا یہ جواب اس لئے صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی خاتمیت اضافی نہیں ہے بلکہ استغراقی ہے اور آپ کی خاتمیت قرآن مجید سے ثابت اور قطعی اور یقینی ہے جب کہ اس اثر ابن عباس کی صحت ظنی ہے۔ اس ظنی اثر کی وجہ سے قرآن مجید میں النّبیین کے عموم اور استغراق کو کم کرنا صحیح نہیں ہے۔‘‘ (تفسیر تبیان القرآن ج۱۲ ص۹۴)

معلوم نہیں جب یہ بزرگ خود اس اثر ابن عباس کو تسلیم نہیں کر رہے تو وہ کس جہت سے حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت کو استغراقی کہہ رہے ہیں؟

اس اثر ابن عباسؓ سے یہ مغالطہ نہ ہو کہ اس میں یہ جو الفاظ ہیں: ’’ونبی کنبیّکم ‘‘ان سے لازم آتا ہے کہ ان چھ زمینوں میں جو آخری نبی ہوں وہ بھی خاتم النّبیین ٹھہرتے ہیں ایسے نہیں۔ علم معنی میں یہ طے شدہ ہے کہ تشبیہ میں ہر چیز میں برابر ہونا ضروری نہیں وہ اپنی اپنی زمینوں کے تو بے شک آخری نبی ہیں لیکن خاتم النّبیین صرف حضور اکرم ﷺ ہی ہیں کہ اس زمینوں کے نبیوں کو بھی نبوت حضور کے پرتو نبوت سے ہی ملی اور حضور ﷺ زماناً بھی ان سب سے متاخر اس جہاں میں تشریف لائے۔

ہم اس پر حضور ﷺ کی ختم نبوت مکانی کی بحث ختم کرتے ہیں۔ ہم حضور کی ختم نبوت ذاتی ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مکانی ہر پیرایہ ختم نبوت پر پورا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن ان تینوں میں ختم نبوت زمانی کو بوجہ اس کے قطع وتواتر کے ایک پورے یقین سے تسلیم کرتے ہیں اس کا منکر کسی درجہ میں صف اسلام میں بیٹھنے کے لائق نہیں رہتا۔ ہم یہاں حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے وہ لافانی اثرات بھی ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں جنہیں پوری طرح سمجھنے اور قلب ونظر میں جگہ دینے سے مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔

# وحی محمدی کے لافانی اثرات

**الحمد ﷲ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امّا بعد!**

۱...... <u>وحی اپنے افراد حاشیہ کو ایک مرکز پر جمع کرتی ہے</u>

جس طرح دائرے کا محیط اپنے ہر مقام سے مرکز سے برابر کے فاصلے پر ہوتا ہے، ہر امتی اپنے ایمان میں پیغمبر سے برابر کے فاصلے پر ہوتا ہے اور اس سے ایک سی نسبت رکھتا ہے۔ نبوت اور امت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جوں ہی نبوت بدلی، امت بھی بدل جاتی ہے۔

یہ امت اس آخری دور میں تمام دنیا میں پھیل چکی ہے، اب وہ کون سی طاقت اور کون سا نام ہے جو تمام افراد امت کو ایک دائرہ میں سمو سکے۔ ظاہر ہے کہ وہ نام نامی اور اسم گرامی جناب حضور اکرم ﷺ کا ہی ہے۔ امت کا یہ عالمی محیط تقاضا کرتا ہے کہ اب کہیں کسی نئی وحی کی دعوت نہ ہو اور پوری امت اس ایک مرکز ہی پر جمع رہے۔ مسائل اور روایات کے کتنے ہی اختلاف کیوں نہ ہوں پر ان تمام افراد امت میں نبوت کا کوئی اختلاف نہ ہو سو کوئی نئی نبوت ملت میں تفریق تو کر سکتی ہے لیکن امت کے عالمی مسائل میں سے کسی مسئلے کو حل نہیں کر سکتی۔ امت کے مسائل حضور ﷺ کی نبوت کے سائے میں اجتہاد سے کشید ہوتے رہیں مگر یہ امت اپنے کسی نئے موضوع میں کسی نئی نبوت کی محتاج نہ ہوگی۔

اس پیغمبر نے وہ تمام بند توڑ دیئے جو ظالم اقتدار نے انسانوں کے آگے باندھ رکھے تھے اور وہ تمام قفل کھول دیئے جن کی چابیاں پہلے ہمیشہ اہل اقتدار کے پاس رہتی تھیں۔ آخری پیغمبر اور اس کی نبوت نے وسعت پاتے ہی قوموں کے گلے سے غلامی کے وہ تمام طوق اتار دیئے۔ پہلے سے اس کی آمد کی خبر اس طرح دی جا چکی تھی۔

**’’یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیّبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم. فالذین آمنوا بہ وعزّروہ ونصروہ واتّبعوا النّور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون‘‘** (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: وہ حکم کرے گا ان کو نیک کاموں کا اور روکے گا انہیں برے کاموں سے اور حلال ٹھہرائے گا ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام ٹھہرائے گا ان کے لئے ناپاک چیزیں اور اتارے گا ان پر سے بوجھ ان کے اور وہ غلامی کے طوق جو ان پر پڑے ہیں سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی رفاقت کریں گے اور اس کی مدد کریں گے اور تابع ہوں گے اس نور (قرآن) کے جو اس کے ساتھ اتارا جائے گا وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہوں گے۔

اس نبوت کی شان یہ بیان کی گئی کہ وہ پورے جہان اور کل نوع انسان کے لئے ایک ہی ہوگی، اس آیت سے اگلی آیت میں اسے اس طرح کھول دیا گیا ہے۔

''قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمعیا'' (اعراف:۱۵۸)

اب اس پیغمبر آخرالزماں کے بعد بنی نوع انسان کے لئے نصوص کے بعد اگر کوئی راہ ہے تو وہ اجتہاداً انہی نصوص سے مسائل کشید کرنے کی راہ ہے اور ظاہر ہے کہ مجتہدین کا اختلاف آسمانوں میں کوئی زلزلہ پیدا نہیں کرتا اور کتاب وسنت کے چشمے کبھی خشک نہیں ہوتے۔ کوئی مسلمان مرزابشیرالدین محمود (قادیانی) کی اس بات کو قبول نہ کر سکے گا۔

''مکہ ومدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔''

(حقیقت الرویاء ص۴۶، انوارالعلوم ج۴ ص۱۳۶)

تاریخ میں نبوت کی یہ اساسی حیثیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے کہ وحی اپنے ماننے والوں کو اپنے ایک مرکز پر جمع کرتی ہے۔ اس آخری دور نبوت میں ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جو حضورﷺ کی پوری امت کا مرکزی نقطہ ہے اور اس وقت اس پر ہی ہماری ملت کا مدار ہے۔ ہماری قومی سالمیت اور ملی وحدت جس ایک نقطہ پر مرتکز ہوتی ہے وہ سرورکائنات آنحضرتﷺ کی نبوت ہے اور ہمارے جملہ اصول وفروع اسی ایک چشمۂ حیات سے مستفیض اور اسی ایک شمع ہدایت سے مستنیر ہیں۔ حضور ختم مرتبتﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی پیدائش، وہ ماتحت نبی کے نام سے ہی کیوں نہ ہو، ملت کے ٹکڑے تو کر سکتی ہے مگر ہماری عملی ضرورتوں کو کوئی نسخہ شفا نہیں بخش سکتی ہے۔ ایسی ماتحت اقلیتیں کسی ایک اکثریت میں مدغم بھی ہو جائیں تو ان کا دامن وفا اس اپنی اس نئی اجتماعیت ہی سے وابستہ رہتا ہے اور تجربات کی دنیا اس پر ایک قوی گواہ ہے۔ اندریں صورت اس وقت اس مسئلہ کی سیاسی اہمیت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اور علامہ اقبال جیسے مفکرین کے بیانات اس پر شاہد عادل ہیں۔

## ۲...... انسانی آزادی پر آئندہ کوئی پابندی نہ آنے کی ہمیشہ کی ضمانت

انسان فطرتاً آزاد پیدا ہوا ہے۔ اگر اسے یہاں کلی طور پر آزاد چھوڑا جائے تو دیگر شرکاء جنس اور افراد معاشرہ اس سے بری طرح مجروح ہوں گے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ایک دن مرنا ہے۔ سو اگر کسی معاشرے کا یقین ہو کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جہاں وہ فصل کاٹی جائے گی جو تم یہاں بو رہے ہو تو اس فکر سے انسان کچھ پابندیوں کی ضرورت محسوس کرے گا جو افراد معاشرہ کو باہمی تصادم سے بچالیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے وحی کی لائن تجویز کی جو انسان پر بطور خلیفۃ فی الارض کچھ پابندیاں عائد کرتی ہے اور ان سے معاشرے میں ایک توازن قائم ہوتا ہے۔

بنی نوع انسان پر مختلف دوروں میں مختلف قسم کی پابندیاں لگتی رہیں اور انسان ایک نظام میں رہنے کی خاطر ان کو برداشت کرتا رہا۔ یہ پابندیاں لگانے والے اپنے اپنے وقت کے انبیاء بھی رہے۔ کچھ غلط پیشواء بھی رہے، اچھے حکمران بھی رہے اور ظالم حکمران بھی اور انسان ان سب پابندیوں کو سہتا رہا اور جدھر دریا کا رخ رہا بہتا رہا۔

وحی انسانی آزادی پر جو پابندیاں عائد کرے وہ انسان پر ظلم نہیں، معاشرے کو برقرار رکھنے کے لئے ہیں۔ خاتم النّبیین ﷺ کے آنے پر قوموں کو ضمانت ملی کہ اعتدال اور فطرت کی راہ سے جو پابندیاں تم پر لگنی تھیں، لگ چکیں۔ اب آئندہ تم پر کوئی اور پابندیاں نہ لگیں گی نہ کوئی اور نئی پابندیاں لگانے والا آئے گا اور تمہیں اپنا پابند کرے گا۔

انسان اپنے معاملات بطریق احسن ترتیب دینے کے لئے اپنے اوپر کوئی اور پابندیاں لگائے تو وہ بطور پالیسی ہوں گی۔ جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے وقت ان پر سیرت شیخین رضی اللہ عنہما پر چلنے کی پابندی لگائی۔ یہ ایک پالیسی کا التزام ہے کوئی آسمانی پابندی نہیں جس کے نہ ماننے پر آسمانوں میں زلزلوں کا شور ہو اور اس پر وباؤں کی دھمکیاں ملنے لگیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ انسانی آزادی پر آئندہ کوئی آسمانی پابندی نہ لگنے کی ایک ضمانت ہے۔ آئندہ جو شخص کسی قسم کا دعویٰ نبوت کرے، وہ اس سے ملت کا یہ حق سلب کرتا ہے اور اب یہ اس امت کا حق ہے کہ وہ اس سے مسلمان کہلانے کا پہلا حق جو اسے حاصل تھا، سلب کرلے۔

## ۳...... زندگی کو ہمیشہ کے لئے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جاسکتا

بقول علامہ اقبال مرحوم، ختم نبوت کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اب بنی نوع انسان میں کسی شخص کو اس بات کا حق نہیں رہتا کہ وہ کسی بالائی طاقت کے حوالہ سے دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکے اور نہ ماننے پر انہیں خدائی عذاب اور خوفناک زلزلوں کی دھمکیاں دے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کی حامل قوم دنیا کی سب سے زیادہ آزاد قوم رہے گی۔ اب جو نیا مدعی نبوت اٹھے گا، اس کا سب سے بڑا جرم انسانی آزادی کی اس ضمانت کو سلب کرنا ہوگا جو عقیدہ ختم نبوت نے اپنے ماننے والوں کو دے رکھی ہے۔

علامہ اقبال لکھتے ہیں: ''اسلام کا ظہور استقرائی فکر کا ظہور ہے۔ اس میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت کو بے حجاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ کے لئے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جاسکتا۔ اسلام نے ہر نئی مذہبی پیشوائیت اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو کہ نبوت کی تہہ میں پوشیدہ ہیں۔'' (حرف اقبال ص۱۴۰)

## ۴...... رسالت محمدی کا اقرار آئندہ کسی دور میں ناکافی نہ سمجھا جاسکے گا

''خدا تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے رسول بھیجے اور یقیناً ہر رسول اپنے اپنے زمانہ کے لئے ایک نور تھا اور ایک شمع تھی جس کے اجالے میں خدا کی راہیں نظر آتی تھیں۔ لیکن جب بھی کوئی نیا رسول آیا پہلے پر ایمان رکھنا کافی نہ رہا اور اس نئے نبی پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک نہایت بزرگ پیغمبر تھے۔ ان پر ایمان لانے والے اپنے وقت میں سب مؤمن تھے لیکن ان کے بعد جب اور پیغمبر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی نہ رہا۔ ان کے بعد آنے والے پیغمبروں پر بھی ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت تورات والے اولوالعزم پیغمبر تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی نہ مانا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانے میں ایک شخص اپنے نبی پر ایمان لاکر بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک نامقبول ٹھہر سکتا تھا اگر وہ آئندہ نبی پر تفصیلاً ایمان نہ لائے۔''

(ملخص نور ایمان مصنفہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مدنی ص۹، احتساب قادیانیت ج۴ ص۵۳۹)

حضور اکرم ﷺ سلسلہ انبیاء میں سب سے پہلے یا درمیان میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ پر ایمان لانا بھی کسی نہ کسی زمانے میں ناکافی ہوجاتا اور جس طرح ایک شریعت موسویہ کا حامل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے رضاء حق سے محروم اور آخرت میں جہنمی ہوسکتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والا بھی بعد کے نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے نامقبول اور جہنمی ہوسکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو ایک خاص بزرگی سے نوازا اور چاہا کہ اس کی رسالت کا اقرار آئندہ کسی دور میں بھی ناکافی نہ رہے اور اس پر ایمان لانے والا اس خطرے سے بالکل مامون ہوجائے۔ پس ضروری ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لانے کا کوئی موقع نہ رہے۔ جس طرح آپ ﷺ کے سامنے ایمان کا مدار آپ ﷺ کی ذات تھا، اب ہمیشہ کے لئے مدار ایمان آپ ﷺ ہی کی ذات رہے اور کبھی کسی اور پیغمبر کی بعثت آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھنے کو ناکافی نہ کرسکے اور رسالت محمدی پر ایمان اپنی ذات میں اس قدر کامل ہو کہ کسی آئندہ پیغمبر کی تصدیق کا محتاج نہ رہے۔ آپ ﷺ پر ایمان رکھنا مومن ہونے کے لئے ہمیشہ کافی رہے۔ اب کوئی نہیں جس پر ایمان لانا آپ ﷺ کے بعد درست ہو۔

دیوبند کے محدث جلیل حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں: ’’اس مربی اعظم کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں۔ اس کا ماننا نجات کے لئے کافی ہے۔ اس کے ذریعہ رضائے حق مل سکتی ہے اور اسی کی مخالفت سے خدا کا غضب ٹوٹتا ہے۔ خدا کی جنت اس کے گرد دور کرتی ہے اور اس کی جہنم اسی کے نام متبرک سے خائف ہے۔ کوئی نہیں جس پر ایمان لانا اس کے بعد درست ہو۔ اس لئے کہ اب وہ آگیا جو سارے جہان کو تسلی دینے والا ہے۔ ہر پیاسا اسی کے بحر شریعت سے سیراب ہوگا۔ ہر بھوکا اسی کے دسترخوان سے شکم سیر ہوگا اور ہر خائف اسی کے حریم امن میں پناہ پائے گا۔ اس کا دامن خدا تعالیٰ کی دائمی رضا کا ضامن ہے۔ کوئی نہیں جس کا نام اس کے نام سے اونچا ہوسکے۔ کوئی نہیں جو اس کی نبوت کے بعد اپنی طرف دعوت دینے کا حق رکھتا ہو۔

## ۵...... تکمیل انسانی کے تمام پہلو رسالت محمدی کی خاتمیت میں

اللہ تعالیٰ نے جن حکمتوں اور مصلحتوں کے لئے دنیا میں پیغمبر بھیجے تھے وہ سب حکم

ومصالح حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئیں۔ عالم انسانیت وحی کے نور اور ملاء اعلیٰ کی روشنی سے جس حد تک فیضاب ہوسکتا تھا۔ اس سے معمور ہوگیا اور تکمیل انسان کے تمام پہلو دنیا کے سامنے علماً اور عملاً واضح ہوگئے۔

نبی دنیا میں تکمیل انسانی کے ان پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں جو انسان اپنی محنت اور رسائی سے حاصل نہ کر سکے۔ انسان ان تک اپنے اکتساب سے نہیں پہنچ سکتا۔ نہ انسانی فکر کے پرندے کو وہاں تک پرواز ملتی ہے۔ انسانی بساط جہاں دم توڑے آسمانی ہدایت وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت نے انسانی ہدایت کے تمام پہلوؤں کو روشن کردیا اور اب قطعاً ضرورت نہ رہی کہ کسی خیر وعمل کے لئے کوئی اور انتظار رہے۔

رسالت محمدی کی خاتمیت سے مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی ایک نعمت جو انسانوں کو پہلے ملا کرتی تھی اب بند ہوگئی ہے، بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ اب وہ نعمت جو پہلے تغیّر پذیر رہتی تھی۔ اب اپنے کمال کے ساتھ نوع انسانی کے پاس ہمیشہ کے لئے موجود رہے گی۔ ختم نبوت سے کوئی نعمت ہم سے چھینی نہیں بلکہ دائمی طور پر حضور ﷺ کی نبوت سے مالا مال کر دیئے گئے۔ جس طرح سورج نکلنے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہتی اس نور آفتاب سے ہر درو دیوار روشن ہے اسی طرح حضور آفتاب رسالت کے بعد نوع انسانی کسی اور چراغ نبوت کی محتاج نہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت ختم نہیں، آپ ﷺ پر رسالت ختم ہے۔ یہ رسالت باقیہ ہے۔ اب رسالت کا ملنا ختم ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے آفتاب رسالت کو کبھی غروب نہیں کہ نبوت کے کسی نئے طلوع کی ضرورت ہو۔ اب طلوع اسلام کی کوئی نئی دعوت نہ دی جاسکے گی۔

## ۶…… عقیدۂ ختم نبوت سے مسلمان اب تک کیا مراد لیتے آئے ہیں

اکابر علماء اسلام نے اس حدیث (کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کے یہی معنی بتلائے ہیں کہ اب کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ یہ نہیں کہ پہلی سب رسالتیں ختم ہوگئی ہیں۔ ہاں اب ان رسالتوں میں سے کسی کا حکم جاری اور نافذ نہیں رہے گا۔ مفہوم ختم نبوت تقاضا کرتا ہے کہ پہلے پیغمبروں میں سے بھی کوئی یہاں آنکلے تو وہ اب آپ ﷺ کی شریعت کے ماتحت ہوکر رہے۔ کیونکہ یہ دور دور محمدی ہے۔ حضور ﷺ کی شان خاتمیت کے دو پہلو ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی قسم کا کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔ دوم یہ کہ پہلوں میں سے اگر کوئی آجائے تو وہ آپ ﷺ کے

احکام کے تابع ہوکر رہے۔ معراج کی رات بیت المقدس میں تمام پہلے پیغمبروں نے حضور اکرم ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی تھی۔ آپ ﷺ ہی امام الانبیاء تھے اور وہ نماز شریعت محمدی کے مطابق ہی ادا کی گئی تھی۔

پس ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ خود نبوت ختم ہوگئی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لئے باقی اور جاری ہے۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے۔ خاتم النّبیین ﷺ کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ پہلے سے کسی کو ملی ہو تو اس کی زندگی کا باقی رہنا حضور ﷺ کی نبوت سے متصادم نہیں بشرطیکہ وہ پہلی نبوت اب نافذ نہ رہے نہ اس کے احکام باقی سمجھے جائیں۔

## ۷...... رسالت محمدی کی جامعیت ہر دائرہ زندگی کو شامل ہے

پھر آپ ﷺ کی رسالت آپ کی دنیوی حیات تک محدود نہیں، ابدالآباد تک کے لئے ہے اور انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو شامل ہے۔ تبلیغ شریعت، تدبیر منزل، نظم ملت، قیام عدالت، تہذیب اخلاق، انتظام سلطنت اور ہر تقاضائے بشری کا حل اسی دائمی نبوت میں ملے گا۔ ان سب امور میں ہم حضور ﷺ کی تعلیمات کے دست نگر ہیں۔ کسی اور وحی کے محتاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی محمدی تعلیمات کے ساتھ اسلام کے سب تقاضوں اور مسلمانوں کی جملہ ضرورتوں کو تکمیل بخشیں گے۔ اب اس کرۂ زمین پر حضور ﷺ کے بعد خدا کا کوئی ایسا فرستادہ نہ آئے گا جس پر ایمان لانا مومن ہونے کے لئے ضروری ہو اور اس کے آنے سے حضور خاتم النّبیین ﷺ پر ایمان لانا ناکافی ٹھہرے۔ آپ ﷺ کی خاتمیت میں آئندہ کے ہر دور کی جامعیت ہے۔

## ۸...... خاتمیت کی جامعیت ہر مرتبہ وزمان کو محیط ہے

پھر آپ ﷺ کی خاتمیت صرف شریعت تک محدود نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی تشریعی پیغمبر پیدا نہ ہو بلکہ آپ ﷺ کی خاتمیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پر تمام مراتب انسانی کی انتہاء مانی جائے۔ یہ ختم نبوت مرتبی آپ ﷺ کو اس وقت بھی حاصل تھی۔ جب آدم علیہ السلام بھی ابھی تشریف نہ لائے تھے اور معراج کی رات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا بیت المقدس چلے آنا بھی اس کے خلاف نہ تھا۔ لیکن یہ خاتمیت مرتبی ختم نبوت کا پورا شرعی مفہوم

نہیں۔ختم نبوت کے شرعی مفہوم میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔آپ ﷺ کو یہ خاتمیت زمانی اس وقت حاصل ہوئی جب سب پیغمبر اپنے اپنے وقت میں دنیا میں تشریف لاچکے اور آپ ﷺ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ البتہ خاتمیت مرتبی آپ ﷺ کو شروع سے حاصل تھی۔ پھر آپ ﷺ کی رسالت آپ ﷺ کی دنیوی حیات تک محدود نہیں۔پیغمبر کی رسالت اس کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی۔حضور خاتم النّبیین کی نبوت ورسالت ابدالآباد تک جاری وساری اور قیامت تک کے ہر دور کو شامل ہے۔جس طرح اللہ رب العزت کی یہ سنت رہی کہ ہر زمانے میں پیغمبر مبعوث فرماتے ہیں: ’’اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس‘‘ (الحج:۷۵)

ترجمہ: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی پیغام لے جانے والے۔

اس زمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ختمی مرتبت کو چنا ہے۔اس عہد کے نبی اور رسول صرف آپ ﷺ ہیں۔مرتبہ میں آپ ﷺ پر سب مراتب کی انتہاء ہے۔زمانی طور پر آپ کی نبوت آپ کی بعثت سے قیامت تک کے دور کو محیط ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:’’میں اور قیامت ہاتھ کی ان دوانگلیوں کی طرح متصل ہیں۔‘‘

## ۹...... خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی نیا اختلافی موضوع نہیں ہے

یاد رکھنے خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی اختلافی موضوع نہیں ہے۔تمام مدعیان اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ پر تمام کمالات انسانی اور علوی مراتب ختم ہیں۔ مسلمانوں کے سب طبقے اور جملہ مدعیان اسلام:’’بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر‘‘ پر یقین رکھتے ہیں۔ختم نبوت مرتبی، ختم نبوت زمانی کی کی کوئی متوازی تشریح نہیں کہ اس کو مانا جائے یا اس کو نہ مانا جائے نہ ان دونوں میں کوئی تضاد ہے بلکہ دونوں قسم کی ختم نبوت حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی میں جمع ہے۔نہ آپ ﷺ سے مرتبہ میں کوئی نبی بڑا ہے نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی کسی درجے کا نبی پیدا ہوگا۔قادیانی ختم نبوت مرتبی پر خوامخواہ بحث شروع کردیتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت کا یہ پہلو ساری امت کا مسلّمہ اور مفروغ عنہا مسئلہ ہے۔ہاں! اہل اسلام ختم نبوت مرتبی کے ساتھ ساتھ ختم نبوت زمانی کو بھی ختم نبوت کا معنی لازم یقین کرتے ہیں اور ختم

نبوت زمانی کوضروریات دین میں سے جانتے ہیں اوراس کا انکار کفر سمجھتے ہیں۔ قادیانی لوگ حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں اور ظاہر ہے کہ صرف ختم نبوت مرتبی کا اقرار اس باب میں کافی نہیں ہوسکتا۔

آنحضرت ﷺ کی ختم رسالت میں شان جامعیت ہے کہ عملاً انسانی زندگی کے ہر پہلو کو شامل ہے۔ زماناً زندگی کے ہر دور کو شامل ہے مکاناً انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو محیط ہے۔ یہ نبوت انسانی اعزاز واعجاز کی ہر خلعت سے سرفراز ہے اور مرتبہ وکمال کی ہر سرحد پر حاوی ہے۔ اسلام میں ان امور میں سے کسی کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

## ۱۰...... ایک اہم سوال اوراس کا جواب

سوال: حضور ﷺ کی شان خاتمیت میں تمام مراتب کمالات کی انتہاء ہے یہ معنی علماء اسلام میں سے کیا پہلے بھی کسی نے بیان کئے ہیں؟ خود علماء کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی ایک ہی ہیں کہ زماناً آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو۔ کیا وہ غلط ہیں؟

جواب: ہاں! حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا ایک یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے لیکن اس کی ختم نبوت زمانی سے کوئی تبائن کی نسبت نہیں کہ وہ صحیح ہے یا یہ۔ آنحضرت ﷺ کو زماناً سب سے آخر میں اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ﷺ پر تمام مراتب کمالات کی انتہاء تھی ورنہ کسی دور میں اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آجاتا ہے۔

خاتمیت مرتبی کو جاننا ہر کسی کی رسائی میں نہیں اسے صرف اہل علم ہی سمجھ پاتے ہیں۔ البتہ ختم نبوت زمانی کو ہر شخص جان اور مان سکتا ہے۔ اس لئے جو چیز ضروریات دین میں سے سمجھی گئی ہے، وہ ختم نبوت زمانی ہے۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ (۹۶۹ھ) لکھتے ہیں: ''**اذا لم یعرف ان محمداً ﷺ اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانّہ من الضروریات**''

**(الاشباہ والنظائر ص ۱۰۲ طبع ایم ایچ سعید کمپنی کراچی)**

ترجمہ: جس نے یہ نہ جانا کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں، وہ مسلمان نہیں۔ ختم نبوت (زمانی) کا اقرار ضروریات دین میں سے ہے۔

علامہ ابن نجیم کے اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ:''عوام کے لئے آپ کو اس ایک معنی میں خاتم النّبیین ماننا کافی ہے کہ آپ زماناً سب نبیوں کے آخر میں ہوئے اس کے یہ معنی نہایت عام فہم ہیں۔ اسلام میں کفر واسلام کا مدار اسی معنی کو ٹھہرایا گیا ہے اور اسے اسی معنی میں ضروریات دین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ اس ایک معنی کے مقابل اور کوئی معنی نہیں۔ خاتمیت مرتبی اس کے مقابل نہیں اس کے ساتھ ہے۔''

یہ خاتمیت مرتبی کہ مرتبہ میں آپ ﷺ سب سے اوپر ہیں آپ کو پہلے سب انبیاء پر حاصل رہی اور اس پہلو سے آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ہنوز پانی اور مٹی میں تھے۔ کائنات میں دعوت الی اللہ کا آغاز آپ سے ہوا۔ گو بعد میں اس جہان کے یہ مناظر اور جلوے آپ کی یاد سے اٹھالئے گئے تاہم سب سے پہلے داعی الی اللہ آپ ہی ہوئے۔

علامہ فاسی دلائل الخیرات کی شرح میں لکھتے ہیں:''**فلم یکن داع حقیقی من الابتداء الی الانتهاء الا هٰذه الحقیقة الاحمدیة**''

ترجمہ: حقیقی درجے میں اللہ کی طرف بلانے والا ابتداء سے انتہاء تک ایک ہی رہا ہے اور وہ یہی احمدی حقیقت ہے۔

اسراء کی رات بیت المقدس میں آپ ﷺ کی اسی شان کا ظہور ہوا۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:''**ولیس فی الرسل من یتبعه رسول الّا نبیاً وکفٰی به شرفاً لهٰذه الامة المحمدیة**''

ترجمہ: یہ اس طرح ہے کہ آپ سب پہلے انبیاء کے بھی نبی ہیں اور آپ ﷺ کی اس امت کو بھی یہ شرف کافی ہے کہ آپ ﷺ اس کے بھی نبی ہیں۔

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ ج۷ ص۴۰۳ شاملہ)

قرآن کریم کی آیت میثاق بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اس میں تمام انبیاء سے عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ دنیا میں جائیں تو اس نبی خاتم کے آنے کا اعلان کریں اور جہاں تک ہو سکے اس کی نصرت کریں۔ (دیکھیں سورۂ آل عمران:۸۱)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ پر نبوت کے تمام کمالات کی انتہاء ہوئی۔ یہ ختم نبوت مرتبی ہے۔ عوام اس معنی تک نہ پہنچ سکیں نہ سہی لیکن ختم نبوت زمانی اپنے مفہوم میں

بالکل عام فہم ہے۔ اسے عالم اور غیر عالم سب برابر سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضروریات دین میں اسی کو رکھا گیا ہے۔

## ۱۱...... شان خاتمیت مرتبی آپ ﷺ کا ایک وسیع دائرہ نبوت ہے

حضور ﷺ نے اپنی جس نبوت کی خبر اپنے اس ارشاد میں دی وہ آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی ہے۔ ’’**انا خاتم النّبیین و آدم لمنجدل فی الماء والطین**‘‘ میں اس وقت بھی خاتم النّبیین تھا جب آدم علیہ السلام ابھی ایک جسد خاکی میں نہ آئے تھے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۲ھ) حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا ایک یہ معنی بھی لکھتے ہیں:

بہر ایں خاتم شد ست او کہ بہ جود — مثل او نے بود ونے خواہند بود
چوں کہ در صنعت برد استاد دست — نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

ترجمہ: آپ اس جہت سے بھی خاتم النّبیین ہیں کہ علم وفیض کی جود وعطاء میں کوئی آپ ﷺ کے برابر نہیں آسکا اور نہ کبھی آئندہ آئے گا۔ جب کوئی شخص کسی فن میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم نہیں کہتے کہ تجھ پر یہ فن ختم ہے۔

ہاں! آپ کی مرتبی شان خاتمیت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی خاتمیت زمانی نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ آپ کی خاتمیت مرتبی کا ہی اقتضاء تھا کہ آپ کو زماناً سب سے آخر میں بھیجا گیا۔ عوام کا ذہن یہاں تک نہیں پہنچتا وہ سمجھتے ہیں کہ آپ خاتم النّبیین صرف اس معنی میں ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ صرف بعد میں آنا یہ بالذات کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ اس میں اگر فضیلت ہے تو اسی جہت سے ہے کہ جس ذات پر مراتب کی انتہاء ہوا سے سب سے آخر میں رکھا جاتا ہے۔

ہاں! ختم رسالت کا یہ مفہوم کہ ہر کسی کو اس کا پتہ چلے وہ بے شک ختم زمانی ہے اور وہ اس طرح عیاں ہے جیسے چڑھتا ہوا سورج مگر اس سے بھی خاتم مراتب کمال کی کرنیں ہی پھوٹتی ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

یا رسول اللہ رسالت را تمام — تو نمودی ہمچو شمس بے غمام
ایں کہ تو کردی دو صد مادر نہ کرد — عیسیٰ و افسونش باعاذر نہ کرد

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو اس طرح شان تمام بخشی ہے۔ جیسے سورج بغیر بادلوں کے جلوہ فگن ہو۔ اپ نے جو کمالات ظاہر کئے دو سو مائیں ایسا مرد کامل نہ جن سکیں۔ حضرت عیسیٰ کا عاذر کو دم کرنا بھی اسے ہمیشہ کی زندگی نہ دے سکا۔

پہلے شعر میں ختم نبوت زمانی کا ظہور عام ہے۔ دوسرے شعر میں مولانا پھر خاتمیت مرتبی پر آ گئے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ختم نبوت مرتبی کی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر تائید کی اور پھر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ الظہور میں کھل کر آپ کا خاتم کمالات ہونا بیان فرمایا۔

(میلاد النبی ص۴۷ شائع کردہ نیو تاج آفس دہلی)

ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ کبھی کسی درجے میں اختلافی نہیں رہا۔ ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی میں کوئی نسبت تبائن نہیں ہے کہ وہ صحیح ہے یا یہ۔ بلکہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زماناً خاتم النّبیین ماننے کے ساتھ ہمیشہ خاتم مراتب کمال تسلیم کیا گیا ہے نہ کوئی کبھی آپ کے برابر کا ہوا اور نہ کوئی کسی درجے میں آپ کے بعد آیا۔ اسلام میں اس مسئلے میں کسی کو کسی قسم کا کوئی تردد یا شک نہیں رہا ہے۔ جس طرح آپ کا خاتم النّبیین ہونا متواترات دین میں سے ہے اس طرح اس لفظ کا مدلول بھی کبھی کسی درجے میں ظنی یا مشتبہ نہیں رہا۔

## ۱۲...... قطعیات کا مفہوم مجمع علیہ نہ ہو تو ان میں قطعیت نہیں رہتی

کوئی بات اسناداً اور ثبوتاً تو متواتر ہو مگر معناً اور دلالۃً اس میں مختلف اقوال ہوں وہ مختلف اقوال بھی علیٰ سبیل الجمع نہیں۔ علیٰ سبیل التبائن ہوں تو ظاہر ہے کہ ان احتمالات سے ان کی قطعیت باقی نہیں رہتی۔ اسلام میں لفظ خاتم النّبیین ثبوتاً اور معناً ہر پہلو سے قطعی اور یقینی ہے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ لفظ خاتم النّبیین کے معنی مراد پر اسلام کے ہر دور اور ہر طبقے کا اجماع ہوا اور اگر کوئی دو قول پائے جائیں تو وہ علی سبیل الجمع ہوں نہ کہ علیٰ سبیل التبائن۔

قادیانی خاتم النّبیین کے معنی ''خاتم مراتب کمال'' کا انکار نہیں کرتے لیکن خاتمیت زمانی کا وہ کھلے بندوں انکار کرتے ہیں اور مسلمان یہ معنی علیٰ سبیل الجمع کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم مراتب کمال ہونا ختم نبوت کے اس معنی کے ساتھ جمع ہے جو امت اب تک اس سے مراد لیتی چلی آئی ہے اس کی لطافتیں اور تجلیات جتنی ہوں سب درست مگر اس سے عوامی مجمع

علیہ معنی (ختم نبوت زمانی) کا کہیں انکار نہ ہونا چاہئے۔ اس میں شک اور تردد بھی کفر ہے۔

## ۱۳...... لفظ خاتم النّبیین کا مفہوم ایک تاریخی تسلسل رکھتا ہے

جس طرح خاتم النّبیین کے الفاظ تواتر اور قطعیت رکھتے ہیں اس کے معنی اور مفہوم کا بھی ایک تاریخی تسلسل ہے۔ ہم یہاں یہ بات بتلانا چاہتے ہیں کہ امت محمدیہ نے اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں عقیدہ ختم نبوت کو کس معنی اور کس مفہوم میں قبول کیا ہے۔ اس کتاب میں آپ کو اس کی صدی وار شہادتیں ملیں گی یہاں تک کہ چودھویں صدی میں بھی معنی سامنے آجائے تو پہلے سے صدی وار چلا آرہا ہے۔

## ۱۴...... قرآن کریم کا تسلسل اور فہم امت ساتھ ساتھ چلے ہیں

جو بات کہیں کہی جائے اور اس کے سننے اور ماننے والے سب اس سے ایک ہی بات سمجھیں اور یہ بات ایک دو دن نہیں صدیوں اسی طرح چلتی رہے تو اسے تاریخ میں فہم امت کا درجہ حاصل ہوگا۔ حضورﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کو امت نے اپنے اس تاریخی تسلسل میں جس معنی میں قبول کیا ہے اس معنی و مفہوم کو بھی اس امت میں وہی قطعی اور یقینی درجہ حاصل ہوگا جو خود ان الفاظ کو۔ سو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ قرآن کریم اور فہم امت دونوں ایک تسلسل سے ساتھ ساتھ چلے ہیں اور اس دوران ہر صدی میں جو مجدد آتے رہے وہ اس بات کے ذمہ دار رہے کہ اس امت کے عقائد قطعیہ میں کوئی غلطی راہ نہ پاسکے۔ اسے اگر یوں سمجھا جائے کہ اس امت میں کوئی بڑی غلطی سو سال سے زیادہ مدت نہیں پاسکتی تو بے جا نہ ہوگا۔

ختم نبوت کے اس مفہوم پر جس پر آج پوری امت جمع ہے۔ چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور جتنا مسلمانوں کا قطعی اور یقینی اجماع اس عقیدے پر رہا ہے شاید ہی کسی اور مسئلے پر ہوا ہو۔

## ۱۵...... فہم امت کو یہ اختصاص قرآن کی رو سے حاصل ہے

ہماری اس تحقیق کی اساس امت محمدیہ کا یہ اختصاص ہے کہ یہ خیر امت ہے اس کا مجموعی فیصلہ ہمیشہ حق رہا ہے۔ اس کی مخالفت ایک امر منکر اور عمل باطل ہے۔ اس امت کا اجماع کبھی خلاف حق پر نہیں ہو پاتا۔ جس پر اس امت کا اجماع ہو وہ یقیناً راہ نبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو خاتم النّبیین فرمایا تو پوری امت نے آج تک اس سے

یہی ایک معنی سمجھے کہ آپ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت نہ پائے گا۔ بعض اہل فہم نے جیسے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں اگر اس کے ایک معنی خاتم کمالات بھی سمجھے تو یہ معنی ختم نبوت زمانی کے ساتھ جمع سمجھے جائیں گے۔ یہ ان میں کوئی نسبت تباین نہیں ہے۔ پھر ان دو میں ختم نبوت زمانی زیادہ روشن ہے۔ کیونکہ اسے عوام وخواص سب سمجھتے اور مانتے ہیں اور خاتم مراتب کمالات کو سمجھنا ہر کسی کی رسائی میں نہیں گو اس پر بھی پوری امت کا عقیدہ ہے۔

## ۱۶...... اجماع امت نشان راہ نبوت ہے

راہ ہدایت وہ راہ ہدایت ہے جو آنحضرت ﷺ نے بنی نوع انسان کو دکھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ خبر دی کہ اس کا ہر امر معروف اور اس کی ہر نہی منکر ہے اور یہ کہ امت مجموعی طور پر ایمان سے ممتاز رہے گی۔ جس بات کا یہ حکم کر دیں وہ یقینی طور پر معروف ہوگی اور جس بات سے روک دیں وہ یقینی طور پر منکر ہوگی۔

’’کنتم خیر امّة اخرجت للنّاس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله ولو اٰمن اهل الکتاب لکان خیراً لهم منهم المؤمنون واکثرهم الفاسقون‘‘ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے۔ تم جن کاموں کا حکم دیتے ہو وہ معروف ہیں اور تم جن باتوں سے روکتے ہو وہ یقیناً منکر ہیں اور تم پر ایمان رکھتے ہو (یہ ان کے باطن کی خبر دے دی) اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ کچھ تو ان میں ایمان لائے ہوئے ہیں اور اکثر نافرمان ہیں۔

یہ خیر امت دوسری قوموں کے لئے اللہ کے دین کے گواہ ہیں اور خود ان کے لئے ال کے دین کی گواہ حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

’’وکذالک جعلناکم امة وسطاً لّتکونوا شهداء علی النّاس ویکون الرّسول علیکم شهیداً‘‘ (البقرہ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی امت بنایا جو نہایت اعتدال والی ہے کہ تم لوگوں پر خدا کے گواہ رہو اور یہ رسول برحق تم پر خدا کا گواہ رہے۔

یہ خیر الامم سب بنی نوع انسان کے لئے مرضیات خداوندی کا نشان اور شہادت حق

کا عنوان ہے۔ دین کی راہیں آئندہ دنیا میں انہی کے ذریعہ روشن ہوں گی اور ان پر خود سرور کائنات اللہ کے دین کے گواہ ہیں۔

## ۱۷...... حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاں نشان راہ نبوت

قرآن کریم کی مرادات اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اسی خیرامت کے ذریعہ آگے پھیلیں اور یہی لوگ آئندہ کے لئے کتاب وسنت کے الفاظ ومعانی کے علمبردار اور ان کے نگران ٹھہرے اور اب دین کا تسلسل انہی کے ذریعہ قائم رہے گا۔

قرآن کریم میں ہے: ’’وممّن خلقنا امّة يّهدون بالحقّ وبه يعدلون‘‘ (اعراف: ۱۸۱)

ترجمہ: ان لوگوں میں جنہیں ہم نے پیدا کیا ایک جماعت ہے جو راہ بتلاتے ہیں سچی اور اس کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرامؓ کو متنبہ فرمایا کہ وہ بہترین اعمال اختیار کریں۔ کیونکہ وہ آئندہ تمام لوگوں کے پیشواء ہوں گے لوگ ان کی پیروی کریں گے۔

آپ نے حضرت طلحہؓ سے کہا: ’’انّكم ايها الرّهط ائمة يقتدى بكم النّاس‘‘ (مؤطا امام مالک کتاب الحج ص ۱۳۲ باب ما يکره للمحرم ان يلبس من الثياب)

ترجمہ: اے اصحاب رسول تم لوگوں کے پیشوا ہو۔ آئندہ لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔

حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں ایک کتابیہ سے نکاح کیا حضرت عمرؓ کی نظر میں یہ عمل حضرت حذیفہؓ کی شخصیت کے مناسب نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نہ چاہتے تھے کہ امت میں اہل کتاب کی طرف میلان عام ہونے پائے آپؓ نے باوجودیکہ حضرت حذیفہؓ کا عمل شرعاً جائز تھا مگر آپؓ مسلمانوں میں اسے عام کرنے کے حق میں نہ تھے۔ آپ نے حضرت حذیفہؓ کو فی الفور اسے طلاق دینے کا حکم دیا۔

حضرت امام محمد (۱۸۹ھ) روایت کرتے ہیں آپؓ نے انہیں لکھا: ’’اعزم عليك ان لا تضع كتابى حتّى تخلى سبيلها فانّى اخاف ان يقتدى بك المسلمون فيختار والنساء المسلمين‘‘ (کتاب الآثار ص ۱۰۵ ص ۷۹ باب من تزوج اليهودية والنصرانية انّها لا تحصن طبع ادارہ علوم الاسلامیہ کراچی)

میں تمہیں پورے ضبط سے یہ حکم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط پڑھ کر اس وقت تک نیچے نہ بیٹھنا جب تک کہ تم اس عورت کو طلاق نہ دے دو کیونکہ مجھے ڈر ہے دوسرے مسلمان تمہاری اقتداء کریں گے ایسا نہ ہو کہ اس طرح ذمی عورتوں سے نکاح کرنے کو ترجیح دینے لگیں۔

اس پر حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’**وبه نأخذ لا نراه حراماً ولكنّا نرى ان يختار عليهنّ نساء المسلمين وهو قول ابى حنيفة** رحمۃ اللہ علیہ‘‘ (ایضاً)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کریمہ پوری امت کے لئے پیشواء سمجھی جاتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ ان کے کسی عمل سے امت کہیں کسی غلط عمل پر نہ جا نکلے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں صحابہ کی پیشواء حیثیت کسی حلقے میں محل کلام نہ تھی۔

سنن دارمی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۵ھ) میں عباد بن عبدالخواص الشامی سے منقول ہے:

’’**كان القرآن امام رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **وكان رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **اماما لاصحابه وكان اصحابه ائمة لمن بعدهم**‘‘

**(سنن دارمی ج ۱ ص ۱۶۰ رساله عباد ابن عباد الخواص الشامی)**

ترجمہ: قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امام تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے امام تھے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بعد میں آنے والے لوگوں کے پیشواء ہیں۔

دین اسی تسلسل سے ہم تک پہنچا ہے۔ دین سمجھنے میں اگر ہم ان حاملین دین سے استفادہ نہ کریں اور یہ نہ سوچیں کہ کتاب وسنت اسلام کی ان تیرہ صدیوں میں کن کن شاہراہوں سے گزر کر ہم تک پہنچتے ہیں تو ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کی مرادات صرف الفاظ سے طے نہ ہوسکیں گی۔ اس کے لئے تسلسل امت پر گہری نظر درکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اپنے وقت کے بہترین عباد الرحمٰن (اللہ کے بندے) تھے ان کی یہ دعا رہی ہے:

’’**واجعلنا للمتّقين اماماً**‘‘ **(الفرقان:۷۴)**

ترجمہ: اور تو ہمیں پرہیزگار لوگوں کا پیشواء بنادے۔

اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے سے پہلے کے پرہیزگار لوگوں کو اپنا امام مانیں جس طرح قطروں کا قوام ایک تار میں قوام بنتا ہے اسی طرح دین ایک قوام میں مربوط ومسلسل چلتا

ہے۔حضرت ابوہریرہؓ کی ایک یہ دعاملاحظہ کیجئے:’’الحمد للہ الذی جعل الدین قواماً وجعل ابا ھریرۃ اماماً‘‘

(حلیہ ابی نعیم ج ۱ ص ۳۸۵ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ پاکستان)

## ۱۸......امام بخاریؒ کے ہاں تسلسل امت کی اہمیت کس طرح تسلیم کی گئی

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کرامؒ اور ائمہ کرامؒ کو علم وتقویٰ کی دولت ملی تھی۔صحابہ کرامؓ ان متقین کے واقعی امام تھے اور یہ ان کے تابعین اور پیروتھے۔پھر ان متقین کی یہ دعا رہی اور دین علم وتقویٰ کے ان اساطین کے ذریعہ عملاً اور علماً مسلسل چلتا رہا۔ حضرت امام بخاریؒ قرآن کریم کی اس دعا کا حاصل ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں، یہی تسلسل امت ہے۔

’’نقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعدنا‘‘

(صحیح بخاری ج۲ ص ۱۰۸۰ باب الاقتداء السنن رسول اللہ وقول اللہ تعالیٰ)

ترجمہ: جو ہم سے پہلے گزرے ہیں ہم ان کی پیروی کریں اور جو ہمارے بعد آئیں وہ ہماری پیروی کریں۔

اسی تسلسل میں عقیدہ ختم نبوت کا ایک مسلسل اور مقطوع بہ عقیدہ چلا آتا ہے۔

اسلام ایک زندہ حقیقت ہے جو صرف روایات میں نہیں اپنی مرادات میں بھی ہر دور میں واضح رہا ہے اور صرف نقل میں نہیں امت کے عمل میں بھی تسلسل سے چلا ہے۔قرآن پاک سرچشمہ علم ہے مگر فہم امت کو نظرانداز کر کے ہم اس کی صحیح مرادات نہ پاسکیں گے۔آنحضرتﷺ کی سنت روشن ہے مگر بدون تسلسل اس کا پھیلاؤ نہ ہوسکے گا۔اسلام صرف صحائف علم میں نہیں صحائف اعمال میں بھی مسلسل ہے اور اسی تسلسل سے یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔

## ۱۹......عقیدہ ختم نبوت کس مفہوم میں ہم تک پہنچا ہے

ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی۔آنحضرتﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لئے باقی اور جاری وساری ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے اور خاتم الانبیاء کے بعد اب کسی شخص کو نبوت نہیں ملے گی۔پہلے سے کسی کو ملی ہو تو اس کی بقاء حیات کا حضورﷺ کی نبوت سے کوئی تصادم نہیں۔ہم نبوت کے ملنے کو تو حضورﷺ

پر ختم مانتے ہیں لیکن آپ کی نبوت کو باقی اور جاری سمجھتے ہیں۔ حضورﷺ کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے متحقق اور جاری ہے جس طرح اللہ رب العزت کی یہ سنت رہی ہے کہ ہر زمانے میں پیغمبر مبعوث فرماتے رہے۔ اس عہد کے بھی آنحضرتﷺ ختمی مرتبت ہی رسول ہیں اور اس عہد کے نبی اور رسول صرف اور صرف آنحضرتﷺ ہی ہیں۔ اس عہد نبوت کی ابتداء حضورﷺ تاجدار مدینہ کی بعثت سے ہوئی تھی اور اس عہد کا دوسرا کنارہ قیامت سے متصل ہے۔ اس دوران کسی اور نبی کی بعثت نہیں۔ حضورﷺ پر ہر نبوت کا ملنا ختم ہو چکا ہے۔

''قال رسول اللہ ﷺ بعثت وانا والساعة کھاتین وجمع بین اصبعیه'' (سنن ابن ماجه ص ۲۹۳ کتاب الفتن)

## ۲۰...... اب سارے کام امت کی ذمہ داری میں دیئے گئے

نفاذ شریعت کا کام اس امت میں خلفاء کریں گے۔ مسائل غیر منصوصہ کا حکم دریافت کرنے کے لئے استنباط اور استخراج کا کام مجتہدین کریں گے۔ قرآن کی حفاظت کا کام حافظ اور قاری کریں گے اور تزکیۂ قلب اور دلوں میں خدا کی محبت اتارنے کی محنت اولیاء کرام کریں گے۔ کوئی ایسی ضرورت نہ ہوگی جس کے لئے کسی نئے نبی کی بعثت ہو۔

آنحضرتﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ پوری امت کی پوری روایات پر چھایا ہوا ہے اس امت میں دین کا ہر کام حضور ختمی مرتبت کے سایہ میں ہوگا اور امت کے یہ چنے ہوئے لوگ برابر اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے۔ نبوت کا کوئی کام باقی نہیں جس کے لئے کسی نئے نبی کی ضرورت ہو۔

عقیدہ ختم نبوت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پرانے نبیوں میں سے اگر کوئی یہاں آئے جیسا کہ معراج کی رات تمام انبیاء سابقین بیت المقدس میں حاضر ہوئے تھے تو انہیں یہاں مقتدی بن کر رہنا ہوگا۔ نبی بن کر نہیں۔ کیونکہ یہ دور نبوت محمدیہ کا دور ہے۔ اب یہاں کسی اور نبوت کے لئے راہ نہیں۔

آیت خاتم النّبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی لائن پر عقیدہ ختم نبوت چودہ سو سال سے اس یقین اور قطعیت سے مسلسل چلا آرہا ہے کہ اس موضوع پر امت میں کبھی کوئی دو رائے نہیں ہوئیں اور یہ مسئلہ جس طرح اپنے ثبوت میں قطعی ہے اپنی دلالت میں بھی بالکل

واضح اور صاف ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان خاتمیت اپنے ان تمام روشن پہلوؤں کے باوجود متنازعہ فیہ کیوں بن گئی؟ اور اس امت سے ایک گروہ اس عقیدہ سے نکل کیوں گیا؟ اور دیکھتے دیکھتے درمیان سے ایک اور امت کا آغاز کیسے ہوگیا؟ وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے ان خطوط پر ایک علیحدہ امت بنا ڈالی؟ جنہوں نے مردم شماری کے کاغذات میں اپنی علیحدہ خانہ پری کرائی یہاں تک کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کی اس امت سے قطعی علیحدگی پر یک زبان ہوئے۔ اسے سمجھنے کے لئے ہندوستان کے انیسویں صدی کے نصف آخر کے حالات پر نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنی تحریک شروع کی تو یہ وقت تھا جب برطانوی سامراج کو ہندوستان میں اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی ایک جھلک ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دیکھ چکے تھے اور ضرورت تھی کہ اس مذہبی انقلابی جذبہ کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ لیکن یہ معلوم کرنا ابھی کچھ باقی تھا کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے حکم جہاد کیسے روکا جاسکتا ہے اور کیا امت میں کوئی ایسا وقت آئے گا جب حکم جہاد نہ رہے۔ برطانوی سامراج کو اس وقت کی تلاش تھی اور ظاہر ہے کہ یہ وقت حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے کے بعد کا ہی ہوسکتا تھا سو انگریزوں کو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے جلد اتارنے کی سیاسی ضرورت تھی۔

## ۲۱...... قادیانیت کا موجودہ بحران اور اس کے اسباب

قادیانیت کے موجودہ بحران کے زیادہ ذمہ دار علماء کرام ہیں یا خود قادیانی قیادت؟ اس موضوع پر عام لے دے ہو رہی ہے۔ افسران کرام تو حکومت کے ہاتھوں مجبور ہیں، لیکن خود حکومت کو بھی اس صورت حال میں کچھ حقیقت پسندی اختیار کرنی چاہئے۔

مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت سے حالات پر کیا اثر پڑنا چاہئے تھا؟ جو پہلے مدعیان نبوت سے پڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ نبوت کیا تو اگرچہ انہوں نے کل تورات منسوخ نہ کی مگر انہوں نے اپنے ماننے والوں کی ایک علیحدہ جماعت بنائی۔ نہ ماننے والوں کو نہ کہا کہ تم دین تورات پر نہیں رہے۔ اب تم مومن نہیں ہو اس کی بجائے وہ حواریوں میں اپنی بات کرتے اور ان کے ذریعہ اپنی بات آگے پہنچاتے تھے۔

آنحضرت ﷺ آئے تو آپ نے اپنی بات کہی اور ایک نئی امت بنائی۔ پہلی امتوں سے ان کا ٹائٹل نہ کھینچا اور نہ ان کو اپنے گھروں سے اٹھوایا، نہ یہودیوں کو کہا کہ تم اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں نہیں رہے، نہ عیسائیوں کو کہا کہ اب تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نہیں ہو۔ آپ نے جو جماعت بنائی اس کو مسلمان کہا اور اپنی ایک نئی امت قرار دیا۔

مرزاغلام احمد نے جب دعویٰ نبوت کیا تو ابتداء میں وہ بھی نہج پر چلا اس نے اپنے ماننے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ کرلیا۔ ان کی سرکاری کاغذات میں علیحدہ مردم شماری کرائی اور اپنی امت کا نام احمدی رکھا۔ اس نئی جماعت بنانے پر علمائے اسلام نے اس پر کوئی گرفت نہ کی نہ علیحدہ مردم شماری کرانے پر ان کے خلاف کوئی قرارداد پاس کی۔

انبیاء اپنی جماعت پہلی جماعتوں سے کس طرح علیحدہ کرتے ہیں۔ اس پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو کلام سنادے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بناوے جو اس کو نبی سمجھتی اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

مرزا قادیانی نے اپنی امت کا نام جماعت احمدیہ رکھا اور ۱۹۰۱ء میں حکومت سے درخواست کی کہ ان کی مردم شماری ایک الگ جماعت کی حیثیت سے کی جائے۔

مرزاغلام احمد نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح جس طرح نبوت کی پہلی صفوں سے الگ اپنی ایک نئی صف بچھالی اس میں مسلمانوں سے زیادہ الجھاؤ نہ تھا۔ ایک نئے دعویٰ نبوت سے ایک نئی امت کا آغاز تھا۔

## ۲۲...... قادیانی مسلمانوں سے کب الجھے؟

مرزا قادیانی کو سوچ نے اچانک الٹی زقند لگائی اور امت مسلمہ پر اچانک حملہ کردیا کہ:

۱...... تم مسلمان نہیں رہے، مسلمان صرف ہم ہیں۔ اب محمد میں ہوں۔
۲...... امت مسلمہ کے نام کی اب دنیا میں کوئی جماعت نہیں رہی ہے۔
۳...... جو لوگ مجھے خدا کا بھیجا ہوا نہیں سمجھتے وہ مسلمان نہیں ہیں۔
۴...... میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔

یہ قادیانیوں کا مسلمانوں کے گھر پر حملہ ہے۔ مالک مکان کو اس کے گھر سے نکالا جارہا ہے۔ امت مسلمہ سے اس کا ٹائٹل چھینا جارہا ہے اور بیک جنبش قلم کروڑوں مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے باہر نکال کر ان کے نام اور مقام پر قبضہ کیا جارہا ہے۔

سو اس حادثہ میں قادیانی مسلمانوں سے الجھے ہیں۔ مسلمان قادیانیوں سے نہیں الجھ رہے۔ مجلس عمل آل پارٹیز حکومت سے مطالبہ کر رہی ہے کہ مرزاغلام احمد کے پیروؤں کو ان کی ایک علیحدہ جماعت کے status پر لے آؤ۔ سب حالات درست ہو جائیں گے۔ وہ حسب ذیل اعلان کریں۔

دنیا کے مسلمان جو حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر مانتے ہیں وہ مسلمان ہیں۔ ہم حضرت محمد ﷺ کے بعد مرزاغلام احمد کو نبی مان کر مسلمانوں سے جدا جماعت احمدیہ کے افراد ہیں۔

اس صورت حال میں پاکستان میں چار امتوں کا وجود رہے گا۔ (۱) یہودی، (۲) عیسائی، (۳) مسلمان، (۴) قادیانی۔ جس طرح عیسائی نہیں کہتے کہ ہم یہودی ہیں۔ وہ ان کا اپنا درجہ وجود تسلیم کرتے ہیں۔ مسلمان نہیں کہتے کہ ہم عیسائی ہیں، وہ یہودیوں اور عیسائیوں (دونوں) کا وجود تسلیم کرتے ہیں، اس طرح قادیانیوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے سے پہلے ان تینوں امتوں کا وجود تسلیم کریں کہ دنیا میں یہودی بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔ یہ بات کس قدر غلط اور ظلم بالائے ظلم ہے کہ وہ کہیں کہ دنیا میں یہود ونصاریٰ دو امتیں تو ہیں لیکن امت مسلمہ کوئی نہیں۔ وہ صرف ہم ہیں۔ ہم مرزاغلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں جو لوگ پہلے بطور مسلمان دنیا میں موجود تھے۔ اب وہ مسلمان نہیں رہے۔ وہ جنگلوں کے سور ہو چکے ہیں اور جو بھی مرزاغلام احمد کی کتابوں کی تصدیق نہیں کرتے وہ سب حرام زادے ہیں۔ حلال کی اولاد نہیں ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ!

ان اشتعال انگیز دعوؤں سے اگر بحران پیدا نہ ہو تو اور کیا ہو؟ مسلم لیگ کی موجودہ حکومت کا فرض ہے کہ اگر وہ ملک میں امن دیکھنا چاہتے ہیں تو قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ اپنے مقام پر رکھیں اور انہیں مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔

یاد رکھیں، یہ تحریک حکومت کی دہشت سامانیوں سے دب تو سکتی ہے لیکن رک نہیں سکتی اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ امت مسلمہ اپنا وجود قائم اور محفوظ رکھنے کا آئینی حق منوالے گی اور قادیانی مبلغین مجرموں کی طرح مسلمانوں کے سامنے کٹہروں میں کھڑے کئے جائیں گے۔

## ۲۳…… امت مسلمہ کی وحدت صرف عقیدہ ختم نبوت سے قائم ہے

یوں تو امت اسلامیہ کے لئے ہزاروں باتیں واجب التسلیم اور لائق انقیاد ہیں اور ایمان ہے ہی آنحضرتﷺ کی جملہ تعلیمات کی تصدیق کا نام۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان سب میں امت مسلمہ کی وحدت کا محور عقیدہ ختم نبوت ہے اور اختلافات آپس میں کتنے ہی کیوں نہ ہوں، کسی انسانی گروہ کو امت کی لڑی میں پرونے کے لئے ایک نبوت کے گرد جمع ہونا ضروری ہے۔ ایک امت اس وقت تک کے لئے ایک امت ہے جب تک ہدایت کے لئے صرف ایک سمت دیکھے۔ نبی حقیقت کو بارأت الٰہی دیکھتا ہے اور امتی ہر دینی بات کے لئے نبی کی طرف رخ کرتا ہے۔ جب تک سارے امتی ایک نبوت کے گرد جمع نہ ہوں وہ ہدایت کے لئے ایک سمت رخ کرنے والے کیسے ہوسکتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا دھیان دینی رہنمائی کے لئے مختلف سمتوں کی طرف ہو وہ افراد تو ہوسکتے ہیں لیکن جماعت نہیں۔ انسانوں کی ایک بھیڑ ہوسکتے ہیں ایک امت نہیں۔ قطروں کا نام دریا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس کا دھارا ایک طرف بہتا ہو۔ مسلمان چودہ سو سال سے ایک دھارے میں بہتے چلے آرہے ہیں۔ جب تک کوئی فرد یا گروہ اس دھارے کو نہ چھوڑے وہ کسی نئی نبوت کا معتقد نہیں ہوسکتا۔ قادیانیوں کی اپنی سلامتی بھی اسی میں ہے کہ وہ اپنی جدا راہ لیں اور اس کے پیرو اسے صرف اسی راہ سے جانیں۔ چودہ سو سال کی شاہراہ نئی نبوت کی گراں باری کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بھی یہی کہتے ہیں: ’’ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر کہے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔‘‘

(حرف اقبال حصہ دوم ص۱۲۲)

قادیانیت باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ یہ اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف راجع ہے۔

’’من صلّی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذاک المسلم‘‘

(رواہ البخاری ج ۱ ص ۵۶ کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ مشکوٰۃ ص ۱۲)

میں ’’استقبل قبلتنا‘‘ اسی ایک سمت دیکھنے کی تعلیم ہے۔ نماز میں قبلہ رخ ہونا تو ’’من صلّی صلاتنا‘‘ میں آ گیا تھا اور ’’اکل ذبیحتنا‘‘ میں بھی وہی لوگ مراد ہیں جو ہمیں کسی نئی نبوت کو نہ ماننے کے باعث کافر نہ کہتے ہوں۔

مرزا غلام احمد کو نبی ماننے والے ہم مسلمانوں کو برملا کافر کہتے ہیں اور ان کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی نہ ماننے والا ہر شخص لازمی طور پر کافر قرار پاتا ہے۔ سو ہمیں کافر سمجھنے والے ہمارے نزدیک ’’من اکل ذبیحتنا‘‘ کے تحت جگہ نہیں پاتے۔ اب بجائے اس کے کہ یہ چند تنکے اس پورے دریا کو گدلا کریں۔ سلامتی اسی میں ہے کہ ان تنکوں کو اس سے نکال کر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ پھر یہ خود ایک غیر مسلم اقلیت کا روپ اختیار کریں گے اور پوری امت ختم نبوت کے انکار کے اس عظیم مفسدہ سے نجات پا جائے گی۔

خانہ کعبہ ہمارا صرف قبلہ نماز نہیں سمت ہدایت بھی ہے۔ ہم مکہ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کو اپنا دینی مرکز سمجھتے ہیں۔ یہ سرزمین اب قیامت تک کے لئے دارالایمان ہے یہ کفرستان نہیں ہوسکتی۔ یہاں حق ہمیشہ کے لئے داخل ہوا ہے اور کفر ہمیشہ کے لئے نکل بھاگا ہے۔

’’جاء الحق وزهق الباطل انّ الباطل كان زهوقاً‘‘ (بنی اسرائیل: ۸۱)

قرآن کی دی ہوئی سند ہے۔ حضور ختمی مرتبت کے بعد اگر کسی اور نبی کا آنا مانا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں مبعوث ہوا؟ اگر عرب میں کہیں باہر سے آیا ہے تو کیا عالم عرب اس کے انکار سے یکسر کفرستان نہ بنا اور کیا یہ قرآن کے اس اعلان کا کھلا انکار نہیں کہ حق یہاں آ گیا ہے عہد باطل یہاں سے نکل گیا ہے؟

انگریز ہندوستان کو کیوں وہ مذہبی تقدس دینا چاہتے تھے جو مسلمانوں کے ہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو حاصل ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ یہاں سے مسلمانوں کا ایک وفادار طبقہ پیدا کریں اور مسلمانوں کی اعتقادی مرکزیت عرب سے ہندوستان منتقل ہو جائے۔

دنیائے عرب مسلمان ہے پھر کئی غیر عرب ممالک بھی مسلمان ہیں جیسے ترکی، انڈونیشیا، افغانستان وغیرہ۔ تحریک خلافت نے ثابت کیا کہ ہندوستان کے مسلمان بھی اپنے کو دنیائے اسلام کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی دوررس نظر اس پر بھی تھی کہ دنیائے عرب اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دور کر کے مرکز اسلام کو کمزور کریں

اور ہندوستان میں ان کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جو دل وجان سے انگریزوں کا خیر خواہ رہے۔

قادیانیوں کا جو وفد ۲۲؍مارچ ۱۹۳۴ء کو دہلی میں لارڈ ولنگڈن سے ملا، اس میں یہ ایڈریس وائسرائے ہند کو پیش کیا گیا تھا: ’’جناب عالی! جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک ایک مقررہ شاہراہ ہے جس سے وہ کبھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے اور وہ حکومت کی فرمانبرداری اور امن پسندی ہے۔‘‘ (پرچہ الفضل قادیان ج۲۱ نمبر۱۱۸ ص۴ کالم۱ مؤرخہ۳؍اپریل ۱۹۳۴ء)

کیا پاکستان میں قادیانی اس مسلک پر ہیں؟ اگر حکومت پاکستان انہیں غیرمسلم اقلیت قرار دے تو یہ حکومت پاکستان کے اس فیصلے کو کبھی نہ مانیں گے اور ان کا مندرجہ بالا دعویٰ ایک بے کسی کی تصویر بن کر رہ جائے گا۔ یہ کھلے بندوں پھر اپنے اسی آقا کی طرف بھاگیں گے جس کی خاطر انہوں نے اپنا وہ سیاسی مسلک قائم کیا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی بھی کوشش تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عرب ممالک سے بے پرواہ کر کے ہندوستان کا وفادار بنایا جائے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے قادیانیوں کو غیرمسلم ثابت کرنے کے لئے جو مضامین لکھے، پنڈت جواہر لال نہرو نے ان کا جواب اسی لئے لکھا تھا۔ مرزابشیرالدین محمود (قادیانی) لکھتا ہے: ’’پنڈت جی نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دینے کے لئے لکھے تھے۔ پنڈت جواہر لال کو امید تھی کہ کچھ مسلمان شاید ہندوستان سے وہ عقیدت قائم کرلیں جو یہ اب تک دنیائے عرب سے قائم کئے ہوئے ہیں اور اپنا مکہ اور مدینہ وہیں سمجھتے ہیں۔‘‘

(پرچہ الفضل ج۲۳ نمبر۲۸۷ ص۴ کالم۴، ۱۱؍جون ۱۹۳۶ء)

ان تفصیلات سے مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو سمجھنا ان شاء اللہ العزیز! بہت آسان ہو جاتا ہے اس پر ہم اس موضوع کے مقدمۃ العلم کو ختم اور مقدمۃ الکتاب کو شروع کرتے ہیں۔

آگے یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہوگی پہلے میں عقیدہ ختم نبوت زمانی پر قرآن کی نو شہادتیں پھر آنحضرت ﷺ کی نو شہادتیں، پھر صحابہ کرامؓ کی نو شہادتیں اور پھر اکابر علماء کی نو شہادتیں پیش کریں گے اور دوسرے حصے میں ان بزرگان دین کا عقیدہ ختم نبوت پیش کیا جائے گا۔ جنہیں قادیانی مبلغین اپنے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا مجّر بتلاتے ہیں۔

**کبرت کلمةً تخرج من افواههم ان یقولون الّا کذبا!**

# مقدمۃ الکتاب

**الحمد لله نحمدهٗ ونصلّی علیٰ رسوله الکریم. امّا بعد!**

انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں مسلم دنیا بہت سے تطورات (تصرفات تبدیلیوں) سے دوچار ہوئی۔ سیاسی شوکت چھنی تو اسلامی کے کئی بنیادی عقائد بھی ان سیاسی تطورات کا تختہ مشق بن گئے۔ اسلام کی بعض تعلیمات جو عہد رسالت مآب ﷺ سے اپنے ثبوت ومفہوم میں قطعی اور صریح چلی آرہی تھیں، نظریات بننے لگیں اور حضور خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ جو تیرہ سو سال سے بغیر کسی تاویل وتخصیص کے قطعی اور صریح چلا آرہا تھا، انیسویں صدی میں ایران میں اور بیسوی صدی کے آغاز میں ہندوستان میں تختہ مشق بنا۔ یہ الحاد ایران اور ہندوستان میں مسلم دنیا کے سامنے ایک سیلاب بن کر اٹھا اور قرآن کریم اور پیغمبر عربی ﷺ کی نبوت ورسالت پر یقین رکھنے والی اقوام کے کچھ افراد کٹ کٹ کر نئے مدعیان نبوت کی گود میں گرنے لگے۔ مسلم قومی وحدت کے عظیم قلعے میں بڑا شگاف ہوا اور مسلم دنیا ایک بڑی جنبش سے دوچار ہوئی۔ علماء اسلام قرآن وسنت کی صحیح مرادات کے تحفظ کے لئے اٹھے اور نئی نبوت کی راہ ہموار کرنے والی الحادی تعبیرات کے جواب میں ہر دو تحریکوں کے خرمن فکر پر بجلی بن بن کر گرے۔ انیسویں صدی سے پہلے اسلام کی علمی دنیا میں ختم نبوت پر کبھی کوئی طویل بحث نہ چلی تھی۔ نہ اس کی ضرورت تھی۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مسلمانوں میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی مدعیان نبوت اٹھے مگر صحابہ کرامؓ ان کے خلاف اجماعاً اٹھ کھڑے ہوئے۔ (مسیلمہ کذاب عام مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا برابر اعلان بھی کرتا تھا) (دیکھئے تاریخ طبری ج۳ ص۴۴)

محدث محمد بن اسماعیل الامیر الصغانی (۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں: ’’**الا تری ان بنی حنیفة کانوا یشهدون ان لااله الّا الله وانّ محمداً رسول الله ویصلّون ولکنّهم قالوا ان مسیلمة نبی فقاتلهم الصحابةو سبّوهم**‘‘

(تطهیر الاعتقاد عن ادران الالحاد ص۲۵، ۲۶)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسیلمہ کو امتی نبی سمجھتے تھے اور حضور خاتم النّبیین ﷺ کا کلمہ پڑھتے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ مرزاغلام احمد نے ماتحت نبوت کا تصور شاید یہیں سے لیا ہے۔

صحابہ کے اس اجماعی اقدام اور اسلام کی سیاسی شوکت نے مسئلہ ختم نبوت میں کسی رخنہ کو جگہ نہ پانے دی اور یہ مسئلہ اسلام کے بنیادی عقائد میں بغیر کسی تاویل وتخصیص کے آگے منتقل ہوتا رہا۔ ہاں! انیسویں صدی مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باعث ان الحادی تحریکوں کا اجماعی جواب نہ بن سکی اور سیاسی مفادات حاصل کرنے کے خواہش مند بے علم مسلمان ان کا شکار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو اس الحادی سیلاب کے آگے علمی بند باندھنے پڑے اور پھر یہ مسئلہ ختم نبوت بیسویں صدی کا ایک بڑا علمی موضوع بن گیا۔

## ایران میں بہائی تحریک

ایران میں کسی غیرملکی حکومت کا براہ راست دخل نہ تھا۔ اس لئے وہاں کی الحادی تحریک کچھ مخلص رہی۔ پیروان بہاء اللہ نے قرآن کریم اور حضور عربی ﷺ کی نبوت ورسالت پر اظہار ایمان کے باوجود واضح طور پر اقرار کیا کہ بہاء اللہ کو نبی ماننے کے بعد اب وہ مسلمان نہیں رہے۔ نبوت بدلنے سے اب ان کی قوم بدل گئی ہے اور نئے نبی پر ایمان لانے کے بعد اب وہ اس پہلے نبی کی امت میں نہیں رہے۔ جس کے گردوہ پہلے جمع تھے گو وہ اس کی نبوت اور رسالت پر اب بھی تاریخی اعتبار سے پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ بہائی اپنے آپ کو نہ مسلمان کہتے ہیں نہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ بہائیوں کے اس طرز عمل سے ان کی تحریک مسلمانوں کے لئے زیادہ فتنہ نہ بن سکی۔

علامہ اقبال مرحوم لکھتے ہیں: ''میرے نزدیک، بہائیت قادیانیت سے زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن مؤخرالذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیّل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں کہ گویا یہ تحریک ہی

یہودیت کی طرف رجوع ہے۔‘‘ (حرف اقبال حصہ دوم ص۱۲۳ مرتبہ لطیف احمد شروانی)

## ہندوستان میں قادیانی تحریک

ہندوستان پورے طور پر انگریزی حکومت کے قبضہ میں تھا۔ وہاں قادیانی تحریک محض ایک دینی الحاد نہیں، برطانوی سامراج کے آگے ایک کامل انقیاد بھی تھی۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انگریزوں کو اسلام کے نام پر وہ اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور ایک ایسا طبقہ تیار کیا جائے جو مجبوراً نہیں، دل وجان سے انگریزوں کا فرمانبردار ہو۔ انگریزی حکومت کے استحکام کے ساتھ مسلمانوں کی قومی وحدت میں انتشار اسی طرح پیدا ہوسکتا تھا کہ قادیانی لوگ مرزا غلام احمد (وفات ۱۹۰۸ء/۱۳۲۶ھ) کی نبوت کے اقرار کے باوجود یہ تسلیم نہ کریں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں تاکہ اسلامی وحدت کے قلعے میں نت نئے شگاف پڑتے رہیں۔ یہاں تک کہ الحادی قافلوں کی آمدورفت اس قلعے کو یکسر تسخیر کرلے۔

یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی اور مسلمان یہاں کبھی کبھی آزادی کی چنگاری روشن کرتے رہتے تھے۔ جسے ہمیشہ کے لئے بجھانے کی ذمہ داری مرزاقادیانی نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ مرزاقادیانی نے اپنے اس سیاسی مقصد کے لئے قرآن کو استعمال کیا۔

قرآن کریم میں ہے: ’’اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم‘‘ (النساء:۵۹)

ترجمہ: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں۔

مسلمان انہی اولی الامر کی اطاعت کو واجب جانتے تھے جو مسلمانوں میں سے ہوں مگر مرزاغلام احمد نے اپنی جماعت کو کہا: ’’میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کو بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔‘‘ (ضرورت الامام ص۲۳، خزائن ج۱۳ ص۴۹۳)

اس میں مرزاقادیانی نے دبے لفظوں میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ انگریز پہلے سے اولی الامر میں داخل نہ تھے۔ یہ کام اب مرزاقادیانی نے کرنا ہے اور انہیں اب اولی الامر میں داخل کیا جارہا ہے اس کی مرزاقادیانی اپنی جماعت کو تلقین کررہے ہیں۔ مرزاغلام احمد یہ بھی

لکھتا ہے: ’’میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

’’میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔‘‘ (تبلیغ رسالت حصہ۷ ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱)

’’جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔‘‘

(ایضاً حصہ۶ ص۶۵، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۶۷)

’’سب مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں۔‘‘ (کشف الغطاء ص۵، خزائن ج۱۴ ص۱۸۵)

## یہ صرف علمی قسم کے اختلاف نہ تھے

مرزا غلام احمد کے مسلمانوں سے اختلافات محض علمی حدود میں نہ تھے۔ ان میں انگریزی سیاست بھی کارفرما تھی اور سیاست میں بھی مرزا قادیانی محض ایک رائے نہ رکھتے تھے بلکہ ان کی نیت انگریز حکومت کی خدمت تھی۔ کسی کی نیت پر حملہ اچھی بات نہیں لیکن مرزا قادیانی اپنے اس مشن میں اتنے دور نکل گئے کہ کفر کی زد میں آگئے۔ قادیانیوں کی یہ شکایت درست نہیں کہ مسلمان انہیں کافر کیوں سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو ان کے مشن نے ہی یہاں تک پہنچایا ہے۔

مرزا قادیانی اپنی نیت خود یوں بیان کرتے ہیں: ’’جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔‘‘

(تبلیغ رسالت حصہ۱۰ ص۲۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۴۵)

جب انہوں نے خود ایسے نام رکھوائے تو اب ان کا مسلمانوں سے گلہ شکوہ کس بات کا ہے۔ یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

## قادیانی تحریک کا سیاسی پہلو

اس وقت ہم انگریزی حکومت اور بانی سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نیت پر بحث کرنا

نہیں چاہتے۔ مرزا قادیانی نے اپنی نیت خود اگل دی ہے۔ نہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کے سمجھنے میں الحاد کی راہ چلنے والے سب جان بوجھ کر یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کے دلوں میں شک کے کانٹے بھی کسی جہت سے چبھے ہوں اور تحریک سے مسلسل وابستگی نے ان کے ذہن کو اس الحاد میں مخلص بنادیا ہو۔ ہمیں اس وقت اس مسئلے سے صرف علمی سروکار ہے۔ ہم صرف ان ذہنوں کے لئے جو کسی جانبداری کے بغیر محض علمی حدود میں رہ کر اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ یہ ہدیہ تحقیق پیش کررہے ہیں۔ بات کو دل میں اتارنا اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ ہم صرف راہ حق دکھانے کے مکلّف ہیں۔ **وھو المستعان وعلیہ التکلان!**

ہماری اس کوشش کا نمایاں پہلو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کا اصولی پیرایہ اور اس کے اس قطعی معنی ومفہوم کا تاریخی تسلسل ہے۔ محور تحقیق یہ ہے کہ تاجدار ختم نبوت ﷺ کی امت نے اپنی چودہ سوسالہ تاریخ میں عقیدہ ختم نبوت کو کس معنی ومفہوم میں قبول کیا ہے؟ ہاں! پس منظر کے طور پر ہم ان وجوہ کو نظرانداز نہیں کرسکتے جن کے باعث اس دور میں یہ چودہ سوسال کا متفق علیہ عقیدہ نہایت بیدردی سے اختلافی بنادیا گیا ہے۔

## ختم نبوت میں اختلاف پیدا کرنے کے عوامل

یہ بات تو کچھ دیر بعد کھلے گی کہ ان سیاسی تطوّرات (تبدیلیاں) میں ختم نبوت کا مسئلہ کیسے زیرمشق آگیا۔ پہلے قدم پر انگریز حکومت کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو لگام دی جائے۔ انگریز حکمران مسلمانون کے جذبہ جہاد کی ایک جھلک ۱۸۵۷ء میں دیکھ چکے تھے اور اب وہ چاہتے تھے کہ اس انقلابی مذہبی جذبہ کو ہمیشہ کے لئے دبادجا جائے اور یہ چونکہ ایک مذہبی عمل ہے، اسے مذہبی طور پر ہی ختم کیا جانا چاہئے۔

۱۸۵۷ء کی تحریک میں انگریزوں کو اپنے وفاداروں اور باغیوں کا پورا پورا علم ہوچکا تھا۔ قادیان میں مرزاغلام احمد کے والد مرزاغلام مرتضٰی نے انگریزوں کی بہت مدد کی تھی اور انہیں قادیان سے پچاس گھوڑے مع سواروں کے فراہم کئے تھے۔ تحریک ختم ہونے پر انگریزوں نے قادیان پر امید کی نظر رکھی اور تاریخ گواہ ہے کہ دیکھتے دیکھتے مرزاغلام احمد میدان میں آگئے۔ باغیوں نے ۱۸۶۸ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنا رکھی اور وفاداروں نے بیس سال بعد یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کردیا۔

انگریزوں کو اس اعلان سے صدمہ ہونا چاہئے تھا کہ یہ کون ہے جسے حضرت مسیح کی جگہ کھڑا کر دیا گیا ہے مگر ایسا نہ ہوا۔ وہ اس اعلان کے پس پردہ ایک بڑا دور کا خواب دیکھ رہے تھے۔ یہ انگریزوں کا مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے خلاف پہلا مؤثر قدم تھا۔ وہ جان چکے تھے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے حکم جہاد کب روکا جاسکتا ہے اس سیاسی ضرورت کے لئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو جلد اتارنا چاہتے تھے۔

## مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی روک تھام

اس کے لئے مرزاغلام احمد قادیانی نے:

۱...... پہلے انگریزوں کو قرآنی حکم اولی الامر منکم کی اطاعت میں داخل کیا۔ ان کی اطاعت کو فرض کیا اور ان کی مخالفت کو حرام کہا۔

۲...... پھر مسلمانوں کو ان کے احسانات یاد کرا کر انہیں اپنے ان محسنین سے نیکی کرنے کی تلقین کی اور اسے ایک اسلامی عمل قرار دیا۔

۳...... پھر انگریزوں کو مسلم ممالک کے مسلمان حکمرانوں کے مقابلہ میں لا کر انگریزوں کو وقت کی بہترین مخلوق قرار دیا ان کے حق میں مسلم حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی فضا مہیا کی۔

۴...... پھر بطور ملہم (جسے خدا کی طرف سے الہام ہو) انگریزوں کی اطاعت کو خدائی حکم کہا۔ اسلام کے دو حصے کئے جن میں سے ایک انگریز حکومت سے سچی وفاداری تھی۔

۵...... اور پھر اسلام کے مسئلہ جہاد کے خلاف پورے پر پرزے نکال لئے اور اسے ایک بدترین عمل قرار دیا۔

## مسیح کی آمد پر جہاد کا اختتام

اسلامی تعلیمات میں جہاد کا مسئلہ اتنا روشن رہا ہے کہ اسے دین اسلام سے نکالنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس کا صرف ایک ہی موقع تھا، وہ کب؟ جب یہ دنیا ختم ہونے کے قریب ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو علامات قیامت میں سے ہے اور ان کی آمد پر کفر کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں حضرت مسیح پر صحیح طور پر ایمان لے آئیں گی اور مسلمان ہو جائیں گی اور دوسری کوئی کافر قوم باقی نہ رہے گی۔ ان حالات کے آثار میں ''یضع الحرب'' کی خبر موجود تھی۔ وہ یہ کہ اس وقت جہاد کی ضرورت باقی

نہ رہے گی کیونکہ اس کا موضوع کفر اور اس کے لئے عناد ختم ہو گئے ہوں گے۔

مرزا قادیانی کے اس موضوع پر اشعار ان کی کتاب میں موجود ہیں جن کا نمونہ یہ ہے:

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶ تا۲۹، خزائن ج۱۷ ص۷۷ تا۸۰)

اب ضرورت جہاد باقی نہ رہنے کی صرف ایک ہی صورت ہوسکتی تھی کہ اس برطانوی دور اقتدار کو وقت مسیح قرار دیا جائے اور جہاد کے یکسر خاتمہ کا اعلان کر دیا جائے۔ انگریزی حکومت کو ضرورت تھی کہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نزول فرمائیں۔

## مسیح ناصری کا انتظار نہ کرنے کا پروگرام

خدائی فیصلے انسانی پروگرام کے ماتحت نہیں ہوتے اس لئے تدبیر یہ ہوئی کہ اس وقت کوئی اور شخص مسیح ابن مریم کے نام سے کھڑا کیا جائے اور جن آیات اور احادیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے قرب قیامت میں آنے کی خبر دی گئی ہے ان کا مصداق اسے قرار دیا جائے اور وہ مثیل مسیح کے نام سے جلوہ گر ہو۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں...... بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

اس سکیم کے لئے ضروری تھا کہ پہلے اصل عیسیٰ بن مریم کو مارا جائے تا کہ کسی کا انتظار باقی نہ رہے اور اس وقت کے جملہ احکام (جیسے عدم ضرورت جہاد وغیرہ) اس مثیل مسیح پر منطبق کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ''اور یاد رکھو اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے، میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔''

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

مثیل مسیح بننے کے لئے اس وقت صرف مرزا غلام احمد تیار ہوا اور کوئی شخص اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ قرعہ فال اسی کے نام آیا لیکن اس میں پھر مرزا غلام احمد کے سامنے ایک مشکل تھی کہ اس کا کیریکٹر اس طرح کا صاف نہ تھا کہ اسے ایک نبی اللہ کی جگہ پیش کیا جاسکے۔ اس میں مرزا غلام احمد اپنے کو تو کچھ اونچا نہ کر سکے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا کیریکٹر اس قدر گھناؤنا بتلایا جائے کہ لوگوں کے لئے پھر مرزا غلام احمد کو مثیل مسیح ماننا زیادہ مشکل نہ رہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیریکٹر پر حملے

مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیریکٹر اور چال چلن کو اس انداز میں پیش کیا کہ اس مثیل ہونے کے مدعی کا ذاتی چال چلن اور کردار اس مسیح سے کچھ زیادہ دور نظر نہ آنے لگا۔ ان ضروریات کے ماتحت پہلے وفات مسیح کا مسئلہ مرکز بنا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیریکٹر، چال چلن اور شرافت پر غلط اور نازیبا حملے اس سلسلہ کی ایک کڑی تھے اور پھر مثیل مسیح کا اعلان تھا اور اصل عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی وفات کا عقیدہ ان کا مرکزی دعویٰ بنا۔

## وفات مسیح سے مثیل مسیح کو اس امت میں لانے کا انتظام

اس کے بعد مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ میں مثیل مسیح ہوں، کھل کر سامنے آ گیا اور مرزا غلام احمد نے اتنی سبقت کی کہ اس نے اب اصل عیسیٰ علیہ السلام پر بھی اپنی افضلیت کا کھلم کھلا اعلان کر دیا:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

ترجمہ: یہ میں ہی ہوں جو بشارت کے مطابق آ گیا ہوں عیسیٰ کہاں ہے جو میرے ممبر پر آنے پائے؟ استغفر اللہ!

اور اس نے برملا کہا:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

## قادیانی تحریک میں لفظ نبی اللہ کی پہلی آمد

جب مرزاغلام احمد نے اپنے تئیں مسیح موعود ٹھہرایا اور کہا کہ جس مسیح ابن مریم نے آنا تھا وہ میں ہی ہوں تو پھر سوال اٹھا کہ مسیح ابن مریم (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے لئے تو نبی اللہ کے الفاظ بھی آتے ہیں گو ان کی یہ نبوت نافذ نہ ہو۔ (جیسے ایک سلطنت کا حکمران کسی دوسری سلطنت میں جاتا ہے تو وہ مسلوب الحکومت نہیں ہوتا بلکہ وہ حکمران ہی ہے لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہیں ہوتی) اس لئے اس مثیل مسیح کو نبی سمجھنا بھی ضروری ہوگا۔ اس کا موضوع چونکہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کی نبوت یافتہ کوئی شخصیت نہ تھی کہ اس کی آمد ثانی پر مسئلہ ختم نبوت زیر بحث نہ آئے اور اس کا موضوع ایک بعد کا پیدا شدہ شخص تھا اس لئے ختم نبوت کے مسئلہ میں بھی ترمیم کی ضرورت پیش آئی۔

## عقیدہ ختم نبوت میں ترمیم کا آغاز

مسیح ابن مریم کی آمد ثانی اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہ تھی اس لئے کہ وہ حضور ﷺ ختمی مرتبت سے پہلے کے نبوت یافتہ ہیں اور آمد ثانی پر بھی وہ حضور ﷺ کی ملت کو منسوخ نہ کریں گے بلکہ ماتحت ہوکر رہیں گے، اپنی علیحدہ جماعت نہ بنائیں گے۔ مگر چونکہ بعض بزرگان دین اسلام کی ایسی عبارات موجود تھیں جو کسی پہلے کے نبوت یافتہ فرد کے ظہور ثانی پر آنحضرت ﷺ کے ماتحت رہنے پر دلالت کررہی تھیں (کہ وہ ملت کو منسوخ نہ کرے بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوکر رہے) اس غیر تشریعی نبوت سے حضور ﷺ کی ختم نبوت میں ترمیم کے لئے یہ راہ الحاد ہموار کی گئی کہ کسی پرانے نبی کے ماتحت ہوکر آنے کی بجائے نئے ماتحت نبی کا پیدا ہونا جائز قرار دیا جائے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت کے مضبوط قلعہ میں پہلا شگاف تھا۔ ان تمام منازل کے طے کرنے کا مقصد جہاد کی حرمت اور انگریزی حکومت کا استحکام تھا۔ وفات مسیح، مثیل مسیح، اجرائے نبوت اور ماتحت نبی، یہ محض راستے کے اسٹیشن تھے۔ اصل منزل اپنی جگہ سامراج کا استحکام ہی تھا اور اس کی انگریز حکومت کو ضرورت تھی۔ جہاد کی حرمت محض مسئلہ کے بیان کے لئے نہ تھی، بلکہ اس میں مرزاقادیانی کی نیت انگریزی حکومت کی خدمت تھی۔

مرزاغلام احمد خود لکھتا ہے: ’’جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر شائع کیں اور کافر وغیرہ

اپنے نام رکھوائے۔'' (تبلیغ رسالت ج۱۰ص۲۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۴۴۵)

## نئی نبوت پر پرانی نبوتوں کے دلائل

جب اس الحادی عقیدہ ختم نبوت کی اسلامی عقیدہ ختم نبوت سے ٹکر ہوئی تو مرزا غلام احمد نے اسے ایک خاص قسم کی نئی نبوت قرار دیا اور اسے ایک نئی اصطلاح کہا۔ یہ نہ کہا کہ میں پچھلے نبیوں کے منہاج پر اس وقت کا ایک نبی ہوں۔

''ولکلّ ان یصطلح'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ص۵۰۳)

یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ قادیانی حضرات کی انتہائی بے بسی اور بے چارگی ہے کہ مسئلہ ختم نبوت زیر بحث آنے پر وہ انہی آیات کا سہارا لیتے رہے ہیں جن میں کسی سابقہ وقت کے نبیوں کے آنے کی خبر قرآن کریم میں بطور حکایت ذکر فرمائی گئی ہے۔ مثلاً: ''یا بنی اٰدم امّا یأتینّکم رسلٌ منکم یقصّون علیکم آیاتی'' (الاعراف:۳۵)

حالانکہ جس معنی میں پچھلے نبیوں کی نبوت تھی خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی، اس معنی اور مفہوم کو مرزا غلام احمد بھی آنحضرت ﷺ پر ختم سمجھتا تھا اور اپنی نبوت کو ایک نئی اصطلاح قرار دیتا تھا۔ اب مرزائی مبلغین پر لازم تھا کہ مرزا غلام احمد کے دعوے کے مطابق اس نئی قسم کی نبوت پر کوئی ایک آیت پیش کرتے جس میں ان امور کی صراحت ہوتی۔ جن کے وہ مدعی ہیں۔

ایک عالم ارواح کا خطاب قرآن پاک میں ''یابنی آدم امّا یأتینّکم'' سے ذکر کیا گیا ہے۔ اگر اس سے قادیانی مبلغین اجرائے نبوت پر استدلال کریں گے تو کیا اس سے تشریعی نبوت اور مستقل غیر تشریعی نبوت ہر دو کے دروازے بھی کھلے نظر نہ آئیں گے؟ اور ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے قول کے مطابق مرزا غلام احمد خود بھی ایسی ہر نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم مانتا تھا۔ اب قادیانیوں کو سوچنا چاہئے تھا کہ اس غلط اور بے محل استدلال سے سوائے ایک مغالطے کے انہیں کیا فائدہ ہوا؟ اسی طرح آیت: ''من یطع اللہ ورسولہ'' سے ماتحت اور غیر تشریعی نبوت کا استدلال بھی غلط تھا کیونکہ کسی دوسرے پیغمبر کی اطاعت اور پیروی سے جو نبوت ملے ضروری نہیں کہ وہ غیر تشریعی ہی ہو۔ مرزا قادیانی کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے ملی تھی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی پیغمبر تھے اور صاحب کتاب بھی تھے۔

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ’’ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔‘‘ (چشمہ مسیحی ص۶۷ حاشیہ، خزائن ج۲۰ ص۳۸۱،۳۸۲)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان لوگوں کے ہاں نبوت ایک کسبی فعل ہے۔ حالانکہ نبوت ایک مرتبہ وہبی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا اپنا ہی اصطفاء واجتباء ہے۔ جس میں بندے کی اپنی محنت کا کوئی دخل نہیں۔ ’’اللہ اعلم حیث یجعل رسالته‘‘ قرآن پاک کی نص ہے۔

## قادیانیوں کے پاس کسی مضمون کی آیت ہونی چاہئے تھی

۱...... چاہئے تھا کہ ان کے پاس کوئی ایسی آیت ہوتی جس میں آنحضرت ﷺ کے بعد کے لئے کسی نئے نبی کے پیدا ہونے یا مبعوث ہونے کی خبر ہوتی کیونکہ بحث مطلق نبوت میں نہیں۔ نبوت بعد از آنحضرت ﷺ میں ہے گو وہ کسی درجہ کی ہو۔

۲...... اس میں صرف غیرتشریعی نبوت کے جاری ہونے کا بیان ہوتا اور تشریعی نبوت کے اجراء کا اس میں کوئی احتمال نہ پایا جاتا کیونکہ نبوت کی اس قسم (تشریعی نبوت) کے ختم ہونے کے مرزائی بقول خود قائل ہیں۔ سو ضروری ہے کہ وہ آیت خود ان کے اوپر گراں نہ ہو۔

۳...... اس میں مطلق غیرتشریعی نبوت کا بیان بھی نہ ہو بلکہ وہ غیرتشریعی نبوت ظلی یا انعکاسی حیثیت میں مذکور ہو۔ کیونکہ مستقل غیرتشریعی نبوت کے جاری ہونے کے مرزائی خود بھی قائل نہیں۔ سو وہ ایسی دلیل کیوں لاتے ہیں جو ان پر بھی ایک بار ہو۔ تحقیقی کا لطف تب ہے کہ قادیانی حضرات ان تین شرائط کے مطابق مرزا غلام احمد کی نبوت کا کوئی ثبوت پیش کریں۔ مگر افسوس کہ یہ حضرات اپنے دعوے کے مطابق قرآن پاک کی ایک آیت یا ایک صحیح حدیث بھی آج تک پیش نہیں کر سکے جس میں ان تین شرائط کے مطابق مرزا قادیانی کی نئی مصطلحہ نبوت باقی ہونے کا کوئی ادنیٰ ثبوت بھی موجود ہو۔

علماء اسلام کو چاہئے کہ جن آیات میں تحریف کرتے ہوئے قادیانی مبلغ اجرائے نبوت کا استدلال کرتے ہیں علماء ان کے اصولی تحقیقی اور تفسیری جوابات دینے سے پہلے قادیانی مبلغین سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اپنے دعوائے اجراء نبوت کی یہ تینوں شرطیں ان آیات میں سے کسی ایک میں ہی دکھلا دیں۔ جب ان کے خود اپنے دعوے اور دلیل میں مطابقت نہیں

اور وہ پوری تحریف کرتے ہوئے بھی کسی آیت سے اجرائے نبوت ان تین شرطوں کے ساتھ نہیں دکھا سکتے تو اسے آنحضرت ﷺ کی شان ختم نبوت کا زندہ اعجاز سمجھنا چاہئے کہ قرآن وسنت میں تحریف والحاد کی راہ چلنے کے باوجود مرزا بشیرالدین سے لے کر قادیانی سلسلے کے ہر مبلغ تک ان کے تمام اکابر واصاغر مرزا غلام احمد کے اس خاص دعوائے نبوت پر اس قسم کی خاص دلیل پیش کرنے سے عاجز ہیں اور ان شاء اللہ العزیز! قیامت تک عاجز رہیں گے۔

## نئی نبوت کے دعویداروں کا ایک نیا وسوسہ

مرزا غلام احمد نبوت کی اس نئی تشریح سے وادی الحاد میں اترا مگر اسے اپنے اس تصور نبوت پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ مل سکی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مشہور مثل ہے۔ آیئے اب قادیانیوں کا یہ تنکا بھی راستے سے ہٹاتے چلیں۔

ان لوگوں کا عوام کو مغالطہ دینے کا ایک عجیب یہ استدلال بھی سنئے کہ جب نبوت خدا کی رحمت ہے تو یہ بند کیوں ہوگئی؟ ہم کہتے ہیں کہ اگر غیرتشریعی نبوت خدا کی رحمت ہے تو تشریعی نبوت بھی تو کوئی زحمت نہیں۔ آخر وہ کیوں بند ہوگئی؟ اور اس ''رحمت'' کے بند ہونے کے وہ خود بھی قائل ہیں قادیانی مبلغین کے پاس ایسے چند سطحی مغالطوں کے سوا کوئی علمی اور ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے۔

## قادیانیوں کے ترکش کا آخری تیر (بعض متشابہ عبارات سے تمسک کرنا)

لے دے کر بزرگان اسلام کی چند عبارات تھیں جن میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پیش نظر پچھلے نبی کی آمد کو اس شرط کے ساتھ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ملت کو منسوخ نہ کرے اور شریعت محمدیہ کے تابع ہوکر رہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف قرار نہیں دیا گیا۔ ان عبارات میں تاویل وتحریف کے ہاتھ صاف کرتے ہوئے قادیانی مبلغین انہیں آنحضرت ﷺ کے بعد نئے نبی کے پیدا ہونے کی دلیل بناتے ہیں اور اسے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں سمجھتے تاہم یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ ان عبارات میں سے آج تک ایک ایسی عبارت نہیں پیش کر سکے جس میں:

۱...... آنحضرت ﷺ ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کسی غیرتشریعی نبی کے اس امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی صراحت موجود ہو۔

۲...... اس کے سیاق وسباق اور تشریح میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا کوئی ذکر نہ ہو جیسا کہ علامہ طاہر فتنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت: ’’قولوا انه خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبیّ بعده‘‘ نقل کرنے کے بعد ساتھ ہی لکھ دیا ہے:

’’وهٰذا ناظر الٰی نزول عیسٰی بن مریم‘‘ یعنی اس روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سو اس میں کسی نئے نبی کی پیدائش کی کوئی خبر نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا بیان ہے۔

اسی طرح ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں جہاں اس نبی کی آمد کو جو آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے اور آپ کی امت میں ہو کر رہے آپ کے خاتم النّبیین ہونے کے خلاف نہیں کہا تو اس سے بھی مرزا غلام احمد کو کوئی فائدہ نہیں ملتا۔ کیونکہ اس میں اس کے اس امت سے نہ نکلنے کی شرط موجود ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد اس امت میں نہ رہ پایا اور اس نے اپنی علیحدہ جماعت بنالی تھی۔

سو یہ وہ فرضی نبوت ہے جس کا ماننا دوسروں کے لئے ضروری ٹھہرے اسے کسی حقیقی پیرائے میں نبوت نہیں کہا جاسکتا مرزا غلام احمد نے اس مشکل پر قابو پانے کے لئے یہ کہا تھا مجھے صرف مجازی طور پر نبی کہا گیا ہے ورنہ وہ نبی کیسا جو اپنے نہ ماننے والوں کے ساتھ ایک امت میں ہو کر رہے۔ یہ صرف ایک مجازی پیرایہ ہے انہوں نے پھر اس میں تشبیہ کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے نام بھی لکھ دیئے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو پاتے تو انہیں نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ملتی جس طرح نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کو آپ سے پہلے ملی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کو نبوت ملے وہ غیر تشریعی کیوں نہ ہو یہ یقیناً آیت خاتم النّبیین اور حدیث: ’’لانبی بعدی‘‘ کے خلاف ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نبی ہونے کی یہ صورت بھی ان کی وفات پر جاتی رہی۔ اب اسے اس طرح سمجھا جائے گا جس طرح صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے اسے سمجھا ہے۔

۳...... اس میں محض اجزائے نبوت (جیسے سچے خواب) یا بعض کمالات نبوت ملنے کا بیان نہ ہو بلکہ بعض افراد امت کے منصب نبوت پانے کی خبر ہو۔ جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی بعض عبارات میں اس امت میں مبشرات پائے

جانے یا بعض کمالات نبوت ظاہر ہونے کی خبریں موجود ہیں۔ مگر کسی فرد کے نبوت پانے کی خبر اس میں کہیں نہیں ہے۔

۴...... پھر اس نئی غیر تشریعی نبوت کے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی سے متصادم نہ ہونے کی صراحت ہو یہ نہ ہو کہ اس کے سباق میں ختم نبوت مرتبی کا ذکر ہو اور اسے کسی نئے غیر تشریعی نبی کی نبوت حضور ﷺ کی ختم زمانی کے منافی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی بات ختم نبوت مرتبی کے سباق میں کہی گئی ہے جسے قادیانی خیانت کے طور پر ختم نبوت زمانی بنا کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا کہتے ہیں اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی میں کوئی فرق نہ آئے گا (استغفر اللہ) یہاں ختم نبوت زمانی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بات بدل کر لوگوں کو مغالطہ دینا یہی تو راہ دجل ہے۔ عقائد محکمات (کھلی کھلی عبارات) سے ثابت ہوتے ہیں۔ متشابہات سے نہیں کہ ختم نبوت مرتبی کی بات ختم نبوت زمانی پر لگا دو اور اسی پر کفر و اسلام کے فاصلے قائم کرلو۔ ہم نے تنقیح مبحث کے لئے یہ چار باتیں ذکر کردی ہیں۔

اس میں نئی غیر تشریعی نبوت کے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی سے متصادم نہ ہونے کی صراحت بھی موجود ہو اور یہ بات انہیں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی عبارات میں کہیں نہ ملے گا۔

ان چار شرطوں کے ساتھ آج تک مرزائی مبلغین اجرائے نبوت کے ثبوت میں ایک عبارات بھی اپنے دعوے کے مطابق پیش نہیں کر سکے۔ پس اصولاً ہمارے ذمہ مرزائیوں کے کسی استدلال کا جواب نہ تھا۔ کیونکہ مدعی اپنے دعوے ہی کو صحیح صورت پیش نہ کر سکے اور اس کے پاس اپنے دعوے کے مطابق ایک دلیل بھی موجود نہ ہو تو مدعا علیہ کے ذمہ کوئی جواب نہیں ہوتا۔ تاہم افادۂ عام اور اتمام حجت کے لئے چند مختصر دلائل نہایت جامع مانع انداز میں ہدیۂ قارئین ہیں اور ان استدلالات کا پوری طرح تار و پود بکھیر دیا گیا ہے جن کے سہارے یہ مرزائی لوگ بھولے بھالے عام مسلمانوں کی متاع ایمان پر حملہ آور ہوتے۔

**ان ارید الاّ الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الاّ باللہ علیہ توکّلت والیہ انیب!**

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرنے سے پہلے کچھ مرزا غلام احمد کا بھی تعارف کرادیں جو اس دور میں اس مسئلے کو نکھارنے کا باعث بنا۔

# مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر تعارف

مرزا غلام احمد اپنے تعارف ولدیت قوم اور پیدائش کے بارے میں لکھتا ہے:

’’میرا نام غلام احمد، میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۳۴ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۶۲)

’’میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش وبرودت کا آغاز نہ ہوا تھا۔‘‘

(کتاب البریہ ص۱۴۶ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷)

’’میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس سال کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۶۰ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۹۲)

’’میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری۔‘‘

(کتاب البریہ ص۱۶۳ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۹۵)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد نے اپنا سن پیدائش احتیاطاً دو سالوں میں دائر رکھا ہے۔ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کیونکہ ان دنوں تاریخ پیدائش پوری تعیین سے محفوظ رکھنے کا رواج نہ تھا۔ یہ اندازہ کب تک ہوتا ہے؟ جب بیان کرنے والا محتاط ہوکر بات کررہا ہو۔ پھر آگے مرزا غلام احمد نے اپنی عمر کا وہ حصہ بھی ذکر کیا ہے جب بچہ اپنے آپ کو سنبھال کر لڑکپن میں داخل ہوتا ہے۔ اس عمر میں چار پانچ سال کم یا زیادہ ہونے کا کوئی شبہ یا احتمال نہیں رہتا۔ چار پانچ ماہ کا فرق محسوس نہ ہونے پائے اور بات ہے لیکن چار پانچ سال ...... یہ ایک مدت وقیع ہے جس کے اس وقت مغالطے کی گنجائش نہیں ہوتی جب مسیں پھوٹنے کے قریب ہوں۔ مرزا قادیانی نے اپنے مذکور سن پیدائش کی توثیق میں اپنی عمر ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ سال ذکر کی ہے اور اس سے یہی سمجھ آتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش واقعی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور سولہ سال بعد آپ قطعاً اس مغالطے میں نہ تھے کہ آپ کی عمر سولہ سال ہے یا اکیس

سال۔ نہ اس عمر میں عمر کے بارے میں کسی کو اتنا بڑا مغالطہ ہوسکتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی اپنا ایک سن پیدائش لکھتے اور پھر مدت العمر اس کا کہیں ذکر نہ ہوتا تو ساٹھ یا باسٹھ سال بعد جاکر بے شک یہ بات چل سکتی تھی کہ عمر باسٹھ ہے یا چھیاسٹھ سال۔ لیکن سولہ سترہ سال کی عمر میں اپنے پچھلے بیان کردہ سال پیدائش کی تصدیق آئندہ کے ہر اختلاف اور احتمال کو ختم کردیتی ہے۔ پھر والد صاحب کے انتقال کے وقت پھر اپنی عمر بتانا بتلاتا ہے کہ آپ کا ابتدائی بتایا سن پیدائش ہرگز کسی مغالطے سے نہ تھا۔

## مرزاقادیانی کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت

مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ مرزا قادیانی بتاچکے تھے کہ از روئے الہام الٰہی ان کی عمر ۷۴ یا ۸۶ سال کے درمیان ہوگی۔ مرزا قادیانی کی عمر بوقت وفات ۶۸ سال کی تھی۔ اس ناگہانی وفات سے ان کے اپنی عمر کے بارے میں سارے الہامات غلط ہوگئے۔ یہ سبب تھا جس کے باعث قادیانیوں کو مرزا قادیانی کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت پیش ہوئی۔ کیونکہ سال وفات میں وہ قطعاً کوئی ترمیم نہ کرسکتے تھے۔ یہ تاریخ ہر خاص وعام کے سامنے واضح تھی۔ انہوں نے پھر آپ کا سن پیدائش ۱۸۳۵ء مقرر کیا۔ تاکہ آپ کی عمر ۷۳ یا ۷۴ سال تک لے جائی جاسکے اور ۱۸۵۷ء میں ان کی عمر بیس اکیس سال بتائی جسے مرزا قادیانی سولہ سترہ برس بتارہے ہیں۔ جب ان کے ابھی داڑھی بھی نہ آئی تھی۔

خاندان کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قوم مغل برلاس سے تھے۔ مغل بنوفارس میں سے نہیں: ’’اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ ہے کوئی تذکرہ ہمارے خاندان میں نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔‘‘ (اربعین نمبر۲ص۱۸ حاشیہ، خزائن ج۱۷ص۳۶۵)

مرزا غلام احمد کو اپنے آپ کو بنوفارس میں داخل کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ حدیث میں ہے: ’’لو کان الدین عند الثریا لذهب به رجال من هؤلاء رجل من فارس او قال من ابناء فارس‘‘ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۱۲ کتاب فضائل الصحابه باب فضل فارس، صحیح بخاری ج۲ ص۷۲۷ کتاب تفسیر القرآن باب وآخرین منهم لمّا یلحقوا بهم)

ترجمہ: اگر ایمان ثریا ستاروں تک اٹھا ہو تو بھی ابناء فارس سے ایک شخص یا چند اشخاص وہاں سے اسے لے آئیں گے۔

مرزا غلام احمد چاہتا تھا کہ میں اس بشارت کا مصداق ٹھہروں۔ پچھلے علماء امام سیوطی وغیرہ اس بشارت کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہرا چکے تھے۔ مرزا کو اب ان سے بڑی سند کی ضرورت تھی۔ اسے الہام ہوا کہ مغل برلاس بنوفارس میں سے ہیں اور اس بشارت کا مصداق تو ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی اور کچھ ثبوت نہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۸، خزائن ج۱۷ ص۱۱۲)

اور پھر یہ بھی لکھا ہے: ''کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی کو ہرگز نہیں۔'' (اربعین نمبر۲ ص۱۸ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۳۶۵)

## مرزا غلام احمد کے پرو گورنمنٹ خاندان کا تعارف

''میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیرخواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگ جو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔'' (تحفہ قیصریہ ص۱۸، خزائن ج۱۲ ص۲۷۰)

ان پچاس گھوڑوں کا بدلہ انگریزوں نے مرزا غلام مرتضیٰ کو یہ دیا کہ اس کے بیٹے مرزا غلام احمد کو ایک بڑے کام کے لئے چنا اور مرزا غلام احمد نے اپنے والد کی سرکار برطانیہ کی اس خیرخواہی کو اس طرح آسمانی استناد بخشا: ''میں تمام مسلمانوں میں اوّل درجے کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیرخواہی میں اوّل درجہ کا بنا دیا ہے۔ اوّل والد مرحوم کے اثر نے۔ دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔ تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔'' (عاجزانہ درخواست ضمیمہ۳ تریاق القلوب ص ج، خزائن ج۱۵ ص۴۹۱)

## مرزا غلام احمد کی مذہبی زندگی کا آغاز

مرزا قادیانی ملک میں ایک مذہبی شخصیت کے طور پر ۱۸۸۰ء میں متعارف ہوئے۔ مذہبی تعلیم انہوں نے بقول خویش فضل الٰہی، فضل احمد، گل علی شاہ، اساتذہ سے

حاصل کی۔ ۱۸۸۰ء میں انہوں نے اپنی پہلی تصنیف براہین احمدیہ شائع کی جس میں ان کا ادّعاء آریوں اور عیسائیوں کے اسلام پر کئے گئے حملوں کا توڑ تھا۔ اس زمانے میں پنڈت دیانند اور پادری فنڈر مسلمانوں کو بہت پریشان کررہے تھے۔ پنجاب کے مسلمانوں نے مرزا غلام احمد سے بہت سی امیدیں باندھیں اور اسے براہین احمدیہ کے لئے بہت چندہ دیا۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ وہ پچاس حصوں میں اس کتاب کو مکمل کریں گے مگر افسوس کہ مرزا قادیانی خریداروں کو پانچ سے زیادہ حصے نہ دے سکے اور اپنی بریت میں کہا۔ پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہے اور ظاہر ہے کہ صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

## مرزا کا ذہنی تجزیہ ایک مبصر کی نظر میں

مرزا غلام احمد کے بارے میں اس کے بیٹے بشیر احمد مؤلف سیرۃ المہدی نے یہ تأثر دیا ہے کہ حضرت بہت بھولے بھالے اور سادہ تھے۔ دائیں اور بائیں جوتے میں امتیاز نہ کرسکتے تھے۔ کرتے کے بٹن تک لگانے کا سلیقہ نہ تھا۔ ہر وقت نیم مخمور کی سی حالت رہتی تھی۔ بات اس طرح نہیں علم گو ان کا پختہ نہ تھا مگر بلا کے ذہین تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی اس بے چارگی میں جب وہ آریوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں پریشان تھے، براہین احمدیہ لکھنے کا اعلان کردیا۔ براہین احمدیہ میں مرزا غلام احمد نے مسلمانوں کے کسی بنیادی عقیدہ سے تو اختلاف نہ کیا لیکن کہیں کہیں صوفیاء کرام کی طرح الہامات ولایت بکھیر دیئے۔ مسلمانوں کو اپنے بنیادی عقیدوں کے تحفظ کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس وقت انہوں نے مرزا غلام احمد کی باتوں کا نوٹس نہ لیا۔ کئی پیر اور ملنگ الہامات کے مدعی بنے رہتے ہیں۔ انہیں مرزا غلام احمد کی ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل کام جاری رہے ہمیں ان الہامات سے کیا غرض۔ مرزا غلام احمد نے ان الہامات میں کہیں کہیں قرآن کی آیات بھی لکھیں جن سے عام شخص یہی سمجھتا ہے کہ اگر یہ الہام حق ہے تو ان آیات پر کچھ محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مخاطب کیا تو اس نے وہ آیات بھی اپنے الہامات میں لکھ دیں اور ذہن میں یہی رکھا کہ یہ آیات میرے آئندہ مسیح بننے کی بنیاد ہوں گی۔ غلام احمد اپنی ایک چال سے الہامات کا ایک جال بنتا گیا۔

۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کے چاروں حصے شائع ہوگئے اور ۱۸۹۱ء تک مرزا کا یہ اعلان رہا: ’’میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔‘‘ (اعلان ۱۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء تبلیغ رسالت ج۲ ص۲۰، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰،۲۳۱)

## ۱...... بارہ سال تک اپنے عزائم کو پردہ میں رکھنا

۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۴ء کی تحریرات میں اپنے مسیح بننے کی زمین ہموار کر لینا اور پھر ۱۸۹۱ء میں یہ اعلان کہ وہ ان الہامات کی رو سے مسیح موعود ہے مرزا غلام احمد کی انتہائی ذہنی چالاکی اور ہوشیار فکر یکی کا پتہ دیتا ہے اور پھر اس کے اس اعلان میں کہ میں ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ کتنی گہرائی چھپی ہے۔ اسے وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مرزا غلام احمد کی آئندہ قلابازیاں دیکھ لی ہوں۔

## ۲...... مرزا غلام احمد کا آزاد علمی مؤقف

مرزا غلام احمد نے اپنے اس اعلان میں اپنے آپ کو قرآن وحدیث تک محدود رکھا۔ تفسیر قرآن میں اپنے آپ کو اصول فقہ کی پابندی سے باہر لا کھڑا کیا۔ ایسا کیوں۔ یہ اس لئے کہ ان دنوں تحریک اہل حدیث تیزی سے چل رہی تھی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی اس عنوان پر لوگوں کو نئے نئے جمع کر رہے تھے۔ مرزا غلام احمد نے حالات کا اندازہ کرتے ہوئے معلوم کر لیا کہ میرے ساتھ زیادہ وہی لوگ آسکیں گے جو قرآن وحدیث کے اس آزاد عنوان کو پسند کریں گے۔ ائمہ فقہ کی پیروی کرنے والے لوگوں میں سے بہت کم میرے ساتھ اٹھیں گے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے وقت کے علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی نورالدین بھیروی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی وغیرہم سے بہت قریب کے تعلقات رکھے اور ان حضرات نے مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس پر تقریظیں لکھیں اور اس کی بہت اشاعت کی۔ وہ یہ سمجھ نہ پائے کہ مرزا غلام احمد نے اس کی تہ میں اپنے آئندہ پروگرام کے لئے کیسی خطرناک سرنگیں بچھا دی ہیں۔

لاہور کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں: ’’ہر جماعت کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کا مزاج کچھ ایسا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کے نزدیک عام واعظوں کی باتیں زیادہ مرغوب ہوتی ہیں۔ علمی اور گہری باتیں ان کے لئے بسااوقات پریشانی کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک شاید الدین یسر کا مطلب یہ ہے کہ ایسی آسان بات کی جائے اور سنی جائے کہ ذہن وفکر کو سوچنے کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑے۔‘‘ (قافلہ حدیث ص۸۰ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

## ۳…… پرانے دینی حلقوں کی علمی پالیسی سے انحراف

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی فکر یہ تھی کہ لوگوں کو قرآن وحدیث میں آزادفکر نہ ہونے دیا جائے ورنہ مسلمانان ہند زیادہ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ انہیں اسی اسلام کا پابند رکھا جائے جو پہلے ائمہ فقہ سے چلا آرہا ہے۔ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو عمل کی ہے۔ علمی پہلو سے مسلمانوں کا ماضی کسی باب میں تشنہ تکمیل نہیں رہا۔ انگریزوں نے اپنی رعایا کو آزاد خیالی کی راہ دکھائی۔ یہاں تک کہ اس آزادفکری میں مسلمانوں میں پرانی علمی پالیسی کے خلاف انحراف کی لہریں اٹھنے لگیں۔

یہ وہ دور تھا جب مرزاغلام احمد اپنے ذہن میں ایک نیا مذہب ترتیب دے رہے تھے اور انہوں نے براہین احمدیہ میں کچھ بنیاد بھی ہموار کر لی تھی اور قرآن وحدیث میں آزاد فکری پیدا کرنے کے لئے اہل حدیث کی قبا اوڑھ لی تھی۔ چنانچہ اب تک اس کے پیروؤں کا عمل آٹھ رکعات تراویح، فاتحہ خلف الامام، ہاتھ سینے پر باندھنا، عدم وقوع طلاق ثلاثہ اور نماز جنازہ غائبانہ میں اہل حدیث کا ہی چلا آرہا ہے۔

آزادفکری کی پالیسی میں مرزاغلام احمد غضب کا ہوشیار تھا ورنہ علماء کو پیچ میں لانا یہ کوئی ایسا کام نہیں جسے ہر آدمی کر سکے۔ مرزا کی علمی حیثیت کمزور تھی۔ اس لئے اس میں اسے حکیم نورالدین سے مشورہ لینا پڑتا تھا کہ کون سا دعویٰ کروں اور کون سا نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنے لئے راہ خود بناتا تھا اور اس باب میں وہ غیر معمولی طور پر ہوشیار تھا۔

## ۴…… دوسروں کو اپنے پیچ میں لانے کی سکیم

ابتداء سے مرزا غلام احمد کا منصوبہ تھا کہ علماء کس طرح اس کے پیچ میں پھنسیں۔ یہ کہانی آپ خود مرزا قادیانی سے ہی سنیں: ’’یہ الہامات (جو مرزا نے براہین احمدیہ میں درج کئے تھے) اگر میری طرف سے اس وقت ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہوگئے تھے تو وہ لوگ ہزار ہا اعتراض کرتے لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کئے گئے جب کہ یہ علماء میرے موافق تھے۔ یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض نہیں کیا کیوں کہ وہ ایک دفعہ ان کو قبول کر چکے تھے اور سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔ اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کرلیا اور اس پیچ میں پھنس گئے۔‘‘

(اربعین نمبر۲ ص۲۱، خزائن ج۱۷ ص۳۶۹)

یہ دوسروں کو پیچ میں پھانسنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ ہوشیار اور چالاک لوگوں کا یا سادہ اور بھولے بھالے لوگوں کا؟ یہ فیصلہ آپ خود کریں۔

پھر یہ بات بھی درست نہیں کہ علماء مرزا غلام احمد کے اس پیچ میں پھنس گئے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے اسی وقت مرزا غلام احمد کے ان الہامات پر گرفت کی جو مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ میں لکھے اور انہیں کھلے طور پر تحریف قرآن قرار دیا اور غلام احمد کو شاہی مسجد لاہور میں آنے اور ان الہامات پر ان سے بات کرنے کی دعوت دی اور یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد کو ان کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولوی ہدایت اللہ کے راولپنڈی کے اشتہار کا جواب جمادی اخریٰ ۱۳۰۲ھ (اپریل ۱۸۸۴ء) میں دیا اور اس کے آخر میں ایک اشتہار مرزا غلام احمد کے نام لکھا ہم اسے یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔

## اشتہار مولانا غلام دستگیر قصوری بجواب مرزا غلام احمد قادیانی

اشتہار...... مرزا غلام احمد نے جو براہین احمدیہ میں اپنے الہامات لکھے ہیں کئی ان میں سے مخالف شرع کے ہیں بلکہ قرآن میں تحریف معنوی تک نوبت پہنچا دی ہے غیرت اسلامی کی رو سے فقیر نے ان کو لکھا تھا کہ آپ بیشک کتاب بناؤ، فروخت کرو، چھپواؤ مگر الہامات سے رجوع کرو۔ اگر آپ کے الہامات حق ہیں تو لاہور میں تشریف لاکر روبرو علمائے دین کے ان کی حقیقت ثابت کرو۔ چوتھا مہینہ ہے اس کا جواب نہیں آیا۔ پھر مولوی محمد حسین صاحب لاہوری نے فقیر کو پیغام دیا کہ آپ سے درباب الہامات مذکورہ کے تخلیہ میں کچھ ذکر کرنا ہے تو بعد انتظار جواب مرزا قادیانی کے احمد بخش رنگ ریز لاہوری کے ہاتھ ان کو جواب لکھا گیا کہ پانچ چھ علماء اہل سنت لاہور کے روبرو فقیر سے گفتگو کرلیں تاکہ حق ناحق ظاہری ہو جائے۔ ان کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ لہٰذا اب فقیر احقاق حق کی نظر سے اعلان کرتا ہے کہ خواہ مرزا قادیانی یا ان کے مرید مولوی محمد حسین صاحب روبروئے علماء ہندوستان ولاہور، مدرسان مدرسہ عربی یونیورسٹی اور قاضی صاحب لاہور اور امام صاحب مسجد شاہی لاہور اور امام صاحب جامع مسجد انارکلی کے فقیر سے گفتگو کرلیں تاکہ فقیر روبروئے ان اکابر علماء کے ان کو ناحق ہونا ان الہامات کا متحقق کر دکھاوے سلسلہ تحریر ازبس طویل ہے بالمشافہ جلدی حق ظاہر ہو جاوے گا۔ وماعلینا الّا البلاغ المبین!

المشتہر: محمد عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی قصوری کان اللہ لہٗ

ماہ جمادی اخری ۱۳۰۲ھ

## جواب اشتہار راولپنڈی ص۴ مطبع وکٹوریہ پریس لاہوری

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا علماء مرزا غلام احمد کے پیچ میں پھنسے یا انہوں نے براہین احمدیہ کے ان الہامات پر بروقت گرفت کی ہاں اگر مرزا غلام احمد کی مراد اس سے مولانا محمد حسین بٹالوی اوران کے ہم خیال ہوں جو اس وقت تک مرزا قادیانی سے علیحدہ نہ ہوئے تھے تو یہ امر دیگر ہے۔ مگر اس سے بھی تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا محمد حسین بھی اس کے کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد کے برسرعام مخالف ہوگئے سو مرزا غلام احمد کی یہ بات جھوٹ ہے کہ انہوں نے علماء اسلام کو اپنے ایک پیچ میں پھنسا دیا تھا۔

رہی یہ بات کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس وقت مولانا غلام دستگیر قصوری سے تخلیہ میں کیا بات کہنا چاہتے تھے؟ یہ وہ راز تھا جو اس وقت مرزا قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے مابین تھا ہوسکتا ہے کہ وہ یہ ہو کہ ''جہاد کو حرام قرار دینے کی اور کوئی راہ بھی تو نہیں ہے۔''

## ۵...... کچھ دعوے شروع سے مرزا کے ذہن میں تھے

مرزا غلام احمد کے ذہن میں اس وقت صرف مسیح موعود بننے کی سکیم تھی یا اس کے ساتھ کچھ وحی رسالت تک پہنچنے کی بھی آرزو تھی۔ اس کے لئے آپ انہی سے کچھ سن لیں:

''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔'' (نصرۃ الحق ص۵۳ حاشیہ، خزائن ج۲۱ص۶۸)

گویا مطلق الہام اور کشف وکرامات کے دعوؤں میں انہیں کسی پریشانی کا اندیشہ نہ تھا۔ براہین احمدیہ میں مسیح موعود بننے کی بنیادیں بچھادی گئیں۔ اس دعویٰ سے آگے وحی کا دعویٰ اور اس سے آگے پھر رسالت کا دعویٰ یہ ترتیب مرزا قادیانی کے ذہن میں شروع سے تھی۔ غیر تشریعی نبوت ان کی آخری منزل تھی۔ مندرجہ ذیل عبارت میں لفظ بھی بہت معنی خیز ہے اور بتاتا ہے کہ ان کا سبقت کا قدم بہت آگے تھا۔

''قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو تسلیم کرسکیں کہ وہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا، اور قیامت تک باقی ہے۔'' (ایضاً)

یہ امید ہونا یا نہ ہونا کب کی بات ہے؟ وحی غیر تشریعی کے دعویٰ سے پہلے یا وحی غیر تشریعی پاکر؟ کسی منزل کی امیدیں واقعہ سے پہلے ہوتی ہیں۔ منزل میں آکر نہیں۔ مذکورہ عبارت بتارہی تھی کہ یہ اس دعویٰ سے بہت پہلے کی بات ہے۔ ناظرین کرام! سازش اور کسے کہتے ہیں؟ اس طرح کی بات کو پہلے سے سوچنا۔ خواب ہمیشہ تعبیر سے پہلے دیکھا جاتا ہے۔

## ۶...... ایک خفیہ خط وکتابت کا بھی پتہ چل گیا

حکیم نورالدین نے مشورہ دیا تھا کہ مثیل مسیح کا دعویٰ تو کریں لیکن عیسیٰ بن مریم کے دمشق میں اترنے کی حدیث سے تعرض نہ کریں۔ مرزا غلام احمد نے اسے نہ مانا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صرف مثیل مسیح بننے سے وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی جس کے لئے وہ یہ ساری کارروائی

کررہا ہے۔ وہ بات یعنی حرمت جہاد تو تبھی پوری ہوسکتی ہے کہ مثیل مسیح ہونے کے دعوے کے ساتھ یہ بات بھی ہو کہ دمشقی حدیث کا مصداق میں ہی ہوں۔ ورنہ صرف مثیل بننے سے وہ حاجت پوری کیسے ہوگی؟ دیکھئے مرزا غلام احمد کتنا تیز دماغ ہے کہ جہاں حکیم نورالدین کی نظر نہ پہنچ سکی۔ یہ وہیں آشیانہ بنارہا تھا۔ مرزا قادیانی نے اپنے ایک خط میں حکیم نورالدین کو لکھا: ’’جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج۵ حصہ۲ ص۸۴،۸۵، مکتوبات ج۲ ص۹۸ مکتوب نمبر۶۳ طبع جدید)

یہ آپس میں اس طرح مشورے کرنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے؟ جو خدا کے بھیجے ہوئے ہوں یا ان لوگوں کا جو خود کوئی سکیم بنارہے ہوں؟ یہ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

## علماء کو پیچ میں پھنسانے کی خوشی عارضی نکلی

مرزا غلام احمد اپنے اس داؤ پر تو بہت شاداں وفرحاں رہے کہ علماء سے براہین احمدیہ پر ریویو لکھوالیا اور انہیں اپنے پیچ میں پھنسالیا۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس پیچ میں پھنسنے بھی پھر اڑ گئے۔ حکیم نورالدین بھیروی اس لئے نہ اڑ سکے کہ وہ اس جال بننے میں خود شریک کار تھے اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نیچری تھے اور مرزا غلام احمد سے وابستگی سے پہلے ان کا علماء کے کسی حلقے سے کوئی تعلق بھی نہ تھا۔ پھر کچھ ایسے علماء بھی تھے جو اگر اڑ نہ سکے لیکن کچھ چلے ضرور اور وہ قادیان سے لاہور چلے آئے۔ یہ مولوی محمد علی تھے۔ لاہور پہنچنے پر جو انہوں نے نیا پلیٹ فارم بنایا اس میں وہ اپنے قادیانی دور کی بہت سی باتیں چھوڑ گئے۔ گو انہوں نے مرزا غلام احمد سے علیحدگی کا اقرار نہ کیا۔ لیکن قادیانیوں نے مسئلہ ختم نبوت میں جو پلیٹ فارم بنایا اس کی اس لاہوری گروہ نے کھل کر مخالفت کی۔

علماء اسلام میں سے جو مرزا غلام احمد کے پیچ میں آئے اور براہین احمدیہ پر ریویو لکھے۔ ان میں مولانا محمد حسین بٹالوی سرفہرست ہیں۔ لیکن کیا حقیقت نہیں کہ وہ بھی اس پیچ سے پھر کھلے طور پر نکلے اور نہ صرف نکلے بلکہ قرآن وحدیث کے آزاد مطالعہ سے جو مذہبی جماعت اہل حدیث میں پھیل رہی تھی آپ نے اس پر بھی قدغن لگائی اور اس کی اصلاح کی بھی کوشش

کی۔ان کی یہ اصلاحی کروٹ مرزا غلام احمد کی پوری تحریک کو قریب سے دیکھنے کا نتیجہ تھا۔

## اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین کا ایمان افروز انتباہ

۱...... پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق یا مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔

۲...... گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جارہے ہیں۔

۳...... ہندوستان میں ترک تقلید کا تجربہ پچیس سال میں ناکام ہو گیا اور اس کے نتیجے میں قادیانی اور چکڑالوی تحریکیں بڑے زور سے اٹھیں۔

## مولانا محمد حسین کی اپنی جماعت میں منزلت

مولانا محمد حسین بٹالوی کی جماعت میں بہت قدرومنزلت تھی۔آپ نے ہی جماعت کے لئے حکومت سے اہل حدیث نام منظور کرایا تھا۔پنجاب میں اشاعۃ السنہ آپ کا جماعتی آرگن تھا۔مولانا کی مرزا غلام احمد سے علیحدگی اور براہین احمدیہ کی حمایت سے واپسی پوری جماعت اہل حدیث کے لئے بہت خوش آئند واقع ہوئی اور بہت سے لوگ جو علماء اہل حدیث کے قریب ہونے کے باعث مرزا قادیانی کے قریب ہو گئے تھے پیچھے ہٹ گئے۔

پنجاب میں علمائے دیوبند کے ہم خیال اور متوسلین کا بڑا مرکز لدھیانہ تھا۔یہ حضرات شروع سے ہی مرزا غلام احمد کے خلاف رہے۔ان کے ذریعہ پنجاب کے دینی حالات کی خبریں دیوبند پہنچتی رہتی تھیں۔دیوبند میں اس وقت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت کا دور تھا۔

مرزا غلام احمد کی دعوت جب رام پور پہنچی تو نواب رامپور نے وہاں ایک علمی مباحثے کا اہتمام کیا اور اہل اسلام کی طرف سے دیوبند کی طرف رجوع کیا۔حضرت شیخ الہند حالات کے مدوجزر پر گہری عقابی نظر رکھتے تھے۔آپ نے اپنے شاگردوں میں سے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کو وہاں بھیجا۔ان کی سیاسی سوچ یہ کہتی تھی کہ قرآن وحدیث کی تشریح وتفسیر میں جتنی آزاد خیالی پھیلے گی اتنی ہی قادیانیوں کو قوت ملے گی۔سو اس کی دینی حکمت یہ

ہے کہ جماعت اہل حدیث کو ان کے خلاف اٹھا دو۔ آپ کی یہ پیش بینی درست نکلی اور مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے پھر ساری عمر اس فتنہ کے خلاف لگا دی۔ بلکہ اپنے قریبی دوست حضرت مولانا محمد ابراہیم میر کو بھی اس پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔

قادیانیت کے دور اوّل میں مولانا محمد حسین بٹالوی کا مرزا غلام احمد کے مخالف ہو جانا اور ان کے شاگردوں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا اس درجہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا گویا ضد سی ہوگئی۔ اس سے قادیانیت کو بڑا دھچکا لگا۔ پنجاب کے سجادہ نشینوں میں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قادیانیت پر برق سوزاں بن کر گرے۔ علماء لدھیانہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز اور آگے بڑھے اور مرزا غلام احمد پر کھل کر کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ قادیانیوں پر پہلا فتویٰ کفر تھا جس کی پھر دیوبند نے بھی تصدیق کر دی۔

## مرزا غلام احمد کی اپنے پیچ میں ناکامی

اس پس منظر میں ہم مرزا غلام احمد سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ علماء کو میں نے اپنے پیچ میں پھانس لیا۔ اب تم ہی کہو کہ جو پھنسے تھے وہ کامیابی سے اڑے یا نہیں؟ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی مرزا غلام احمد سے علیحدگی کیا اس پیچ کی پوری ناکامی نہیں جو تم نے لگایا تھا۔ پھر مولانا محمد حسین بٹالوی اس پیچ سے نکلے یا نہیں؟

اب تم ہی کہو کس کی صدا دل کی صدا ہے

## علماء اہل حدیث پر مسٹر پرویز کا طنز

اس دور کے قریب حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی نے ''اثبات الالہام والبیعہ'' لکھی۔ قادیانی غلط طور پر اسے اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ کتاب اتفاقی طور پر اس دور میں لکھی گئی۔ اس سے مرزا غلام احمد کی کوئی تائید مقصود نہ تھی۔ یہ ابہام مسٹر غلام احمد پرویز کا قائم کیا ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''ختم نبوت کے بعد خدا سے مکالمہ اور مخاطبہ کا کوئی ثبوت قرآن سے نہیں ملتا۔ نہ ہی اس میں کشف والہام کا کوئی ذکر ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ (خدا سے مکالمہ کا) قرآن کے خلاف اور ختم نبوت کے منافی ہے۔ بات یہیں ختم ہو جاتی لیکن اس سے

بحث کرنے والے علماء کشف والہام اور مخاطبہ ومکالمہ خداوندی کے خود قائل تھے۔ وہ ان کے دعویٰ کی تردید کیسے کرسکتے تھے۔‘‘ (ختم نبوت اور تحریک احمدیہ ص۴۷)

مخاطبہ اور مکالمہ الٰہیہ ہرگز ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کوئی غلط طور پر الہام کا مدعی ہو تو یہ اور بات ہے۔ لیکن حضورﷺ کے بعد خدا سے مکالمہ الٰہیہ کا شرف کوئی ایسی چیز نہیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ اسے کسی درجے میں بھی حجت شرعی نہ سمجھا جائے۔ دین مکمل ہوچکا اور خدا کی حجت تمام ہوچکی۔

ان تفصیلات سے اس وقت صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مرزاغلام احمد نے کس ہوشیاری سے علماء کو اس پیچ میں پھانسنے کی کوشش کی ہے اور وہ ذہنی طور پر کس درجے کا ذہین اور ہوشیار تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اﷲتعالیٰ نے اس کا مکر اسی پر لوٹا دیا اور علماء اس کے پیچ سے نکل آئے۔ **ولایحیق المکر السئ الّا باھله!**

## مرزاغلام احمد کی کالے علم کی مشقتیں

مرزاغلام احمد کا گورداسپور کے ایک زمیندار گھرانے سے تعلق تھا۔ اس کے والد کو گورنر کے دربار میں کرسی ملتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس معیار کے لوگ خاصے شستہ اور شائستہ ہوتے ہیں۔ اندر سے وہ جو ہوں مگر وہ اپنا ظاہری رکھ رکھاؤ قائم رکھتے ہیں۔ مرزاغلام احمد کے بارے میں توقع ہونی چاہئے کہ وہ بداخلاق اور گندہ زبان نہ ہو۔ لیکن جب ہم اس کی اس قسم کی تحریرات دیکھتے ہیں جنہیں پڑھ کر شرفاء خاص گھن محسوس کرتے ہیں اور لکھنے والے سے بکمال نفرت بیزار ہوتے ہیں تو فوراً خیال آتا ہے کہ اس خاندان کا ہوکر اس قدر گندگی کیوں اور انتہائی نچلے درجے کے لوگوں کا سا یہ انداز تکلم کیوں؟

راقم الحروف اسی خیال میں گم تھا کہ مجھے کابل کے ایک پرانے عامل نے بتایا کہ کالے علم کے عاملوں کے لئے گندہ رہنا اور گندگی میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔ شیطانی جنات انہیں بعض غیب کی خبریں اسی صورت میں دیتے ہیں کہ یہ ظاہری یا اعتقادی گندگی میں گھرے بیٹھے ہوں۔

## مرزاغلام احمد کا کالے علم کا ایک عمل

مرزاقادیانی کی ایک پیش گوئی کے مطابق پادری آتھم کی موت کا آخری دن

۵/ستمبر۱۸۹۴ء تھا۔ اس دن مرزا قادیانی دانے پڑھوا رہے تھے ان کا بیٹا بشیر احمد اپنے باپ کے تذکرہ میں لکھتا ہے: ’’وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وظیفہ ختم ہونے پر دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر لے گئے اور فرمایا کہ یہ دانے کسی غیرآباد کنوئیں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنوئیں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے۔‘‘

(سیرت المہدی ج۱ ص۱۷۸، سیرت المہدی ج۱ ص۱۶۲،۱۶۳ روایت نمبر۱۶۰ طبع جدید)

مرزا قادیانی کے یہ عملیات بتا رہے ہیں کہ مرزا قادیانی اس وقت اندر سے آتھم کو مسلمان ہوا نہ سمجھتے تھے اور اس کی موت واقع ہونے کے لئے یہ دانے کنوئیں میں پھینک رہے تھے۔

مرزا غلام احمد کی تحریرات کا یہ گندا انداز ملاحظہ فرمائیں: ’’ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خداتعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خداتعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے۔‘‘ (تریاق القلوب ص۶۷، خزائن ج۱۵ ص۲۷۹،۲۸۰)

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ’’صرف ان کی تقویٰ (مرزا قادیانی کو اس لئے مؤنث سمجھتے ہیں کہ آخر میں ی ہے جیسے گڑوی، مچھلی وغیرہ) دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً ان میں کوئی ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشے سے توبہ کر لی ہو یا ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچ قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام، موچی، تیلی، ڈوم، مراسی، سقے، قصائی، جولاہے، کنجر، تنبولی، دھوبی،

مچھوے، بھڑبھونجے، نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے حرام کا۔‘‘ (تریاق القلوب ص۶۶، خزائن ج۱۵ ص۲۷۷)

ہمیں ایسی گندی زبان نقل کرتے ہوئے بہت گھن آ رہی ہے مگر ہم مجبور ہیں اور مرزا قادیانی بھی مجبور تھے کہ بغیر اس گندگی کے کالے علم کی مشقیں جاری نہ رکھ سکتے تھے؟

## ایک سوال اور اس کا جواب

مرزا غلام احمد کو جب علم تھا کہ اس نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا ہے اور لوگ اس سے اعلیٰ اخلاق نبوت کی توقع رکھیں گے تو اس نے اپنے آپ کو محض شعبدہ بازی کی خاطر اس سفلی علم میں کیوں گھیرے رکھا۔ کیا اسے اندیشہ نہ تھا کہ لوگ اس کی اس بدزبانی پر انگلی اٹھائیں گے؟

جواب: ہاں مرزا غلام احمد کو اس الجھن کا سامنا کرنے کی فکر تھی لیکن اسے حل کرنے کے لئے اس نے اپنی زبان کی اصلاح کی بجائے حضرت مسیح پر بدزبانی کا الزام کھلے بندوں لگا دیا۔ یہ اس لئے کہ لوگ جب مجھے بدزبانی کرتے ہوئے دیکھیں تو وہ کہیں کہ جب پہلا مسیح بدزبان تھا تو اب اگر اس کا مثیل بدزبانی کرے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (استغفر اللہ)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف غلط الزامات

مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے: ’’ہاں! آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

یہاں لفظ میرے نزدیک غور طلب ہے۔ یہ بتلاتا ہے کہ مرزا قادیانی یہ عبارت اپنے عقیدے کے طور پر نقل کر رہے ہیں۔ اگر یہ عبارت محض الزامی طور پر ہو تو پھر کوئی شخص اس کی تفسیر یہ کہہ کر نہیں کرتا کہ میرے نزدیک یہ یوں ہے۔

مرزا قادیانی نے اس سے ایک عوامی تأثر دینا تھا سو انہوں نے دے لیا۔ اب اگر کوئی شخص مرزا قادیانی کو دس ہزار دفعہ لعنت لکھتا بھی دیکھے تو وہ کہے گا کہ مخالفین کو اس طرح

طول وطویل گالیاں دینا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو حیران کن ہو۔ پہلے بزرگ بھی تو ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے کہا: دیکھو کیا حضرت عیسیٰ بدزبانی نہ کرتے تھے؟ یعنی وہ یقیناً ایسا کرتے تھے۔ **استغفراللہ العظیم!**

اسلام میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ پیغمبر کی توہین کفر ہے وہ پیغمبر کوئی ہو۔ مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے اور یہ اس کے کفر کی ایک مستقل وجہ ہے۔ اس کا دعویٰ نبوت اپنی جگہ ایک وجہ کفر ہے وہ اپنے دعویٰ نبوت سے پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدکردار ثابت کرنے سے پورا کافر ہوگیا تھا اور یہ کہہ کر کہ میرے نزدیک ایسا ہوا اس نے اسے اپنا عقیدہ کہا ہے۔ سو یہ کوئی الزامی بات نہ تھی جو محض عیسائیوں کے رد میں وہ کہہ رہا ہو۔

پھر اس ترتیب کلام پر بھی غور کریں کہ اس میں اس نے حضرت عیسیٰ کو پہل کرنے کا مجرم ٹھہرایا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہودیوں کی کارروائی محض جواب کے طور پر تھی۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ”آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔“ استغفراللہ! (ایضاً)

پھر اپنے کفر کا اس طرح اقرار کرتا ہے: ”یہی میرا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مدح کے خلاف زبان چلانا میرے نزدیک کفر ہے۔“ (ملفوظات احمدیہ ج۱ ص۱۸۴ طبع لاہوری گروپ)

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ہم یہاں چند وہ باتیں بھی درج کردیں جو منقصت انبیاء کا موجب ہیں اور ان کا مرتکب کفر سے نہیں بچتا۔

مرزا غلام احمد کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ کو ذیابیطس کی بیماری ہے افیون استعمال کریں، یہ اس مرض میں مفید ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا: ”آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کرکے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔“

(نسیم دعوت ص۶۷، خزائن ج۱۹ ص۴۳۵)

مرزا قادیانی کی یہ عبارت اس کے اپنے مہربانوں کے لئے ہے یہ کوئی عیسائیوں کے لئے نہیں کہی جارہی۔ گویا مرزا قادیانی کے سب پیرو حضرت عیسیٰ کو (معاذاللہ) شرابی سمجھتے ہیں۔

## حضرت مسیح علیہ السلام پر شراب نوشی کا الزام

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد یہ بات عیسائیوں کو نہیں کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیتے تھے۔ یہ اپنے ساتھیوں کو کہہ رہا ہے جو اسے مسیح موعود مانتے ہیں۔ سو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بات عیسائیوں کو بطور الزام کہی گئی ہے۔ نہ مرزا قادیانی نے کتاب نسیم دعوت ان کے خلاف لکھی تھی۔ مسیح کو اس ماحول اور ان لوگوں میں جو شراب سے نفرت کرتے ہیں شرابی کہنا یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے اور یہاں یہ بات بھی نہیں چل سکتی کہ اس شریعت میں شراب حرام نہ تھی۔ سوال اس ماحول کا ہے جہاں لوگ شراب کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بات غالب رہتی ہے کہ شریف لوگ شراب نہیں پیتے۔ اس میں کسی کو شرابی کہنا یقیناً اسے گالی دینے کے مترادف ہے اور مرزا غلام احمد نے واقعی یہاں حضرت عیسیٰ کو گالی دی ہے۔

مرزا قادیانی چونکہ مثیل مسیح ہونے کے مدعی تھے اس لئے انہیں افیونی اور شرابی ہونے میں تعارض محسوس ہوتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں شرابی ہی رہوں افیونی نہ بنوں تاکہ میرے مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ افسوس مرزا قادیانی نے اپنی شراب نوشی پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام پر جلی لفظوں میں شرابی ہونے کا آوازہ کسا اور محض اس لئے کہ اپنے لئے شراب نوشی کی راہ ہموار کر لیں۔

مرزا بشیرالدین محمود نے مسٹر جے ڈی کھوسلہ سیشن جج ضلع گورداسپور کی عدالت میں مئی ۱۹۳۵ء کو بیان دیا تھا کہ واقعی اس کے والد نے ٹانک وائن پی اور اس کا یہ اقرار خود ان کے آرگن الفضل میں ۱۹۳۵ء کو چھپا۔ یہ فیصلہ ۶/جون ۱۹۳۵ء کو ہوا۔

اس وقت مرزا غلام احمد کی بات زیر بحث نہیں کہ وہ شرابی کیوں تھا۔ ہم یہاں صرف یہ بتلا رہے ہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت کریہہ انداز میں منقصت کی ہے اور اسلام میں یہ اسی طرح کفر ہے جس طرح عقیدہ ختم نبوت کا انکار یا اس کے اس معنی کا انکار جو یہ امت مسلمہ چودہ سو سال سے مراد لیتی چلی آرہی ہے۔ قادیانیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ باتیں صرف عیسائیوں کو جھوٹا کرنے کے لئے کہیں۔ انکا اپنا عقیدہ یہ نہ

تھا۔انہیں چاہئے کہ مندرجہ ذیل عبارت میں لفظ ’’میرے نزدیک‘‘ پر غور کریں۔

’’میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔‘‘

(تحریر مرزا قادیانی ۱۹۰۲ء، ریویو آف ریلیجنز ج۱ص۱۲۴)

پھر کیا کبھی الزامی جوابات میں اس قسم کے دلائل بھی ہوتے ہیں جو مشاہدات کے پیرائے میں بیان کئے جائیں؟ کچھ تو سوچیں۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت تھی۔‘‘ (کشتی نوح ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۹ص۷۱)

کسی کے بارے میں بیماری کی وجہ سے شراب پینے کا اگر کوئی احتمال ہوسکتا تھا تو دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے کس پھرتی سے اسے ختم کردیا اسے تو شاید کہا اور پرانی عادت میں کوئی قید نہ آنے دی۔ مرزا غلام کی نئی نبوت کا مطالعہ کرنے سے پہلے کچھ اس کے فقہی مؤقف پر بھی ایک نظر کرلیں۔

## مرزا غلام احمد قادیانی اپنے فقہی مؤقف کے آئینہ میں

مرزا غلام احمد کے قریب کے دوست سب آزاد خیال تھے۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نیچری تھا اور حکیم نورالدین اہل حدیث تھا۔ مندرجہ ذیل اعمال کی روشنی میں آپ خود دیکھ لیں کہ مرزا غلام احمد کا فقہی مسلک کیا تھا۔ اگر یہ غیر مقلد نہ ہوتا تو مولانا محمد حسین بٹالوی اس کے گمراہ ہونے کا آغاز اس کے ترک تقلید سے نہ کرتے۔

کچھ عرصہ سے ایک خاص طبقہ تعصب اور جہالت کی رو میں بہہ کر یہ شرانگیز شوشہ چھوڑ رہا ہے کہ مرزا غلام احمد غیر مقلد نہیں بلکہ حنفی المسلک تھا اور اس پر کتابیں شائع کر کے عوام کو یہ غلط تأثر دیا جارہا ہے۔ حالانکہ اس کا غیر مقلد ہونا اتنا ہی واضح اور یقینی ہے جتنا کہ اس کا کفر اور ارتداد۔

ذیل میں قادیانیوں کی معتبر کتب سے مرزا اور نورالدین کے چند اعمال اور فتاویٰ درج کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ ان اعمال واقوال والا شخص کون ہوسکتا

ہے۔ حنفی یا غیر مقلد؟ ویسے بھی ان کی عبادت گاہوں میں جا کر دیکھا جائے تو یہ کھلے اہل حدیث نظر آئیں گے۔

۱...... ’’جناب مرزا قادیانی نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔‘‘

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۹۸ مؤلفہ فضل احمد چنگابنگیال وحقیقت نماز ص۸۸ مؤلفہ یعقوب علی تراب قادیانی)

۲...... ’’مقتدی امام کے پیچھے لازماً سورۃ الفاتحہ پڑھیں یہ فرض ہے۔‘‘

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۵،ص۲۸،ص۳۳،ص۸۱، حقیقت نماز ص۸۶)

۳...... ’’امام کے لئے الحمدللہ سے پہلے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا، رفع یدین کرنا۔‘‘

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۳۴)

۴...... ’’پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۸۹)

’’سوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۳۷)

۵...... ’’نماز کی حالت میں بعض آیات قرآنی کا جواب دینا۔‘‘ (حقیقت نماز ص۷۸)

۶...... ’’سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرنے سے پہلے دوسجدے کر لے۔‘‘ (حقیقت نماز ص۹۳)

۷...... ’’حالت نماز میں چل کر کنڈی کھول دینے اور گھوڑا باندھ لینے سے نماز میں فرق نہیں آتا۔‘‘ (حقیقت نماز ص۷۷)

۸...... ’’جس کی سنت فجر رہ جائیں وہ فرضوں کے بعد پڑھ لے۔ ہمارا یہی دستور ہے۔‘‘

(حقیقت نماز ص۵۷)

۹...... ’’مغرب کی اذان کے بعد دوسنت غیر مؤکدہ پڑھ لے۔‘‘ (حقیقت نماز ص۵۸،۵۹)

۱۰...... ’’جماعت ثانیہ بلاحرج جائز ہے۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۱۰۴)

۱۱...... ’’خارج ازنماز آدمی کو امام سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔‘‘ (حقیقت نماز ص۷۷)

۱۲...... ’’بعدازفرائض دعا کرنا بدعت ہے۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۲۶)

۱۳...... ’’جوتا سمیت نماز جائز ہے۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۲۹)

۱۴...... ’’نماز تراویح بمع وتر گیارہ رکعت ہے۔‘‘ (حقیقت نماز ص۱۴۴)

۱۵...... ’’تین وتر دوپر سلام پھیر کر تیسرا الگ سے پڑھے۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۶۹)

۱۶...... ''نماز جمعہ کے لئے نہ مقتدیوں کی کوئی تعداد ثابت ہے اور نہ ہی مصر (شہر) کی شرط ثابت ہے۔'' (فتاویٰ ص۱۵۰،۱۵۱)

۱۷...... ''جمعہ اور عصر جمع کئے جاسکتے ہیں۔'' (حقیقت نماز ص۱۸۷)

۱۸...... ''دوران خطبہ جمعہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینی چاہئیں۔'' (حقیقت نماز ص۱۸۷)

۱۹...... ''عیدین کی نماز میں ۱۲تکبیرات ہیں۔'' (حقیقت نماز ص۱۸۹)

۲۰...... ''قربانی تمام گھرانے کی طرف سے ایک۔'' (حقیقت نماز ص۲۰۴)

''یہ چوتھے روز بھی جائز ہے بلکہ سارا مہینہ ہوسکتی ہے۔'' (حقیقت نماز ص۲۰۵)

۲۱...... ''نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورۃ بھی ملانا چاہئے۔'' (حقیقت نماز ص۲۰۹)

۲۲...... ''غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے بلکہ متعدد غائبین کا جنازہ بھی ہوسکتا ہے۔'' (حقیقت نماز ص۲۱۰)

۲۳...... ''سفر کی کوئی حد مقرر نہیں۔'' (فتاویٰ ج۱ ص۱۵۷، حقیقت نماز ص۲۱۵،۲۱۶)

صاحب دو اڑھائی میل پر بھی قصر کر لیتے تھے۔

۲۴...... ''مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی۔ (ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں چاروں اماموں کے نزدیک تین ہی شمار ہوں گی۔ صرف اس دور کے اہل حدیث اور قادیانی ان کے ایک ہونے کے قائل ہیں) (فتاویٰ احمدیہ ج۲ ص۳۵،۴۱)

۲۵...... ''رکوع، سجود، تشہد، قیام اور جلسہ میں اپنی اپنی زبان میں دعائیں مانگنا چاہئے۔'' (حقیقت نماز ص۱۲۷)

قادیانیوں کے نزدیک نماز میں دوسری زبان میں بھی دعائیں کی جاسکتی ہیں۔ مرزا غلام احمد کے مرید سراج احمد نے ایک مغربی کی نماز میں جس میں غلام احمد بھی دوسری رکعت میں شامل ہوا، رکوع کے بعد مرزا قادیانی کی ایک فارسی نظم پڑھی:

اے خدا! اے چارۂ آزار ما

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۱۳۸، سیرت المہدی ج۱ حصہ سوم ص۶۴۴ روایت نمبر۷۰۷ طبع جدید)

مولوی محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں: ’’حضورﷺ نے ایک مرتبہ سہو سے نماز ظہر پانچ رکعت پڑھادی۔ آپ سے پوچھا گیا کیا نماز بڑھ گئی ہے؟ آپ نے کہا: کیسے؟ انہوں نے کہا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں۔ اس پر آپ نے سہو کے دو سجدے کئے۔‘‘ (شمع محمدی ص۱۵۰)

اس سے پتہ چلا کہ اہل حدیث کے ہاں اب بھی امام اور مقتدیوں کے آپس میں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

نوٹ: مرزاغلام احمد نے اپنے ان مسائل کو کسی اپنی وحی پر مبنی نہیں بتلایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا پہلے سے ہی یہی مذہب چلا آتا تھا۔ اہل حدیث ہونے سے پہلے وہ کہیں مقلد رہا ہو تو یہ اور بات ہے۔ نئی نبوت کی ٹوہ میں یہ غیرمقلد ہوکر لگا ہے)

۲۶...... ’’جمعہ رہ جانے کی صورت میں ایک دینار یا ساڑھے تین روپے کفارہ دے یا ایک صاع غلہ دے۔‘‘ (حقیقت نماز از یعقوب علی تراب مرزائی ایڈیٹر اخبار الحکم مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

فرمایئے! کیا یہ اعمال وافعال حنفی کے ہیں یا غیرمقلد کے۔

## مرزاغلام احمد کی نئی نبوت

آنحضرتﷺ سے پہلے جتنے انبیاء آئے وہ تشریعی ہوں یا غیرتشریعی ان میں اتحاد نوعی تھا۔ مرزاغلام احمد اپنے دعاوی کے اندھیرے میں ان میں کسی صف میں نظر نہیں آتا۔ نبوت کی اس نئی نوع کا (جو حضور اکرمﷺ کی اتباع اور جہد واکتساب سے ملے) قرآن اور حدیث میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ معاملہ یہیں تک رہتا تو شاید شطحیات کی کوئی اور نوع سامنے آجاتی۔ لیکن افسوس صد افسوس قادیانی مبلغین پر کہ وہ اس نئی نبوت کے اثبات کے لئے ان آیات واحادیث کے درپے ہوئے جن میں پچھلی نبوتوں کے حاملین کے تذکرے اور بیانات تھے۔ دعویٰ ایک بالکل جدی قسم کی نبوت کا اور دلائل ان نبوتوں کے جو قرون متطاولہ میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئیں۔ یہاں تک کہ ان سب کے خاتم دنیا میں تشریف لائے اور نبوت کا سلسلہ جو حضرت آدم سے چلا تھا اپنی شان تکمیل کو پہنچ گیا علمی سطح پر قادیانیوں کا یہ پیرایہ استدلال ہر سنجیدہ انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ مرزاغلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدی قسم کی نبوت اور مرزا کو اس

پر اس کے مطابق دلائل لانے چاہئیں۔ مرزا بشیرالدین محمود کی نبوت اس سے بھی آگے ایک اور قسم کی خدا سے ہمکلامی تھی اور اس پر بھی قادیانی اب تک کوئی دلیل نہیں لا سکے۔

مرزا بشیرالدین محمود نے کہا تھا: ''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔'' (الفضل ج۲۰ نمبر۷۰ ص۱، مؤرخہ ۱۱/دسمبر ۱۹۳۲ء)

یہاں میاں محمود قادیانی اپنے لئے بھی وحی کے مدعی ہیں۔ ہمیں اس وقت میاں صاحب کی نبوت سے بحث نہیں۔ ہم یہاں صرف مرزا غلام احمد کی نبوت پر بحث کر رہے ہیں۔ جس نبوت کے مرزا قادیانی مدعی ہیں۔ اس کے امتیازی خطوط یہ ہیں:

۱...... تدریجی نبی

مرزا قادیانی مختلف دعوؤں سے گزرتے ہوئے یہاں تک کہ اپنی پہلی تحریروں کو منسوخ کرتے ہوئے تدریجاً مقام نبوت پر آئے۔ پہلے نبیوں میں کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے پہلے اور دعاوی کئے ہوں اور پھر نبی بنا ہو۔

۲...... مشتبہ نبی

پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے بارے میں اس کے پیرو اس مسئلہ پر دو پارٹیوں میں بٹ گئے ہوں کہ اس کا اصل دعویٰ کیا ہے اور یہ کہ وہ نبی تھا یا نہیں۔

۳...... غلام نبی

پہلے نبیوں میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے خدا کے نام پر کسی کافر حکومت کی ماتحتی کو سایہ رحمت خیال کیا ہو اور اس کے احسانات سے اپنے کام کو آگے بڑھایا ہو اور اس کی ظل حمایت اپنی آسمانی کارروائی کی ہو۔

۴...... پہلودار نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کی وہ پیش گوئیاں جو اس نے اپنے دعویٰ کے صدق

کے لئے بطور دلیل پیش کی ہوں اور بار بار ان پر تحدی کی ہو جھوٹی نکلی ہوں اور پھر بھی وہ اپنے دعویٰ پر قائم رہے اور ان پیش گوئیوں پر شرطیں لگاتا جائے ہم اسے دودھارا نبی بھی کہہ سکتے ہیں۔

## ۵...... انگریزی نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جو لوگوں کو گورنمنٹ کے حکم سے اپنی نبوت کے نشان دکھائے۔ معجزہ خدا کا فعل ہے اور خدا کسی گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت نہیں ہے۔ پھر وہ ایک غیر مسلم گورنمنٹ کے ماتحت کیسے کوئی نشان دکھا سکتا ہے؟

یہ وہ پانچ وجوہ ہیں جواب تک کسی پہلی نبوت میں وہ وحی تشریعی کے ساتھ ہو یا وحی غیر تشریعی کے ساتھ نہیں پائے گئے۔ سو مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدی قسم کی نبوت ہے۔ جس کا پہلی نبوتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نبوت کی ایک بالکل نئی نوع ہے۔ جو نہ کبھی پہلے پائی گئی اور نہ کبھی آئندہ پائی جائے گی۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ ’’اس نبوت کے لئے ایک میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

جب یہ نبوت ایک جدی نوع کی ہوئی اور اس نوع کا فرد بھی واقع میں ایک ہی ہو تو کیا یہ ہیولیٰ نہیں جس کی کوئی صورت سامنے نہ ہو۔ جب یہ دعویٰ کسی نئی نبوت کا ہے تو اس کے لئے پہلے نبیوں کی نبوت کی آیات پڑھنا اور اس کی نبوت کو باقی اور ساری قرار دینا کیا دعویٰ اور دلیل میں کھلا تضاد نہیں؟ قادیانی مبلغین اگر مرزا قادیانی کی نبوت کے لئے ان آیات سے استدلال نہ کرتے جن میں پہلے نبیوں کی آمد کی خبر دی گئی تو شاید ان کے پرانے ساتھی مولوی محمد علی لاہوری ڈاکٹر بشارت احمد اور خواجہ کمال ادریس ان سے جدا نہ ہوتے۔ وہ بار بار مرزا بشیر الدین محمود کو سمجھاتے رہے کہ جب ہم مرزا قادیانی کے لئے ایک بالکل نئی نوع نبوت کے قائل ہیں تو پہلی نبوتوں سے وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی کیوں مثالیں لائیں؟ وہ تمام نبوتیں جن کا قرآن ذکر کرتا ہے تشریعی ہوں یا غیر تشریعی، حضرت خاتم النّبیین ﷺ پر ختم ہو چکی ہیں۔ مگر افسوس کہ مرزا محمود نے ان کی نہ مانی اور مرزا غلام احمد کو برابر نبی کہتا رہا اور پرانی نبوتوں سے اس کی نبوت پر استدلال کرتا رہا۔

ہمیں اس کا بھی افسوس ہے کہ مولوی محمد علی لاہوری اور اس کے دوسرے ساتھی مرزا غلام احمد کے لئے اس جدی نوع نبوت کو جس کا نہ قرآن میں کہیں ذکر ہے نہ حدیث صحیح میں پھر بھی مانتے رہے اور انہیں وکیل ہونے کے باوجود کبھی یہ خیال نہ آیا کہ قرآن پاک جس نے کوئی اصولی بات جس کی مسلمانوں کو کبھی ضرورت پڑسکتی ہے، نہیں چھوڑی آخر اس نوع نبوت کا کیوں کہیں ذکر نہیں کیا ہے؟

اس سے زیادہ افسوس ہمیں اس پر ہے کہ قادیانی مبلغ جو مرزا غلام احمد کی اس نئی نبوت کو قرآن وحدیث میں کہیں دیکھ نہیں پائے اور مرزا غلام احمد کے ہر دعویٰ میں وہ تردد واشتباہ کا شکار ہیں صرف ایک گروہ بندی میں ان کی ہاں میں ہاں ملائے جارہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے کچھ اس کے درپے ہوئے کہ مسلمانوں کے بعض بڑے بزرگ بھی صرف ختم نبوت مرتبی کے قائل تھے۔ زماناً وہ ممکن سمجھتے تھے کہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے بعد بھی کوئی اور نبی پیدا ہو۔ (معاذ اللہ)

یہ سب ان بزرگوں پر افتراء ہے اور انہی بزرگوں کی وہ عبارات جن سے قادیانی اپنے حق میں استدلال کرتے ہیں ہم نے یہاں اس کتاب میں درج کردی ہیں اور اپنی بزرگوں کی دوسری عبارات کی روشنی میں قادیانیوں کی پیش کردہ ان عبارات کو حل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا قائل ہو البتہ جھوٹ کا کوئی علاج نہیں۔

اب ہم متوکلاً علی اللہ اس کتاب کا آغاز کرتے ہیں۔

**واللہ ھو المؤفق لما یحبہٗ ویرضٰی!**

مؤلف عفا اللہ عنہ

# عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصاً علٰی سیدالرسل وخاتم الانبیاء وعلٰی اٰلہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء. امّابعد!

## ختم نبوت کی اساسی حیثیت

ختم نبوت سے پہلے نبوت کے بارے میں جان لیجئے۔ اس سے ختم نبوت کو سمجھنے کے لئے بہت مدد ملے گی۔

۱...... اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے (انسان) سے باتیں کرے جن میں دوسروں کے لئے بھی قطعیت ہو اوران کی قانونی حیثیت ہو۔

۲...... وہ ان میں اس پر کوئی غیبی امور کھولے یا اسے کوئی نیا حکم بھی دے۔

۳...... اس کی ان باتوں کا ماننا دوسرے انسانوں کے لئے ضروری ہو اور وہ اس کے لئے دعویٰ کرے اور اٹھے۔

۴...... اس کے دعویٰ سے انسانوں کی تقسیم ہو۔ ماننے والے ایک طرف اور نہ ماننے والے ایک طرف۔

## نبوت کی تاثیر کیا ہے؟

یہاں ہر چیز کی کوئی نہ کوئی تاثیر ہے۔ گلاب کی ایک تاثیر ہے۔ بنفشہ کی ایک تاثیر ہے۔ نماز کی ایک تاثیر ہے کہ یہ بے حیائی سے روکتی ہے۔ نبوت کی کیا تاثیر ہے؟

جواب: نبوت اپنے ماننے والوں کو آخرت میں نجات کی ضمانت بخشتی ہے۔ نبی کی پیروی کرنے والوں کی نجات جاتے ہی ہو جائے گی۔ گنہگاروں کی کچھ سزا کے بعد ہوگی تاہم نبوت کو ماننے والے کی نجات یقینی ہے۔

سوال: نبوت اپنے ماننے والے کو نجات کی ضمانت کب تک دیتی ہے۔ ضمانت کی آخری تاریخ کیا ہے؟

جواب: جب تک دوسرا نبی نہ آئے اس کے آنے پر یہ ضمانت اس دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اب اس پہلے نبی کو ماننا تو ضروری ہوگا لیکن اس کے ماننے میں نجات کی ضمانت نہ ہوگی۔ یہ ضمانت اب اگلے نبی کی نبوت میں ملے گی۔

سوال: یہاں ضمانت کچی بھی ہوتی ہے جو کچھ وقت کے لئے ہو اور پکی بھی ہوتی ہے جو دائماً ہے۔ کیا کسی نبوت کے تسلیم کرنے میں نجات کی پکی ضمانت بھی ہے؟

جواب: جس نبوت میں نجات کی ضمانت پکی ہو، دائما ہو، آگے کسی کو منتقل نہ ہو۔ وہ ختم نبوت ہے۔ اس میں نہ کسی نئے نبی کی آمد ہے نہ اس میں اس ضمانت کے کہیں آگے منتقل ہونے کا کوئی کھٹکا ہے۔ نجات کی یہ پکی ضمانت صرف حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت میں ہے اور اس نبوت کو تسلیم کرنا پہلی سب نبوتوں کی جامعیت ہے۔ اس کامل کے آنے کے بعد کوئی اور نہیں جس کا بعثت کا دعویٰ ہو۔ اس کا ماننا ضروری ہو اور آخرت میں نجات کی ضمانت اب اس میں منتقل ہو جائے۔

## آسمانی دفتر کا الٰہی فیصلہ

سو علم الٰہی میں مقدر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ ملے کیونکہ:

’’جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

دعویٰ نبوت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت بھی لائے محض وحی آنے سے بھی نبوت کا تحقق ہو جاتا ہے اور نجات کی ضمانت اس میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو تو ایک نئی جماعت بننے کی ضرورت نہیں رہتی اور اس نبی کا ماننا لازم نہیں ٹھہرتا۔ جب اس نے نئی جماعت بنالی تو اس میں آنے والے پہلی نجات کی ضمانت سے نکل گئے۔

مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے: ’’کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بے بہبود سے الگ نہیں کیا؟ کیا وہ انبیاء جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ

جماعتیں نظر آتی ہیں، انہوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کیا؟ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب (قادیانی) نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے الگ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی ہے۔'' (الفضل قادیان ج ۵ نمبر ۶۹، ۷۰ ص ۳ کالم ۳ مؤرخہ ۲۶/فروری و۲/مارچ ۱۹۱۸ء)

ہمیں اس وقت اس دعویٰ (دعویٰ نبوت) کے صدق وکذب سے بحث نہیں۔ ہم یہاں صرف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ کسی نئے نبی کو ماننے سے (اس کا دعویٰ نئی شریعت کا ہو یا پرانی شریعت کی بحالی کا) نجات کی ضمانت خاتم النّبیین ﷺ کے ماننے میں نہیں رہتی اور یہ رسالت محمدی ﷺ کی کاملیت کے اس عقیدے کے خلاف ہے جو ہر مسلمان کے دل میں گھر کر چکا ہے۔ حضور ﷺ کی رسالت اتنی کامل ومکمل ہے کہ اب اسے ماننے سے آخرت میں نجات کی ضمانت یقینی ہے۔ اب اس امت کے لئے اور کوئی بعثت نہیں نہ یہ نجات کی ضمانت، اب اور کسی میں منتقل ہوگی۔ قیامت اسی امت پر آئے گی اس امت کے بعد اب کوئی امت نہیں اور اس نبوت کے بعد کوئی اور نبوت نہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کا بنیادی عقائد میں سے ہے۔ سلف سے لے کر خلف تک جس نے اسے بیان کیا اسے اسلام کے بنیادی عقائد میں ذکر کیا ہے اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک عقیدہ عنواناً تو بنیادی درجے میں ہو مگر معناً غیرواضح ہو اور اسے سنتے اس کا کوئی قطعی مفہوم اور واضح حقیقت ذہن میں نہ آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ جس طرح اپنے ثبوت میں قطعی اور یقینی ہے اسی طرح یہ اپنی دلالت میں بھی قطعی اور یقینی ہے۔ ختم نبوت کا نام آتے ہی ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص پیدا نہ ہوگا جسے شریعت کی رو سے نبی اللہ کہا جاسکے۔ پوری تیرہ صدیوں میں اس کے یہی معنی سمجھے گئے اور اس کے اس معنی ومفہوم سے کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

پیشتر اس کے کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کے اس تاریخی تسلسل اور اس کے تواتر سے قبول کئے گئے معنی ومفہوم پر غور کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی ومفہوم کتاب وسنت سے ساتھ لے کر چلیں۔ قرآنی مرادات اور پیغمبرانہ تعلیمات کی صحیح اور واضح ترین صورت وہی ہے جسے امت نے تیرہ صدیوں کے تاریخی تسلسل میں بالاتفاق قبول کیا ہے۔

# قرآن کریم اور ختم نبوت

قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کو کھلے الفاظ میں خاتم النّبیین کہا گیا ہے اور اس میں سو کے قریب ایسے شواہد موجود ہیں جو حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ قرآن کریم کے آخری حصہ میں ورود قیامت کو کچھ ایسی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کے بعد اب صرف قیامت ہے۔ حضور ﷺ اور قیامت کے درمیان کوئی اور آسمانی بعثت نہیں ہے۔

اس ڈر سے کہ یہ کتاب طویل نہ ہو جائے ہم بطور تبرک معنی ختم نبوت پر قرآن کریم کی صرف نو (۹) شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ واللہ ولی امرہ وبہ تتم الصالحات!

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی پہلی شہادت

آنحضرت ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ جاہلی عرب میں خاندانی رشتوں اور قبائلی حمیّت سے تحریکیں آگے بڑھتی تھیں۔ ذہن جاہلیت نے سمجھا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے بعد تحریک اسلام دب جائے گی۔ کیونکہ پیغمبر اسلام کا کوئی بیٹا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے کہ آنحضرت ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن آپ اللہ کے رسول تو ہیں اور ظاہر ہے کہ رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔ پس جس کی روحانی اولاد موجود ہو وہ آپ ﷺ کی دعوت اور عزیمت کو لے کر آگے کیوں نہ بڑھے گی اور اسلام کا پودا ہمیشہ کے لئے کیوں نہ لہلہائے گا؟ بلکہ آپ کی روحانی اولاد تو اس قدر ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ خاتم النّبیین ہیں اور قیامت تک آنے والے سب انسان آپ کی شمع رسالت سے ہی روشنی پائیں گے اور آپ کی روحانی اولاد ہوں گے۔ بھلا جس کی روحانی اولاد اتنی کثیر ہو اور برابر چلتی آئے اس کی تحریک اس کی وفات پر کیسے ختم ہو جائے گی؟ جس چراغ کو خدا روشن رکھے اسے کوئی بجھا نہیں سکتا۔

قرآن کریم کہتا ہے: ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکلّ شئ علیماً'' (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: اور محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں (ایک بڑی امت کے روحانی باپ ہیں) اور نبیوں کے ختم پر ہیں (کہ اب قیامت تک آپ ﷺ کی امت ہی چلے گی) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتے ہیں (کہ آپ ﷺ کی روحانی اولاد کتنی زیادہ ہوگی)

''ولٰکن رسول اللہ'' کے ساتھ خاتم النّبیین کا لفظ آپ ﷺ کی روحانی اولاد کی کثرت کا بیان ہے۔''ولٰکن رسول اللہ'' کا استدراک آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان اور خاتم النّبیین آپ ﷺ کی کثرت اولاد کا بیان ہے۔

آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا اگر ممکن مانا جائے تو قرآنی الفاظ''ولٰکن رسول اللہ'' کے ساتھ خاتم النّبیین کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا۔ حضور ﷺ بے شک سب سے اعلیٰ درجے کے پیغمبر ہیں اور ہمیں ختم نبوت مرتبی سے بھی انکار نہیں ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کمالات نبوت سے کاملین امت کو فیض ملتا ہے۔ لیکن آیت مذکورہ میں جس سیاق وسباق سے آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان ہے اس کے ساتھ خاتم النّبیین کا لفظ آپ ﷺ کی کثرت امت کا بیان ہے اور اس کی دلالت یہی ہے کہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسان آپ ﷺ کی ہی امت ہوں۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو نہ کوئی نئی امت بنے اور ختم نبوت کی اساس پر آپ ﷺ کی روحانی اولاد قیامت تک جاری رہے۔ خاتم النّبیین کے اس معنی کے سواء کوئی اور معنی ومراد اس آیت کے سیاق وسباق کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتے۔

آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو ضروری ہے کہ آگے اس کی امت کا دور شروع ہو۔ پھر خاتم النّبیین ﷺ کی روحانی اولاد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جو قرآنی بشارت کے خلاف ہے اور اگر کوئی ایسا نبی پیدا ہو جو نئی شریعت نہ لائے اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کی شریعت کے تابع کہے مگر ایک نئی امت بنائے اور اپنے پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر اور جہنمی قرار دے اور انہیں حضور اکرم ﷺ کی روحانی امت سے الگ کہے تو بھی حضور ﷺ خاتم النّبیین کی امت کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور یہ مختصر سی اقلیت جو حضور اکرم ﷺ کی روحانی اولاد کی بیان کردہ کثرت کو توڑ کر وجود میں آئے گی گو اپنے آپ کو حضور کی ہی امت کہے۔ اس کا وجود آیت خاتم النّبیین کی کثرت امت کی بشارت کے قطعاً منافی ہوگا۔ پھر قرآنی اعلان وخاتم النّبیین آپ کی روحانی ابوت اور آپ ﷺ کی روحانی اولاد کی کثرت پر کیسے

دلالت کرے گا؟ مرزا غلام احمد بھی اپنے دعویٰ نبوت سے پہلے اس آیت کی یہی مراد بیان کرتا رہا ہے: ’’محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۱۴، خزائن ج۳ ص۴۳۱)

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔‘‘

(الحکم ۷/فروری ۱۹۰۳ء)

مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے: ’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔‘‘

(آئینہ صداقت ص۳۵، انوار العلوم ج۶ ص۱۱۱)

’’ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔‘‘ (انوار خلافت مرزا محمود ص۹۰، انوار العلوم ج۳ ص۱۴۷)

’’جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا، ضرور ہے کہ وہ ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

’’یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۱۴، خزائن ج۳ ص۴۳۱)

’’قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ: ’’ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین‘‘ سے اس کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۸۴، ۱۸۵ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۱۸)

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام

(ضمیمہ سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵)

مرزا بشیر الدین محمود تسلیم کرتا ہے: ’’نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی گئی۔‘‘

(الفضل ۶/ستمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ ص۴ کالم ۳)

ان تصریحات کے بعد قادیانیوں کا یہ اعلان کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں اور وہ مسلمانوں سے الگ نہیں ہیں۔ ایک مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآنی شہادت اس باب میں قطعی اور واضح ہے کہ حضور خاتم النّبیین ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

## آیت خاتم النّبیین کے معنی دور اوّل میں کیا سمجھے گئے؟

آیت خاتم النّبیین کے معنی دور اوّل میں کیا سمجھے گئے؟ اس کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان شاگردوں کی شہادت لیجئے جو اس امت میں علم تفسیر کے امام سمجھے گئے ہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۸ھ) اور حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) کے علم و مرتبہ سے کون واقف نہیں۔ ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) حضرت قتادہ سے نقل کرتے ہیں: ''عن قتادة ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین ای آخرھم'' (تفسیر ابن جریر ج۲۲ ص۱۱)

محدث عبد بن حمید حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں: ''عن الحسن فی قوله تعالٰی وخاتم النّبیین قال ختم اللہ النّبیین بمحمد ﷺ وکان آخر من بعث'' (الدر المنثور ج۵ ص۲۰۴)

آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں کا (وہ نئی شریعت والے ہوں یا پرانی شریعت پر چلنے والے) خاتم کہا گیا ہے۔ خاتم المرسلین نہ فرمایا تاکہ کوئی آپ کو صرف رسولوں کا خاتم نہ سمجھے۔ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں اور آخری فرد ہیں جس کی بعثت ہوئی۔

امام ابن جریر (۱۳۱۱ھ) کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو: ''ولٰکنه رسول اللہ وخاتم النّبیین الذی ختم النّبوة طبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہ الٰی قیام الساعة...... وبنحو الذی قلنا فی ذالک قال اھل التاویل''

(تفسیر ابن جریر ج۲۲ ص۱۱)

ترجمہ: لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النّبیین جنہوں نے سلسلہ نبوت ختم کیا۔ اس پر مہر لگادی کہ یہ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی کے لئے نہ کھلے گا جو بات ہم نے کہی ہے پہلے مفسرین نے بھی یہی کہا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: ’’انہ افہم عدم نبی بعدہ ابداً وعدم رسول ابداً وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص‘‘
(الاقتصاد ص ۱۴۶ الباب الرابع بیان من یجب تکفیرہ من الفرق)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لفظ خاتم النّبیین سے یہی سمجھایا ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول اور لفظ خاتم النّبیین میں نہ کوئی تاویل راہ پاسکتی ہے اور نہ کوئی تخصیص (کہ فلاں قسم کا آسکتا ہے اور فلاں قسم کا نہیں)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں: ’’واخبر من اللہ تعالیٰ انّہ خاتم النّبیین وانہ ارسل الیٰ کافۃ الناس واجمعت الامۃ علیٰ حمل ھٰذالکلام علیٰ ظاھرہ ان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص‘‘ (شفاء ص ۳۶۲)

ترجمہ: اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر خبر دی کہ آپ خاتم النّبیین ہیں اور آپ کل انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (یہ ختم نبوت مکانی ہے) اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ الفاظ اپنے ظاہر پر رکھے جائیں اور یہی اس کا مفہوم مراد ہے بغیر کسی تاویل کے اور بغیر کسی تخصیص کے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۱ھ) لکھتے ہیں: ’’ای اٰخرھم یعنی لاینباء احد بعدہ وعیسٰی علیہ السلام ممن نبئ قبلہ‘‘ (تفسیر مدارک ج۳ ص ۳۴ شاملہ)

ترجمہ: نبیوں کا آخری اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی اور عیسیٰ علیہ السلام (کا آنا اس کے خلاف نہیں) وہ ان میں سے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نبوت ملی تھی۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: ’’فھذا الاٰیۃ نص فی انّہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بعدہ بالطریق الاولیٰ والاحریٰ ولان مقام الرسالۃ اخص من مقام النبوۃ فان کل رسول نبی ولا ینعکس وبذٰلک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث جماعۃ من الصحابۃ‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۸ ص ۸۹ تفسیر سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: آیت خاتم النّبیین اس پر نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب نبی کوئی نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ رسول بطریق اولیٰ کوئی نہ ہوگا کیونکہ رسالت نبوت سے خاص ہے۔ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں (وہ غیر تشریعی نبی ہے) اس مضمون پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے متواتر احادیث وارد ہیں۔

یہ اسلام کی پہلی آٹھ صدیوں کی بے لاگ شہادت ہے۔ امت نے اپنے اس پہلے دور میں لفظ خاتم النّبیین سے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ اس سے صرف تشریعی نبوت کا ختم مراد ہے اور اس آیت میں یہ تخصیص ہے۔ سب نے بالاتفاق اس سے یہی مراد سمجھی کہ اس میں نبوت اور رسالت ہر دو کے ختم کا کھلا اعلان ہے اور یہ ختم نبوت پر نص ہے۔

کلیات ابی البقاء میں ہے: ’’وتسمیة نبینا خاتم الانبیاء لانّ الخاتم اٰخر القوم قال اللّٰہ تعالیٰ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ثم قال ونفی الاعم یستلزم نفی الاخص‘‘ (کلیات ابی البقاء ص ۳۱۹)

ترجمہ: ہمارے نبی کریم ﷺ کا نام اس لئے خاتم النّبیین رکھا گیا کہ خاتم قوم آخر القوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النّبیین ہیں۔ صاحب مراح لبید کہتے ہیں عام کی نفی (آئندہ نبی ہونے کی نفی) خاص کی نفی کو لازم ہے کہ تشریعی نبوت کا بھی اس میں خاتمہ ہے۔

یہ دور اوّل کی شہادت آپ کے سامنے ہے ختم نبوت سے ہر شخص نے وہ عامی ہو یا عالم، محدث ہو یا مفسر، مجتہد ہو یا مقلد اس سے صرف ایک اور ایک ہی مفہوم مراد لیا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی وہ غیر تشریعی درجے کا ہو (صرف نبی) یا تشریعی درجے کا (کہ رسول بھی ہو) ہرگز مبعوث نہ ہوگا اور جو ختم نبوت کا اس تفصیل سے اقرار نہیں کرتا۔ اس میں تخصیص کا مدعی ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے، ہرگز اس کا قائل نہیں۔ حضور ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا قرآن کی نص ہے اور وہ نص کا منکر ہے۔ الفاظ کا ماننا کوئی بات نہیں۔ الفاظ اپنے معنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اگر کوئی اس معنی مراد کو نہیں مانتا تو اسے کسی طرح ان الفاظ کا قائل قرار دیا جاسکتا ہے۔

## معنی خاتم النّبیین پر دور آخر کی ایک شہادت

تیرہویں صدی کے مفسر جلیل علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۱ھ) لکھتے ہیں: ’’والمراد بالنبی ماھو اعم من الرسول فیلزم من کونہ ﷺ خاتم النبیین کونہ خاتم المرسلین‘‘ (روح المعانی ج۲۲ ص۳۴ تفسیر سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: خاتم النّبیین میں نبی سے مراد رسالت (تشریعی نبوت) سے اعم درجہ ہے اور آپ کے خاتم النّبیین ہونے سے آپ کا خاتم المرسلین ہونا خود بخود لازم آرہا ہے۔

اسلام کی ان تیرہ صدیوں میں کوئی قابل ذکر محدث اور فقیہ اس بات کا قائل نہیں گزرا کہ قرآن کی اس آیت میں کوئی تخصیص ہے۔

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی دوسری شہادت

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک اجلاس بلایا۔ سب کی ارواح حاضر ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے میثاق لیا کہ تمہیں میری طرف سے نبوت اور احکام ملیں اور پھر میرا ایک خاص رسول تمہارے ہاں آئے تم سب اس پر ایمان لانا یعنی اپنی اپنی امتوں میں اس آنے والے رسول کی خبر دیتے جانا اور اگر تم اس کا زمانہ پاؤ تو اس کی نصرت بھی کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا ایک اقرار لیا کہ سب نے اقرار کیا اور پھر رب العزت نے اس میثاق پر اپنی شہادت ثبت فرمادی۔ اس میثاق میں اس خاص رسول کی آمد سب سے آخر میں بتلائی گئی ہے اسے ثم کے لفظ سے ذکر کیا جو تراخی اور بعدیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس میثاق سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے اونچا پیغمبر سب سے آخر میں آئے گا۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت سے مراد آپ کا سب سے اخیر میں آنا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

(پہلی کتابوں میں بھی رسول کا لفظ اس طرح مطلق صرف حضور ﷺ کے لئے آیا ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی مطلقاً ذکر کی جائے تو اس کا فرد کامل ہوتا ہے)

’’واذ اخذاللہ میثاق النّبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال أ اقررتم واخذتم

علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین‘‘
(آل عمران:۸۱)

ترجمہ: اور جب لیا عہد اللہ نے سب نبیوں سے کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت سے دوں پھر آئے تمہارے ہاں اس شان کا رسول کہ وہ تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اس عہد کے بارے میں لکھتا ہے: ’’خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۳۰، خزائن ج۲۲ ص۱۳۳)

یہ عہد تمام رسولوں سے لیا گیا تھا جن میں وہ بھی تھے جو نئی شریعت لائے اور وہ بھی تھے جو سابقہ شرائع کے مطابق فیصلے دیتے رہے۔ ’’انّا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النّبییون الذین اسلموا‘‘ (المائدہ:۴۴)

اور وہ عہد کا رسول ان سب کے بعد آیا اور وہ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا تھا۔ قرآن کریم کی یہ آیت حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کو بڑی وضاحت سے بیان کر رہی ہے۔

سباق آیت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول موعود سب نبیوں اور رسولوں سے افضل واعلیٰ ہے۔ تبھی تو اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے اور آیت میں یہ بات بھی بہ درجہ نص مذکور ہے کہ وہ ان سب کے بعد آئے گا۔

لغت عرب میں ثم تراخی کے لئے آتا ہے اس کے بعد جو مذکور ہو اس میں امہال ہوتا ہے اسے کچھ مہلت دی جاتی ہے۔ عرب جب کہتے ہیں ’’جاء نی زید ثمّ عمرو‘‘ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عمرو زید کے بعد آیا۔

سوال: جب یہ عہد تمام رسولوں سے لیا گیا کہ تم اس پیغمبر آخر الزماں پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا تو کیا اس میثاق میں آنحضرت ﷺ بھی موجود تھے اور آپ سے بھی عہد لیا گیا کہ اپنے آپ پر ایمان لائیں؟

الجواب: سورۂ احزاب میں اس میثاق کا ذکر ان الفاظ میں ہے: ’’واذ اخذنا من النّبیین میثاقهم ومنک ومن نوح وابراهیم وموسٰی وعیسٰی ابن مریم واخذنا منهم میثاقاً غلیظاً‘‘ (الاحزاب:۷)

ترجمہ: اور جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح سے بھی، ابراہیم سے بھی اور موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا۔

یہ عہد سب نبیوں سے لیا گیا تھا لیکن پانچ اولوالعزم پیغمبروں کو پھر خصوصیت سے ذکر کردیا گیا۔ سو اس عہد میں یہ سب شامل تھے۔ رہی یہ بات کہ حضورﷺ سے اپنے اوپر ایمان لانے کا عہد کس لئے لیا گیا اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تصدیق خود قرآن کریم نے اس طرح کردی ہے: ’’اٰمن الرسول بما انزل الیه من ربّه والمؤمنون کل اٰمن باللّٰه‘‘ (البقرہ:۲۸۵)

ترجمہ: یہ خاص رسول بھی اس پر ایمان لائے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا اور تمام مؤمنین بھی ایمان لائے ہر ایک ان میں سے اللہ پر ایمان لایا۔

آنحضرتﷺ خود بھی کلمہ پڑھتے تھے اور اپنے رسول ہونے کی شہادت دیتے تھے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ قادیانی اس لئے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں وہ رسول آخرالزمان سے حضورﷺ کے علاوہ کسی اور کی رسالت ثابت کرنے کے درپے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ مرزا غلام احمد نے بھی یہاں رسول سے آنحضرت ہی مراد لئے ہیں:

’’اس آیت میں ’’ثم جاء کم رسول‘‘ سے مراد آنحضرتﷺ ہی ہیں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۳، خزائن ج۲۲ ص۱۳۳)

یہ آیت بڑی وضاحت سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرتﷺ سب سے آخر میں آنے والے پیغمبر ہیں۔ آپﷺ کے بارے میں تمام پیغمبروں سے عہد لیا گیا کہ اپنے اپنے وقت میں آپﷺ کی آمد کی خبر دے کر آپﷺ کی نصرت کریں۔ ظاہر ہے کہ جس کی خبر سب پیغمبر دیتے چلے آئے وہی افضل النّبیین ہوگا۔

سو آیت عہد میثاق سے یہ بات واضح ہے کہ جو افضل النّبیین ہوگا وہی خاتم النّبیین ہے۔ اب یہ بات کہ حضور افضل النّبیین ہیں یہ وہ حقیقت ہے کہ اس کا انکار شاید قادیانی بھی نہ کرسکیں۔ سو اس کے بعد اس بات کے تسلیم کرنے میں کہ حضورﷺ ہی سب کے

آخر میں تشریف لائے اور کیا تر ددرہ جاتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ بغوی (۵۱۶ھ) نے لکھا ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت سے تمام ذریات کو برآمد کیا جن میں انبیاء چراغوں کی طرح روشن تھے اور سب سے پہلے محمد ﷺ کے بارے میں میثاق لیا گیا تھا۔‘‘ (تفسیر مظہری ج۲ ص۲۸۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر منقول ہے:

’’قال علی ابن ابی طالب وابن عمه ابن عباس رضی اللہ عنہما ما بعث الله نبیاً من الانبیاء الّا اخذ علیه المیثاق لئن بعث الله محمدا ﷺ وهو حیی لیؤمنن به ولینصرنه وامره ان یاخذ المیثاق علی امة لئن بعث محمد وهم احیاء لیؤمنن به ولینصرنه‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۳۷۸ تفسیر سوره آل عمران)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کے یہی معنی منقول ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آیات سابقہ سے آیت محولہ بالا تک ہو بہو سلسلہ کلام آپ ﷺ ہی کی نبوت کی بشارت میں چلا آرہا ہے اور یہی قول جمہور مفسرین کے نزدیک مختار اور راجح ہے، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ: ’’ثم جاء کم رسول ‘‘میں حضرت علی اور ابن عباس کے قول کے مطابق خاص محمد ﷺ مراد ہیں لفظ رسول اگرچہ نکرہ ہے مگر اشارہ معین اور مخصوص کی طرف ہے جیسے حق تعالیٰ کے قول: ’’ضرب الله مثلاً قریةً کانت اٰمنة (الٰی قوله) لقد جاء هم رسول منهم فکذبوه ‘‘میں رسول سے حضور پرنور کی ذات بابرکات مراد ہے۔‘‘ (تفسیر قرطبی ج۴ ص۱۲۵، تفسیر سورہ آل عمران شاملہ)

اس پر شیخنا حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’اگر رسول سے خاص حضور پرنور ﷺ کی ذات بابرکات مراد لی جائے تو مقصود آیت سے آپ ﷺ کی سیادت اور خاتمیت کو بیان کرنا ہوگا کہ آپ ﷺ تمام اوّلین وآخرین کے سردار ہیں کہ آپ ﷺ کی اتباع اور نصرت کا عہد تمام انبیاء سے لیا گیا ہے۔ جیسا کہ شب معراج میں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی تو یہ دلیل ہوئی آپ ﷺ کی سیادت عامہ اور امامت کبریٰ کی اور آپ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی دلیل یہ ہوئی کہ حق تعالیٰ کا تمام انبیاء سے یہ فرمانا: ثم جاء کم رسول کہ تم سب کے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا اس سے

معلوم ہوا کہ اس عظیم الشان رسول کی آمد سب کے بعد ہوگی اور اس کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔‘‘ (معارف القرآن ج۱ص۱۳۱۵)

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی تیسری شہادت

انبیاء علیہم السلام خداتعالیٰ سے خبریں پاتے ہیں اور اپنے مخاطبین کو بشارتیں بھی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈراتے بھی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام خواہ نئی شریعت والے ہوں خواہ پہلی شریعت کے تابع بشارات ونذارت سب کی مشترک صفت ہے ہر نبی بشیر ونذیر ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کی غایت یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ نہ صرف عرب کو بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو اور نہ صرف اس وقت کے لوگوں کو بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ان کے نیک وبد سے آگاہ کریں۔ جس طرح آپ کی شریعت ان سب کے لئے کافی ہے آپ کی بشارت ونذارت بھی ان سب کو محیط ہے۔ ان کے لئے خدا کی طرف سے کوئی اور بشیر ونذیر آنے کا نہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے: ’’وما ارسلناک الا کافۃ للنّاس بشیراً ونذیراً‘‘ (سبا:۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو رسالت اس لئے دی کہ اب آپ (آئندہ کے) تمام لوگوں کے لئے بشارت اور نذارت والے ہیں۔

آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی اور نبی ہو گو آپ کی شریعت کے تابع تصور کیا جائے اس پر سوال یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے لئے بشیر ونذیر ہوگا یا نہ؟ بصورت نفی وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ بشارت ونذارت ہر پیغمبر کی ذمہ داری ہے اور بصورت اوّل اس سے آنحضرت ﷺ کا تمام انسانوں کے لئے بشیر ونذیر ہونا ناکافی ہوجاتا ہے۔ حالانکہ نجات کے لئے ایک بشارت ونذارت کافی ہوتی ہے اور اس کی بشارت ونذارت کا ناکافی ہونا کسی طرح جائز نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بشارت ونذارت سب بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ جسے اب تک آپ کے نائبین العلماء ورثۃ الانبیاء آپ کی طرف سے نیابت ادا کر رہے ہیں۔ حقیقت میں اب آپ ﷺ ہی سب انسانوں کے لئے بشیر ونذیر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی تجویز کیا جائے تو پھر آنحضرت ﷺ سب انسانوں کے لئے بشیر ونذیر نہیں رہتے۔ پھر وہ نیا نبی اپنے وقت کا بشیر ونذیر ٹھہرتا ہے جو خدا سے خبریں پاکر بشارت ونذارت دے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: ’’تمت بنبیّنا محمد ﷺ

**حجته وبلغ المقطع عذره ونذره (نهج البلاغه) كان النّاس امة واحدة فبعث الله النّبيين مبشرين ومنذرين'' (البقره:۲۱۳)**

**''وما نرسل المرسلين الّا مبشرين ومنذرين'' (کهف:۵۶)**

ترجمہ: ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ کی حجت اہل زمین پر پوری ہوگئی اور اللہ کی طرف سے بشیراورنذیر ہونا آپ پر ختم ہوگیا۔

جن ادوار میں آمدورفت کے ذرائع اور ملکوں کا میل جول چنداں آسان نہ تھا تمدن نے ارتقاء کی یہ منزلیں طے نہ کی تھیں نہ قوموں کی باہمی آمیزش کے عام مواقع میسر تھے تو حکمت ایزدی ہر علاقے اور ملک میں علیحدہ علیحدہ پیغمبر بھیجتی رہی اور جب تمدن یوں ارتقاء پذیر ہوا کہ ساری دنیا ایک وحدت میں منسلک ہوسکے تو پھر وہ پیغمبر آیا جو مکانی اعتبار سے بھی ساری دنیا کے لئے ایک بشیرونذیر ہوا اور زمانی اعتبار سے بھی وہ ہمیشہ کے لئے بشیرونذیر ٹھہرے۔ آئندہ آنے والی تمام نسلوں اور قوموں کے لئے اسی کی بشارت اور نذارت پھیلے۔ وہ خدا کی طرف سے آخری برہان ہوا اور نبوت کا آخری نشان ہو۔ تااشارہ شناسان حقیقت کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ کی نبوت کون ومکان اور زمین اور زمان کی تمام وسعتوں کو شامل ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے: **''قل يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعاً'' (الاعراف:۱۵۸)**

ترجمہ: آپ کہہ دیں، اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب لوگوں کی طرف۔

اور یہ بھی فرمایا: **''تبارک الذی نزّل الفرقان علٰی عبده ليكون للعالمين نذيراً'' (الفرقان:۱)**

ترجمہ: بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر تاکہ وہ ہو سب جہان والوں کو ڈرانے والا۔

آپ ﷺ سب جہانوں کے لئے بشیرونذیر تبھی ہوسکتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد نہ کہیں کوئی اور نبی ہوا اور نہ کبھی کوئی اور نبی آئے۔ ابتداء عالم میں جس طرح دنیا ایک قوم تھی آخر میں بھی دنیا آپ ﷺ کی وحدت رسالت سے ایک قوم بن کر رہے۔ مرزاغلام احمد کا یہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے۔

مرزاغلام احمد لکھتے ہیں: ''جب دنیا نے پھر اجتماع اور اتحاد کے لئے پلٹا کھایا اور

ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے سارے سامان پیدا ہو گئے تب وہ وقت آ گیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھا دیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کر دیا جائے تب خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا تاکہ وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور جیسا کہ ابتداء میں ایک قوم تھی آخر میں بھی وہ سب کو ایک ہی قوم بنا دے۔''

(چشمہ معرفت ص۱۳۶، خزائن ج۲۳ ص۱۴۴)

## آنحضرت ﷺ کا نذارت عامہ کا اعلان

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل بنی آدم کے لئے بشیر ونذیر بنایا۔ آپ کی بعثت ہر اولاد آدم کے جہاں جہاں تک وہ پھیلی ہو سب کے لئے آپ ہی بشیر ونذیر رہے ہیں۔ آپ نے خود بھی اس کا اعلان فرمایا: ''واحیٰ الیّ ھٰذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ'' (الانعام:۱۹)

ترجمہ: مجھے یہ قرآن وحی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ تمہیں اس کے ذریعہ ڈراؤں اور ان تمام کی نذارت کروں جن تک یہ پہنچے۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''انا رسول من ادرکت حیاً ومن یولد بعدی'' (رواہ ابن سعد عن ابی الحسن مرسلاً کنزالعمال ج۱۱ ص۴۰۴ باب فی فضائل نبینا محمد واسمائہ وصفاتہ البشریۃ الفصل الثالث)

ترجمہ: میں اس کے لئے بھی رسول ہوں جسے میں زندہ پاؤں اور اس کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''فضلت علی الانبیاء بست...... وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون''

(صحیح مسلم ج۱ ص۱۹۹ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

ترجمہ: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ (ان میں سے ایک یہ کہ) میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور نبیوں کے آنے کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ:

میں تمام کالی اور گوری قوموں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ یہ رنگوں اور نسلوں کے جغرافیائی فاصلے میری نبوت کی تحدید نہیں کرتے۔ میں سب کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بعثت الٰی کل احمر واسود'' (صحیح مسلم ج۱ ص۱۹۹ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں تمام اقوام عالم کی طرف بھیجا گیا ہوں وہ سرخ ہوں یا سیاہ۔

یہ بات ماننی کہ آپ ﷺ کل بنی آدم کے لئے رسول ہیں ضروریات دین میں سے ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد جو کوئی اپنے لئے کسی اور کو رسول بتائے وہ ضروریات دین کا منکر ہوگا۔ آپ سب کے لئے اللہ کے رسول ہیں اور خدا کے اس قانون کے تحت آپ ﷺ اس زمین پر خدا کی آواز ہیں۔

''اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن النّاس'' (الحج:۷۵)

ترجمہ: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں۔

انسانوں میں سے اس دور کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو رسول چنا ہوا ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کا دور قیامت تک وسیع ہے۔

## آپ ﷺ کی کل بنی آدم کے لئے بعثت ماننا ضروریات دین میں سے

''قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا'' (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: آپ کہیں اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب لوگوں کی طرف۔

اس کے تحت حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: ''ھذا من شرفہ وعظمتہ ﷺ انہ خاتم النّبیین وانّہ مبعوث الی الناس کافۃ...... والاٰیات فی ھٰذہ کثیرۃ کما ان الاحادیث فی ھٰذا اکثر من ان تحصر، وھو معلوم من دین الاسلام ضرورۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ الی النّاس کلھم''

(تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۲۵۳ تفسیر سورۃ الاعراف)

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی چوتھی شہادت: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سیدھی راہ اور آخرت کی فلاح دو قسم کی وحی پر ایمان لانے سے وابستہ کی ہے۔ ایک وہ وحی جو آنحضرت ﷺ پر آئی (خواہ متلو ہو خواہ غیر متلو) اور دوسری وہ جو آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر آتی رہی۔ وحی کا کوئی تیسرا فرد نہیں ہے جس پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہو۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کوئی اور وحی آنے والی ہوتی تو

ہمیں اس پر بھی ایمان لانے کا مکلّف کہا جاتا۔ قرآن کریم ہمیشہ کے لئے رہنما کتاب ہے اس میں وحی کی یہ دونوں قسمیں ہی ذکر کی گئی ہیں۔

''والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ہم یوقنون اولٰئک علٰی ہدیً من ربہم واولٰئک ہم المفلحون'' (البقرہ:۴،۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اس پر ایمان لائے جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں وہی لوگ ہیں اپنے پروردگار کی ہدایت پر اور وہی لوگ ہیں فلاں پانے والے۔

وحی ہر پیغمبر پر آتی ہے خواہ وہ نئی شریعت لانے والا ہو خواہ وہ کسی پہلی شریعت کے تابع ہو۔ قرآن کریم نے وحی کو مذکورہ دوقسموں میں ذکر کر کے بتلا دیا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد اصلاً وحی نہیں ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نئی شریعت والا نہ کوئی تابع شریعت محمدیہ کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی قیامت تک کے لئے مسدود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے نزول کے بعد اگر کوئی وحی آئے تو اس کی قانونی حیثیت نہ ہوگی نہ اس پر ایمان لانے کا کسی سے مطالبہ ہوگا۔ اس کا تعلق صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے ہوگا اور اس کی حیثیت ایک تکوینی راہنمائی سے زائد نہ ہوگی۔ قرآن پاک صرف دو قسم کی وحی پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ (تفسیر ابن جریر ج۱ص۸۱)

ایک وہ جو حضور اکرم ﷺ پر کی گئی اور دوسری آپ سے پہلے کی۔ وحی کا کوئی تیسرا فرد نہیں ہے جس پر ایمان لانے کے ہم مکلّف کئے گئے ہوں۔

یادرکھئے آخرت سے مراد مرنے کے بعد پھر اٹھنے پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ حساب ومیزان برحق ہے اور جنت اور دوزخ برحق ہیں۔ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس سے یہی معنی منقول ہے۔ امام ابن جریر(۳۱۰ھ) لکھتے ہیں: ''عن ابن عباس (وبالاٰخرۃ ہم یوقنون) ای بالبعث والقیامۃ والجنۃ والنار'' (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۸۱)

مرزاغلام احمد لکھتے ہیں: ''وبالاٰخرۃ ہم یوقنون'' آخرت پر یقین رکھتے ہیں...... قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔'' (ملفوظات ج۸ص۳۰۷، الحکم ج۲ نمبر۱۰ص۴،۵ مؤرخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۲ء)

وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی گئی اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (الحکم ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۴ء) حکیم نورالدین خلیفہ اوّل بھی یہی

ترجمہ کرتا ہے اور آخرت کی گھڑی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (ضمیمہ بدر۴/فروری ۱۹۰۹ء)

مذکورہ آیت سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئی شریعت ہی کا آنا بند نہیں، مطلقاً وحی کا آنا بند ہے اور سلسلہ وحی آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکا۔

## مرزا بشیر الدین محمود کی تحریف قرآن

الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے آنے والی ہے۔ (حاشیہ ترجمہ قرآن مجید زیر نگرانی مرزا محمود ص۱۲ اسٹیم پریس لاہور ۲۱/دسمبر ۱۹۱۵ء) جس طرح متقی آپ سے پہلی وحی پر ایمان رکھتا ہے وہ بعد میں آنے والی وحی پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر قادیانی ص۱۴۵)

## ایمان بالآخرت قرآن کریم میں

قرآن کریم میں ویسے تو ایمان لانے کی دعوت ''اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ '' ہر اس بات کو شامل ہے جو حضور ﷺ خدا کی طرف سے لے کر آئے۔ کسی ایک بات پر بھی کلمہ انکار انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

''ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم'' (التوبہ:۷۴)

لیکن قرآن کریم میں ان تمام مومن بہ امور (ایمانیات) کو دو عنوانوں سے کل ایمان کی سرخی بنایا گیا ہے۔

(۱) ایمان باللہ اور (۲) ایمان بالیوم الاخر۔

منافقین جب حضور ﷺ کے پاس آکر اپنے مومن ہونے کو بیان کرتے تو اس سرخی سے کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں: ''ومن النّاس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمؤمنین'' (البقرہ:۸)

ترجمہ: اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔

پورے ایمان کا یہ عنوان ایمان باللہ اور بالیوم الآخر پورے قرآن میں جگہ جگہ پھیلا ہوا ہے اور کئی مقامات پر والیوم الآخر کی جگہ الآخرہ کے الفاظ ملتے ہیں۔

ان تمام آیات کی روشنی میں یہ بات بکمال واضح ہے کہ قرآن کریم کے (ص۲) وبالآخرۃ ھم یوقنون سے مراد وہی ہے جو سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بتائی کہ

یہاں مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا اور حساب ومیزان اور جنت ودوزخ مراد ہے نہ کہ یہ وحی کی کوئی تیسری قسم ہے۔ آخرت کا لفظ قرآن کریم میں دنیا کے مقابل وارد ہوا ہے۔

’’ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة‘‘ (البقرہ:۲۰۱)

’’واکتب لنا فی هٰذة الدنیا حسنة وفی الاٰخرة‘‘ (الاعراف:۱۵۶)

اب ایک لفظ جو قرآن کریم میں بطور دعویٰ ایمان ستر سے زائد جگھوں میں وارد ہے اور اس کا صریح طور پر کئی جگہ دنیا سے تقابل رکھا گیا ہے اسے تاویل وتحریف سے ایسے معنی پر لانا جو قرآن کریم میں اور کہیں مذکور نہ ہوں جہاں صریح تحریف قرآن ہے۔ وہاں قرآن کریم کی اعجازی بلاغت ’’کتابا متشابهاً‘‘ (الزمر:۲۳) کے بھی خلاف ہے کہ اس کے سب مضمون آپس میں ملا جلا کر لائے گئے ہیں اور اس کے بعض مقامات بعض کی تفسیر کرتے ہیں۔ والقرآن یفسر بعضه بعضاً ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔

## اس تحریف میں سب سے بڑا نقصان

پھر تحریف قرآن کے اس شغل سے جو سب سے بڑا نقصان نظم قرآن پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں قرآن پاک میں ایک پورا نصاب ہدایت بیان کیا جارہا ہے۔ جو لوگ ان امور پر ایمان لائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں انہیں اس پر اولٰئک علٰی هدی من ربهم واولٰئک هم المفلحون کی خبر دی جارہی ہے۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ سارا نصاب ہدایت ایمان بالآخرۃ کے بغیر ہو۔ جب ایمان بالیوم الآخر اتنا اہم عنوان ہے کہ قرآن اسے پورے ایمان کی سرخی قرار دیتا ہے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ قرآن کا یہ پہلا منشور ہدایت ایمان بالیوم الآخر سے یکسر خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قراء کرام کے درجات جنت میں بلند فرمائے جنہوں نے اس آیت کو پڑھتے ہوئے ’’وما انزل من قبلک‘‘ پر وقف کر کے ’’و بالآخرة هم یوقنون‘‘ پڑھا۔

## مومن بہ امور میں آخرت کیا ہے؟

’’وبالآخرة هم یوقنون‘‘ میں آخرت سے مراد اگلا جہان ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہیں جو قرآن کریم پر اور اس سے پہلے کی نازل شدہ کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخرت پر پورا یقین رکھتے

ہیں۔ یوم آخر وہ ہے جس دن اللہ رب العزت کے حضور اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہونا ہے۔ قرآن کریم میں یہ بات ایک دوسرے مقام پر بھی بیان کی گئی ہے۔

’’یا ایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزّل علٰی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضلّ ضلالاً بعیداً‘‘ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو اتاری اس نے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی گئی اس سے پہلے اور جو کوئی ایمان نہ لائے اللہ پر اور فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر تو وہ گمراہی میں دور جا پڑا۔

یہاں ایمانیات (مومن بہ امور) کا ذکر ہے۔ سلسلہ وحی کا ذکر نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور یوم آخر پر ایمان لانے کی دعوت ہے۔ کتابوں کی تفصیل پہلے کر دی گئی ہے۔ رسولوں کا بیان بھی دوسری جگہ ہو چکا کہ وہ سب پہلے ہو گزرے ہیں۔ وہ ’’وقصصناھم‘‘ کے تحت ہوں یا ’’لم نقصصھم‘‘ کے تحت۔ قصص کا تعلق پچھلے ادوار سے ہے۔

’’ورسلاً قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک‘‘ (النساء:۱۶۴)

ترجمہ: اور بھیجے ایسے رسول کہ ہم نے ان کے حالات تجھے نہ سنائے۔

یہاں آیت ۱۳۶ میں قرآن کریم اور پہلی کتابوں کے ساتھ یوم آخر پر ایمان لانا ضروری بتایا گیا ہے بلکہ سب مومن بہ امور پر ایمان لانے کا باعث یہی یوم آخر ہے۔ جس میں اللہ کے حضور حساب کے لئے پیش ہونا ہے۔ اگر اس دن پر ایمان نہ لانا ہو تو پھر کسی چیز پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں رہتی نہ کسی سے کسی عمل کا مطالبہ ہے۔

سورۂ مومن میں آخرت کی تفسیر ان الفاظ میں بھی دی گئی ہے۔

’’انّ الاٰخرۃ ھی دار القرار‘‘ (المومن:۳۹)

ترجمہ: بے شک آخرت کا گھر ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

۱...... قادیانی ’’وبالآخرۃ ھم یوقنون ‘‘ کو پہلی وحیوں کے ساتھ جوڑ کر ایک تیسری وحی کا تصور پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام قاریوں نے یہاں وقف کیا ہے اور یہاں ٹھہرنے کو بہتر بتلایا ہے۔ یہ کیوں؟ تاکہ اگلا مضمون (آخرت پر یقین ہونا) الگ رہے۔

۲...... پھر قرآن نے یہ بات ’’بالآخرۃ ھم یوقنون ‘‘ (وہ آخرت پر یقین لاتے ہیں) وحی کے سباق کے بغیر بھی کہی ہے جہاں پہلے وحی کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے اس جملے کا معنی معین ہو جاتا ہے۔

’’الذین یقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم یوقنون ‘‘ (النمل: ۳، لقمان ۴)

ترجمہ: جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

کیا یہ وہی الفاظ نہیں جو سورہ بقرہ کے پہلے رکوع میں دیئے گئے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آخرت سے مراد آخرت ہی ہے۔ پھر قرآن کی شان اعجاز دیکھئے کہ اس سے اگلی آیت میں اسے اور واضح کر دیا گیا ہے: ’’انّ الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ زیّنّالھم اعمالھم فھم یعمھون ‘‘ (نمل: ۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے دنیا کے اعمال زینت بنا رکھے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں دو وحیوں (۱) قرآن کریم اور (۲) پہلی کتابوں کے ساتھ ’’وبالآخرۃ ھم یوقنون ‘‘ میں اسی یوم آخرت پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے۔ یہاں اسے لفظ آخرت سے بیان کیا گیا ہے اور سورۂ نساء میں اسے یوم الآخر کے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم اپنی تفسیر خود کرتا ہے۔

۳...... سورۃ البقرہ کی زیر بحث آیت میں دو فعل علیحدہ علیحدہ لائے گئے ہیں۔ ایمان اور ایقان۔ دو طرح کی وحی (۱-قرآن اور ۲- پہلے سے نازل شدہ وحی) کو ایمان کے تحت بیان کیا ہے اور آخرت کو ایقان کے تحت ذکر کیا ہے۔

’’یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون ‘‘ (البقرہ: ۴)

ترجمہ: وہ ایمان لاتے ہیں آپ پر نازل کی گئی وحی پر اور اس پر جو اتاری گئی آپ سے پہلے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم یہاں تین طرح کی وحی کی خبر نہیں دے رہا۔ آخرت کا بیان وحی کے علاوہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایقان ایمان کے معنی بھی آتا ہے۔ لیکن ایک ہی آیت میں جب یہ دولفظ ایک دوسرے کے ساتھ آئیں تو فرق کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

۴...... پھر یہ بات بھی لائق غور ہے کہ سورۃ البقرہ کی ان آیات میں ''**ذلک الکتاب لاریب فیه**'' سے لے کر ''**وبالاٰخرة هم یوقنون**'' تک ایک نصاب ہدایت کا بیان ہے جس پر چلنے والا آخرت میں فلاح کے لائق ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس کے معاً بعد فرمایا: ''**اولٰئک علٰی هدی من ربهم واولٰئک هم المفلحون**'' (بقرہ:۵)

ترجمہ: وہی لوگ ہیں اپنے رب کی طرف سے صحیح رستے پر اور وہی ہیں (آخرت میں) کامیاب ہونے والے۔

اس سے آگے ایک آیت میں پھر فرمایا: ''**اولٰئک الذین لهم سوء العذاب وهم فی الاٰخرة هم الاخسرون**'' (نمل:۵)

ترجمہ: وہی لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اور وہی ہیں جو آخرت میں گھاٹے میں ہوں گے۔

اب اگر یہاں (**وهم بالآخرة هم یوقنون** میں) آخرت سے وحی مراد ہو تو اس پورے نصاب ہدایت میں ایمان بالآخرۃ کا کہیں ذکر نہ ملے گا۔ اب یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ اتنے اہم موضوع کو نصاب ہدایت میں ذکر ہی نہ کیا گیا ہو۔ ایمان بالآخرت تو اتنا اہم موضوع ایمان ہے کہ اسے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایمان باللہ والیوم الآخر کا ایک مستقل عنوان دیا گیا ہے:

''**من اٰمن بالله والیوم الاٰخر**'' (البقرہ:۶۲،۱۷۷)

''**ان کنّ یؤمن بالله والیوم الاٰخر**'' (البقرہ:۲۲۸)

''**ولایؤمن بالله والیوم الاٰخر**'' (البقرہ:۲۶۴)

''**یؤمنون بالله والیوم الاٰخر**'' (آل عمران:۱۱۴)

’’لو اٰمنوا باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (النساء:۳۹)
’’والمؤمنون باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (النساء:۱۶۲)
’’من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (المائدہ:۶۹، التوبۃ:۱۸)
’’لایؤمنون باللہ وھم بالاٰخرۃھم کافرون‘‘ (یوسف:۳۷)
’’من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (الطلاق:۲)
’’لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر‘‘ (التوبہ:۲۹)
’’یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (التوبہ:۴۵)
’’من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (التوبہ:۹۹)
’’ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (النور:۲)
’’یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر‘‘ (المجادلہ:۲۲)
’’من کان یرجوااللہ والیوم الاٰخر‘‘ (الممتحنہ:۶)

اب اتنے اہم رکن ایمان کے بغیر ہم کیسے تسلیم کریں کہ قرآن کا نصاب ہدایت مکمل ہوگیا اور انہیں ’’اولٰئک علٰی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون‘‘ کی بشارت دے دی گئی ہے۔

۵...... نصاب ایمان کے اس بیان میں (جوسورۃ البقرہ کے شروع میں ہے) یقین آخرت سے مراد اگر ایمان بالیوم الآخر نہ ہوتو منافقوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ مسلمان کے ہاں ایمان کا عنوان ایمان باللہ والیوم الآخر ہے؟ منافق وہ لوگ تھے جو ایمان بالیوم الآخر کو اپنے مسلمان ہونے کی سند کے طور پر اختیار کرتے تھے۔ انہوں نے جب اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لئے مسلمانوں میں ملانا چاہا تو کہا: ’’اٰمنا باللہ والیوم الآخر‘‘ معلوم ہوا اس سے پہلے مسلمانوں کا ایمان بالآخرۃ ان کے سامنے پوری طرح واضح ہو چکا تھا۔ تبھی تو وہ اسے ایمان باللہ کے ساتھ جوڑ کر سامنے لائے۔ وہ کیسا ایمان ہے جو ایمان بالیوم الاخر کے بغیر ہو۔

قرآن کریم میں یہاں (سورۃ البقرہ کی ابتداء میں) پہلے ایمان کا نصاب ہدایت ہے۔ جو ’’وبالآخرۃ ھم یوقنون‘‘ پر ختم ہوتا ہے۔ پھر آگے کافروں کا بیان ہے پھر ان کے بعد منافقوں (چھپے کافروں) کا بیان ہے۔ اس میں وہ اپنے (ظاہر) ایمان کو ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر سے ذکر رہے ہیں۔

''ومن النّاس من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا'' (البقرہ:۸،۹)

ترجمہ: اور ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ دھوکہ کر رہے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے۔

یہ آیات بتلا رہی ہیں کہ اس سے پہلے ایمان بالآخرت ایک جلی عنوان ایمان کے طور پر بیان ہو چکا ہے۔ تبھی تو منافق اس کے سائے میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کے نصاب ایمان میں ''وبالآخرۃ ہم یوقنون'' سے مراد ایمان بالیوم الآخر ہی ہو۔

۶...... ایمان بالآخرۃ اس درجے کا اہم عنوان ہے کہ قرآن کریم اس کے انکار کو پورے اسلام کا انکار شمار کرتا ہے۔

''الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ'' (الانعام:۱۱۳)

''وہم بالاٰخرۃ ہم کافرون'' (الاعراف:۴۵، ہود:۱۹)

''لا یؤمنون بالاٰخرۃ''

(مؤمنون:۷۴، النحل:۲۲، اسراء:۴۵، النجم:۲۷، زمر:۴۵)

''لایؤمنون باللّٰہ وہم بالاٰخرۃ ہم کافرون'' (یوسف:۳۷)

''لایؤتون الزکوٰۃ وہم بالاٰخرۃ ہم کافرون'' (حٰم سجدہ:۷)

''لایؤمنون بالاٰخرۃ فی العذاب والضلال البعید'' (سبا:۸)

۷...... قرآن کریم میں لفظ آخرت دنیا کے مقابلے میں تیس کے قریب مقامات میں وارد ہے۔ سورہ البقرہ میں (وبالاٰخرۃ ہم یوقنون میں) بھی آخرت اسی معنی میں ہے۔ یعنی وہ زندگی جو اس دنیا کے بعد اگلے جہاں میں ہوگی۔ قرآن کریم اس آخرت کو دارالقرار کہتا ہے۔

''انّ الاٰخرۃ ھی دارالقرار'' (المومن:۳۹)

قادیانیوں کا یہ اصرار کہ آخرت سے یہاں مراد آخری دور میں آنے والی وحی ہے اور البقرہ کی اس آیت میں آخرت کا لفظ وحی اولیٰ کے مقابلہ میں ہے اگر کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن کریم میں کیا کہیں یہ لفظ وحی آخرت کے لئے آیا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں اور قرآن کریم میں یہ لفظ یوم الآخر کے معنی میں ستر سے زیادہ مقامات میں وارد ہے تو اب قرآن

کی اس اپنی اصطلاح کو چھوڑ کر اپنی ایک خاص غرض کے لئے اسے ایک خود ساختہ معنوں پر لانا قرآن کے مقابلے میں ایک بڑی جرأت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں یہاں آخرت کا لفظ قادیانیوں کے لئے ایک عذاب بنا ہوا ہے جس میں دجل کئے بغیر وہ اپنی دجالی نبوت کو کہیں آگے نہیں لا سکتے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہاں تو یہ لفظ تمہارے لئے عذاب بنا ہوا ہے لیکن جب تم آخرت میں پہنچو گے تو اس کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

’’ولعذاب الاٰخرۃ اشدّ وابقٰی‘‘ (طٰہٰ:۱۲۷)

’’ولعذاب الاٰخرۃ اکبر‘‘ (القلم:۳۳)

اور جو لوگ آخرت سے اس کے معنی صحیح مراد لیتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں تو ان کی سعی اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہوگی۔

’’ومن اراد الاٰخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا. کلّا نمد ھٰولاء وھٰؤلاء من عطاء ربک‘‘ (الاسراء:۱۹،۲۰)

ترجمہ: اور جس نے چاہا آخرت کو اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے سو ایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی اور ہر ایک کو تیرے پروردگار کی عطا سے کچھ نہ کچھ پہنچ رہا ہے۔

## قرآن کریم میں لفظ آخرت اس جہان کے مقابل

’’اولٰئک الذین اشترو الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ‘‘ (البقرہ:۸۶)

’’الذین یشرون الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ‘‘ (النساء:۷۴)

’’یعلمون ظاھراً من الحیوٰۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون‘‘

(الروم:۷)

’’ان کنتنّ تردن الحیٰوۃ الدنیا...... وان کنتنّ تردن اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ‘‘ (الاحزاب:۲۸،۲۹)

’’من کان یرید العاجلۃ عجّلنا لہ فیھا...... ومن اراد الاٰخرۃ‘‘

(الاسراء:۱۸،۱۹)

’’لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ‘‘ (الاحزاب:۵۷)

''لنذیقنّھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اخزٰی'' (حم سجدہ:۱۶)

''فاذاقھم اللہ الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اکبر'' (زمر:۲۶)

''وانّ الاٰخرۃ ھی دار القرار'' (المؤمن:۳۹)

''لیس لہ دعوۃ فی الدنیا ولا فی الاٰخرۃ'' (المؤمن:۴۳)

''نحن اولیاء کم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ'' (حٰم سجدہ:۳۱)

''من کان یرید الحرث الاٰخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا'' (الشوریٰ:۲۰)

''وانّ کل ذٰلک لمّا متاع الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین'' (الزخرف:۳۵)

''لعذّبھم فی الدنیا ولھم فی الاٰخرۃ عذاب النّار'' (الحشر:۳)

''بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیرٌ وابقٰی'' (الاعلٰی:۱۶،۱۷)

''بل تحبّون العاجلۃ وتذرون الاٰخرۃ'' (القیامۃ:۲۰،۲۱)

قرآن کریم کا بار بار آخرت کا یہ بیان اسے ایک اصطلاح بنا چکا ہے۔ اب اسے اس کے ظاہر معنی سے پھیرنا اگر کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ سے بھی جب ایمان کے معنی پوچھے گئے تو آپ ﷺ نے مومن بہ امور میں صریح الفاظ میں بعث کا ذکر کیا یہ بعث کیا ہے؟ پھر جی اٹھنا اور اپنے اعمال کا حساب دینا۔ آخرت پر ایمان نہ ہو تو پھر سارا دین بے کار ہے۔

## قادیانیوں کا ایک بے بنیاد چیلنج

قادیانی مبلغ جلال الدین شمس نے ایک دفعہ چیلنج دیا کہ آیات الٰہیہ پر ایمان کی بحث ہو اور پھر اس میں آخرت کا ذکر ہو تو اس سے یوم آخرت مراد نہیں ہوتا۔ ہم نے اسی وقت یہ آیت پڑھ دی: ''واما الذین کفروا وکذّبوا بایٰاتنا ولقاء الاٰخرۃ فاولٰئک فی العذاب محضرون'' (الروم:۱۶)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو اور آخرت کے دن کو وہ عذاب میں اتارے جائیں گے۔

آیات الٰہیہ سے صرف قرآنی آیات مراد نہیں پہلی وحی الٰہی بھی اس میں داخل ہے۔ اس کی تکذیب بھی کفر ہے اس کے ساتھ یہاں آخرت کی تکذیب کا تذکرہ ہے اور یہاں آخرت سے مراد آخری وحی نہیں۔ پھر یہاں صرف آخرت نہیں فرمایا لقاء الاٰخرۃ فرمایا تاکہ کوئی شخص یہاں آخرت کے کوئی اور معنی نہ کر سکے۔ اس سے یقیناً یوم آخرت کی حاضری مراد ہے۔ ''فبہت الذی کفر'' اس پر وہ ششدر رہ گیا۔

پھر ہم نے جواب آں غزل کے طور پر چیلنج دیا کہ قرآن کریم میں کہیں متقین کا ذکر ہو اور ان کے ضمن میں آخرت کا لفظ آیا ہو اور آخرت کے معنی اگلا جہاں نہ ہو۔ اس ضابطے کو تم توڑو اور اس پر آیت پیش کرو جب وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکا تو ہم نے یہ آیت پڑھ دی: ''وان کل ذٰلک لمّا متاع الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربّک للمتقین''
(الزخرف:۳۵)

اور سب کچھ نہیں مگر سامان دنیا کی زندگی کا اور آخرت تیرے رب کے ہاں انہی کی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔

یہاں متقین کی بحث ہے اور اس میں لفظ آخرت وارد ہے اور وہ بھی صریح طور پر حیات دنیوی کے مقابل وارد ہے۔ کیا اب بھی اس ملحدانہ تاویل کی کوئی راہ ہے کہ یہاں آخرت سے مراد یوم آخرت نہیں۔ ''یا قوم ألیس منکم رجل رشید''

کسی کے کلام کی شرح کرنے کے لئے اس کی مراد سے واقفیت ضروری ہے۔ قرآن میں آخرت کا لفظ ایک جگہ نہیں۔ یہ متعدد پیرایوں میں مختلف مقامات میں ملتا ہے۔ ان تمام مواقع کو ملحوظ رکھے بغیر اسے اپنے کسی پسند کے قالب میں اتارنا وہ تفسیر بالرائے ہے جس کے بارے میں حضور خاتم النّبیین ﷺ نے فرمایا: جو اس طرح کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی پانچویں شہادت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ صرف ایک پیغمبر ﷺ کی اطاعت ایمان والوں پر فرض کی ہے اور یہ قرآنی حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ اس امت کے لئے اگر کوئی اور پیغمبر بھی مقدر ہوتا (وہ نئی شریعت والا ہو یا شریعت محمدیہ کے تابع) تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت ایمان والوں پر فرض ہوگی یا نہ؟ پہلی صورت میں یہ اطاعت قرآن کے

اس فیصلے پر ایک اضافہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن پاک صرف ایک پیغمبر کی اطاعت فرض قرار دیتا ہے اور دوسری صورت میں وہ پیغمبر ہی نہ ہوا کیونکہ ہر پیغمبر آتا ہی اس لئے ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ سواب اس عہد کے رسول کے بعد آئندہ اطاعت اولی الامر کی ہوگی اور وہ بھی بایں شرط کہ اولی الامر کے فیصلے خدا اور اس کے رسول پاک کے فیصلے سے کہیں متصادم نہ ہوں۔ اولی الامر کے فیصلے کے خلاف اپیل بھی ہوسکتی ہے۔ مگر پیغمبر کا فیصلہ ہر حال میں اٹل شمار ہوگا۔ آیت: ’’اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم‘‘ میں تین مطاع ٹھہرائے گئے ہیں۔

(۱)اللہ تعالیٰ، (۲)اس کے رسول برحق، (۳)اولی الامر جو مسلمانوں میں سے ہوں۔

لیکن لفظ اطیعوا صرف دو دفعہ ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت مستقل ہے۔ یہ کسی شرط سے مشروط نہیں۔ لیکن اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں۔ یہ اس شرط سے مشروط ہے کہ ان کی بات اللہ کے رسول کے خلاف نہ ہو۔ اس لئے انہیں اسی اطیعوا کے ماتحت رکھا گیا ہے جو الرسول کے لئے وارد ہوا۔

منطوق قرآنی نہایت واضح ہے کہ اس امت کے لئے ہمیشہ تک کے لئے ایک ہی پیغمبر واجب الاطاعت ہے۔ اس کے بعد اولی الامر اس مقام پر آتے ہیں۔ لیکن اس امت کے لئے کسی اور نبی کی بعثت ہرگز نہیں نہ اس کا انتظار ہے۔ ورنہ یہاں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا۔ مقام ذکر میں کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس کی نفی کا نشان ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: ’’یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذٰلک خیر واحسن تأویلاً‘‘ (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارا (ان حاکموں سے) کسی بات پر اختلاف ہوجائے تو تم اسے لوٹاؤ اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔ اگر حقیقی یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

اس آیت میں حکمرانوں سے مراد انتظامی حکمران بھی ہیں اور وہ بھی جن کی حکومت علم میں چلتی ہے اور عام مسلمان اجتہادی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کسی اور نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپ کے بعد امت میں مجتہدین

اور ائمہ فقہ اس مرتبے پر نہ آتے کہ حضورﷺ کے بعد امت میں ان کی پیروی کی جارہی ہو اور انتظامی امور میں بھی حضورﷺ کے بعد حکمرانوں کی اطاعت کا لازم ہونا اسے ختم نبوت کی دلیل ٹھہراتا ہے۔ حضورﷺ کے بعد اب خلفاء ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ہاں خلفاء ہوں گے، تم یکے بعد دیگرے ان سے وفا کرنا۔

آنحضرتﷺ کے بعد اگر کسی تابع شریعت محمدیہ نبی کی گنجائش ہوتی تو یہاں پر الرسول اور اولی الامر منکم کے درمیان اس کا ذکر ضرور ہوتا اور اسے خلفاء سے مقدم رکھا جاتا۔ مقام ذکر میں عدم ذکر آخر کس بات کی خبر دیتا ہے۔

## مرزاغلام احمد کو اولی الامر میں داخل کرنے کی کوشش

نادان قادیانی مرزاغلام احمد کو لائق اطاعت بنانے کے لئے اسے اولی الامر میں لانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس آیت میں اولوالامر کے ساتھ اختلاف کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ اگر تمہارا اولی الامر کے ساتھ کوئی تنازعہ ہوجائے تو پھر اپنے اس اختلاف کو اللہ (قرآن کریم) اور اس کے رسول (سنت) کی طرف لوٹاؤ۔ یہاں اب کوئی تیسری اطاعت نہیں۔ تین اطاعتیں صرف اوّل درجے میں تھیں۔ جب خود اولی الامر سے ہی اختلاف ہوتو پھر صرف دو اطاعتیں لازم رہیں گی اور یہی طریق ہے جس کا انجام بہتر ہوسکتا ہے۔

نبی غیر تشریعی بھی ہوتو اس کے ماننے والوں پر اس کی اطاعت لازم ہوگی۔ نبی سے تنازع تو درکنار اس کے پاس آپس میں بحث واختلاف جائز نہیں۔

آنحضرتﷺ نے ایک دفعہ اہل بیت کو آپس میں جھگڑتے سنا تو فرمایا: ’’وما ینبغی عند نبی تنازع‘‘ (صحیح بخاری ج۱ ص۴۲۹ کتاب الجهاد والسیر ج۲ ص۴۳۸ کتاب المغازی، صحیح مسلم ج۱ ص۴۲ کتاب الوصیت)

ترجمہ: نبی کے پاس تنازع نہ چاہئے۔

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی چھٹی شہادت

’’ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّٰی ونصله جهنم وسآء ت مصیراً‘‘ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی خلاف کرے اس رسول کا بعد اس کے ظاہر ہوئی کہ اس کے لئے ہدایت اور پیروی کرے ان مسلمانوں کے علاوہ کسی اور راہ کی تو ہم اسے لگا دیں گے اسی راہ پر جدھر وہ پھرا اور اسے پہنچائیں گے جہنم میں جو برا ٹھکانہ ہے۔

یہاں الرسول سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور آپ ﷺ کے تابع ہوکر چلنا فرض بتایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی پیروی ہے تو وہ سبیل المؤمنین کی ہے جو اس وقت ایمان لائے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس آیت نے بتلایا کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بعد آئندہ مسلمانوں پر اگر کوئی لازم اتباع ہے تو وہ صحابہ کرام ؓ کی ہے۔ راہ حق ہے تو وہ ''ما انا علیه و اصحابی'' ہی ہے۔

قرآن کریم کا یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی بعثت ممکن ہوتی تو یہاں اس کی اتباع کا بھی ذکر ہوتا۔ کیونکہ انبیاء تو آتے ہی اتباع کے لئے ہیں۔ یہ کیسا نبی ہے جس کی اطاعت کا پورے قرآن میں کہیں اشارہ تک نہیں ملتا۔ حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی اطاعت ہے تو وہ سبیل المؤمنین کی ہے نہ کسی غیر تشریعی نبی کی۔

حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی نیا نبی تجویز کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کرام ؓ کا اتباع کرے گا یا نہیں۔ اگر کرے گا تو وہ نبی کا ہے کا ہوا؟ نبی تو اتباع کرانے آتے ہیں نہ کہ غیر انبیاء کی اتباع کرنے کے لئے اور اگر وہ ان کی اتباع نہ کرے گا تو اس آیت کی رو سے وہ جہنمی قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ آیت ہر اس شخص کو جہنم میں پہنچا رہی ہے جو سبیل المؤمنین (صحابہ کرام ؓ کے طریق) کے سواء کسی اور راہ پر چلا۔

اگر خدا کا پیغمبر (گو وہ غیر تشریعی نبوت کا مدعی کیوں نہ ہو) بھی دنیا میں آکر صحابہ کرام ؓ کی پیروی کا ہی مکلّف ٹھہرے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کے آنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ ہم بصد ادب عرض کریں گے جناب پیچھے ہی رہیں۔ آپ کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول صحابہ ؓ کی پیروی کریں گے اور اس امت کے ایک فرد (حضرت مہدی) کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو یہ امت کا شرف اور اعزاز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں کوئی توہین نہیں۔ آپ اپنے کسی گروہ کی قیادت کے لئے نہ آئیں گے۔ اس امت کے ساتھ رہنے کے لئے آئیں گے۔

## امت ہمیشہ اس ایک نبی کے ساتھ رہے گی

قرآن کریم میں رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور امت کی مخالفت دونوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے اور اس پر جہنم کی وعید سنادی گئی ہے۔

''ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیّن له الهدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّٰی ونصله جهنم وسآءت مصیراً'' (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو مخالفت کرے اس رسول کی بعد اس کے کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے مسلمانوں کے رستہ کے خلاف ہم پھیر دیں گے اسے اسی طرف جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم رسید کریں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

سو یہ امت جس بات پر جمع ہوجائے اور اس پر صدیاں گزر جائیں اور ہر دور میں اہل حق اسی ایک بات کی منادی کرتے آئے ہوں وہ بات کیسے غلط ہوسکتی ہے؟ اور اگر یہ کوئی علمی غلطی تھی تو پھر مجدد دین وقت نے کیوں اس کی اصلاح نہ کی بلکہ وہ بھی وہی بات کہتے رہے جو اس بات میں امت کا اجماعی مؤقف رہا۔

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی ساتویں شہادت

آنحضرت ﷺ کی بعثت امیّین میں ہوئی۔ آپ نے انہیں اللہ کی کتاب دی انہی تزکیہ کی دولت دی اور انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دی۔ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت صرف انہی لوگوں کے لئے تھی یا کچھ اور لوگوں کے لئے بھی؟ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پچھلے لوگوں کے لئے بھی نبی ہیں اور آپ کی بعثت امیّین اور آخرین دونوں کے لئے ہے۔

یہ آخرین کون ہیں؟ قرآن کریم میں یہ لفظ اوّلین کے مقابلہ میں آیا ہے: ''ثلّة من الاوّلین وقلیل من الاٰخرین'' (الواقعه:۱۳،۱۴)

''الم نهلک الاوّلین ثمّ نتبعهم الاٰخرین'' (المرسلات:۱۶،۱۷)

آنحضرت ﷺ کی بعثت اور دعوت میں اوّلین امیّین تھے اور پھر آخرین۔ آخرین کا لفظ مکانی طور پر تمام اطراف عرب اور اعاجم کو شامل ہے۔ چنانچہ آپ نے تمام معروف ممالک کو اپنی دعوت کے خطوط لکھے اور زمانی طور پر یہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو

قیامت تک آئندہ ہوتے رہیں گے۔ آپ یقیناً ان سب پچھلوں کے لئے بھی نبی ہیں اور آپ ﷺ کی بعثت عامہ ہے۔

امام تفسیر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ) آخرین کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ھم الاعاجم وکل من صدق النبی ﷺ من غیر العرب''

(تفسیر ابن کثیر ج۱۳ ص۵۵۵ تفسیر سورۃ الجمعہ)

ترجمہ: اسی سے عجمی لوگ مراد ہیں۔ عربوں کے سوا جس جس نے بھی نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی وہ سب اس میں آتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حدیث میں ہے کہ جب آپ سے ''وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم'' کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی اسے لے آئے گا۔'' (تفسیر عثمانی ص۱۷ پ۲۸)

آنحضرت ﷺ نے بڑی وضاحت سے اپنا عموم بعثت بیان فرمایا اور بتلایا کہ آئندہ آنے والے لوگوں کے لئے بھی میں ہی پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ ابنائے فارس نبوت کے ماننے والے ہوں گے حاملین نبوت نہ ہوں گے۔ ان کی انتہائے پرواز ثریا ستاروں تک ہوسکے گی۔ آگے عرش اور ذوالعرش تک نہیں۔ عرش والے سے دین لانے والا امیّین اور آخرین دونوں کے لئے میں ہی ہوں اور آخرین کا عموم بھی مکان وزمان کی دونوں وسعتوں شامل ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: ''ھو الذی بعث فی الامیّین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم'' (الجمعہ:۲،۳)

ترجمہ: وہ ہے جس نے اپنا ایک رسول امیّین میں بھیجا، پڑھتا ہے ان کے پاس ان کی آیتیں اور ان کے دل سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے کتاب وسنت اور اس سے پہلے وہ بے شک صریح گمراہی میں تھے اور وہ مبعوث ہے ان پچھلوں کے لئے بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے اور وہ ہے غالب حکمت والا۔

آخرین سے مراد مکاناً سب عجمی ہیں اور زماناً آخری دور کے سب انسان جن کے

بعد دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ کی ایک روایت آخرین کے عموم زمانی کو (کہ سب پچھلے آنے والے اس میں شامل ہیں) بکمال واضح کرتی ہے۔ حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**انّ فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال ونساء من امتی یدخلون الجنّة بغیر حساب (ثم قراء) واٰخرین منهم لمّا یلحقوا بهم**''

ترجمہ: بے شک میری امت کے مردوں اور عورتوں کی پشت در پشت ایسے لوگ ہوں گے جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔

(حضرت سہیلؓ کہتے ہیں حضور ﷺ نے اس پر پھر یہ آیت پڑھی)

''**واٰخرین منهم لمّا یلحقوا بهم**''

اس سے پتہ چلا کہ وہ آخرین سب حضور ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''**یعنی بقیة من بقیٰ من امة محمد ﷺ**'' **(تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۳۴۹ تفسیر سورۃ الجعمه)**

اور ابناء فارس والی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اسے اس آیت کی تفسیر میں لا کر لکھتے ہیں: ''**ففی هٰذا الحدیث دلیل علیٰ ان هٰذه السورة مدنیة وعلیٰ عموم بعثته ﷺ الیٰ جمیع الناس لانّه فسّر قوله تعالیٰ واٰخرین منهم بفارس ولهٰذا کتاب کتبه الیٰ فارس والروم وغیرهم من الامم**''

**(ایضاً تفسیر ابن کثیر)**

ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ سورۂ جمعہ مدنی ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کی بعثت (آئندہ آنے والے) تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان، وآخرین منہم میں ان تمام لوگوں کی نشان دہی ہے جو فارس میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اسی لئے فارس روم اور دوسرے ممالک کو اپنی رسالت کے خطوط بھیجے۔

آپ ﷺ نے حسب تصریح محدّثین ثریا تک پہنچنے والے حضرات میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مراد لئے ہیں۔ کوئی غیر تشریعی نبی نہیں۔ نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی، اس کی روحانی پرواز عرش والے تک ہوتی ہے۔ صرف ثریا تک نہیں۔ محدثین اور مفسرین کی ان وضاحتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی

غیرتشریعی نبی نہ ہوگا۔ صرف یہ کہ آپ کی امت میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اہل کمال پیدا ہوں گے اور امت ان کی رہنمائی میں ان کے نقش قدم پر چلے گی۔

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی آٹھویں شہادت

''**قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنّبیون من ربھم لا نفرّق بین احد من ھم ونحن لہ مسلمون**'' (آل عمران:۸۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیں ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اس پر ایمان لائے جو ہم پر اترا، اور اس پر جو حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور سب نبی دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کو الگ نہیں کرتے اور ہم اس (سب پیغمبروں کو) ماننے والے ہیں۔

اس صف انبیاء میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کا ذکر کہاں ہے؟ یہ آخری الفاظ: ''**والنّبییون من ربھم**'' میں ہے کہ جو کچھ تمام نبیوں کو دیا گیا ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور صف انبیاء میں سے کسی کو نہیں نکالتے۔ سب پر اور ان پر اترے کلام پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ بات کہ ہم اس کے نبیوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ سب نبی اس دنیا میں آچکے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان تمام نبیوں کی تصدیق ہو۔ اگر کچھ اور نبی ابھی آنے باقی ہوں تو قرآن کا یہ اعلان: ''**لا نفرّق بین احد منھم**'' اعجازی بلاغت سے گرتا ہے۔ حساب میں تفریق ہمیشہ جمع کے بعد آتی ہے۔ اگر خدا کے تمام انبیاء ورسل بعثت میں اس زمین پر جمع نہیں ہوچکے تو یہ تفریق کا اعلان کیسا؟ تفریق تبھی ہوسکتی ہے جب پہلے سب جمع ہوچکے ہوں۔

سوال: یہ تمام انبیاء اپنے اپنے وقت میں آتے اور جاتے رہے۔ یہ کبھی یک جا نہیں ہوئے۔ جب یہ کبھی یکجا نہیں ہوئے تو پھر تفریق کا سوال کیسا؟

جواب: یہ سب انبیاء معراج کی رات بیت المقدس میں جمع ہوئے تھے یہ جمع ہونے کی منزل گزر چکی تھی۔ یہ تفریق نہ کرنے کا اعلان اس کے مدتوں بعد ہوا۔

سوال: اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کچھ نبیوں نے آنا ہوتا۔ گو غیر تشریعی درجے میں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس رات بیت المقدس میں آئے ہوں گے یا نہ؟ اور اگر ایسا کوئی منظر حضور ﷺ نے وہاں دیکھا تو کیا آپ ﷺ نے اس اہم بات کا اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا؟

جواب: حضور ﷺ کے بعد اگر غیر تشریعی نبیوں کی بعثت مقدر ہوتی تو اس رات وہ حضور ﷺ کو ضرور دکھائے جاتے کیونکہ یہ صرف ملاقات انبیاء ورسل کا موقع نہ تھا۔ حضور خاتم النّبیین ﷺ کی امامت کبریٰ کے ظاہر کرنے کا موقع تھا جو اس رات حضور ﷺ کی امامت میں نہ آئے۔ وہ دنیا میں آکر حضور ﷺ کی ماتحتی میں کیسے چل سکیں گے۔ اس رات تو تمام پہلی شریعتوں والے بھی حضور ﷺ کے مقتدی ہوگئے تھے۔ اس امت میں آنے والے یہ غیر تشریعی نبی کتنے آوارہ نکلے کہ اس رات حضور ﷺ کی امامت میں جگہ نہ پاسکے۔ حق یہ ہے کہ دنیا میں صف انبیاء پوری ہو چکی تھی۔ جب یہ واقعہ اسراء پیش آیا اور حضور ﷺ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا آنا مقدر نہ تھا اور نہ وہاں کسی ایسے لوگوں کی حاضری تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس دلچسپ منظر کی خبر دیتے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا میں تمام نبیوں کا ذکر ’’وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنّبیون من ربھم‘‘ کے بعد کیا ہے۔ کیا موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی آئے تھے؟

جواب: ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی نبی آئے جو تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے وہ غیر تشریعی انبیاء تھے ماسوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

’’انّا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھاالنّبیون‘‘ (المائدہ:۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت تھی اور نور تھا ان کے نبی اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

ہمارا ان تمام نبیوں پر بھی ایمان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آتے رہے۔ ان نبیوں کو اسی صف انبیاء میں شمار کرنے کے لئے ان کا ذکر ’’وما اوتی موسٰی وعیسٰی‘‘ کے بعد کیا تاکہ صف انبیاء ان غیر تشریعی انبیاء کو بھی شامل ہو جائے۔ اب یہ صف پوری ہو چکی ہے اور ہم اس صف انبیاء میں کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ اب حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی۔ اس آیت سے ختم نبوت کے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔

## معنی ختم نبوت پر قرآن کی نویں شہادت

قرآن کریم میں اس امت کا ایک نام آخرین بھی ہے یعنی آخری امت۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نہ آئندہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی اور امت۔

قرآن کریم میں ہے: ''ثلّۃ من الاوّلین وثلّۃ من الاٰخرین'' (الواقعہ:۱۳،۱۴)

ترجمہ: جنتیوں میں بہت سے لوگ پہلوں میں سے ہوں گے اور بہت سے آخرین میں سے۔

اوّلین سے مراد یا تو امم سابقہ ہیں اور یا اس امت کے دور اوّل کے لوگ۔ جو کثرت سے جنتی ہوئے لیکن آخرین سے مراد بالاتفاق امت محمدیہ ہے۔ خاص طور پر اس کا ایک زمانے کا طبقہ نہیں اور انہیں آخرین اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ اس دنیا کے آخری دور کے لوگ ہیں اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ یہ آخرین اسی پیغمبر آخرالزمان کی ہی امت ہوں اور آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو۔

طبرانی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بسند حسن نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت پر فرمایا: ''ھما جمیعاً من ھٰذہ الامۃ'' یہ دونوں اسی امت کے حصے ہیں۔ پہلوں سے بھی گروہ کے گروہ جنت میں ہوں گے اور پچھلوں سے بھی گروہ کے گروہ۔

لیکن امام تفسیر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''ثلّۃ من الاوّلین (من الامم) وثلّۃ من الاٰخرین (امۃ محمد ﷺ)''

(تفسیر ابن جریر ج۲۲ ص۳۳۰ شاملہ القول فی تاویل فی قولہ تعالیٰ ثلۃ من الاوّلین)

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی لکھتے ہیں: بہتیرے ہوں گے پہلوں سے اور بہتیرے ہوں گے پچھلوں سے۔ اشارۃً یہ امت مراد ہے۔ (موضح القرآن ص۵۶۰)

جو صورت بھی ہو آخرین سے بالاتفاق آنحضرت ﷺ کی امت مراد ہے۔ حضور ﷺ کی امت کا نام آخرین ہونا اس بات کی قوی شہادت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی نہ ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا مان لیا جائے تو ظاہر ہے کہ پھر اس کی امت آخری امت ہوگی نہ کہ یہ امت آخرین کا نام پائے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ ضروری ہے کہ وہ ایک امت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی ہو۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

# احادیث اور ختم نبوت

آنحضرت ﷺ نے اپنی ختم نبوت کا اعلان ایک عنوان سے نہیں کئی عنوانوں سے فرمایا ہے اور پھر ایک عنوان بھی صرف ایک موقع پر نہیں اس کے کئی پیرایہ بیان ہیں۔ احادیث میں اس کی اس قدر وضاحت اور صریح دلالت ملتی ہے کہ ختم نبوت کا کوئی پہلو معرض خفا میں نہیں رہتا۔

حقیقت ومجاز کا استعمال ہر زبان اور ہر تخاطب میں ہوتا ہے۔ ملحدین کی عادت رہی ہے کہ جہاں کسی بات سے انکار کرنا ہوا سے مجازی معنی پہنا دیئے اور حقیقت سے جان چھڑالی۔ لیکن ایک حقیقت جب مختلف پیرائیوں میں بیان ہو اور بعض پیرائیوں میں مجازی معنی کے گرد گھوم رہی ہو تو تکرار خود دلالت کرتا ہے کہ بات بہت اہم ہے۔ اہم امور، قانونی فیصلے، وصیتیں اور سرکاری احکام مجازی پیرایہ بیان میں لکھے نہیں جاتے۔ اور پھر یہ اہمیت بعض اوقات یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بات قسم سے کہی پڑتی ہے تو ایسی صورتوں میں مجازی معنی مراد لینا کسی طرح درست نہیں ٹھہرتا۔

ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ شیر آیا۔ ہوسکتا ہے کہ لفظ شیر یہاں حقیقی معنوں میں نہ ہو کسی بہادر انسان کے لئے استعمال ہوا ہو اور اپنے مجازی معنی میں ہو لیکن اس کے بعد جب کوئی بھی کہہ دے کہ اسے جنگل کا بادشاہ کہتے ہیں اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ وہ افریقہ سے لایا گیا ہے اور اس کی گردن پر لمبے لمبے بال ہیں تو ان سب صراحتوں کے بعد ہر ایک بات کو کھینچ کھینچ کر مجاز کے قالب میں ڈھالنا اور حقیقت الامر کا انکار کرتے چلے جانا یہ ایک شرارت نہیں تو اور کیا ٹھہرے گا؟

اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہاں لفظ شیر سے اصل درندہ مراد تھا نہ کہ بہادر آدمی اور یہ وہ حقیقت ہے جو مختلف پیرائیوں میں بیان کی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بہت واضح طور پر فرمایا اور بار بار فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بعد کے حقیقی معنی بعد کے ہیں۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی آخری وقت میں اپنے بیٹوں سے پوچھا: ’’ماتعبدون من بعدی‘‘ (البقرۃ:۱۳۳)

تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد۔ یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے واپسی پر بچھڑا پوجنے والوں سے کہا: ’’بئسما خلفتمونی من بعدی‘‘ (الاعراف:۱۵۰)

یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا تھا: ’’ان سألتک عن شئ بعدها فلا تصٰحبنی قد بلغت من لدنی عذرا‘‘ (کهف:۷۶)

ترجمہ: اگر اب اس کے بعد کوئی چیز آپ سے پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آپ نے میری طرف سے عذر پورا کر دیا۔

ہاں! جہاں یہ لفظ بعدیت زمانی کے لئے نہ لیا جا سکے مثلاً یہ کہ اللہ کی طرف مضاف ہو جس کے لئے کوئی بعدیت زمانی نہیں تو اس صورت میں اس کے معنی مجازی لئے جائیں گے۔ جیسے: ’’فبایّ حدیث بعداللّٰہ واٰیاته یؤمنون‘‘ (الجاثیه:۶)

پھر کون سی بات اللہ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر وہ مانیں گے۔

یہاں لفظ بعد اللہ کی طرف مضاف ہے جس کے لئے کئی زمانی اوّلیت اور بعدیت نہیں۔ ’’ھو الاوّل والآخر‘‘ اب اس آیت کو مثال بنا کر لفظ بعد کے ایک معنی چھوڑنے اور خلاف کرنے کے مستقل طور پر وضع کر لینا اور پھر اسے حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) میں چسپاں کرنا علم و دیانت سے کھیلنا نہیں تو اور کیا ہے؟

جو شخص لفظ بعد کو اس کے اصلی حقیقی اور عام معنوں سے جس کے شواہد قرآن کریم اور ارشادات نبی رؤف رحیم ﷺ میں بہت کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں یکسر ہٹا کر حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ میں اسے ایک نادر اور مجازی معنی میں لیتا ہے۔ اسے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہاں لفظ بعد کو اس کے حقیقی معنوں سے پھیرنے کے لئے ہمیں کیا مجبوری ہے؟ جب تک حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی اصولی دقت نہ ہو مجازی معنی مراد لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی؟ حدیث ’’لا نبیّ بعدی‘‘ جسے حضور ﷺ نے مختلف موقعوں پر کئی پیرائیوں میں بیان فرمایا یہ کیا اسلام کا ایک قطعی عنوان نہیں؟ اور کیا اس قسم کی قطعیات میں مجازی تعبیرات چل سکتی ہیں؟ کیا اسلام کے دوسرے اساسی عقائد میں اس کی مثال ملتی ہے؟ عقائد کی کتابوں میں جہاں ’’افضل النّاس بعد الانبیاء‘‘ کا ذکر آتا ہے اور اس کے بعد یہ الفاظ ملتے ہیں: ’’ثم من بعده عمر‘‘ کیا لفظ بعد میں یہاں بھی یہی مراد نہ ہوں گے؟ حضور ﷺ نے جب ’’لا نبی بعدی‘‘ فرمایا تو

صحابہ کرام اوران کے بعد پوری امت نے اس لفظ بعد کے کیا معنی سمجھے تھے؟ یہ وہ سوالات ہیں جنہیں پیش نظر رکھنے کے بعد کوئی شخص لفظ بعد سے کوئی مجازی کھیل نہ کھیل سکے گا۔

آنحضرت ﷺ نے مسئلہ ختم نبوت ’’لانبی بعدی ‘‘ کومختلف پیرایوں میں لاکر ہی نہیں سمجھایا بلکہ آپ نے اسلام کے اس قطعی مسئلہ کے لئے اورکئی عنوان اختیار فرمائے۔کبھی ایسی نفی فرمائی کہ کسی دوسرے معنوں کا احتمال تک نہ رہے جیسے’’لم یبق من النبوۃ الّا المبشرات‘‘ (نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے) یا جیسے’’انقطعت النبوۃ والرسالۃ‘‘ (نبوت اوررسالت دونوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے) کبھی آپ نے اپنے خاتم النّبیین ﷺ ہونے کوقصر نبوت کی آخری اینٹ کہا۔کبھی آپ نے اپنے آپ کو العاقب (سب سے پچھلا) بتلایا۔ کبھی یوں کہا کہ پیغمبروں کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔کبھی یہ کہا کہ سب لوگوں کے لئے میں ہی بھیجا گیا ہوں۔کبھی آپ نے اپنے آخرالانبیاء ہونے اوراس امت کے آخرالامم ہونے کوایک سیاق میں ذکر فرمایا۔کبھی فرمایا کہ میرے بعد اگرکوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔کبھی کہا کہ میرے بعد انبیاءنہیں اب خلفاء کا سلسلہ چلے گا۔وغیر ذٰلک من التعبیرات!

حاصل کلام ایں کہ مسئلہ ختم نبوت حدیث میں اتنے متعدد عنوانات اور بیسیوں تعبیرات سے وارد ہوا ہے کہ ان تمام موارد کوپیش نظر رکھ کر لفظ بعد کے کوئی نادر اورمجازی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے۔علمی طور پراس کا کوئی وزن نہیں اورشرعی طور پر یہ ایک کھلا زندقہ والحاد ہے۔

اس پس منظر کوسامنے رکھتے ہوئے آپ حضور ﷺ ختمی مرتبت کے ارشادات پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کے کیا معنی سمجھائے اورعقیدہ ختم نبوت امت کوکن معنوں میں دیا۔ان احادیث کے امت نے اب تک کیا معنی سمجھے اوراس معنی ومفہوم پراحادیث کی دلالت کتنی صریح اورصحیح ہے۔

’’قد انقطعت‘‘ کے معنی سمجھئے انقطاع کا تعلق ماقبل سے ہوتا ہے۔حضور ﷺ کی بعثت کے بعد اب نبوتوں کا کوئی تسلسل نہیں، انقطاع ہوگیا ہے۔ یہ رسالت جامع اور تاقیامت رہنے والی ہے۔اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ اگرکوئی پہلا نبی آجائے؟ تواس کا جواب یہ ہے کہ اب وہ حضور ﷺ کی شریعت کے تابع ہوکر رہے گا۔اس کی اپنی شریعت نہ چلے گی سواس کا تعلق ماقبل سے ہے۔اب دیکھئے کہ حضور ختمی مرتبت جناب تاجدار ختم نبوت ﷺ نے آیت خاتم النّبیین کے کیا معنی سمجھائے ہیں۔

## معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی پہلی شہادت

۱...... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''انّہ سیکون فی امتی ثلاثون کذّابون کلھم یزعم انّہ نبی و انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی''

(ھٰذا حدیث صحیح جامع ترمذی ج۲ ص۴۵ باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون)

ترجمہ: تحقیق میری امت میں تیس بڑے کذاب ظاہر ہوں گے۔ ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے تصریح فرمائی کہ جھوٹے مدعیان نبوت میری امت میں سے ہوں گے اور امتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے۔ چنانچہ لفظ فی امتی ظاہر ہے اور ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ''حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔''

اس سے واضح ہوا کہ امتی نبی ہونے کا دعویٰ بھی آیت خاتم النّبیین کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی پیدا نہ ہوگا۔

۲...... آپ نے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یوں بیان فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو نبی گمان کرے گا حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کے دجال اور کذاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود ان کا مدعی نبوت ہونا ہے۔ کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ یہاں صرف یہی نہیں فرمایا کہ ان کا دعویٰ نبوت غلط ہوگا بلکہ فرمایا کہ ان کا دعویٰ نبوت میری ختم نبوت سے متصادم ہوتا ہے۔ اس سے ختم نبوت کے معنی اور واضح ہوگئے۔

یہ ختم نبوت کا اعجاز ہے کہ خواب غفلت میں سوئی قوم پھر سے بیدار ہوگئی۔

۳...... آپ نے آیت خاتم النّبیین کے معنی یہی بیان فرمائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ لفظ خاتم النّبیین جس سیاق وسباق میں وارد ہے اس کے معنی آخری نبی کے سوا ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر یہ معنی کیا جائے کہ:''میرے بعد تیس دجال وکذاب امتی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ میں نبیوں کی مہر ہوں جس سے میری امت میں نبی بنیں گے۔''تو کلام بالکل غلط اور مہمل ہوجائے گا کہ اس میں اسی چیز کو ثابت کیا جارہا ہے جسے رد کیا جارہا ہے۔ چہ جائے کہ اسے افصح العرب والعجم کی طرف منسوب کیا جاسکے۔ پس واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے نزدیک خاتم النّبیین کا معنی یہ ہے کوئی امتی نبی بھی نہیں بنے گا۔

۴...... بخاری کی روایت میں یہاں کذّابون کے ساتھ دجّالون کا لفظ بھی موجود ہے۔ (بخاری کتاب الفتن ج۲ص۱۰۵۴)

اور دجال کی تشریح مرزا غلام احمد خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ’’دجال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہوکر پھر سچ کے ساتھ باطل ملادے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۳ص۲۰۰، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۳۱)

مرزا غلام احمد ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے: ’’دجال کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ جو شخص دھوکہ دینے والا گمراہ کرنے والا اور خدا کے کلام میں تحریف کرنے والا ہو اس کو دجال کہتے ہیں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی حاشیہ ص۲۴، خزائن ج۲۲ص۴۵۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے جن تیس جھوٹے مدعیان نبوت کی خبر دی وہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کو مانتے اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کی امت قرار دیتے ہوں گے اور سچ کے ساتھ وہ اپنے غلط دعویٰ نبوت کو ملا کر حق وباطل کو خلط ملط کر کے حقیقی معنوں میں دجل کا حق ادا کریں گے۔ ان تیس مدعیان نبوت کا دعویٰ نبوت آنحضرت ﷺ کی ملت کو منسوخ کرنے والا اور نئی شریعت لانے والا دعویٰ ہوتا تو حضور ﷺ انہیں ’’دجّالون‘‘ کے لفظ سے ہرگز ذکر نہ فرماتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی اپنی تصریح کے مطابق ضروری ہے کہ دجال کسی نبی برحق کا تابع ہوکر پھر باطل کو سچ کے ساتھ ملادے۔

پس جب کہ حضور ﷺ ایسے تیس مدعیان نبوت کے غلط دعوؤں کو اپنی ختم نبوت سے متصادم قرار دے رہے ہیں تو واضح ہوگیا کہ حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی تابع شریعت محمدیہ نبی بھی ہرگز پیدا نہ ہوگا اور جو اس طرح امتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ اس خبر صادق کی رو سے دجال اور کذاب قرار دیا جائے گا۔

۵...... آنحضرت ﷺ نے آیت خاتم النّبیین کی تفسیر جملہ ’’لانبی بعدی‘‘ کیساتھ بیان فرمائی۔ پس ’’لانبی بعدی‘‘ کے معنی بھی متعین ہوئے اب یہ کہنا صحیح نہیں کہ ’’لانبی بعدی‘‘ میں صرف اس سلسلہ ختم نبوت کا اختتام ہے جو تشریعی ہو۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا سیاق وسباق تو انہی نبیوں کی آمد پر مہر لگا رہا ہے جو غیر تشریعی ہونے اور امتی ہونے کا دعویٰ کریں گے اور حق وباطل کو ملا کر دجل والحاد کے مظہر ہوں گے۔

یاد رکھئے مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:''لانبی بعدی''میں بھی نفی عام ہے۔

(ایام الصلح ص۱۴۶، خزائن ج۱۴ص۳۹۳)

نوٹ: اس حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد''لانبی بعدی''قرآنی ارشاد ''خاتم النّبیین''کی تفسیر ہے اور خود مرزا قادیانی نے اقرار کیا ہے:''نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسّرہ نبینا ﷺ فی قولہ لا نبی بعدی''

(حمامۃ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ص۲۰۰)

## معنیٰ''لانبی بعدی''پر حضور ﷺ کی دوسری شہادت

آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ چلے ہیں تو آپ نے انہیں یوں مطمئن فرمایا:''اما ترضٰی ان تکون منّی بمنزلۃ ہارون من موسٰی الّا انہ لا نبوۃ بعدی''

(صحیح مسلم ج۲ ص۲۷۸ باب من فضائل علی ابن ابی طالب)

ترجمہ: اے علی! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

''الّا انّہ لیس نبی بعدی''(صحیح بخاری ج۲ ص۶۳۳ کتاب المغازی)

ترجمہ: بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام شریعت جدیدہ والے نبی نہ تھے۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ماتحت تھے۔ ان کے ذکر کے بعد آپ کا''لانبی بعدی''فرمانا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ حدیث:''لانبی بعدی''کے معنی یہی ہیں کہ:''میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا۔''

## معنیٰ''لانبی بعدی''پر آنحضرت ﷺ کی تیسری شہادت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں:''کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی

وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا ماتأمرنا قال فوا ببیعة الاوّل فالاوّل‘‘ (صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۱ کتاب احادیث الانبیا، صحیح مسلم ج۲ ص۱۲۶ کتاب الامارة باب وجوب الوفاء ببیعة الخلفاء الاوّل فالاوّل مسند احمد ج۲ ص۲۹۷ مسند ابی ہریرہؓ)

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوجاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خلیفہ اوّل سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر ایک سے وفا کرنا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں ایسے نبی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لئے آتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس قسم کے انبیاء تھے۔ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ’’انّا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النّبیون‘‘ (المائدہ:۴۴)

ترجمہ: ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا، بعد کے انبیاء اس کے مطابق حکم کیا کرتے تھے۔

یعنی وہ انبیاء شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ شریعت توریت ہی کو اپناتے تھے اور اس کے حکم کے مطابق اس کے حکم کی تعمیل کراتے تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’قوله تسوسهم الانبیاء ای انهم کانوا اذا ظهر فیهم الفساد بعث الله لهم نبیاً یقیم لهم امرهم ویذیل ما غیروا من احکام التوراة‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۴۹۷ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل شامله)

ترجمہ: جب بنی اسرائیل میں کوئی فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے کوئی نہ کوئی نبی بھیج دیتے تھے جو ان کے معاملے کو درست کرے اور ان تحریفات کو دور کرے جو انہوں نے تورات میں کی ہوتی تھیں۔

(الف) اس سے ثابت ہوا کہ یہ انبیاء بنی اسرائیل شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ وہ شریعت موسویہ کی اتباع میں تورات ہی کو نافذ کرتے تھے۔ پس ان کے ذکر کے بعد ''لانبی بعدی'' اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی مراد اس حدیث سے یہی تھی کہ میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا۔

(ب) یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف انقطاع نبوت کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ اس چیز کو بھی بیان فرمادیا کہ جو بنی اسرائیل کی اس غیرتشریعی نبوت کے قائم مقام ہوگی یعنی خلافت جس سے مراد یہ ہے کہ اب غیرتشریعی انبیاء کی بجائے خلفاء ہوں گے ان نبیوں کا ذکر فرماتے ہوئے آپ کا صرف منصب خلافت کو باقی رکھنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ اب آپ کے بعد کوئی غیرتشریعی نبی بھی نہیں آئے گا۔

## معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی چوتھی شہادت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنٰی بیتاً فاحسنه واجمله الّا موضع لبنة من زاوية من زاوياه فجعل الناس يطوفون به ويعجبون منه ويقولون هلّا وضعت هٰذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النّبيين'' (صحیح مسلم ج۲ ص۲۴۸ کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النّبیین، صحیح بخاری ج۱ ص۵۰۱ کتاب المناقب باب خاتم النّبیین ﷺ، مسند احمد ج۲ ص۳۹۸ مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جامع ترمذی ج۲ ص۲۰۲ باب فی فضل النبی ﷺ)

ترجمہ: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت آراستہ وپیراستہ کیا مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ پس لوگ اسے دیکھنے آتے اور خوش ہوتے اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ آپ نے فرمایا میں نے اس خالی جگہ کو پر کردیا ہے اور خاتم النّبیین ہوں۔

اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح ہے جس کے ارکان انبیاء ہیں، آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو قصر نبوت کی تکمیل فرمادی۔

(الف) آنحضرت ﷺ نے ''مثل الانبیاء من قبلی'' (جس میں انبیاء کا

عموم بتلایا گیا ہے اور جس میں سب شامل ہیں) ارشاد فرما کر آخر میں اپنے خاتم النّبیین ہونے کا اعلان فرمایا۔ پس واضح ہوگیا کہ جس طرح آپ شریعت جدیدہ لانے والے نبیوں کے خاتم ہیں، امتی نبیوں کے بھی خاتم ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

(ب) مکان کی آخری اینٹ سے تشبیہ دے کر آپ نے خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی متعین فرمادیئے۔

(ج) قصر نبوت میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جن پر شرائع کا دارومدار ہے اور وہ بھی جو دوسرے انبیاء کی شرائع کی رونق ہیں یعنی امتی نبی کیونکہ حضور ﷺ نے اسے جس محل سے تشبیہ دی اس کی بھی دونوں چیزوں کا ذکر فرمایا (مکان کی بنا) ''بنٰی بنیاناً'' اور اس کی تزئین ''فاحسنه واجمله'' اور حضور ﷺ اس ساری تعمیر کی آخری اینٹ ہیں اور اس معنی کے لئے آپ نے آخر میں فرمایا ''میں خاتم النّبیین ہوں۔''

(د) حضور ﷺ نے قصر نبوت کی آخری اینٹ ہونے کی دلیل یہ فرمائی کہ میں خاتم النّبیین ہوں، پس واضح ہوگیا کہ حضور ﷺ کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ شریعت جدیدہ والا اور نہ کوئی نیا نبی گو وہ امتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔

## معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی پانچویں شہادت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فضلت علی الانبیاء بستٍ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النّبیون'' (صحیح مسلم ج۱ ص۱۹۹ کتاب لمساجد ومواضع الصلوٰة)

ترجمہ: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں پر فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم عطاء ہوئے۔ میری مدد مجھے رعب عطاء کر کے کی گئی۔ مال غنیمت میری شریعت میں حلال کیا گیا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور سامان تیمّم بنائی گئی۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا اور انبیاء مجھ پر ختم کردیئے گئے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ پچھلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپ کو شریعت جدیدہ والے

نبیوں پر حاصل ہیں بطریق اولیٰ شریعت سابقہ کے امتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں اور نبی کریم ﷺ ان فضائل میں افضل علی الاطلاق ہیں جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے کی کوئی تفریق نہیں۔ پس لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی ایسی نوع کی ہو سو آپ پر ان سب انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے جن پر آپ کو پہلی خاص فضیلتیں حاصل تھیں۔ یعنی آپ کی ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پر شریعت جدیدہ والے اور شریعت سابقہ کے ماتحت رہنے والے سب نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اس سیاق میں اگر ’’ختم بی النّبیون‘‘ کا یہ معنی کیا جائے کہ مجھ پر شریعت جدیدہ والے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو حدیث کے پہلے حصے کے ساتھ یہ کلام بالکل بے ربط ہو کر رہ جائے گا۔ نہ کوئی ربط رہے گا اور نہ کوئی مناسبت چہ جائے کہ اسے صاحب جوامع الکلم کی طرف منسوب کر سکیں۔ معاذ اللہ!

## معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی چھٹی شہادت

’’عن ابی هریرةؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لم یبق من النبوة الّا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرویاء الصالحة‘‘ (صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۳۵ کتاب التعبیر باب المبشرات، ابوداؤد باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود ص۱۲۷، نسائی افتتاح تعظیم الرب فی الرکوع ص۱۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا حضور ﷺ نے فرمایا نبوت کا کوئی فرد مبشرات کے سوا باقی نہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سچے خواب۔

اور رویائے صالحہ کیا نبوت ہے یا محض اس کا ایک جزو؟ اس کے لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعین جزء من النبوة‘‘

(بخاری ج۲ ص۱۰۳۵ کتاب التعبیر)

ترجمہ: سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انّ الرسالة والنّبوة قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النّبوة‘‘ (فتح الباری ج۱۲ ص۳۷۵ باب المبشرات)

ترجمہ: نبوت اور رسالت دونوں منقطع ہوچکیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی رسول۔ ہاں! مبشرات باقی ہیں اور مبشرات مسلمانوں کے وہ سچے خواب ہیں جو نبوت کے مختلف اجزاء میں سے محض ایک جزو ہیں۔

پس جس طرح چینی کو جو کہ شکنجبین کا ایک جزو ہے۔ شکنجبین نہیں کہا جاسکتا، چینی کی بوریاں جارہی ہوں اور ہم کہیں کہ شکنجبین جارہی ہے یا جس طرح محض دانت کو انسان نہیں کہا جاسکتا یا جس طرح ایک اینٹ سے مکان مراد نہیں لیا جاسکتا اور فقط آکسیجن گیس کو جو پانی کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے ہم پانی نہیں کہہ سکتے اور ایسے تمام اطلاقات باعتبار حقیقت درست نہ ہوں گے تو فقط سچے خوابوں کو نبوت سے تعبیر کرنا بھی قطعاً درست نہیں ہوسکتا۔ نبوت یا نبی کے اطلاقات صرف وہیں ہوسکیں گے جہاں ان کا وہ مفہوم پایا جائے جو شریعت نے مراد رکھا ہے۔ شیخ اکبر لکھتے ہیں: ''**مع هٰذا لا يطلق اسم النبوة ولا النبي الّا على المشرع خاصة فحجر هٰذا الاسم لخصوص وصف معين في النّبوة**'' **(فتوحات مکیہ ج۲ ص۳۷۶ باب ۱۸۸ مطبوعہ مصر)**

ترجمہ: سچے خوابوں پر نبوت کا جزو ہونے کے باوجود نبوت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ الفاظ تو صرف اسی پر آسکتے ہیں جسے شریعت نبی قرار دے۔ پس نبوت میں ایک خاص صفت معیّن ہونے کی وجہ سے اس نام کے استعمال کی بندش کردی گئی ہے۔

## تشریحی نوٹ

حضور ختمی مرتبت ﷺ کے اس ارشاد کا یہ پہلو ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ نے انقطاع نبوت کے اعلان کے ساتھ صرف سچے خوابوں کا باقی رہنا ذکر فرمایا ہے اور درمیان میں کسی اور منزل کا ذکر نہیں فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کسی قسم کی غیر تشریعی اور ظلی یا بروزی نبوت باقی ہوتی تو یہ اس کا موقع بیان تھا۔ مقام ذکر میں عدم ذکر یقینی طور پر عدم کو مستلزم ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات اور کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت خواہ غیر تشریعی ہو یا ظلی اور بروزی قطعاً باقی نہیں ہے۔ یہ محال ہے کہ اب کسی اور کو کسی قسم کی نبوت مل سکے۔ پس کسی امتی

نبی کا پیدا ہونا بھی شرعاً ممکن نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے نبوت کے تمام پہلوؤں اوراس کے تمام اجزاء کے کلی انقطاع کی خبر دے دی ہے۔ صرف سچے خوابوں کا باقی رہنا آپ نے ذکر فرمایا ہے جو یقیناً اور قطعاً نبوت نہیں ہیں۔ بالخصوص جب کہ سچے خواب بعض اوقات فاسق قسم کے لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ: ’’بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں، سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۴۸، خزائن ج۱۷ ص۱۶۸ حاشیہ)

مرزا قادیانی تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ’’راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔‘‘ (ایضاً)

یہ وجہ ہمیں سمجھ میں نہیں آئی کہ اس حقیقت کو مرزا قادیانی اپنا تجربہ کیسے بتا رہے ہیں۔

## معنی ختم نبوت پر حضور ﷺ کی ساتویں شہادت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**بعثت انا والساعة کهاتین وجمع بین اصبعیه**‘‘ (رواہ ابن ماجه ص۲۹۳ کتاب الفتن)

ترجمہ: میری بعثت قیامت کے ساتھ متصل ہے جس طرح یہ انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور ﷺ کے عہد نبوت کے ساتھ قیامت متصل ہے نہ کہ کوئی اور نبوت۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**بعثت انا والساعة جمیعاً ان کادت لتسبقنی**‘‘ (اخرجه احمد، تفسیر ابن کثیر ج۶ ص۵۲۶ شامله)

ترجمہ: میں اور قیامت دونوں ساتھ ساتھ ہیں وہ تو قریب تھی کہ مجھ سے بھی سبقت کرے۔

اس حدیث میں معنی ختم نبوت بکمال واضح ہے۔ آپ کا عہد نبوت بالکل قیامت سے متصل ہے۔ آپ ﷺ کے بعد صرف قیامت ہے اور کوئی نبوت نہیں۔

## معنی ختم نبوت پر آنحضرت ﷺ کی آٹھویں شہادت

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ (۵۴ھ) کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’انا

**محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحی اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی عقبی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی‘‘** **(صحیح مسلم ج۲ ص۲۶۱ کتاب الفضائل باب فی اسمائہﷺ)**

ترجمہ: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں میرے پیچھے لوگوں پر حشر کی گھڑی آجائے گی (یعنی قیامت واقع ہوجائے گی) اور میں پیچھے آنے والا ہوں اور پیچھے آنے والا وہ ہے جس کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں علٰی عقبی کی بجائے علٰی قدمی کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں میرے قدموں پر۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ میرے پیچھے پیچھے، کسی کے قدموں پر چلنے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کے آثار واقدام پر چلا آئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: **’’یحتمل ان یکون المراد بالقدم الزمان ای وقت قیامی علٰی قدمی بظھور علامات الحشر اشارۃ الٰی انہ لیس بعدہ ولا شریعۃ‘‘**

**(فتح الباری ج۶ ص۴۰۶ باب ما جاء فی اسمائیہ رسول اللہﷺ)**

ترجمہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قدم سے مراد زمانہ ہو یعنی میں علامات قیامت کے ظہور پر اپنے عہد نبوت میں ہوں گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی اور شریعت اترے گی۔

حدیث کے آخر کے الفاظ میں عاقب ہوں وہ اس حدیث میں ایک دوسری دلیل ہے کہ آپﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوسکے گا۔ لفظ عاقب میں وہ پہلو نہیں رہا کہ شاید اس سے مہر لگانے والا مراد ہو۔ اب خاتم کے وہی معنی لئے جائیں گے جو اسے لفظ عاقب کے ساتھ جمع کر کے ملیں۔

## معنی ختم نبوت پر حضورﷺ کی نویں شہادت

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں آنحضرتﷺ نے فرمایا: **’’فی امّتی کذابون دجالون سبعۃ وعشرون منھم اربع نسوۃ وانی خاتم النّبیین لا نبی بعدی‘‘**

**(مسند احمد ج۵ ص۳۹۶ حدیث حذیفہ بن یمان عن النبیﷺ)**

ترجمہ: میری امت میں ۲۷ کذاب ودجال ہوں گے جن میں سے چار عورتیں ہوں گی حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس حدیث میں ان مدعیان نبوت کو دجال بتلایا گیا ہے۔ دجال وہ ہوتا ہے جو حق اور باطل کو ملا کر چلے۔ وہ کسی نبی برحق کا تابع کہلا کر نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''دجال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہوکر پھر اسے سچ کے ساتھ باطل ملادے۔'' (تبلیغ رسالت ج۳ ص۲۰۰، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۳۱)

اس حدیث میں اس قسم کا دعویٰ کہ (وہ جھوٹا امتی نبی بن کر سامنے آئے) اسے بھی آیت خاتم النّبیین کے خلاف کہا گیا ہے اور اسے حدیث لا نبی بعدی کے معارض قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین نے ختم نبوت کے یہی معنی سمجھائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی بھی پیدا نہ ہوگا۔ نبوت اپنے ہر پیرایہ میں حضور ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہوچکی ہے۔ تیس میں سے ان ستائیس میں دجالیت زیادہ نمایاں ہوگی۔

## حدیث ''لا نبی بعدی'' کی مزید تشریح

پیشتر اس کے کہ ہم اس معنی ختم نبوت پر کچھ صحابہ کرامؓ کی بھی شہادتیں پیش کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان احادیث نبویہ کی مزید کچھ اور شرح کریں۔

ہماری پیش کردہ نو احادیث میں پہلی تین لا نبی بعدی کے عنوان سے ہیں اور اگلی دو ختم نبوت کے عنوان سے۔ چھٹی انقطاع نبوت کے عنوان سے، ساتویں اتصال بہ قیامت کے عنوان سے، آٹھویں لفظ عاقب کے عنوان سے اور نویں ان مدعیان نبوت کے دجل وفریب کے عنوان سے آپ کے سامنے لائی گئیں ہیں۔ آئیں اب پہلے لا نبی بعدی کے الفاظ پر کچھ اور غور کریں۔

۱...... یہاں نبی نہ آنے سے مراد نبوت کی نفی ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ نبی کی آمد منفی نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسراء کی رات تمام انبیاء بیت المقدس میں آئے تھے۔ آپ ﷺ کی حضرت موسیٰ سے ملاقات بھی ہوئی اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے:

''فلا تکن فی مریة من لقائه'' (السجدة:۲۳)

ترجمہ: آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں۔

سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس رات بیت المقدس میں آنا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامت کے طور پر دوبارہ اس زمین پر اترنا حدیث: لا نبی بعدی کے خلاف نہیں۔ ہم نے جو اس کا معنی لا نبوۃ بعدی کیا ہے۔ اس پر احادیث صحیحہ وارد ہیں:

۱...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''لا نبوۃ بعدی'' (صحیح مسلم ج۲ ص۲۷۸ کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب)

۲...... اسی مضمون کو آپ نے ان الفاظ میں بھی بیان فرمایا: ''لم یبق من النبوۃ الا المبشرات'' (صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۳۵ کتاب التعبیر باب المبشرات)

۳...... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ سے روایت کرتی ہیں: ''لا یبقی بعدی من النّبوۃ شیٔ الّا المبشرات'' (رواہ احمد ج۴۱ ص۴۴۳، کنز العمال ج۱۵ ص۳۷۱ شاملہ)

۴...... حضرت ابوالطفیل واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ''لا نبوۃ بعدی الّا المبشرات''

(مسند امام احمد ج۳۹ ص۲۱۳ حدیث ابی الطفیل عامر بن واثلہ)

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مضمون میں اتنی احتیاط کی ہے کہ آپ کو خاتم الانبیاء کہنا ہی کافی سمجھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں وہ آپ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی ہوں گے۔ قبلہ وبعدہ تو ہوسکتا ہے صرف بعدہ (آپ کے بعد) کوئی نہ ہوسکے گا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ وبعدہ''

(المصنّف لابن ابی شیبہ ج۱۳ ص۵۶۶، مطبوعہ بیروت من کرہ ان یقول لا نبی بعدالنبی)

ترجمہ: تمہیں آپ کو صرف خاتم النّبیین کہنا کافی ہے (آگے لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ ہمارے ہاں یہ حدیث عام بیان کی جاتی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکلنے والے ہیں۔ پس جب وہ نکلے تو وہ آپ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد بھی۔

یہاں لا نبی بعدی کے معنی کا انکار نہیں ہے آپ کو عنوان ختم نبوت کی وضاحت پر اتنا یقین ہے کہ اب انہیں ان الفاظ کا کوئی احتیاج نہیں۔ محدثین کے لئے لا نبی بعدی کے ساتھ لانبوۃ بعدی کے الفاظ روایت صحیحہ سے ثابت ہیں۔ سو وہ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

''فالمعنی انّہ لایحدث بعدہ نبی لانّہ خاتم النّبیین السابقین''

(مرقات ج۵ ص۵۶۴ طبع قدیم باب مناقب علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب)

ترجمہ: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد نئے سرے سے کوئی نبی نہ ہوگا یہ اس لئے کہ حضور ﷺ سب پہلے نبیوں کے خاتم ہیں۔

۲...... ''لا نبی بعدی'' کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس پر لفظ نبی بولا جائے اور وہ اس نام سے لوگوں کے سامنے آئے اور اس نام سے اسے ماننا ضروری ہو وہ آپ کے بعد پیدا نہیں ہوسکتا۔ لا کا لفظ جب نکرہ پر داخل ہو جیسے لاالٰہ الّا اللہ میں ہے تو وہ عموم اور استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ پس حضور ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا یہاں نفی عام ہے۔

جب نکرہ نفی کے تحت آئے تو اس میں نفی عام ہوتی ہے۔ لیکن اس عام کا پھیلاؤ محاورات عرب کے مطابق ہوگا۔ اگر کوئی کسی کو نصیحت کرتے ہوئے کہے کہ یہیں جتنے عمل کر سکتے ہو کرلو، موت پر سب عمل ختم ہو جائیں گے اور عربی میں کہے: ''لا عمل بعد الموت'' تو اس میں لا نفی عام کی دلالت یہ ہوگی کہ موت کے بعد کوئی کسی قسم کا عمل نہ ہو سکے گا۔ یہ نہیں کہ پچھلے کئے اعمال بھی ختم ہو گئے۔

''من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ'' پچھلے اعمال سب باقی ہوں گے اور آخرت میں سب آ گئے آئیں گے۔ جس طرح ''لا عمل بعد الموت'' میں پچھلے اعمال کی نفی نہیں۔ ''لا نبی بعدی'' میں پچھلے انبیاء میں کسی کی حیات کی نفی نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''لا ھجرۃ بعد فتح مکۃ'' کہ اب آئندہ مکہ سے ہجرت نہ ہوسکے گی۔ اب مکہ فتح ہو گیا ہے تو اس سے کسی نے یہ نہ سمجھا کہ پہلا عمل ہجرت بھی اب سب کا ختم ہو گیا اور کوئی پہلا مہاجر (جو مکہ حج کے لئے آیا ہو) مہاجر نہیں رہا اور اب کوئی شخص بھی مکہ سے مدینہ نہیں آ سکتا۔

# معنی ختم نبوت پر صحابہ کرامؓ کی شہادتیں

## ۱...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شہادت

آپ کے خلافت سنبھالتے ہی ارتداد کی لہریں اٹھیں۔ آپ نے منکرین زکوٰۃ اور منکرین ختم نبوت دونوں سے جہاد فرمایا اور کہا: ''قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حیّ'' (رواہ النسائی وراجع لہ الریاض النضرۃ ج۱ ص۹۸، الفصل الثامن فی ھجرتہ مع النبی ﷺ)

ترجمہ: وحی کا آنا منقطع ہو چکا ہے اور دین تمام ہو چکا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دین کٹے اور میں زندہ رہوں۔

وحی صرف احکام کے لئے نہیں۔ اخبار کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اس میں نبی پر غیبی خبریں کھولی جاتی ہیں۔ گو وہ تشریعی نبی نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہاں انقطاع وحی کا اعلان فرمایا ہے۔ ختم نبوت میں جو لوگ مہر نبوت کی تاویل کرتے ہیں وہ یہاں اسے انقطاع وحی سے ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔ یہ انقطاع وحی کا اعلان تشریعی اور غیرتشریعی اور غیبی خبروں کی ہر اطلاع قطعی کو شامل ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی کسی انسان سے ہم کلامی ہو اسے دین میں کوئی قطعی حیثیت حاصل نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر عقیدہ ختم نبوت کا ان لفظوں میں اظہار فرمایا: ''الیوم فقدنا الوحی ومن عنداللہ عزوجل الکلام''

(کنزالعمال ج۴ ص۵۰ رواہ ابواسماعیل الہروی فی دلائل التوحید باب شمائل الاخلاق)

ترجمہ: آج ہم نے وحی کو کھو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی انسان سے کلام کرنا (جسے قطعی درجہ حاصل ہو) اب یہاں کبھی نہ ہو پائے گا۔

مسیلمہ کذاب جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد فرمایا اس نے شریعت محمدیہ میں کسی ترمیم کا اظہار نہ کیا تھا۔ اس کی اذانوں میں صرف حضور ﷺ کی رسالت کی آواز دی جاتی تھی۔ (دیکھئے تاریخ طبری ج۳ ص۲۴۴) ''انّ الوحی قد انقطع من السماء'' (ابن ماجہ ص۱۱۹ باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ) ''قد انقطع الوحی وتم الدین'' (مشکوٰۃ ص۵۵۶ باب مناقب ابی ابکرؓ الفصل الثانی) وہ اپنے آپ کو تابع شریعت

محمدی کہتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے جہاد فرمایا اور وہ بایں دعویٰ نہیں کہ مسیلمہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے وہ نبی نہیں۔ بلکہ بایں دعویٰ کہ اب سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے۔ اب کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے دین میں کوئی کمی رہ گئی تھی جواب پوری ہو رہی ہے۔ میری زندگی میں یہ بات ہو کہ دین تمام ہونے کے بعد بھی اس میں کوئی کمی رہ گئی تھی؟ ایسا ہرگز نہ ہو سکے گا۔

## ۲...... معنی ختم نبوت پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''انّ اناساً کانوا یؤخذون بالوحی فی عهد رسول الله ﷺ وانّ الوحی قد انقطع وانما نأخذکم الاٰن بما ظهر لنا من اعمالکم فمن اظهر لنا خیراً اٰمناه وقربناه ولیس الینا من سریرته شئ الله محاسبه فی سریرته'' (بخاری ج۱ص۳۶۰ باب الشہداء العدول)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں کوئی لوگوں پر وحی کی اطلاع پر بھی مواخذہ ہو جاتا تھا اور اب چونکہ وحی منقطع ہو چکی ہے ہم تم پر مواخذہ تمہارے انہی اعمال کی بناء پر کر سکتے ہیں جو ہمارے سامنے ہیں جو اچھائی ظاہر کرے گا ہم اس سے بے خوف رہیں گے اور اسے اپنا مقرب بنالیں گے اس کے باطن کی تہہ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اس کا محاسبہ کرنے والا صرف اللہ ہے۔

## مقام غور

اس حدیث میں مدار کلام ''اخبار غیبیہ'' ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بعض ایسے لوگ بھی آتے تھے جن کا ظاہر خلاف حقیقت ہوتا تھا اور اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک کو بذریعہ وحی اس حقیقت پر مطلع فرما دیتے تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ اخبار غیبیہ یا اطلاع علی الغیب جس طرح اس صاحب وحی کے لئے ہوتے ہیں جو مستقل نبوت کا مدعی ہو اور نئی شریعت لائے اسی طرح بعض غیبی خبروں کا اظہار اس صاحب وحی کے لئے بھی ہو سکتا ہے جو غیر تشریعی یا انعکاسی نبوت کا دعویٰ کرے اور کسی شرع جدیدہ کا مدعی نہ ہو۔ اخبار غیبیہ کے باب میں تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کا اپنے پیغمبروں کو بعض امور غیبیہ کی اطلاع دینا یہ کوئی شریعت نہیں کہ تشریعی نبوت کے لئے ہی ہو اور غیر تشریعی کے لئے نہ ہو سکے۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ختم نبوت اور انقطاع وحی کا جو اعلان فرمایا اس کا سیاق وسباق کیا تھا۔ آپ انقطاع وحی کا یہ اعلان اخبار غیبیہ کے سلسلے میں تھا جو تشریعی اور غیر تشریعی نبوت دونوں کو شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد ہر قسم کی وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبوت کا ہر دروازہ قطعی طور پر بند ہے۔ یہ محال ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی کسی قسم کا کوئی مدعی نبوت پیدا ہو اور وہ سچا ہو۔ اگر حضور ختمی مرتبت کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہوتی جس کے ذریعہ امور غیبیہ پر کسی قسم کی قطعی اطلاع ممکن تھی تو حضرت فاروق اعظم اس سیاق وسباق کے ساتھ ختم نبوت کا اعلان نہ فرماتے (قطعی کی شرط اس لئے ہے کہ اخبار غیبیہ اور کشوف والہامات تو بعض غیر انبیاء کو بھی کرامت فرمائے جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کو بھی بعض غیبی خبروں کی اطلاع دے دی جاتی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو خود مقام محدثیت پر فائز تھے۔ جس مقام پر کہ بفوائے حدیث خود رب العزت اپنی ہمکلامی سے نوازتے ہیں بغیر اس کے کہ صاحب مقام نبی ہو جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اخبار غیبیہ کے اس طرح باقی رہنے سے انقطاع وحی کے مذکورہ بالا اعلان کا کیا ربط ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ نبوت پر جس غیب کا اظہار ہو اس میں قطعیت ہوتی ہے اور وہ اخبار غیبیہ یقینی طور پر معصوم ہوتی ہیں جن میں شک وسوسے یا شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہو سکتا اور نبوت کے علاوہ جتنے بھی مقامات ہیں جن میں کہ بعض امور غیبیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ ان میں وہ قطعیت نہیں ہوتی کہ ان پر احکام شرع یا احکام عدالت کی بنا رکھی جا سکے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک کشف ولی حجت نہیں)

حاصل ایں کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ختم نبوت کے معنی یہی تھے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آئے گا اور ہر قسم کی وحی اب منقطع ہے۔ امور غیبیہ کی کوئی قطعی اطلاع اور نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی ہرگز ممکن نہیں۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے اور قیامت کی علامت کبریٰ ظاہر ہونے لگیں۔

## معنی ختم نبوت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری شہادت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات پر (جب کہ آپ کو اس کا یقین ہو چکا)

آپ کو مخاطب کر کے کہا: ’’بابی انت وامّی یا رسول اللّٰہ قد بلغ من فضیلتک عندہ ان بعثک اٰخر الانبیاء وذکرک فی اوّلھم فقال تعالٰی اذا اخذنا من النّبیین میثاقھم ومنک ومن نوح‘‘ (مواہب للقسطلانی ج۲ ص۴۹۶ وشرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ ج۳ ص۵۷۵، الفصل الاوّل فی اتمامہ تعالیٰ نعمتہ علیہ بوفاتہ)

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اللہ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کی بعثت تو سب سے آخر میں ہوئی مگر صف انبیاء میں آیت میثاق میں آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا۔

’’واذ اخذنا من النّبیین میثاقھم ومنک ومن نوح...... الخ‘‘ (الاحزاب:۷)

اس میں بھی حضرت عمرﷺ نے نہایت صریح پیرائے میں حضور اکرمﷺ کی بعثت کو آخری کہا ہے۔

## حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی مشترکہ شہادت

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرتﷺ کی وفات ہوئی تو ایک روز یہ دونوں حضرات حضرت ام ایمنؓ کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ حضورﷺ کی ایک یاد باقی رکھنے کے لئے تھا۔ آپﷺ ام ایمنؓ کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ یہ تینوں حضرات وہاں پہنچے تو حضرت ام ایمنؓ ان کو دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ ام ایمنؓ حضورﷺ کی جدائی پر رو رہی ہیں۔ انہوں نے انہیں دلاسہ دیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے فرمایا: ’’قد علمت انما عنداللّٰہ خیر لرسول اللّٰہﷺ ولٰکن ابکی علٰی خبر السماء قد انقطع عنا‘‘ (کنزالعمال ج۴ ص۴۸ باب شمائل الاخلاق)

ترجمہ: یہ تو میں جانتی ہوں کہ رسول اللہﷺ کو اللہ کے ہاں جو منزلت ملی وہ یہاں سے بہتر ہے میں اس پر رو رہی ہوں کہ اب آسمانی خبروں کا یہاں آنا منقطع ہو چکا (یعنی اس درجہ کی وحی بھی اب نہیں آئے گی)

ان تینوں حضرات کا اس بات کو تسلیم کرنا کہ (وحی کیا) اب زمین پر آسمانی خبروں کا کسی قطعی پیرایہ میں آنا کلی طور پر منقطع ہو چکا ہے۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں حضور ﷺ خاتم النّبیین کے بعد کوئی غیر تشریعی نبوت اور غیبی خبریں اترنے کی بھی کوئی صورت باقی نہیں ہے۔ اس عقیدہ پر یہ چار پختہ شہادتیں شہادت کا نصاب کامل ہیں۔ یہ کسی ایک واقعہ کی شہادت نہیں، ایک عقیدے کی شہادت ہے۔

## ۳…… معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تیسری شہادت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے راستے میں کسی عورت کے محاسن کو دیکھا پھر وہ حضرت عثمان کے پاس آیا آپ رضی اللہ عنہ نے کسی نشاندہی کے بغیر کہا: ’’یدخل علیٰ احدکم واثر الزنا ظاھر علیٰ عینیہ اما علمت ان زنا العینین النظر‘‘ (احیاء العلوم ج۳ ص ۲۴ از امام غزالی)

ترجمہ: میرے پاس کوئی ایک آدمی ایسا بھی آجاتا ہے کہ زنا اس کی دونوں آنکھوں سے ٹپکتا دکھائی دیتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آنکھوں کا زنا بدنظری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: ’’اوحی بعد النبی ﷺ‘‘ کیا نبی اکرم ﷺ کے بعد وحی پھر شروع ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ بصیرت، برہان اور فراست صادقہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطاء فرماتے ہیں۔

حضرت عثمان کو اگر یہ پتہ لگ گیا کہ اس آنے والے کی نظر پاکیزہ نہیں رہی تو یہ ایک کشف تھا یا ایک غیبی خبر تھی۔ اس خبر صادق سے یہ سوال اٹھنا کہ کیا وحی پھر سے شروع ہوگئی ہے۔ بتلاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان دنوں ختم نبوت اور انقطاع وحی کو انہیں معنوں میں لے رکھا تھا کہ کسی طرح کی وحی غیر تشریعی بھی حضور اکرم ﷺ کے بعد باقی نہیں ہے۔

## ۴…… معنی ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چوتھی شہادت: حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آنحضرت ﷺ کو غسل دے رہے تھے تو آپ نے چہرہ نبوت کی طرف رخ کر کے کہا: ’’بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من النّبوۃ من الانباء واخبار السماء‘‘

(نہج البلاغہ ص۱۳۰۳ مترجم رئیس احمد جعفری طبع جنوری ۱۹۵۵ء)

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے وہ سلسلہ منقطع ہوا جو کسی اور کی وفات پر نہ ہوا تھا اب غیبی اطلاعات اور آسمانی خبروں کا آنا ختم ہو چکا (نبوت اسی معنی سے ختم ہے)

اگر آپ کی وفات سے صرف تشریعی سلسلہ نبوت ختم ہوا تھا تو اس پر حضرت علیؓ کے غم کی کیا وجہ تھی۔ ہارون امت تو غیرتشریعی نبوت پر بھی قانع ہو سکتے تھے۔ یہ انقطاع وحی کا وہی بیان ہے جو حضرت ام ایمنؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا تھا۔ حضورﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء فوت ہوئے کسی کی وفات پر انقطاع وحی نہ ہوا۔ اب حضورﷺ کی وفات سے یہ سلسلہ ختم ہوا یہی ختم نبوت کا عقیدہ ہے۔ جبریل کی جب آخری دفعہ زمین پر حاضری ہوئی (اور اس کے بعد حضورﷺ کی وفات ہوگئی) تو وہ کہہ کر گئے کہ یہ میری بہ پیرایہ وحی زمین پر آخری حاضری تھی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ حضورﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ یہ نشان تھا کہ آپﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بین کتفیہ خاتم النبوۃ'' (رواہ الترمذی فی الشمائل ج۲ص۲۰۵ باب ماجاء فی صفۃ النبیﷺ)

علامہ طاہر گجراتی لکھتے ہیں کہ آپﷺ کی پشت پر مہر نبوت ہونا آپﷺ کے آخر الانبیاء ہونے کی علامت تھی۔

(مجمع البحار، جمع الوسائل شرح شمائل ملا علی قاری ص۴۲ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ امام بیہقی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''آپﷺ کے آخر وقت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ''ھٰذا اخر موطیٔ فی الارض'' یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر۔ یعنی وحی لے کر یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر۔ اس کے سیاق سے تأسف ظاہر ہے اور ابونعیم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آپﷺ کی روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی: ''وامحمداہ!'' ہائے اب آپ کے پاس آنا نہ ہوگا۔''

(وعظ المورد الفرخی مجموعہ مواعظ از حضرت تھانوی ص۴۷۰)

جبریل کا نزول بہ پیرایہ وحی اب قیامت تک کے لئے مسدود ہے۔ کیا جبریل صرف وحی تشریح لے کر آتے تھے؟ اگر غیرتشریعی انبیاء کی طرف بھی انہی کا آنا تھا تو حضورﷺ کی وفات کے بعد ان کا زمین پر نہ آنا اسی صورت میں متصور ہوتا ہے کہ اب غیرتشریعی بھی کسی پر نبوت نہ اترے۔ معنی ختم نبوت پر یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی دوسری شہادت ہے اور یہ صرف آپ کی شہادت نہیں۔ حضرت جبریل امین کی بھی شہادت ہے اور یہ وہ امانت ہے جسے اہل خیانت کے سوا کوئی شخص بھی ضائع نہ کر سکے گا۔

## ۵...... معنی ختم نبوت پر صحابہ کرامؓ کی پانچویں شہادت

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں: ’’لو قضی ان یکون بعد محمد نبی عاش ابنه ولکن لا نبی بعده‘‘

(صحیح بخاری ج۲ ص۹۱۴ کتاب الادب باب من سمی باسماء الانبیاء)

ترجمہ: اگر یہ مقدر ہوتا کہ حضورﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا اور نبی ہوتا۔

اس سے پتہ چلا کہ حضورﷺ کے بعد کوئی غیرتشریعی نبی بھی نہیں آسکتا۔ آپ کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو ظاہر ہے کہ وہ غیرتشریعی نبی ہوتے۔ جب ان کا ایسا نبی ہونا بھی ختم نبوت کے خلاف تھا تو یہ بات اس کی واضح دلیل ہے کہ صحابہؓ کے ہاں ختم نبوت کا یہی معنی سمجھا گیا ہے۔

## ۶...... معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی چھٹی شہادت

حضرت انسؓ نے حضورﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے بارے میں فرمایا: ’’ما ملاء مهده ولو بقی لکان نبیاً لکن لم یبق لان نبیکم آخر الانبیاء‘‘ (التاریخ الکبیر لابن عساکر ج۱ ص۲۹۴ تلخیص)

ترجمہ: ابھی تو اس نے اپنے گہوارے کو بھی نہ بھرا تھا اور اگر یہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا لیکن آنحضرتﷺ جب آخر الانبیاء ہیں تو وہ کیسے زندہ رہتا۔

## ۷…… معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہ کی ساتویں شہادت

شاہ روم کے گورنر ہامان نے جو شام میں رہتا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''**ھل کان رسولکم اخبرکم انہ یاتی من بعدہ رسول**''

(رواہ ابونعیم خصائص کبریٰ ج۲ص۴۸۴ ذکر آیات وقعت علی اثر وفاۃ النبی ﷺ)

ترجمہ: کیا تمہیں تمہارے رسول نے کوئی خبر دی ہے کہ ان کے بعد کوئی اور رسول آئے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا؟ نہیں، یہ ختم نبوت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گواہی ہے: ''**قال لا ولکن اخبر انہ لانبی بعدہ واخبر ان عیسیٰ ابن مریم قد بشر بہ قومہ**''

ترجمہ: اس رومی نے کہا میں بھی اس بات کا گواہ ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے اپنے بعد کے لئے آپ ﷺ کی بشارت دی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام گورنر ہامان سے بات کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

## ۸…… معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی آٹھویں شہادت

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ (۶۰ھ) کی شام میں ایک مسیحی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا آپ کہتے ہیں وہ مجھے گھر لے گیا اور اس نے مجھے ایک تصویر دکھائی۔ وہ آنحضرت ﷺ کی تصویر تھی۔ میں نے اس عیسائی سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے اپنے مطالعہ صحائف کی بناء پر بتایا: ''**انّہ لم یکن نبی الّا کان بعدہ نبی الا ھٰذا لانبی بعدہ**''

(رواہ الطبرانی ج۲ص۱۲۵ شاملہ کذافی الکنز العمال ج۶ص۱۲۸۱ المعجزات ودلائل النبوۃ)

ترجمہ: پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا مگر یہ کہ اس کے بعد کوئی نبی آیا سوائے ان کے۔ یہ وہ ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس تصویر میں آپ کے پیچھے ایک شخص کھڑا تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی۔

حضرت بلال ؓ کا اس واقعہ کو نقل کرنا اس واقعہ کی تصدیق ہے جو امت تک ختم نبوت کے نام سے اختیار کئے ہوئے ہے۔

## ۹...... معنی ختم نبوت پر صحابہ ؓ کی نویں شہادت

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کے سواء اور کوئی وحی نہیں۔ یعنی اس امت کے لئے جو حضور ﷺ کی امت کہلاتی ہے اب قرآن کے سواء کوئی وحی نہیں جس کے الفاظ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہوں قرآن کا لفظ لفظ خدا کی طرف سے آیا ہے۔ یہ وحی متلو ہے اور کلام الٰہی ہے۔

تورات کے الفاظ بے شک خدا کی طرف سے تھے جو الواح پر کندہ ملے مگر وہ امم سابقہ کے لئے تھے۔ اس امت کے لئے صرف قرآن ہے۔ احادیث وحی غیر متلو ہیں۔ اس میں معانی قلب پیغمبر پر اتارے جاتے تھے۔ الفاظ حضور ﷺ کے اپنے ہوتے تھے۔ یہ وحی امت میں یکجاء جمع نہیں ہوئی نہ اس کی تلاوت امت میں جاری ہوئی۔ اسی لئے اسے وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وحی جس میں الفاظ خدا کی طرف سے ہوں قرآن کے سواء کوئی نہیں ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی ؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''لا وحی الّا القرآن'' (کذافی المعتصر من مشکل الآ ثار للطحاوی ص۴۵۲)

ترجمہ: اب خدائی وحی قرآن کے سواء نہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کے بعد اب کوئی وحی نہیں ہے۔ اس کا اس کے سواء اور کوئی مطلب نہیں نکلتا اب نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کسی پر وحی اترے گی۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد پر جو وحی آئی وہ غیر متلو کے درجے میں ہے۔ اس میں حقائق ومعانی آپ پر ڈالے جاتے تھے۔ لفظ خدا کی طرف سے نہ تھا۔

جواب: یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اگر مرزا غلام احمد پر اتری وحی صرف وحی غیر متلو ہوتی تو پھر بعض الفاظ وحی کے بارے میں مرزا قادیانی پر کیوں کہتے کہ اس کے معنی مجھے معلوم

نہیں ہو سکے اور یہ وحی ان زبانوں میں کیوں آتی تھی جو مرزا قادیانی کو نہ آتی تھیں اور پھر مرزا قادیانی کی امت مرزا قادیانی پر اتری وحی کو ان کی مختلف کتابوں سے لے کر ایک کتابی شکل میں کیوں جمع کرتی۔ قادیانیوں کے اس قرآن کا نام ''تذکرہ'' ہے۔ جو انہوں نے بڑی محنت سے جمع کر کے چار سو بیس ورقوں میں شائع کیا ہے۔ اس کے کل صفحات ۸۴۰ ہیں۔ پہلی اشاعت میں اس کا ۴۲۰، اوراق میں ہونا اس کا مرزا بشیرالدین محمود کو اس کے شائع کرتے وقت علم نہ تھا۔ یہ وحی ۴۲۰ نکلی۔

نوٹ: مرزا غلام احمد کے پیرو بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت ظلی نبوت تھی اور ان کی وحی ظلی قرآن۔ ہم حضرت ابن عباسؓ کی اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ اس امت کے لئے قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں۔ وحی غیر متلو بھی وہی تھی جو حضورﷺ پر آئی۔

ہم جواباً کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی وحی کسی طرح ظلی قرآن نہیں سمجھی جاسکتی۔

۱...... قرآن کریم ایک زبان میں ہے۔ عربی میں اور مرزا قادیانی کی وحی کئی زبانوں میں ہے اور ان زبانوں میں بھی جو مرزا قادیانی کو نہ آتی تھیں۔

۲...... قرآن کریم لانے والا فرشتہ جبریل امین ہے اور مرزا قادیانی کے پاس آنے والا فرشتہ ''ٹیچی ٹیچی تھا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۳۲، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

۳...... قرآن کریم حضورﷺ پر اترتا تو آپ اسی وقت اسے لکھوا دیتے۔ غلام احمد نے اپنی وحی کو نہ کہیں علیحدہ جمع کیا نہ لکھوایا۔ نہ مرزا قادیانی کے کوئی کاتبین وحی تھے۔

۴...... قرآن کریم فصاحت وبلاغت اور ادبیت میں حد اعجاز تک پہنچا ہوا ہے۔ مرزا غلام احمد کی وحی میں علمی، ادبی اور عربی غلطیاں ہیں۔

۵...... جس پر قرآن اترا اس نے دعویٰ کیا کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی ایک ایسی آیت بنالاؤ۔ مرزا غلام احمد نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

## ازالۂ تعجب

اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ باوجود ایسی واضح احادیث اور ایسی روشن شہادتوں کے

مرزا غلام احمد نے اپنے اس دعویٰ نبوت کی کیا گنجائش دیکھی۔ اس کی وجہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ’’اور جو شخص حکم ہوکر آیا اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں ہے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کر دے۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۰، خزائن ج۱۷ ص۵۱ حاشیہ، اربعین نمبر۳ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۰۱ حاشیہ)

اوراق کی چھان بین میں یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ورق اصل ہو اور کوئی جعلی لیکن کوئی ڈھیر قابل قبول ہو اور کوئی پورا ڈھیر قابل رد یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آرہی۔ الاّ یہ کہ اسے کوئی سکھوں کی زبان میں کہے۔ پھر مرزا قادیانی یہ بھی لکھتے ہیں: ’’میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰)

مرزا قادیانی کی یہ وحی کس قسم کی تھی۔ جس نے انہیں ان احادیث اور غیرتشریعی نبوت جاری نہ ہونے کی قطعی شہادتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے پر مجبور کیا۔ اس پر مرزا قادیانی کے مندرجہ ذیل بیانات کافی روشنی ڈالتے ہیں:

۱…… ’’میں انگریزی حکومت کے ماتحت مبعوث کیا گیا۔‘‘

(اشتہار واجب الاظہار ص۳ ملحقہ تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ ص۵۲۴)

۲…… ’’یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلا دے ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں، نہ کر سکے۔‘‘

(حضور گورنمنٹ عالیہ میں عاجزانہ درخواست شائع شدہ بآخر تریاق القلوب ص۷، خزائن ج۱۵ ص۴۹۴)

انگریز حکومت کے حکم سے آسمانی وحی اترے یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آسمان پر بھی انگریزوں کا ہی حکم چلتا ہو۔ قضاء وقدر کے فیصلے اور ملکہ وکٹوریہ کے ارادے ساتھ ساتھ چلتے ہوں۔ اب کون ہے جو اس آسمانی حکم کا مقابلہ کر سکے۔

مرزا غلام احمد کو کھٹکا تھا کہ کہیں گورنمنٹ اس کی اس مدح کو خوشامد نہ سمجھے۔ سو وہ اپنے اخلاص کی حمایت میں اپنے خاندان کی پچاس سالہ تاریخ کو اس طرح لے آیا ہے۔

۳...... ’’صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔‘‘

(اشتہار ص۱۳ بحضور لیفٹیننٹ گورنر ملحقہ کتاب البریہ، خزائن ج۱۳ ص۳۵۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۱)

حکومتیں اپنے وفادارں کو وفا کا صلہ دیتی ہیں۔ مرزاغلام احمد یہاں انگریز حکومت سے اپنی وفاداریوں کا صلہ نہیں مانگ رہا بلکہ وہ حکومت کو یاد کرارہا ہے کہ یہ پودا انہیں کے ہاتھوں کا تو لگایا ہوا ہے۔ اب چاہئے کہ گورنمنٹ برطانیہ اس کی پوری طرح آبیاری بھی کرے۔

پھر نبوت ایک زمینی کارروائی ہے یا آسمانی؟ اس پر غور کیجئے۔ انبیاء زمین پر خدا کے نائب ہوتے ہیں۔ آسمانوں میں نہیں۔ وہاں فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکموں کے امین ہیں۔ مگر مرزاغلام احمد نے بقول خویش یہ فرشتوں کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ آسمانوں پر بھی انگریزی گورنمنٹ ہی کی بات چلتی ہے۔

۴...... ’’گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیرسایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی کر رہا ہوں۔‘‘

انگریز حکومت کے حکم سے کارروائی ہو۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آسمان پر بھی انہی کا حکم چلتا ہو قضاء وقدر کے ایک طرف خدا ہو اور دوسری طرف ملکہ وکٹوریہ ہو اب کون ہے جو اس آسمانی حکم کا مقابلہ کر سکے۔

مرزاقادیانی لکھتے ہیں: ’’واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے۔‘‘

(ضرورت الامام ص۱۳، خزائن ج۱۳ ص۴۸۳)

مرزاغلام احمد کا شیطانی الہام کو حق کہنا ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ ہاں یہ درست ہے کہ شیاطین بھی اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔

’’وانّ الشیاطین لیوحون الیٰ اولیاء ھم لیجادلوکم‘‘ (الانعام:۱۲۱)

ترجمہ: اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں۔

لیکن یہ بات درست نہیں کہ وہ الہامات حق ہوتے ہیں انہیں کتاب وسنت کے میزان میں رکھنا چاہئے کہ کتاب وسنت تو نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم بتلائیں اور یہ شیطانی الہامات کہیں کہ سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اور یہ کہ جدھر ملکہ وکٹوریہ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے تو کیا ایسے الہامات سے کتاب وسنت کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ نہیں عقائد قطعی دلائل سے ثابت ہوتے ہیں وہمات وخیالات سے نہیں۔ قرآن صاف کہتا ہے: ’’وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔‘‘

## مرزا بشیر الدین محمود کی تحریف قرآن

’’**ما انزل الیک**‘‘ میں اس وحی کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور ’’**ما انزل من قبلک**‘‘ میں اس وحی کا ذکر ہے جو گزشتہ انبیاء پر نازل ہوئی۔ الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے۔ گویا یہاں تین وحیوں کا ذکر ہے۔ (قادیانی تفسیر کبیر ۱۴۵) متقی محمد رسول اللہ کی وحی پر ایمان رکھتا ہے، پہلی وحی پر ایمان رکھتا ہے، وہ بعد میں آنے والی وحی پر بھی یقین رکھتا ہے) (استغفر اللہ)

دیکھئے کس شاطرانہ چال سے اپنے حضرت ٹیچی ٹیچی کی لائی وحی کو متقین کے مومن بہ امور میں داخل کیا گیا ہے۔

ختم نبوت پر حدیث کی ان واضح شہادتوں کے بعد اب ہم اپنے قارئین کو فقہاء متکلمین کی کھلی تصریحات سے بھی گزارتے ہیں۔ **وھو المستعان وعلیہ التکلان!**

## احادیث کی تائید میں فقہاء اور متکلمین کی تصریحات

معنی ختم نبوت پر قرآن کریم کی نو کھلی شہادتیں۔ آنحضرت ﷺ کی نو واضح شہادتیں اور صحابہ کرام کی نو صحیح شہادتیں آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ کتاب وسنت میں جہاں کہیں اس مسئلے کا ذکر ہے۔ وہاں ہر جگہ ایک ہی آواز سنی جارہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی تشریعی ہو یا غیر تشریعی ہر اعتبار سے نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے اور اس میں چور دروازے نکالنے کی صرف انہی لوگوں نے کوشش کی جنہوں نے خود نبوت کے دعوے کئے۔ کوئی غیر جانبدارانہ شہادت آپ کو ان کی تائید میں کہیں نہ ملے گی۔

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ہم معنی ختم نبوت پر فقہاء کرام اور متکلمین اسلام کی بھی کچھ شہادتیں پیش کردیں۔ وھو المستعان وعلیه التکلان!

محدثین کے اقوال لانے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ بیان احادیث میں خود ان کا مؤقف بھی ساتھ ساتھ واضح ہوچکا ہے۔

## ۱...... حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۹ھ) کی شہادت

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ فقہ حنفی کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے ہیں۔ صف محدثین میں بھی آپ نمایاں شخصیت ہیں اور آپ کی کتاب ''شرح معانی الآثار'' دورہ حدیث میں پڑھائی جاتی ہے۔ عقائد میں (علم کلام میں) بھی آپ عالم اسلام کے مسلم امام ہیں۔ سعودی عرب میں شرح عقیدہ طحاویہ علم عقائد میں سند کا درجہ رکھتی ہے اور بیشتر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ عقیدہ طحاوی کے متن کا یہ جزئیہ طلبہ زبانی یاد کرتے ہیں: ''**کل دعوی النبوۃ بعدہ علیہ السلام فبغی وھوی وھو المبعوث الٰی عامة الجن وکافة الورایٰ**'' (عقیدہ طحاویہ ص ۱۴)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے بعد ہر دعویٰ نبوت اسلام سے بغاوت اور ایک شیطانی خواہش ہے اور آپ جنات اور سب انسانوں کی طرف مبعوث ہیں۔

یہاں یہ لفظ کل دعویٰ لائق غور ہے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد صرف تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی غلط ہوتا اور غیرتشریعی نبی تو آسکتا تو کیا یہاں کل دعویٰ کہہ کر ہر دعویٰ نبوت کو اسلام سے خارج کہا جاتا؟ ہرگز نہیں قارئین کرام انصاف سے کام لیں۔

## ۲...... حافظ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اب ذرا اندلس چلیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ہم آپ کو یہاں ہندوستان و پاکستان میں ہی رکھ رہے ہیں۔ حافظ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''**وکذالک من قال...... او ان بعد محمد ﷺ نبیاً غیر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فانه لا یختلف اثنان فی تکفیرہ لصحة قیام الحجة بکل ھٰذا**'' (کتاب الملل والنحل ج۲ص۲۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اور اسی طرح وہ شخص کافر ہے جو یہ کہے...... یا کہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سواء کوئی اور نبی آ سکتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی دو عالم آپس میں اختلاف نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان مضامین میں سے ہر ایک پر حجت شرعی تمام ہو چکی ہے۔

## ۳...... حضرت علامہ قرطبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۸ھ) کی شہادت

آیئے اب آپ کو مالکی مکتب فکر میں لے چلیں۔ حضرت علامہ قرطبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''لانّ بموت النبی ﷺ انقطع الوحی'' (مواہب للقسطلانی الشارح البخاری ص۲۵۹)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کی وفات پر ہر سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔

یہاں ختم نبوت کو انقطاع وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب وحی کا پورا سلسلہ منقطع ہے تو سوچیے کیا غیر تشریعی نبوت میں وحی نہیں آئی؟ معلوم ہوا کہ وہ سلسلہ بھی اب باقی نہیں۔ نبوت ہر اعتبار سے آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں انقطاع وحی کے بعد مرزا غلام احمد کو حقیقت الوحی لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

## ۴...... صاحب تلویح علامہ مسعود بن عمر التفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۱ھ)

اصول فقہ کی کتاب توضیح تلویح میں دیکھئے، علم اصول میں اجماع کو اسی لئے حجت سمجھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبوت نہیں نہ وحی تشریعی کے ساتھ نہ وحی بلاتشریع کے ساتھ۔ قرآن وسنت کے بعد یہ حجیت اب امت میں منتقل ہوگئی ہے جس پر اب یہ سب جمع ہو جائیں اس کو خدا کی طرف سے بھی قبولیت کا نشان سمجھو اب نبوت کی بجائے یہ امت ہے اور یہی عقیدہ ختم نبوت ہے۔ صاحب توضیح لکھتے ہیں: ''فھذا من خواص امۃ محمد ﷺ فانہ خاتم النّبیین فلا وحی بعدہ ...... فلا بد من ان یکون للمجتھدین ولایۃ استنباط احکامھا من الوحی''

(توضیح تلویح ج۲ ص۱۰۰، الامر الرابع حکم الاجماع، شاملہ)

ترجمہ: یہ بات امت محمدی کے خصائص میں سے ہے جس پر یہ ایک وقت میں جمع ہو جائیں (وہ بات دین ہو)

کیونکہ آپ خاتم النّبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی کوئی وحی باقی نہیں۔ سو اس سے چارہ نہیں کہ اب مجتہدین کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ حضور ﷺ پر آئی وحی سے نئے پیش آمدہ مسائل کے احکام مستنبط کرسکیں۔

## ۵...... علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ (۹۶۹ھ) کی شہادت

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی فقہی دقت نظر کے باعث ابوحنیفہ الثانی کہلاتے ہیں آپ اپنی کتاب ’’الاشباہ والنظائر‘‘ میں لکھتے ہیں: ’’اذا لم یعرف ان محمداً ﷺ اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات‘‘

(الاشباہ ص۱۰۲ کتاب السیر باب الردۃ، طبع کراچی)

ترجمہ: جس نے یہ نہ جانا کہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ آپ کو آخری نبی ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔

یہ علی الاطلاق حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ ہے۔ اس میں تشریعی اور غیرتشریعی کی کوئی قید نہیں۔ پھر آپ نے اس کو ہر عامی وخاصی کے لئے واجب المعرفۃ ٹھہرایا ہے اور ضروریات دین میں سے کہا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ نبوت کی ہر قسم کو شامل ہو۔ تشریع اور غیرتشریعی کا فرق کرنا ایک نظری بات ہے اور نظری مسئلے ضروریات دین نہیں بنتے۔ ضروریات دین وہ امور ہیں جن کو وہ دین رکھنے والا ہر شخص برابر مان اور پہچان سکے۔ ختم نبوت انقطاع وحی، آخری نبی ہونا یہ سب ایک حقیقت کے متشابہ متقارب الفاظ ہیں اور معنی ومراد سب کا ایک ہے۔

## ۶...... سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۳۵ھ) کی شہادت

فتاویٰ عالمگیری جو پانچ سو علماء کی تائید وتوثیق سے مرتب ہوا۔ اس میں بھی اسی عبارت میں فتویٰ دیا گیا ہے: ’’اذ لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم...... لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم ویرید بہ من پیغام مے برم یکفر‘‘ (فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص۲۶۳، طبع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: جب کسی نے یہ نہ جانا کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان کیسا؟ وہ مسلمان نہیں ہے یا کسی نے اس طرح کہا: میں اللہ کا رسول ہوں یا کسی دوسرے زبان میں کہا کہ میں پیغام لانے والا ہوں اور مراد یہ ہو کہ میں خدا سے پیغام لیتا ہوں تو وہ اس بات سے کافر ہو جائے گا۔

فصول عمادی میں کلمات کفر شمار کرتے ہوئے بھی آپ کو فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت ملے گی: ’’وکذا لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغام برم یرید بہ پیغام مے برم یکفر‘‘ (فصول عمادی ص۱۳۰)

ترجمہ: اور اس طرح اگر کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہا میں پیغمبر ہوں اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ میں خدا سے پیغام لاتا ہوں تو وہ شخص ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

خدا کی طرف سے کوئی نیا حکم ہو اس سے تشریعی نبوت بنتی ہے صرف پیغام ہو یہ غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوتا ہے۔ یہ دوسری قسم کا دعویٰ نبوت ہو کہ میں خدا سے پیغام لاتا ہوں یہ بھی کفر ہے یہی کفر نہیں کہ وہ صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کرے۔

## ۷...... شرح عقائد نسفی کی شہادت

ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش اور برما میں عقائد کی جو مرکزی کتاب پڑھائی جاتی ہے وہ شرح عقائد نسفی ہے اس میں ہے: ’’وقد دلّ کلامہ وکلام اللہ المنزّل علیہ علٰی انہ خاتم النّبیین وانہ مبعوث الٰی کافۃ الناس بل الٰی الجن والانس فثبت انہ اٰخر الانبیاء‘‘ (شرح عقائد نسفی ص۱۰۰ مطبع لاہور)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کی احادیث اور قرآن مجید جو آپ ﷺ پر اترا۔ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ ﷺ کل انسانوں کی طرف (جو قیامت تک پیدا ہوں گے) مبعوث ہیں بلکہ جن وانس دونوں کی طرف مبعوث ہیں۔ ان دلائل سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

## ۸...... تحفہ شرح منہاج کی شہادت

اب آیئے آپ کو مرکز علم دارالعلوم دیوبند لے چلیں۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ’’تحفہ شرح منہاج‘‘ سے یہ مضمون نقل کرتے ہیں کہ کن کن باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے؟

’’او کذب رسولاً او نبیاً او نقصہ بایّ منقص کان صغر باسمہ مریدا تحقیرہ او جوز نبوۃ احد بعد وجود نبیّنا ﷺ وعیسٰی علیہ السلام نبی قبل فلا یرد‘‘ (اکفار الملحدین ص۴۲)

ترجمہ: یا کسی رسول اور نبی کو جھٹلائے یا اس کی کسی قسم کی تنقیص کرے یہاں تک کہ اس کا نام چھوٹا کر کے لے جس سے اس کی تحقیر مراد ہو تو اس سے بھی وہ کافر ہو جائے گا یا ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی اور کی کسی قسم کی نبوت جائز سمجھے (تو وہ بھی کافر ہو جائے گا) اور عیسیٰ علیہ السلام تو آپ سے پہلے کے نبوت پائے ہوئے ہیں۔ سوان کے (دوبارہ) آنے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ رکھتے ہیں ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو اس بات کا قائل ہو کہ وہ آ کر شریعت محمدیہ کو منسوخ کریں گے اور ان پر وحی تشریع آئے گی۔ انتظامی امور میں وحی آنے کے سوا کسی دینی امر میں ان پر کسی قسم کی کوئی وحی نہ آئے گی۔ جن علماء نے عقیدہ ختم نبوت اور نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام میں ذرا سا بھی ٹکراؤ محسوس کیا ان کے جواب میں جن علماء نے قلم اٹھایا انہوں نے قاطبۃً یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت پہلے کی ملی ہوئی ہے۔ کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ وہ مستقل نبی کی حیثیت سے آئیں گے یا غیر تشریعی نبی ہوں گے۔ یہ جواب آخر کیوں کسی نے اختیار نہ کیا؟ یہ اس لئے کہ اسلام میں ختم نبوت کا یہی معنی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی اور امت محمدیہ نے اسی کو عقیدہ ختم نبوت قرار دیا ہے۔

اب اگر ختم نبوت اور نزول عیسیٰ بن مریم کے ظاہری ٹکراؤ کو اس تشریح سے ختم کیا جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمد ثانی میں ماتحت نبی کے طور پر آئیں گے تو امت کے عقیدہ ختم نبوت پر کاری ضرب لگتی، اس لئے سب نے یہ تشریح کی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی آمد ثانی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ آپ کو نبوت حضرت خاتم النّبیین سے پہلے کی ملی ہوئی ہے اور ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔ حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۲ھ) کی پوری کتاب ''اکفار الملحدین فی انکار شئی من ضروریات الدین'' اسی موضوع پر ہے کہ اب عقیدہ ختم نبوت میں کسی تاویل کو جگہ نہیں دی جاسکتی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔

## ۹...... صوفیہ کرام کا عقیدہ ختم نبوت بھی ملاحظہ کر لیجئے

فقہاء کرام اور متکلمین اسلام کے بعد آیئے صوفیہ کرام کو دیکھیں کہ وہ عقیدہ ختم نبوت کو کس وضاحت سے قبول کئے ہوئے ہیں:

محدثین روایات سے بولتے ہیں، فقہاء نصوص کی گہرائی سے بولتے ہیں۔ متکلمین نصوص کے پہرے میں عقل وتجربات سے بولتے ہیں۔ مگر اولیائے کرام اس خزانہ غیب سے بولتے ہیں جہاں سے نبی بولتے ہیں۔ اولیاء کو وہیں سے محبت الٰہی ملتی ہے وہ اس سے روشنی پاتے ہیں اس کے مقرب ہوتے ہیں۔ مگر قانون وحکم انہیں بھی نبیوں سے ہی لینا پڑتا ہے اور نبیوں کی بات ان پر محدثین کی روایت سے اور مجتہدین کے استخراج سے کھلتی ہے اور ولایت احکام میں نبوت کے تابع رہتی ہے۔

اسلام میں اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام ظل نبوت میں چلتے ہیں۔ اسلام میں اگر ظلی نبوت کا کوئی تصور ہوتا تو یہ اولیاء کرام اور صوفیہ عظام ظلی نبی تھے۔ مگر اسلام میں یہ لفظ نبی ہر ولی اور صاحب کشف وولایت سے روک دیا گیا ہے۔ ان کا وجود خود اس بات کی شہادت ہے کہ اسلام میں کوئی روحانی نظام غیرتشریعی نبوت کا نہیں ہے۔ نہ کوئی روحانی منزل ظلی نبوت کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ عمادالدین اموی اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ آپ صوفیہ کے مأخذ علم کو اس طرح بیان کرتے ہیں: ’’**اما عقیدتهم فعقیدة شیخ السنة ابی الحسن الاشعری واصحابه من فاتحتها الٰی خاتمتها**‘‘

(حیات القلوب فی کیفیۃ الوصول الی المحبوب برحاشیہ قوت القلوب ج۲ ص۲)

ترجمہ: صوفیائے کرام کے عقیدے وہی ہیں جو امام اہل السنۃ شیخ ابوالحسن اشعری اور ان کے شاگردوں میں شروع سے لے کر آخر تک رہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام میں کوئی پانچواں مأخذ علم الہام کے نام سے نہیں ہے۔ ادلہ شرعیہ چار ہی ہیں۔ نص نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد واستنباط اسی لئے شروع ہوئے کہ کسی قسم کی نبوت کی کوئی کھڑکی کھلی نہ تھی ورنہ یہاں سے روشنی ملنے کی کچھ گنجائش رکھی جاتی۔

اب ہم عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (۸۹۸ھ) کے اس قطعہ پر ختم نبوت کی بحث ختم کرتے ہیں۔ ازاں بعد ہم ان بزرگان دین کا عقیدہ ختم نبوت آپ کے سامنے پیش کریں گے جن کا نام قادیانی لوگ ازراہ الحاد اپنے ہمنواؤں میں پیش کرتے ہیں:

خاتم الانبیاء والرسل است وز پئے او رسول دیگر نیست
چوں در آخر زماں بقول رسول پیرو دین وشرع او باشد
و ایں ہمہ شرع ودیں او داند دیگراں ہمچو جزو او چو کل است

بعد ازاں ہیچ کس پیمبر نیست کند از آسمان مسیح نزول
تابع اصل وفرع او باشد ہمہ کس را بدیں او خواند

(عقائد نامہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: آنحضرتﷺ تمام انبیاء اور تمام رسولوں کے خاتم ہیں ان میں سے ہر ایک کسی ایک پہلو میں ممتاز ہوا، آپﷺ تمام کمالات کے جامع ہوئے۔ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں نہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا۔ یہ عقیدہ حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کے خلاف نہیں، آپ حضورﷺ کے امتی ہوکر آئیں گے۔ جب آخری زمانے میں حضورﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے تو آپ حضورﷺ کی شریعت کے پیرو ہوں گے اور دین کے اصول وفروع میں آپ کی پیروی کریں گے۔ اس طرح نہیں کہ نبوت آپ سے سلب کرلی جائے گی۔ نہیں۔ لیکن اب وہ نافذ نہ ہوگی۔ آپ اب ولایت محمدی میں آئے ہیں۔ آپ حضورﷺ کی ساری شریعت کو جانتے ہوں گے اور تمام قوموں کو آپ حضورﷺ کے دین کی طرف ہی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو ساتھ ہی بتلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے تورات اور انجیل کے ساتھ کتاب وحکمت (قرآن وحدیث) کی تعلیم بھی دیں گے: ’’ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل‘‘ (آل عمران:۴۸،۴۹)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں گے اور تورات وانجیل کی بھی ہاں آپ رسول صرف بنی اسرائیل کے لئے ہوئے۔

یہ کتاب وسنت کی تعلیم آپ کو کس لئے دی جائے گی؟ اس لئے کہ آپ نے دور محمدی بھی پانا ہے اور اس قوم میں بھی جانا ہے۔ گو اصالۃً آپ کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی لیکن اب وہ آپ کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

قرآن وحدیث کے ان دلائل اور فقہاء ومتکلمین کے ان شواہد کی روشنی میں ختم نبوت کا مسئلہ اتنا نکھرتا ہے کہ اب اس میں کوئی نیا دروازہ کھڑکی کھلتی نظر نہیں آتی۔ حضور خاتم النّبیینﷺ پر نبوت بغیر کسی تخصیص اور تاویل کے ختم ہوچکی ہے۔ یہ بات اسلام کی ضروریات میں سے ہے اس کے خلاف کوئی نبض بھی حرکت میں آئے یہ کھلا کفر ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

# ختم نبوت بغیر کسی تخصیص وتاویل کے

ختم نبوت میں لاکھ حقائق ودقائق اور معارف ولطائف کیوں نہ ہوں لیکن اس کے ظاہری اور عام معنی امت میں اس تواتر سے منقول ہیں کہ اس میں ذرا سے اختلاف کی بھی کہیں گنجائش نہیں جو آنحضرت ﷺ ختمی مرتبت کے بعد کسی نئی بعثت کا قائل ہو وہ امت محمدی میں کہیں شمار نہیں پاسکتا۔

۱...... حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ) پر اسلام کی پہلی صدی ختم ہوئی آپ اس صدی کے مجدد ہیں آپ عقیدہ ختم نبوت کو بایں طور بیان کرتے ہیں: ’’**یا ایھاالنّاس ان اللہ لم یبعث بعد نبیّکم نبیاً ولم ینزل بعد ھٰذالکتاب الذی انزل علیہ کتاباً**‘‘

(سنن دارمی ج۱ص۱۱۵ باب ما یتقی من تفسیر حدیث النّبی ﷺ)

آنحضرت ﷺ کو نبی ماننا اور آخری نبی ماننا دونوں امر ہم معنی رہے ہیں جس نے بھی آپ کو نبی مانا ساتھ مانا کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ یہ بات امت میں تواتر سے چلی کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

۲...... اب چوتھی صدی ہجری کے علامہ باقلانی (۴۰۳ھ) سے ختم نبوت کا مضمون سمجھئے:

’’**الخبر الوارد عنہ ﷺ وھو ما نقلہ کافۃ الامۃ من قولہ لانبی بعدی وقد نقلوا مع ذالک عن سلفھم والسلف عن سلفہ حتی یتصل ذٰلک بمن شاھد النبی انہ اکّد ھٰذا القول وعراہ من کل قرینۃ توجب تخصیصہ وقرنہ بکل ما اوجب العلم بعموم مرادہ لنفی سائرالانبیاء بعدہ ممن ینسخ شریعتہ وممن لاینسخھا من العرب ومن غیرھا وفی عصرہ وبعد وفاتہ والٰی ان یرث اللہ الارض ومن علیھا وھو خیرالوارثین**‘‘

(کتاب التمہید للباقلانی ص۱۸۱ طبع بیروت ۱۹۵۷ء)

ترجمہ: یہ حدیث ’’لانبی بعدی‘‘ حضور ﷺ سے وارد ہوچکی ہے اور یہ وہ خبر ہے جسے پوری امت نے ’’لانبی بعدی‘‘ کے الفاظ میں نقل کیا ہے اور (ہر طبقے کے) مسلمانوں نے اپنے اسلاف سے اور انہوں نے اپنے اسلاف سے اسے اس طرح نقل کیا

ہے کہ بات ان (صحابہ ﷺ) تک پہنچی ہے جو حضور اکرم ﷺ کے حاضر مجلس تھے وہ بتاتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اس مسئلے کو بتاکید بیان فرمایا اور اسے ہر ایسے قرینہ سے آزاد رکھا جو اسے کوئی تخصیص دے اور اسے ہر اس بات کے ساتھ ملایا جو اس (ختم نبوت) کی عموم مراد کو یقینی علم کی جگہ دے تاکہ آپ کے بعد ہر قسم کے نبیوں کی نفی ہو وہ تشریعی نبی ہوں یا غیر تشریعی، عرب سے ہوں یا کسی اور جگہ سے، آپ کے زمانے میں ہوں یا آپ کے بعد، یہاں تک کہ پھر کل زمین اور جو اس پر ہے وہ اللہ کے قبضے میں چلے آئے اور وہی خیر الوارثین ہے۔

حافظ ابو منصور بغدادی (۴۳۹ھ) لکھتے ہیں: ’’کل من اقرّ بنبوۃ نبیّنا ﷺ اقرّ بانہ خاتم الانبیاء والرسل...... وقد تواترت الاخبار بقولہ لانبی بعدی ومن جحد القرآن والسنۃ فھو کافر‘‘ (اصول الدین لابی منصور بغدادی ص۱۶۳)

ترجمہ: ہر وہ شخص جس نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا وہ آپ کے خاتم النّبیین والرسل ہونے کا اقرار کر چکا (یہ دونوں باتیں لازم وملزوم ہیں) آپ کا یہ کہنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے اور جو شخص قرآن وسنت کے فیصلے کو نہ مانے وہ کافر قرار پاتا ہے۔

پہلی تین صدیاں اسلامی علوم تفسیر اور فقہ وحدیث کی تدوین میں گزریں۔

## ۴...... امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی کا عقیدہ ختم نبوت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۵ھ) کے استاذ امام الحرمین (۴۷۸ھ) شیعہ کے اس عقیدہ کے جواب میں کہ عالم کسی وقت امام زمان کے وجود سے خالی نہیں رہتا، ہر وقت کسی نہ کسی امام کا موجود ہونا ضروری ہے، لکھتے ہیں: ’’فاذا جاز خلو الزمان عن النبی وھو معتصم دین الامۃ فلا بعد فی خلوہ من الائمۃ‘‘ (الغیاثی ص ۲۶)

ترجمہ: جب یہ ہوسکتا ہے کہ پورے عالم میں کوئی نبی نہ ہو حالانکہ وہ امت کے دین کا عصمہ (کڑا) ہے تو یہ عالم اگر امام کے وجود سے خالی ہو تو اس میں کوئی استبعاد کے خلاف عقل ونقل بات نہیں۔

شیعہ اپنے اماموں کو تابع شریعت محمدیہ مانتے ہیں۔ ان میں کسی کی نبوت تشریع کے قائل نہیں۔ سو جس طرح وہ جہان کو امام کے وجود سے خالی نہیں مانتے اہل سنت اسی پیرایہ میں

’’خلو الزمان عن النبی‘‘ کے قائل ہیں۔ اگر اس امت میں کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو امام الحرمین اس دور کے لئے ’’خلو الزمان عن النبی‘‘ کے الفاظ نہ لاتے۔

پانچویں صدی میں عقیدہ ختم نبوت ’’خلو الزمان عن النبی‘‘ کے الفاظ میں امت کے سامنے آچکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب غیر تشریعی نبوت کا بھی کوئی امکان نہیں ہے۔

آپ نے یہ بات شیعہ عقیدہ کے متوازی کہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب غیر تشریعی نبوت بھی جاری نہیں ہے۔

## ۵...... حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

اب پانچویں صدی کے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۵ھ) سے بھی ختم نبوت کا یہی مفہوم سنیں جسے تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا اور ماننا پڑتا کہ آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کو بغیر کسی تخصیص وتاویل اس کے ظاہری معنی پر رکھا ہے اور امت نے اسے ہی ختم نبوت کا مفہوم ومعنی مراد مانا ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لفظ خاتم النّبیین کے متعلق فرماتے ہیں: ’’انّ الامة فهمت بالاجماع من هٰذا اللفظ ومن قرائن احواله انّه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول الله ابداً وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص‘‘ (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۴۶ بیان من یجب تکفیرہ من الفرق)

ترجمہ: امت نے اس لفظ خاتم النّبیین اور آنحضرت ﷺ کے احوال وقرائن سے اجماعی طور پر یہی سمجھا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے یہی سمجھایا کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول۔ اس مسئلہ ختم نبوت میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی کوئی تخصیص ہے۔

پیش نظر رہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اس عنوان کے ماتحت ہے: ’’الباب الرابع فی بیان من یجب تکفیره من الفرق‘‘

ترجمہ: یہ باب ان فرقوں کے بیان میں ہے جن کی تکفیر واجب ہے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے جس پر کفر واسلام کا دارومدار ہے۔

’’کل من کذب محمداً ﷺ فهو كافر ای مخلد فی النار بعد الموت مستباح الدم والمال فی الحياة الٰی جملة الاحكام الا ان

التکذیب علٰی مراتب‘‘ (ایضاً ص۱۴۲ بیان من یجب تکفیرہ من الفرق)

ترجمہ: ہر وہ شخص جو آنحضرت ﷺ کی قطعی تعلیمات میں سے کسی ایک کو جھٹلا وے تو وہ کافر ہے یعنی موت کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور زندگی میں اس کا خون اور مال مباح ہے ہاں اس تکذیب کے کئی مراتب ہیں۔

## تشریح مطلب

یعنی یہ تکذیب کہ آنحضرت ﷺ کے دین کو جھٹلا دیا جائے کئی طریق سے ہے۔ ایک تو یہ کہ کھلم کھلا آپ کے دین کا انکار کر دیا جائے جسے کفر انکار کہہ سکتے ہیں اور ایک یہ کہ حضور ﷺ کے دین کا عنواناً تو انکار نہ کیا جائے۔ لیکن آپ ﷺ کی بعض ان تعلیمات کو جو قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں ایسے معنی پہنائے جائیں کہ اصل مراد کی تکذیب ہو جائے جسے کفر والحاد بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ الحاد و زندقہ بھی حقیقت میں کفر کا ہی ایک انداز ہے۔

اس پر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ مراتب بیان کئے ہیں۔ المرتبۃ السادسہ میں فرماتے ہیں: ’’لو فتح ھٰذا الباب انجر اٰی امور شنیعۃ وھو ان قائلاً لو قال یجوز ان یبعث رسول بعد نبینا ﷺ فیبعد التوقف فی تکفیرہ‘‘

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۴۵ بیان من یجب تکفیرہ من الفرق)

ترجمہ: اگر محض اقرار کلمہ اسلام کی بناء پر تکفیر کو روک لیا جائے تو اس سے بہت سے امور شنیعہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو نبوت مل سکتی ہے تو اس کی تکفیر میں توقف کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت امام نے لفظ خاتم النّبیین کے متعلق وہ تاریخی بیان دیا ہے جسے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

## ۶...... علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) کتاب شفاء میں ارشاد فرماتے ہیں

’’لانہ اخبر انہ ﷺ خاتم النّبیین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النّبیین واجمعت الامۃ علٰی حمل ھٰذا الکلام علٰی ظاھرہ وانّ مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفرہ ھٰؤلاء الطوائف کلّھا قطعاً اجماعاً سمعاً‘‘ (شفاء ص ۳۶۲)

ترجمہ: اس لئے کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ آپ خاتم النّبیین ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور خدا کی طرف سے بھی حضور ﷺ نے یہی بتلایا کہ آپ خاتم النّبیین ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں بغیر کسی تاویل وتخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں۔

علامہ خفاجی شرح شفاء میں کفروارتداد کے وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**’’لانہ مکذب للنبی ﷺ فی قولہ الذی نقل الثقات لانبی بعدہ ای لا ینبّأ احد بعد نبوتی‘‘** (شرح شفاء ج۴ ص۲۳۰)

## ۷...... علامہ بحر العلوم عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں

**’’محمد رسول اللہ خاتم النّبیین وابوبکر ؓ افضل الاصحاب والاولیاء وھاتان القضیتان بما لا یطلب البرھان فی علم الکلام والیقین المتعلق بھما یقین ثابت ضروری باق الی الابد‘‘**

ترجمہ: حضور ﷺ کی ختم نبوت پر ان کے بعد حضرت ابوبکر ؓ کا سب صحابہ اور اولیاء سے افضل ہونا یہ دو ایسے قضیے ہیں جو امت میں درجہ یقین تک پہنچے ہیں اور ضروریات دین میں سے ہیں۔

## ۸...... مفتی بغداد حضرت علامہ محمود آلوسی ؒ (۱۲۹۱ھ) کا فیصلہ بھی سن لیجئے

**’’وکونہ ﷺ خاتم النّبیین مما نطق بہ الکتاب وصدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصرّ‘‘**

(روح المعانی ج۲۲ ص۳۹، سورۃ الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: اور آنحضرت ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا ایسا قطعی مسئلہ ہے جس پر قرآن پاک پکار اٹھا ہے۔ سنت نے اسے نہایت واضح طور پر پیش کیا ہے اور پوری ملت کا اس مسئلہ پر اجماع ہوا ہے۔ پس اس خلاف جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے اسے یقینی طور پر کافر قرار دیا جائے اور اگر وہ اس پر مصر رہے تو قانون شریعت میں اس کی سزا قتل ہے۔

مفتی بغداد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع عظمت شان کا مرزا بشیر الدین محمود نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (تفسیر کبیر مرزا محمود قادیانی ص۴)

## کوئی امتی ماتحت نبوت بھی نہیں پا سکتا

آنحضرت ﷺ کے کسی امتی پر اس درجہ کی نبوت کی کھڑکی بھی نہ کھلے گی کہ وہ کوئی آسمانی خبر جو قطعی اور یقینی درجے کی ہو اور دوسروں کو اس کا ماننا ضروری ہو، پا سکے۔

ختم نبوت کا مضمون تقاضا کرتا ہے کہ آپ کے بعد کسی کو ایسی نبوت نہ ملے جس میں کوئی شریعت ہو اور نہ ایسی کہ جس میں بغیر تشریع کوئی آسمانی خبریں ہی اتریں۔

اسلام میں اس دوسری صورت کی اگر ذرا بھی گنجائش ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر اتنا کہنا کافی تھا کہ آپ، حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔ اپنی شریعت کی دعوت نہ دیں گے اور بس۔ صورت حال اس طرح نہیں۔ علماء اسلام نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس آمد کا ذکر کیا ہے وہاں یہ دونوں باتیں ذکر کی ہیں۔

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے، اپنی شریعت نہ لائیں گے۔

۲...... ان کو نبوت حضرت ﷺ سے پہلے کی ملی ہوئی ہے بعد کی نہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبوت کا دروازہ کھلا رہتا تو اس دوسری بات کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ساتویں صدی کے جلیل القدر مفسر علامہ نسفی لکھتے ہیں: ”**خاتم النّبیین ای آخرھم یعنی لا ینبّه احد بعده**“ (تفسیر مدارک ج۳ ص۳۴ تفسیر سورہ احزاب:۴۰، الشاملۃ)

ترجمہ: آپ اس معنی میں خاتم النّبیین اور آخری نبی ہیں کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ سے پہلے دی گئی ہے۔

یہ تفصیل اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اس امت میں عقیدہ ختم نبوت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی پیدا نہ ہوگا۔

## ۹...... دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

”**فلا نبی بعده ای لا ینبأ احد بعده فلا ینافی نزول عیسیٰ بن مریم**“

یہاں صراحت ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی سو یہ نفی صرف نبوت تشریعی کی نہیں۔

## ۱۰...... مفتی محمود آلوسی بھی لکھتے ہیں

’’نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانه کان نبیاً قبل تحلی نبیّنا ﷺ بالنبوة فی هذه النشأة‘‘ (روح المعانی ج۲۲ ص۳۲، تفسیر سورۃ الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے عقیدہ میں کوئی قدح پیدا نہیں کرتا کیونکہ آپ حضور ﷺ کے اس نشاء عنصری سے نبوت پانے سے پہلے کے نبوت پائے ہوئے ہیں۔

اس کا حاصل یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی تابع شریعت محمدیہ نبوت بھی اس شخص کو نہیں مل سکتی جو حضور ﷺ کے بعد پیدا ہوا ہو۔ حضور ﷺ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی شخص اسلام کی تابع شریعت محمدیہ نبوت بھی نہیں پا سکتا۔

۱۱...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر نبوت کا لفظ حضور ﷺ کے بعد نہ بھی آئے کوئی صرف مامور من اللہ کے عنوان سے سامنے آئے تو یہ بھی اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

۱۲...... محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان السنۃ میں عقیدہ ختم نبوت میں تصریح کی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کو بغیر کسی تخصیص اور تاویل کے اختیار کیا جائے ضروریات دین میں کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی انہیں اپنے ظواہر میں قبول کرنا ضروری ہے۔

مرزاغلام احمد نے اپنے عقیدہ ختم نبوت میں کروٹوں پر کروٹیں بدلی ہیں ان سے وہ اس عقیدہ پر نہیں رہا جو یہ امت (حضور ﷺ کی امت) اسلام کی چودہ صدیوں میں مراد لیتی آرہی ہے اور وہ یہی ہے کہ اسے بغیر کسی تخصیص اور تاویل کے اپنے ظاہری معنی میں قبول کیا جائے۔

## مرزاغلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت کہ حضور ﷺ بلا استثناء خاتم النّبیین ہیں

مرزاغلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت عام مسلمانوں کی طرح تھا۔ اس کا پہلا عقیدہ ختم نبوت ملاحظہ کیجئے:

۱...... ’’نبی کا لفظ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے۔ دوسری کسی زبان میں یہ لفظ نہیں آیا اور اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کبھی نبی نہیں آئے گا۔‘‘

(کشف الغطاء ص۲۶، خزائن ج۱۴ ص۲۱۲)

۲...... ’’فضل فرمانے والے رب رحیم نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے۔ بغیر کسی استثناء کے اور اس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے لانبی بعدی سے فرمائی جو طالبین کے لئے واضح بیان ہے اور اگر ہم نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز قرار دیں تو ہم نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد پھر اس کے کھلنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ وعدہ خداوندی کے خلاف ہے اور ہمارے رسول کریم کے بعد کیسے کوئی نبی آ سکتا ہے جب کہ حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ وحی منقطع ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر چکا ہے۔‘‘

(ترجمہ حمامۃ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰)

مرزا قادیانی جب حمامۃ البشریٰ لکھ رہے تھے اس وقت بھی آپ ایک عام مسلمان نہ تھے بلکہ وہ ملہم ربانی اور مامور یزدانی ہونے کے مدعی تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مقام محدثیت پر فائز ہیں اور خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔

چنانچہ حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں: ’’**یکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین واللہ یعلم انہ اعطانی ہٰذہ المرتبۃ فیکف ارد ما اعطانی اللہ**‘‘

(حمامۃ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

اس سے مرزائیوں کے جواب کی حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ بیان اس وقت کا ہے جب وہ عام مسلمانوں کی طرح نہ تھے اور ان سے اتنے بڑے مسئلے میں غلطی ہو جانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔

یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے جب ازالہ اوہام لکھی تو اس وقت بھی وہ اپنے دعویٰ میں مرسل یزدانی اور مامور رحمانی تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے سرورق پر یہ القاب بھی لکھے ہوئے ہیں اور اسی طرح دوسرے حصہ کے ٹائٹل پر بھی پر مسیح الزمان وغیرہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔

نوٹ: مرزا قادیانی یہاں یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ میرا دعویٰ محدث ہونے کا ہے، نبی ہونے کا نہیں اور محدث نبی کی قوتیں رکھنے کے باوجود نبی نہیں ہوتا کیونکہ دروازہ بند ہے، نبوت کا بھی اور وحی کا بھی اور اسے وجود بالقوۃ سے وجود بالفعل لانا خدا کی مشیت کے خلاف ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ’’**ولٰکن اللہ ما شاء ان یخرجھا من ممکن القوۃ الٰی حیز الفعل**‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۸۲، خزائن ج۷ ص۳۰۱)

پیش نظر رہے کہ مرزا قادیانی یہاں صرف دعویٰ نبوت سے انکار نہیں کر رہے بلکہ اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور ان کے اس فیصلہ میں ہر نیا مدعی نبوت اسلام سے نکل جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ مقام محدثیت پر فائز اور ملہم ربانی اور مامور یزدانی ہونے کے دعوے دار پر ازسلام کے وہ بنیادی حقائق بھی مخفی رہے جن پر کفر واسلام کا دارومدار ہے اور مرزا قادیانی یہاں جس بات کو کفر قرار دے رہے ہیں کل وہ خود اس کے مدعی اور مرتکب ہوئے۔

۳...... مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں: ''قرآن کریم بعد خاتم النّبیین کے کسی رسول کا آنا جائز قرار نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۷۶۱، خزائن ج۳ ص۵۱۱)

تشریحی نوٹ: مرزا قادیانی کی یہ عبارت اس سیاق وسباق میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا قرب قیامت میں نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

پیش نظر رہے کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ہے۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی یہ پرزور عبارت لکھ رہے ہیں۔ اب یاد رکھئے کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے قائل ہیں یہ ہے کہ آپ مستقل نئی شریعت کے ساتھ نزول نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی شریعت کے تابع ہو کر رہیں گے۔ ''یحکم بشریعته ویصلی الیٰ قبلته ویکون من امته'' (شرح شفاج۴ ص۵۰۹ مطبوعہ مصر)

''یکون متابعالنبیّنا ﷺ فی بیان احکام شریعته واتقان طریقته''

(مرقات ج۵ ص۵۶۴)

اور مرزا قادیانی یہاں اسی نظریہ کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں جس عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ حضور خاتم النّبیین کے بعد کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو غیر تشریعی ہو اور اس طرح تابع شریعت محمد ہو کر رہے کہ ایک اعتبار سے نبی اور ایک اعتبار سے امتی ہو۔

چنانچہ مرزا قادیانی خود اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

۴...... ''یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النّبیین کے بعد پھر جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد ورفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن

شریف سے تو اردر کھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۸۳، خزائن ج۳ ص۴۱۴)

اس عبارت سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہاں جس عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہو رہا ہے اس کی رو سے کوئی ایسا نبی بھی نہیں آ سکتا جو علیحدہ شریعت نہ لائے اور آپ کی ملت کو منسوخ نہ کرے۔ کسی غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بھی ہرگز کھلا ہوا نہیں ہے۔

اس تفصیل سے قادیانیوں کے اس مغالطے کی حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ مرزا قادیانی نے جہاں جہاں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے اس کا معنی صرف یہ ہے کہ کوئی علیحدہ شریعت والا اور حضور ﷺ کی ملت کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آ سکتا یہاں یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی غیر تشریعی بطور خلافت اور نیابت کے بھی نہیں آ سکتا۔

۵...... مرزا قادیانی نے ۱۸۹۵ء میں لکھا: ’’اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۴ ص۲۳، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۵۶)

۶...... ’’آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث: ’’**لانبی بعدی**‘‘ ایسی مشہور ہوئی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت: ’’**ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین**‘‘ میں اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔‘‘

(کتاب البریہ ص۱۸۴،۱۸۵، خزائن ج۱۳ ص۲۱۷،۲۱۸)

۷...... ’’آپ کے بعد اگر کوئی اور دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔‘‘

(ایام الصلح ص۱۴۶، خزائن ج۱۴ ص۳۹۲)

۸...... مرزا قادیانی نے مشائخ عرب کو جو خط لکھا تھا، وہ ان کی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں منقول ہے۔ اس میں وہ اہل عرب کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’**کافیکم من فخر ان اللہ افتتح وحیہ من اٰدم وختم علٰی نبی کان منکم ومن ارضکم وطناً**‘‘ (آئینہ کمالات ص۴۲۰، خزائن ج۵ ص ایضاً)

ترجمہ: تمہیں یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جس وحی کا آغاز حضرت آدم سے کیا تھا وہ وحی ایسے نبی پر ختم کی گئی جو تم عربوں میں سے تھے اور جن کا وطن تمہاری سرزمین تھی۔

۹...... ’’اے لوگوں! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النّبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔‘‘ (آسمانی فیصلہ ص۱۵، خزائن ج۴ ص۳۳۵)

۱۰...... ’’جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں (جس کو اللہ شانہ خوب جانتا ہے) اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے...... مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۲ ص۹۵، مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۳۱۳،۳۱۴)

مرزا غلام احمد نے یہاں جس لفظ نبی سے لفظ محدث میں تنزل کیا ہے وہ لفظ نبی کس معنی میں استعمال تھا؟ وحی تشریع کے لئے یا غیر تشریعی کے لئے؟ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد نے اسے دوسرے معنی میں ہی استعمال کیا ہوگا۔ اب اس لفظ محدث میں تنزلی صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ مرزا غلام احمد حقیقی کو (وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی) حضورﷺ پر ختم مانتا ہو۔ چنانچہ اس نے اپنے لئے جہاں جہاں لفظ نبی استعمال کیا اسے چھوڑ کر اب وہ لفظ محدث کی طرف آرہا تھا۔

۱۱...... ’’ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے قائل ہیں اور آنحضرتﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آں جنابﷺ اولیاء اللہ کو ملتی ہے ہم اس کے قائل ہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۶ ص۲، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۹۷،۲۹۸)

پھر مرزا غلام احمد اپنے آسمانی نشانات پر لفظ معجزہ لانے سے اس طرح پیچھے ہٹتا ہے:

۱۲...... ’’میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے۔‘‘ (جنگ مقدس ص۶۷، خزائن ج۶ ص۱۵۶)

افسوس کہ پھر مرزا غلام احمد نے اسلام کے اس قطعی عقیدہ کو بڑی بے دردی سے تحریف کا تختۂ مشق بنایا اور وحدت قومی کے اس سنگ بنیاد پر بری طرح تاویل کے ہاتھ صاف کئے اور الحاد

کی ایسی راہ پر چلا کہ پھر اسے واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ عقائد جیسے اہم معاملہ کو جس میں ذراسی غفلت شعاری آخرت میں ابدی رسوائی کا موجب ہوسکتی ہے اسے اس نے بچوں کا کھیل بنادیا۔

آپ مرزا قادیانی کے اس ذوق تحریف کا نقشہ ان کی مندرجہ ذیل تاریخی کروٹوں میں ملاحظہ فرمائیں:

## ختم نبوت کے قطعی عقیدہ سے انحراف کی پہلی کروٹ

۱...... ''اللہ تعالیٰ کو شایان نہیں کہ خاتم النّبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ ازسرنو شروع کردے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کرچکا ہو اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کردے اور ان پر بڑھادے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۳۷۷، خزائن ج۵ ص ایضاً)

یہ سلسلہ نبوت کے بند ہونے کا تو اقرار ہے تشریعی اور غیرتشریعی سب یکجا مذکور ہوں تو ایک سلسلہ بنتا ہے۔ دونوں قسمیں جدی جدی ہوں تو یہ ایک سلسلہ نہیں ہوتا۔ یہاں سلسلہ نبوت قطع ہونے کا بیان ہے۔ اگلے دو جملے نبوت کی تشریح نہیں طرداً للباب لکھتے ہیں ورنہ مرزا قادیانی اوپر دی گئی عبارات کے نمبر۱۱ میں اپنے لئے لفظ نبی استعمال کر کے پھر اسے کٹنے کے درجے نہ لے آتے۔ تاہم اسے کسی درجے میں ایک نئی کروٹ کہا جاسکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ کٹا لفظ پھر اپنا لیا اور کھلے لفظوں میں کہا:

۲...... ''میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورانبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔''

(نزول المسیح ص۴۸، خزائن ج۱۸ ص۴۲۷)

۳...... ''میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔'' (حاشیہ نزول المسیح ص۳، خزائن ج۱۸ ص۳۸۱)

۴...... ''اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا کوئی نبی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔'' (تجلیات الٰہیہ ص۲۵، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲)

۵...... ''میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی وقطعی وبکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔''

(تجلیات الٰہیہ ص۲۶، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲)

۶...... ’’اس امت میں آنحضرتﷺ کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔‘‘ (حاشیہ حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۳۰)

۷...... ’’خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرتﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۶، خزائن ج۲۲ ص۹۹ حاشیہ)

۸...... ’’ہمارا نبی اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد بھی نبی ہوسکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۸۴، خزائن ج۲۱ ص۳۵۵)

۹...... ’’یہ ظاہر کیا گیا کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔‘‘ (ایضاً ص۱۸۹، خزائن ج۲۱ ص۳۶۱)

۱۰...... ’’میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴ حاشیہ)

۱۱...... ’’اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو ایک جزئی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۴۹،۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۳،۱۵۴)

یہاں عقیدہ بدلنے کا بالکل صریح اقرار ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ختم نبوت سے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ پہلے کچھ اور تھا اور بعد میں اور ہوا۔

مرزا بشرالدین محمود بھی اس تبدیلی عقیدہ کا ان الفاظ میں اقرار کرتے ہیں: ’’الغرض حقیقت الوحی کے حوالہ نے واضح کردیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔‘‘

(اخبار الفضل ج۲۹ ش۲۰۵، مؤرخہ ۶؍ستمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ کالم۴ ص۴)

اگر یہ سوال ہو کہ عقائد کی یہ تبدیلی قرآن اور حدیث کی روشنی میں واقع ہوئی یا اس کی بناء مرزا قادیانی کی خود اپنی وحی تھی تو یہ بھی خود خلیفہ قادیان مرزا بشیرالدین کی زبانی سن لیجئے: ’’دعویٰ مسیحیت کی باب بھی تبدیلی جبراً بذریعہ وحی ہوئی اور نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ میں وحی نے جبراً تبدیلی کرائی۔‘‘ (الفضل قادیان ج۲۹ ش۲۰۵، مؤرخہ ۶؍ستمبر ۱۹۴۱ء ص۴ کالم۳)

تعجب اور بہت زیادہ تعجب ہے کہ تبدیلی عقیدہ کے اس صریح اقرار کے بعد مرزا قادیانی کو یہ کہنے کی کس طرح جرأت ہوئی:

۱۲...... ’’رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طرح کا نبی کہلانے سے میں نے پہلے کبھی انکار نہیں کیا۔ میرا یہ قول کہ من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۶)

یہ امر پیش نظر رہے کہ مرزا قادیانی کے عقائد کی تبدیلی کا مدار قرآن وحدیث ہرگز نہیں بلکہ بقول مرزا محمود تبدیلی عقائد کا مدار مرزا قادیانی کی خود اپنی وحی تھی۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ تو مرزا قادیانی پہلے سے کئے ہوئے تھے۔

## عقیدہ ختم نبوت سے انحراف کی دوسری کروٹ

۱...... ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

پھر اور سنئے:

۲...... ’’خداتعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)

۳...... ’’اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۴...... ’’پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

۵...... ’’یہ خداتعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا...... اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خداتعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خداتعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس کا مستحق ہوں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۶...... مرزا قادیانی کے اشعار بھی سنئے اور اس کا ان سب سے برابری کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیں:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفان نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ۔۔۔ ہر کہ گوید دروغ ہست لعین
آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷،۴۷۸)

۷...... ’’انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۳۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۷)

۸...... ’’ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔ اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ ص۳۲، خزائن ج۲۰ ص۲۲۷)

پہلے اس منصب کے لئے محدثیت کا دعویٰ تھا۔ اب اس سے کوسوں تنفر ہے اور صریح طور پر نبوت کا دعویٰ ہے، بلکہ محدثیت کا نام لے کر اس سے دوری ہے۔ جس سے تبدیلی عقیدہ پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔

۹...... ’’اگر اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے...... اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعے سے امور غیبیہ کھلتے ہیں...... میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر رد کر دوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۷،۱۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۵)

۱۰...... ’’جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۵)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد اپنی وحی پر بھی اسی طرح ایمان لائے ہوئے ہیں جیسے قرآن پر اور اس جہت سے وہ مرزا غلام احمد اپنی وحی کو قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ وحی واقعی اتنی کھلی اور واضح تھی تو مرزا غلام احمد خود اس کا کئی سال تک انکار کیوں کرتا رہا؟ کچھ ہو تو اقرار بھی ہو۔

## ختم نبوت سے انحراف کی تیسری کروٹ

(کبریٰ) صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ: ’’یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت ہونے کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۳۰ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

(صغریٰ) اپنے نہ ماننے والوں پر فتویٰ کفر:

۱…… ’’ہر اس شخص کو جسے میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

۲…… ’’ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

۳…… ’’کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا اور دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے…… اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

نوٹ: ان تصریحات سے واضح ہوا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ کر اپنے تریاق القلوب والے قول کے مطابق خود صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے ڈاکٹر عبدالحکیم کو (حقیقت الوحی ص۱۵۹، خزائن ج ۲۲ ص۱۶۳) پر مرتد کہا اور مرزا بشیر احمد نے علامہ اقبال کے والد مرحوم کو (سیرت المہدی حصہ سوم ص ۲۴۹ روایت ۸۵۸ قدیم، سیرت المہدی ج۱ ص۶۴۷ روایت ۸۵۸ طبع جدید) پر اسلام سے خارج قرار دینے کا اقرار کیا۔ حالانکہ ان بزرگوں کا جرم صرف اتنا ہی تھا کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے تعلق سے اپنے آپ کو پاک کر لیا تھا اور وہ برابر کلمہ گو تھے اور اہل قبلہ میں سے تھے۔

۴...... مرزا بشیر الدین قادیانی ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''دوسرا سوال آپ کا کفر کے متعلق ہے کہ بعض جگہ حضرت مسیح موعود نے علماء کے کفر کا فتویٰ لگانے کی وجہ سے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہے اور دوسری جگہ اپنے نہ ماننے کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا ہے۔ اس میں کوئی تناقض نہیں۔ یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں جمع ہوسکتی ہیں۔ مومن کو کافر کہنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے اور ماموریت کے نہ ماننے کی وجہ سے بھی، حضرت مسیح موعود امتی نبی تھے، امتی نبی کو کافر کہہ کر بھی غیر احمدی کافر ہوگئے اور آپ کو نبی نہ مان کر بھی کافر۔''

(اخبار الفضل ۱۴/اپریل ۱۹۳۰ء کالم نمبر۲ ص۶)

''سوئم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص ۳۵، انوار العلوم ج۶ ص۱۱۰)

## صاحب شریعت ہونے کے دعویٰ پر دوسری شہادت

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''اگر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسواء اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔'' (اربعین ۴ ص۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵)

ہر پیغمبر صاحب شریعت ہوتا ہے اس کی شریعت وہی ہو جو کسی پہلے نبی کی تھی یا کوئی

نئی ہو۔ وہ ہر حال میں صاحب شریعت شمار ہوگا اور شرعی طور پر اس کو تسلیم کرنا ضروری ٹھہرتا ہے۔ ’’لانبی بعدی ‘‘ کے معنی ’’لامشرع بعدی ‘‘اسی معنی میں ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جسے شریعت نبی ٹھہرائے۔

اب چند وہ احکام پیش کئے جاتے ہیں جن میں اسلامی شریعت کا فتویٰ اور ہے اور قادیانی شریعت کچھ اور کہتی ہے۔

## مرزاغلام احمد کا ترمیم شریعت بل:

۱...... اسلامی شریعت میں جہاد افضل العبادات ’’ماضٍ الٰی یوم القیامۃ ‘‘اور عمل حیات جاوید ہے مگر مرزائی قانون میں اس کا حکم کیا ہے ملاحظہ کریں: ’’اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔‘‘ (اشتہار واجب الاظہار ص الملحقہ تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ ص۵۱۸)

مرزاغلام احمد پھر یہ بھی لکھتا ہے: ’’یاد رکھو کہ موجودہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

۲...... مرزاغلام احمد سے پہلے جو مسلمان حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے وہ از روئے شریعت گناہ گار نہیں البتہ جو مرزا قادیانی کے آنے کے بعد اس عقیدہ پر قائم رہیں وہ گمراہ اور بے دین ہیں:

الف...... ’’ان الذین خلوا من قبلی فھم عند ربھم معذورون‘‘

(استفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص۴۴، خزائن ج۲۲ ص۶۶۶)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اس عقیدہ کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور وہ بالکل بری ہیں۔

ب...... ’’ولا شک ان حیات عیسٰی وعقیدۃ نزولہ باب من ابواب الاضلال ولا یتوقع منہ الانواع الوبال‘‘ (استفتاص۴۷، خزائن ج۲۲ ص۶۷۰)

ترجمہ: اور اب اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب کے سوا کسی اور چیز کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

۳...... ایک نیا فرض اور ملاحظہ فرمائیں:

اسلامی شریعت میں فرضی صدقات زکوٰۃ اور عشر وغیرہ تھے اور ان کے لئے بھی نصاب اور حولان حول یعنی سال گزرنا شرط تھا لیکن مرزائی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض ہے جس کے لئے نصاب شرط نہیں۔

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ''ہر شخص کو چاہئے کہ اس نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہئے کہ...... کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہئے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کردے۔ خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی امداد دے سکتا ہے وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا۔''

المشتہر: مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

(۵/ مارچ ۱۹۰۲ء اشتہار لنگر خانہ کے انتظام کے لئے مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۶۹)

۴...... پہلے صرف توریت، انجیل، زبور قرآن شریف اور دوسرے صحائف پر ایمان لانا ضروری تھا اور ایسا ایمان لانے والا ابدی راحت کا مستحق تھا لیکن مرزا قادیانی کی شریعت نے اس فیصلہ کو منسوخ کردیا اور اب یہ حکم ہوگیا کہ مرزا قادیانی کی وحی پر بھی ایمان لانا فرض ہے جس طرح کہ قرآن شریف پر اور دوسری کتابوں پر۔ (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)

''اور ایسا ایمان نہ لانے والا جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲)

مذکورہ بالا دلائل وشواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا تھا۔ لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے لئے دجل وفریب کا انداز لازمی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: ''کذابون دجالون'' اس لئے مرزا قادیانی نے اپنے تئیں پھر غیر تشریعی نبی کہہ دیا۔ حالانکہ حضور ﷺ کے بعد ایسا دعویٰ نبوت بھی الحاد زندقہ اور کفر والحاد ہے۔

## صاحب شریعت ہونے کے دعویٰ میں چوتھی دبی کروٹ

مرزا قادیانی نے جب باقاعدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے لئے کھلم کھلا نبی اور رسولوں کے الفاظ استعمال کئے اور اپنے منکرین کو صریح طور پر جہنمی اور کافر کہا تو اس سے ان کی پہلی تحریرات اور تصریحات کا کھلا تصادم ہوا۔ تبدیلی عقیدہ کے اس موڑ نے ان کے سارے ماحول میں ایک لرزہ پیدا کر دیا اور قادیان کی ساری زمین اس بات سے کانپ اٹھی۔ پھر مرزا قادیانی نے عقیدہ ختم نبوت میں چوتھی کروٹ لی اور آیت خاتم النّبیین کو اپنے اصلی اسلامی معنی پر رکھتے ہوئے کہا واقعی حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اسے اپنے صاحب شریعت نبی اور رسول ہونے کے ساتھ یوں تطبیق دی کہ خود عین محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مغائرت کے سارے پردے درمیان سے اٹھا دیئے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت میں راہ الحاد کی ایک نئی راہ تھی۔ مرزا قادیانی اس مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

۱...... ’’خاتم النّبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النّبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النّبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۰۹)

قادیانی حضرات اس تقاضے پر غور کریں کہ کیا اس سے وہ تمام تاویلات جو مہر بمعنی ’’دوسروں کی نبوت کی منظوری دینا‘‘ یا غیر تشریعی نبوت کو اس مہر لگنے سے خارج رکھنا یا اطاعت سے نبوت ملنا وغیرہ۔ کیا یہ سب غلط انداز فکر اس ایک تقاضے میں بھسم نہیں ہو جاتے۔ فافہم

۲...... ’’پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت میں کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں (ﷺ) بس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمد ﷺ ہی نبی رہا نہ کوئی اور۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۲۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۷)

مرزا قادیانی نے یہ تاویل تو عجیب اختیار کی جس سے ممکن ہے کہ اس وقت کے منتشر حالات کچھ پھر سنبھل گئے ہوں۔ لیکن تبدیلی عقیدہ کے سابقاً کھلم کھلّا اقرار کرنے کے بعد اس تاویل وتطبیق کو قطعاً کوئی راہ نہیں ملتی۔ تبدیلی عقیدہ کے سابق صریح اقرار کے بعد اب مرزا قادیانی کا یہ اعلان خالص غلط بیانی نظر آتا ہے۔

۳...... پھر مرزا قادیانی کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں: ''اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہیں معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے۔''

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۶)

اس عبارت میں لفظ مجھے پر غور کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مرزا خود باقی ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس میں فنا نہیں ہو پایا۔ پس یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت حضور تک ہی محدود رہی وہ جداگانہ طور پر نبی بھی کہلا رہا ہے اور پھر بھی فنائیت کا مدعی ہے۔ فیا للعجب!

## عقیدہ ختم نبوت میں پانچویں کروٹ

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

۱...... ''سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لاعلیٰ وجه الحقیقة''

(استفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص۶۵، خزائن ج۲۲ ص۶۸۹)

ترجمہ: خدا کی طرف سے میرا نام نبی صرف مجازی طور پر رکھا گیا ہے، حقیقی معنی کے اعتبار سے نہیں۔

۲...... ''جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنی پر مستعمل نہیں۔'' (انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ ص ایضاً حاشیہ)

''اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔'' (ایضاً)

۳...... ''اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔'' (اربعین نمبر۳ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳)

۴...... ’’یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔‘‘

(سراج منیر ص۳، خزائن ج۱۲ ص۵)

۵...... ’’یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکلّ ان یصطلح‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی ایک بالکل نئی اصطلاح میں نبوت کے دعوے دار تھے اور آپ کا ان معنوں میں تشریعی یا غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ تھا۔ جس طرح کہ پہلے ایک لاکھ اور کئی ہزار پیغمبر تشریف لاتے رہے۔ ان پیغمبروں کی تشریف آوری خواہ وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی، حضورﷺ ختمی مرتبت کی تشریف آوری پر قطعاً ختم ہوچکی اور اب ایک نئی اصطلاح میں یہ دعویٰ نبوت سامنے آرہا ہے۔

## نبوت کے سائے میں آپ کی چھٹی کروٹ

۱...... ’’میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمد ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرتﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

’’اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ ص۲۰۸)

یہاں اپنے کوئی اور شخص ہونے کی کلی نفی ہے۔ کیا اس میں یہ عقیدہ بھی لپٹا دکھائی نہیں دیتا کہ حضور اکرمﷺ بھی (معاذ اللہ) ایک غیر تشریعی نبی تھے؟

۲...... ’’اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ: ’’اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم‘‘ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۰۹)

۳…… پھر غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے: ’’انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خداتعالیٰ ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندے کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہی کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے اور اس ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لئے خداتعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی۔‘‘

’’اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم‘‘

(شہادت القرآن ص۵۶، خزائن ج۶ ص۳۵۱،۳۵۲)

۴…… پھر یہ بھی لکھتا ہے: ’’جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورۃ فاتحہ میں ہے یہی راز ہے۔‘‘ (چشمہ مسیحی ص۶۶، خزائن ج۲۰ ص۳۸۱)

۵…… ’’کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۰۵)

## اس دعا میں ظلی نبوت کا اشارہ ہے یا صراحت

مرزاغلام احمد لکھتا ہے:

۱…… ’’قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ کرتا اور فرماتا ہے’’اھدنا الصراط المستقیم‘‘ (نزول المسیح ص۳، خزائن ج۱۸ ص۳۸۲ بقیہ حاشیہ)

۲…… اب غلام احمد کا اس کے اشارہ ہونے سے کھلا انکار ملاحظہ کریں: ’’اس آیت سے بھی کھلے طور پر یہی ثابت ہوا کہ خداتعالیٰ امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے۔‘‘

(شہادت القرآن ص۵۶، خزائن ج۶ ص۳۵۲)

یہاں مرزاغلام احمد تضاد کا شکار ہے۔ یہاں اشارہ ہے یا صراحت مرزاغلام احمد اس کا فیصلہ نہ کر سکا۔ ایسی بات جب سرے سے نہیں تو فیصلہ کیسے ہو پائے۔

’’ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا‘‘ (النساء:۸۲)

## قادیانیوں کا پوری امت محمدیہ کے بارے میں عقیدہ

جو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یقینی پیرائے کا مکالمہ اور مخاطبہ بند ہے مرزاغلام احمد اس امت کو ایک لعنتی امت قرار دیتا ہے

وہ لکھتا ہے: ’’یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۸۳، خزائن ج۲۱ص ۳۵۴)

مرزا غلام احمد نے یہ دلخراش فتویٰ اپنے دور کے مسلمانوں پر ہی نہیں دیا بلکہ پوری امت کے مسلمانوں پر دیا ہے۔ جو حضرت ابوبکرؓ سے لے کر اب تک اس عقیدہ پر پختہ چلی آرہی ہے کہ حضورﷺ کے بعد ہر قسم کی وحی یقینی اور مخاطبہ الٰہیہ جس کا ماننا دوسروں کے لئے لازم ٹھہرے قطعاً بند ہے۔ امت مسلمہ میں اسی کا نام عقیدہ ختم نبوت ہے۔

## مرزا غلام احمد کا ایک اور جھوٹ

’’اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ‘‘اس دعا میں اس انعام کی امید دلائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں بزرگ تر انعام وحی یقینی کا انعام ہے۔‘‘ (نزول المسیح ص۱۰۹، خزائن ج۱۸ص ۴۸۷)

سب سے بڑا انعام یقینی پیرایہ میں آنے والی وحی تشریعی ہے مطلق وحی یقینی نہیں۔ وحی تشریعی کو وحی غیر تشریعی سے بزرگ نہ ماننا یہ مرزا غلام احمد کی محض سینہ زوری ہوگی۔ یہاں وہ اس کا اقرار محض اس لئے نہیں کر رہا کہ وحی تشریعی کا بند ہونا اس کے استدلال کو یکسر تار تار کر رہا تھا اس کے اس استدلال پر اس پہلو سے ذرا غور فرمائیں: ’’ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں سے بزرگ انعام وحی یقینی کا انعام ہے...... پس اگر کسی کو اس امت میں سے وحی یقینی نصیب ہی نہیں اور وہ اس بات پر جرأت ہی نہیں کرسکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیاء علیہم السلام کے یقینی سمجھے...... تو ایسی دعا سکھلانا محض دھوکہ ہوگا۔‘‘ (ایضاً)

سو اس بات میں شبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد نے انعامات الٰہیہ میں بزرگ ترین انعام وحی یقینی کو قرار دیا ہے اور اس سے بڑے انعام وحی تشریعی کو بزرگ ترین انعام نہیں مانا۔ سو یہاں مرزا غلام احمد کھلے جھوٹ کا مرتکب ہوا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کے استدلال کی عمارت سرے سے کھڑی نہ ہو پاتی۔ ہم مسلمان جس طرح وحی تشریعی کا دروازہ حضورﷺ پر بند مانتے ہیں اور اس کے بند ماننے سے دوسرے انعامات الٰہیہ کی نفی نہیں ہوتی۔ اس طرح غیر تشریعی کو بھی حضورﷺ پر ختم ماننے سے دوسرے انعامات الٰہیہ کی نفی نہیں ہوتی جو قرآن پاک کی رو سے اس امت کے شامل حال ہیں۔

’’والذین یؤمنون باللّٰہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشہداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم‘‘ (الحدید:۱۹)

یہاں اس امت کے کاملین کو صدیق بنے اور شہید بننے کی خبر دی گئی ہے ان کے ساتھ ہونے کی خبر نہیں دی گئی اور جہاں انعام یافتہ لوگوں میں نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہاں رفاقت اور ساتھ ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ ایمان لانے والے کاملین نبی بن جائیں گے جو ملنے والے مراتب ہیں وہ صدیقین، شہداء اور صالحین کے ہیں جو رفاقت والے مدارج ہیں ان میں صف انبیاء سب سے اونچی ہے اور حضور خاتم النّبیین ﷺ کے بعد اس درجہ کمال کا کسی کو ملنا بند ٹھہرایا گیا ہے۔ اسے دھوکہ کہنا مرزا غلام احمد کی ہی جرأت ہے اور یہ اس کی امت مسلمہ کے عقیدہ ختم نبوت سے انحراف کی آخری کروٹ ہے۔

قادیانیوں کا یہ کہنا کہ اگر یہ مراتب امت کو مل سکتے ہیں تو عہدہ نبوت کیوں نہیں مل سکتا۔ یہ محض ایک مغالطہ ہے۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے نزدیک امت کے کاملین کو اگر یہ چاروں مراتب مل سکتے ہیں تو نئی شریعت والی نبوت جس کا بہاء اللہ دعوے دار رہا ہے وہ اس امت کو کیوں نہیں مل سکتی؟ کیا یہ انعامات الٰہیہ میں سب سے بڑا انعام نہیں ہے؟

یاد رہے کہ عقائد اس اس قسم کے واہی استدلال سے ثابت نہیں ہوتے ان کے لئے نصوص قطعیہ درکار ہیں۔ یہ صرف احکام ہیں جو کبھی ظنی دلائل سے بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔

## معاملات حقیقی نبوت کے ہی قائم کئے

افسوس کہ مرزا قادیانی نے اس نئی کروٹ لینے کے باوجود معاملات میں دعویٰ وہی رکھا جو ان نفوس قدسیہ کے لئے تھا جنہیں رب العزت نے حقیقی طور پر نبوت عطاء فرمائی ہو۔ خواہ وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی۔ (۱)وحی کی قطعیت اور اس کا دخل شیطان سے مبرّا ہونا۔ (۲)اس کا اقرار لازم ہونا اور اس کا انکار کفر ہونا۔ یہ سب حقیقی وحی کے لوازم تھے نہ کہ مجازی نبوت کے اور پھر قادیانیوں کا ختم نبوت کے مباحث میں ان آیات سے استدلال کرنا جن میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کے نبیوں کی آمد اور ان کا سلسلہ نبوت مذکور ہے۔ یہ خود ایک منہ بولتی شہادت ہے کہ مرزا قادیانی کا اپنی نبوت کو مجازی قرار دینا فقط ایک مغالطہ تھا اور محض ایک وقتی تدبیر تھی، ورنہ ان کی نبوت اگر بقول ان کے واقعی ایک نئی اصطلاح ہوتی تو اس کے

اثبات میں ان آیات کا سہارا نہ لیا جاتا۔ جن میں ان حقیقی نبوتوں کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ ختمی مرتبت سے پہلے تشریعی اور غیر تشریعی صورتوں میں ظہور پذیر ہوتی رہیں۔

## قادیانی انکار ختم نبوت کی ہی ڈگر پر

ان الجھے ہوئے اور متعارض اقوال سے صاف عیاں ہے کہ اسلام کا عقیدہ ختم نبوت اپنی جگہ ایسا قطعی اور یقینی تھا کہ جن لوگوں نے اس میں چور دروازے نکالنے کی کوشش کی وہ بھی کسی ایک قطعی مؤقف کا سہارا نہ لے سکے اور ان کی فکر ہر نئے مرحلے پر ایک نیا انداز اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ اس تحریک کی مرکزی شخصیت کے متعلق اس کے پیروخود اس میں ہی مختلف ہوگئے کہ بانی سلسلہ کا اصل دعویٰ کیا تھا؟ اس سے اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی عظمت کا احساس اور شدید ہوجاتا ہے اور اسلام کے آفتاب صداقت کی کرنیں اور زیادہ شان اعجاز سے پھوٹنے لگتی ہیں۔

## مقام افسوس

مقام افسوس ہے کہ عقائد جیسے نازک معاملہ میں جس میں ذرا سی تغافل شعاری اور سہل نگاری آخرت میں شدید ترین رسوائی کا باعث ہوسکتی ہے، استہزا اور تمسخر کیا جارہا ہے کہ مال بھی چوری ہوگیا اور مہر بھی نہیں ٹوٹی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج بھی رکھا۔ مگر مرزا قادیانی پھر بھی نبی ہوگئے۔ مذہب کیا رہا؟ اس کے بنیادی خطوط بھی بچوں کا کھیل بن کر رہ گئے۔

**فواحسرتا علیٰ ضیعة العلم!**

مرزا قادیانی کا ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلے میں اتنے رنگ بدلنا اور اتنے پیچ وتاب کھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قادیانی مکتب فکر آیت خاتم النّبیین میں تفہیم کے لئے کوشاں نہیں صرف تحریف کے درپے ہے۔ پھر یہ امر بھی پیش رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی عقیدہ ختم نبوت سے انحراف صرف اپنی وحی کی بناء پر کیا ہے۔ قرآن وسنت کی وجہ سے نہیں۔ پر مرزائی حضرات کا اپنے من گھڑت معنوں کو کتاب وسنت پر مبنی قرار دینا اور ان سے ثابت ہونے کا دعویٰ کرنا اصولاً غلط ہے۔ اگر آیت خاتم النّبیین کے وہی معنی ہوتے جو قادیانی حضرات کرتے ہیں اور ان آیات کا (جو مرزائی مبلغین اور مناظرین اجرائے نبوت

کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں) واقعی وہی معنی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرتے ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی اپنی مزعوم وحی وصول کرنے سے پہلے بھی تو کسی ایک آیت کا اس طرح معنی کرتے۔اس صورت میں مرزا قادیانی کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ان کی اپنی وحی نہیں بلکہ کتاب وسنت کو سمجھا جاسکتا تھا لیکن جب مرزا قادیانی اپنی خاص وحی سے پہلے قرآن وسنت کی آیات باہرات کو انہی معنی میں لیتے رہے اور سمجھتے رہے جنہیں امت محمدیہ چودہ سو سال سے قرآن وسنت کی مراد قرار دیتی چلی آرہی ہے تو اب قرآن وحدیث کی نئی تعبیرات اور تشریحات کی بنا خود قرآن وحدیث نہ ہوں گے بلکہ ان نئی مرادات کی تمام تر ذمہ داری مرزا قادیانی کی اپنی وحی پر ہوگی۔ہے کوئی انصاف پسند مرزائی جو اپنے اس مؤقف کا صاف اقرار کرے؟

کس قدر ظلم اور ستم بالائے ستم ہے کہ قادیانی امت جن نئے مطالب ومعانی کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے انہیں ان کے اصل مبداء ومنبی یعنی مرزا قادیانی کی وحی کی طرف نسبت کرنے کی بجائے اپنی من گھڑت مرادات کو قرآن وسنت کے ذمہ لگا رہی ہے اور جب ان ابحاث کا آغاز ہوتا ہے تو یہ لوگ مرزا قادیانی کی اپنی وحی کا تذکرہ کئے بغیر قرآن وحدیث کے معنوں میں اس طرح تحریف کے ہاتھ صاف کرتے اور اپنی اختراعی مرادات کو اس طرح خدا اور اس کے سچے رسول خاتم الانبیاء کے ذمہ لگاتے ہیں کہ علم اور حیا سرپیٹ کر رہ جاتے ہیں اور حالات پکار اٹھتے ہیں کہ واقعی علامات قیامت اپنا پرتو ڈال رہی ہیں۔

## قادیانیوں کی ایک تاویل اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ قرآن وسنت کے معانی واقعی وہی ہیں جو مرزا قادیانی نے اب آخر میں بیان کئے لیکن مرزا قادیانی کو ان کا تنبہ اور ان کی اطلاع اپنی وحی کی آمد سے پہلے نہ تھی۔ یعنی انہیں اپنے دعویٰ نبوت سے پہلے قرآن کے صحیح معنی معلوم نہ تھے تو اوّل تو یہ تاویل اس لئے غلط ہے کہ مرزا قادیانی کا اپنا دعویٰ اس وقت بھی ملہم ربانی اور محدث ومامور ہونے کا تھا جب وہ خاتم الانبیاء کے بعد ہر قسم کے دعویٰ نبوت کو کفر قرار دے رہے تھے اور ہر ایسے مدعی پر لعنت بھیجتے تھے جو آنحضرت ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد پھر نبی ہونے کا دعویٰ کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنے اونچے روحانی دعوؤں اور اتنی علمی تحدی ہوتے ہوئے ختم نبوت جیسے بنیادی مسائل

میں قرآن وسنت کی حقیقی مرادات ان پر مخفی رہیں اور اگر باوجود ان سب کے وہ کتاب وسنت کی حقیقت سے بے خبر تھے تو یہ مرزا قادیانی کی غباوت کی ایک کھلی دلیل ہوگی کہ قرآن بھی موجود ہے، معلم قرآن کی صحیح تعلیمات بھی موجود ہیں۔ دونوں کو پڑھا بھی ہے۔ خدا مقام تحدیث میں ہم کلام بھی ہورہا ہے مگر جب تک خاص سپیشل وحی نہ آئے مرزا قادیانی کو قرآن سمجھ نہیں آرہا اور ظاہر ہے کہ نبی غبی نہیں ہوسکتا اور اس درجہ میں کہ وہ بنیادی مسائل بھی نہ سمجھے۔

اب جب کہ آیت خاتم النّبیین کے قادیانی معنوں کا مبداء اور مآخذ خاص مرزا قادیانی کی وحی ہے تو اس آیت شریفہ کے اسلامی معنوں کا اثبات اور قادیانی معنوں کا ابطال اصولاً ہمارے ذمہ نہیں۔ لیکن چونکہ قادیانی لوگ اپنے من گھڑت اور غلط معنوں کو دجل وفریب سے کتاب وسنت کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے مزید اتمام حجت کے لئے ہم آیۃ خاتم النّبیین کے وہ معنی ہدیۂ ناظرین کریں گے جو خود حضورﷺ سے منقول ہوں۔

’’کیونکہ ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح وتفسیر ہرگز معتبر نہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۴۲)

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے: ’’ضروری ہے کہ کوئی حدیث صحیح، مرفوع، متصل رسول اللہﷺ کی بھی انہیں معنی کی مفسر ہو کیونکہ جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے۔ غرض اتم اور اکمل طریق معنی کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیح مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنی دوسری آیات بیّنات سے کئے جائیں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۴ ص۱۹، مجموعہ اشتہارات ج۲ حاشیہ ص۱۵۱)

اب آپ دیکھیں کہ مرزا غلام احمد نے جس قسم کی نبوت اپنے لئے اختیار کی کسی حدیث صحیح، مرفوع، متصل سے اس کا باقی ہونا ثابت ہے؟ ہم نے ختم نبوت پر نو صحیح احادیث پیش کردی ہیں۔ جو ہر دعویٰ نبوت کو مطلقاً بند کرتی ہیں اور مرزا غلام احمد اپنے اس خاص دعویٰ پر ایک صحیح حدیث مرفوع متصل پیش نہیں کرسکا۔

مگر افسوس کہ قادیانیوں نے ختم نبوت کے صریح اور قطعی مؤقف پر تاویل کی راہ اختیار کی کہ جس طرح بھی ہو مرزا غلام احمد کو نبی ہی مانا جائے اس کا یہ نتیجہ تھا کہ اس پر مسلمان چونک پڑے۔

قطعی عقائد کیا ہوتے ہیں؟ وہ جو بغیر کسی تاویل کے سمجھ میں آرہے ہوں۔ نہ کہ وہ جو آئندہ کئی سو سال بعد اترنے والی وحی سے معلوم ہوں یہ انگریزوں کی سیاسی ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں کوئی مرکزی نقطہ وحدت نہ رہے جس پر سارے مسلمان ایک ہوسکیں اور ظاہر ہے کہ وہ مرکزی نقطہ ایک نبوت ہے جس کے گرد امت کا سارا دائرہ کھچتا ہے۔ قادیانیوں کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ ڈالنے کی اسی لئے ضرورت تھی کہ یہ نبوت ہی ہے جو انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ماننے والے ایک طرف ہوجاتے ہیں اور نہ ماننے والے دوسری طرف۔ ان میں سے کسی ایک کو مسلمان سمجھو تو دوسرے کو کافر کہنا پڑے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ دونوں ایک قوم ہوکر رہیں۔ امت ایک تبھی رہ سکتی ہے جب ان کا نبی بھی ایک ہو۔

## ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

قادیانیوں کو مرزاغلام احمد کے اسی خاص دعویٰ نبوت پر جب قرآن کریم کی کوئی آیت نہ ملی اور نہ وہ اپنے اس خاص مؤقف پر کوئی صحیح حدیث مرفوع متصل پیش کرسکے اور نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے انہیں اس تدریجی نبوت کے لئے کوئی دلیل ملی تو انہوں نے کچھ بزرگان دین کی بعض پیچیدہ عبارات میں اپنے پیچ لگائے اور جہاں کسی بزرگ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہاں تشریف لانے پر بحث کی تھی ان عبارتوں کو لے کر بولے کہ یہ دیکھو خاتم النّبیین کے بعد ایک غیر تشریعی نبی آنے کی خبر یہاں موجود ہے۔

اس چور دروازے سے قادیانی عقیدہ ختم نبوت پر واردات کے لئے آگے بڑے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ عقائد ثابت کرنے کے لئے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے جن کی اپنے مدعا پر دلالت بھی قطعی ہو اور ان میں اور کوئی احتمال راہ نہ پائے۔ عقائد قطعیہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ نصوص کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔

اس پر ہم ختم نبوت کے ان مباحث کو ختم کرتے ہیں مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت ان میں کھل کر آپ کے سامنے آچکا ہے اب اس بات پر توجہ کیجئے کہ مرزاغلام احمد کی ان کرتوتوں کا مسلمانوں پر کیا اثر ہوا اور وہ کس طرح امت کی سلمیت قائم رکھنے کے لئے آگے بڑھے اسے ختم نبوت پر مسلمانوں کی بیداری جانئے۔

# ختم نبوت پر مسلمانوں کی بیداری

اسے حضور ﷺ کی نبوت کا اعجاز کہئے یا اللہ رب العزت کی عنایت جو اس امت کے مرکزی تحفظ کے لئے اسی منظوری ہوئی کہ جوں ہی قادیان سے اسلام کے تیرہ سو سال کے موروث عقیدہ ختم نبوت کے خلاف الحاد کا سنگھ (گھنٹہ) بجا، مسلمان خواہ وہ آپس میں کتنے مختلف اور دست وگریباں کیوں نہ تھے، تحفظ ختم نبوت کے نام پر سب آ جمع ہوئے اور اس امت کے مرکزی تحفظ کا ستارہ اس شان سے چمکا کہ اس کی روشنیاں دنیا کے کناروں تک دیکھی گئیں اور اب تک مسلمان اس مسئلہ پر برابر جمع ہیں۔

مرزا غلام احمد کے لئے اب کسی ایک طرف رخ کرنا مشکل ہوگیا۔ سو اس نے ایک ہی جملہ بنایا جو ہر جگہ سٹ ہو جائے۔ وہ کیا تھا؟ تمام علماء اسلام کو ایک ہی گالی میں لپیٹنا جیسے:

’’اے بدذات فرقہ مولویاں‘‘ (انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۲۱)

اس میں بھی غلام احمد کے پیش نظر حدیث کی تردید تھی۔ آنحضرت ﷺ نے جن تہتر فرقوں کی حدیث پڑھنے والا حیران ہے کہ یہ چوہتروں فرقہ تاریخ میں کہاں سے آ مذکور ہوا جسے اب مرزا قادیانی پیش کر رہے ہیں۔

شیعہ عام مسلمانوں سے زیادہ مجروح حال تھے۔ عام مسلمانوں سے مرزا غلام احمد نے دو سیٹیں چھینیں تھیں۔ ۱۔مجدد اور ۲۔مسیح موعود اور شیعوں سے تین۔ ۱:مجدد، ۲:مسیح، ۳:مہدی۔ شیعوں کا مہدی کا تصور عام مسلمانوں کی نسبت زیادہ جلی ہے۔ وہ ان کے ظہور کے قائل ہیں پیدائش کے نہیں۔ سو وہ مرزا کے دعویٰ مہدویت پر اور زیادہ پریشان حال تھے۔ علامہ علی حائری نے مرزا غلام احمد کو اور مرزا غلام احمد نے علامہ علی حائری کو وہ سنائیں کہ ہزاروں مسلمان مرزا غلام احمد کی بدزبانی دیکھ کر مرزا سے نفرت کھا گئے۔

## مرزا غلام احمد تمامی فرقوں کے خلاف

’’چالیس نامی مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی نذیر حسین

صاحب دہلوی، مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی، ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔‘‘ (اربعین نمبر۲ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۳۷۵،۳۷۶)

پھر (اربعین نمبر۳ ص۲، خزائن ج۱۷ ص۳۸۷) ’’میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی، مولوی عبدالحق صاحب دہلوی صاحب تفسیر حقانی، مولوی محمد صدیق صاحب (دیوبند) مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی، مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی محمد علی ناظم ندوۃ العلماء، مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور جمیع سجادہ نشینان ومشائخ ہندوستان کو للکارا ہے۔‘‘

تمام فرقوں کے مذہبی پیشواؤں کو بیک جملہ اس زبان سے بلانا کون سی شرافت ہے؟ یہ آپ سوچیں پھر ہم سے پوچھیں۔ یہ کون سی نبوت ہے جو اس بدزبانی کو سنت بناتی ہے۔ اس پر ہم بھی کچھ عرض کر دیں گے۔ سردست آپ مرزاغلام احمد کی زبانی اس چوہترویں فرقے کا تعارف کریں۔

’’اے بدذات فرقہ مولویاں …… تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔‘‘ (انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۲۱ حاشیہ)

پنجاب کے علماء اہل حدیث حضرات میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبداللہ معمار اور پنجاب کے اہل السنۃ والجماعت میں سے حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری، مولانا کرم دین دبیر چکوالی، علامہ غلام مصطفیٰ امرتسری، مولانا محمد عالم آسی امرتسری، شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی پٹیالوی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا محمد شفیع سنکھتروی، مولانا ظفر علی خان، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری خم ٹھونک کر مقابلہ میں نکلے اور کتاب کے مقابلے میں کتاب، مباہلے کے جواب میں مباہلہ، دلائل کے جواب میں دلائل، اشتہار کے جواب میں اشتہار، مناظرہ کے مقابل مناظرہ، جلسہ کے جواب میں جلسہ اور تقریر کے جواب میں تقریر۔ غرض مقابلے کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جن میں ان علماء اسلام نے مرزاغلام احمد اور اس کی پوری تحریک کا ترکی بہ ترکی جواب نہ دیا ہو۔ علماء کا یہ وہ مشترکہ کام تھا جس میں سب کھچے چلے آرہے تھے اور یہ اتحاد اور جوڑ عقیدہ ختم نبوت کی صداقت کا ایک کھلا آسمانی نشان تھا۔ ورنہ یہ کبھی ہوسکتا تھا کہ انگریزوں کی حکومت ہو اور سب علماء مل کر کسی ایک سٹیج پر بیٹھ سکیں؟

ابلیس جب جنت سے نکلا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو کہا تھا میں تیری راہ میں آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف رکاوٹ بن کر بیٹھوں گا اور میرے ساتھ میرا ایک پورا قبیلہ آ کھڑا ہوگا۔

مرزاغلام احمد کی حمایت میں اس کا قبیلہ کھڑا ہوا، ان میں حکیم نورالدین بھیروی، مولوی محمد علی لاہوری، مولوی غلام رسول آف راجیکی، ابوالعطاء اللہ دتہ، عبدالرحمٰن خادم گجراتی، قادیانی مناظرین محمد سلیم، جلال الدین شمس اور قاضی نذیر احمد پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ زیادہ معروف ہوئے۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی مرزاغلام احمد کی زندگی میں آں جہانی ہوگئے تھے یہ قادیانی مذہب کے نورتن کہلاتے ہیں۔

## ختم نبوت پر مسلمانوں کی عام بیداری کا اس جماعت پر اثر

ختم نبوت کا اعجاز اس شان سے ابھرا کہ مسلمانوں کی عام بیداری سے خود قادیانی جماعت کے لوگ بھی گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس عنوان پر تم مسلمانوں سے بالکل کٹ جاؤ گے۔ مرزاغلام احمد کے دعویٰ نبوت میں تاویلیں کر کے تم ختم نبوت میں مسلمانوں کے ساتھ ہو جاؤ مگر وہ نہ مانے۔ وہ نہ جانتے تھے کہ ایک وقت آئے گا جب انگریز یہاں سے چلے جائیں گے اور ہم مسلمانوں کے رحم وکرم پر رہ جائیں گے۔ مرزا غلام احمد کے ساتھیوں میں مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین نے سبقت کی اور قادیان سے نکل کر لاہور میں اپنی علیحدہ جماعت بنالی۔ اب مرزا قادیانی کے پیرو دو جماعتوں میں منقسم ہوگئے۔ مولوی محمد علی لاہوری کے عقائد پہلے وہی تھے جو دوسرے قادیانیوں کے ہیں لیکن اس نے ختم نبوت کے نازک عنوان اور اس پر مسلمانوں کی عام بیداری کی وجہ سے اپنا پرانا مؤقف بدل لیا۔ یہ اس وقت ہمارا موضوع بحث نہیں ہے۔

## مسلمانوں کی عام بیداری کا مسلمانوں کے دوسرے مسائل پر اثر

پنجاب کے مسلمانوں نے دنیوی تعلیم میں اپنی دینی قدروں کو باقی رکھنے کے لئے لاہور میں ایک انجمن حمایت اسلام بنائی تھی۔ اس میں ابتداء میں مرزاغلام احمد کے کچھ پیروکار بھی آ شامل ہوئے تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال بھی ان دنوں اس انجمن کے سرگرم رکن تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور اسی انجمن کے زیر انصرام تھا اور انجمن کی کئی شاخیں مسلمانوں کے کئی کاموں کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس انجمن کے نائب صدر تھے۔

ڈاکٹر علامہ اقبال، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا اصغر علی روحی کے مشورہ سے قادیانیوں کے اس انجمن سے اخراج کی تحریک چلی جو کامیاب ہوگئی اور قادیانی اس انجمن کی رکنیت کے نااہل قرار پائے۔ کیونکہ انجمن مسلمانوں کی تھی اور یہ لوگ غیر مسلم تھے۔

تحریک کشمیر بھی ان دنوں زوروں پر تھی۔ مرزا بشیرالدین محمود، ڈاکٹر علامہ اقبال دونوں کشمیر کمیٹی کے ممبر تھے۔ ختم نبوت پر مسلمانوں کی اس عام بیداری نے ان حالات پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔

## مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کے اختلافات

آل انڈیا مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام ہند کے گو تاریخی اختلافات تھے مگر جوں جوں ہندو تعصب کے شعلے زیادہ تیز ہو رہے تھے مسلمانوں میں علیحدہ خطہ مانگنے کا احساس تیز تر ہوتا جارہا تھا۔ قائد احرار چوہدری افضل حق مرحوم نے مجلس احرار کو نصیحت کی: ’’دیکھنا، پاکستان کی مخالفت نہ کرنا، یہ مسلمانوں کے دکھے ہوئے دل کی آواز ہے۔‘‘

(خطبہ صدارت احرار کانفرنس قصور مؤرخہ یکم/دسمبر ۱۹۴۱ء، خطبات احرار ص۸۲)

مسلم لیگ میں قادیانیوں کا وجود مجلس احرار اسلام کے لئے لائق برداشت نہ تھا۔ مجلس احرار اسلام حقیقت میں پاکستان کے مخالف نہ تھی وہ صرف قادیانیوں کی مخالف تھی اور سی وجہ سے وہ مسلم لیگ کے ساتھ شامل نہ ہوسکی۔ مگر افسوس کہ اس وقت مسلم لیگ کے قائدین اس مشکل پر قابو نہ پاسکے اور مجلس احرار کا تعاون انہیں حاصل نہ ہوسکا اور انگریزوں کا منشاء بھی یہی تھا کہ مسلم لیگ اکیلی رہے۔

## تحریک ختم نبوت پاکستان (۱۹۵۳ء)

۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی بین الاقوامی مصلحت اس میں تھی کہ وزارت خارجہ میں وہ اشخاص رکھے جائیں جن پر انگریزوں کو اعتماد ہو اور وہ ان کے اپنے ہوں۔ کانگریس نے انڈیا کے گورنر جنرل کے عہدہ لئے آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو چنا اور پاکستان نے وزیر خارجہ کے لئے چوہدری ظفر اللہ خان کو۔ یہ دونوں انگریزوں کے آدمی تھے۔ یہ مصلحت اپنی جگہ کتنی وقیع کیوں نہ لیکن خان لیاقت علی خان کے ناگہانی قتل نے یہ بتا

دیا کہ پاکستان میں سیاست کی زمین اندر سے بہت دہک رہی ہے اور کسی سازش کا لاوا پھٹنے والا ہے۔ ان حالات میں قادیانیوں کو مسلم لیگ میں لینے کے خطرناک نتائج کھل کر سامنے آگئے۔ مرزا بشیرالدین محمود نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی تجویز پیش کر دی۔ مسلمان بہت پریشان تھے اور ضرورت تھی کہ ملک میں قادیانیت کے خلاف کوئی تحریک اٹھے اور چوہدری ظفراللہ خاں کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔ اس کے بغیر پاکستان کی بقا مشکل نظر آرہی ہے۔

## امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میدان عمل میں

حضرت شاہ صاحب نے لاہور میں سادات کی ایک میٹنگ کی اور حاضرین کو اپنے نانا کی عزت کے نام پر اکھٹے ہونے اور میدان میں نکلنے کا مشورہ دیا۔ اس مجلس میں ابوالحسنات مولانا سید محمد احمد قادری، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا پیر سید فیض الحسن شاہ، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری، سید مظفر علی شمسی، مولانا سید غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف کے ساتھ گئی اور سادات کرام بھی شریک ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے مولانا ابوالحسنات محمد احمد اور مولانا محمد داؤد غزنوی پر مشتمل ایک سب کمیٹی تجویز کی جو ملکی سطح پر دورہ کر کے مختلف مکاتب فکر کو اس مقصد کے لئے ہم خیال کریں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی مگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس اجلاس سادات میں شامل نہ ہوسکے۔

حکومت کو متنبہ کرنے کے لئے آپ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد کی جو مرکزی اور صوبائی وزراء اور ان کے ارکان اسمبلی سے وفد کی صورت میں ملاقاتیں کرے اور ملک میں پیش آنے والے خطرات سے انہیں آگاہ کرے۔

اس وقت ایک ایسی دستاویز کی ضرورت ہے جو عام فہم انداز میں مسئلہ ختم نبوت کو واضح کر سکے اور پڑھنے والے کو ختم نبوت کے اس معنی ومفہوم پر لاسکے جو امت محمدیہ آیت: ''خاتم النّبیین'' اور حدیث: ''لانبی بعدی'' سے آج تک مراد لیتی چلی آرہی ہے۔

یہ دستاویز عقیدۃ الامۃ حضرت شاہ صاحب کے ارشاد پر اس پاک مقصد کے لئے لکھی گئی ہے اور مرکزی اور صوبائی سب وزرائے کرام اور ممبران عظام کو بھیجی جارہی ہے اور اب یہ آپ کی خدمت میں بھی ہدیہ قارئین کی جارہی ہے۔ خدا کرے کہ جب اس کا اگلا

ایڈیشن سامنے آئے تو نہ چوہدری ظفر اللہ خان وزارت خارجہ میں ہو اور نہ ہی کوئی قادیانی مرکزی یا کسی صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز!**

پاکستان کا تصور مسلمانوں کو ڈاکٹر علامہ اقبال نے دیا تھا اور انجمن حمایت اسلام میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد بھی علامہ اقبال نے ہی پیش کی تھی۔ سو پاکستان کے استحکام اور اس کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ یہاں قادیانی صرف بطور ایک غیر مسلم اقلیت کے رہ سکیں۔ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اور اس کی قوت حاکمہ میں کوئی غیر مسلم طاقت دخیل نہ رہنی چاہئے۔ اس وقت بیرون ملک پاکستانی سفارت خانے قادیانیوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔

## پاکستان کے لئے قادیانی مستقل خطرہ کیوں؟

پاکستان برصغیر پاک وہند کی ایک اسلامی ریاست ہے۔ مرزا غلام احمد تمام اسلامی ملکوں میں انگریزوں کی سربراہی کا قائل تھا۔ قادیانی مبلغین کہتے ہیں کہ ہماری انگریزوں کی فرمانبرداری ان کے اولی الامر ہونے کے باعث تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو ملک آزاد ہونے کے بعد قادیانیوں کی یہی وفائیں پاکستان کی طرف کیوں نہ لوٹتیں۔ اس کے برعکس ہم نے دیکھا ہے کہ قادیانی پاکستان کے سربراہوں کو اپنے اولی الامر میں شمار نہیں کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد نے انگریزوں کی اطاعت کے نغمے صرف ہندوستان میں نہیں گائے۔ اس نے انگریزوں کی مدح سرائی کرتے معلوم نہیں کتنے رسائل عرب ممالک میں تقسیم کئے اور انہیں بار بار انگریزوں کی خیر خواہی کی طرف بلایا۔ یہ عالمی سطح پر انگریزوں کی خیر خواہی انہیں اولی الامر ماننے کے ناطے ہرگز نہیں ہوسکتی بجز اس کے کہ یہ پودا ہی انگریزوں کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہو جس کا مقصد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی مرکزیت کو کمزور کرنا، خلافت عثمانیہ کو توڑنا اور مسلمانوں کی جبین عقیدت کو برطانوی دہلیز پر جھکانا ہو۔ یہ وہ حالات ہیں جن کے باعث امت مسلمہ چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد کے سیاسی نظریہ کو اس کی ان تحریروں میں دیکھیں:

۱...... ’’میں نے صرف اس قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا۔ بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱)

۲...... ’’ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا...... الخ‘‘ (تبلیغ رسالت ج۵ ص۱۱، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۲۷)

نیک لوگ اگر کافروں سے کبھی ملتے ہیں تو سد مفاسد کے لئے نہ کہ ان کے پولیٹکل ایجنٹ کے طور پر لیکن مرزا غلام احمد کی انگریزوں کی مذکورہ خیر خواہی ان کے ایک پولیٹکل ایجنٹ کے طور پر تھی۔

## ہندوستان میں انگریزوں کے پولیٹکل ایجنٹ

بیرونی حکومتی کسی ملک میں اپنے پولیٹکل ایجنٹوں کے بغیر نہیں چل سکتیں۔ برصغیر پاک وہند میں انگریز میر جعفر کے بغیر سراج الدولہ کو اور میر صادق کے بغیر سلطان ٹیپو کو شکست نہ دے سکتے تھے۔ لیکن ایسے پولیٹکل ایجنٹ صرف زمینی کارروائی کرتے تھے اور مسلمانوں کی صفوں کی صفیں اکھڑ جاتی تھیں۔ تاہم وہ مسلمانوں کے دل ودماغ سے حضور ﷺ خاتم النّبیین کا نام نہ نکال سکتے تھے۔ اس کے لئے ایسے پولیٹکل ایجنٹ کی ضرورت تھی جو سلطنت برطانیہ کی حمایت میں ایک آسمانی کارروائی کرے۔ آپ مرزا غلام احمد کا یہ بیان پڑھ آئے ہیں: ’’گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۶ ص۱۱۴، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۱۵)

قادیانی مبلغین اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی انگریزوں کو اولی الامر میں سے سمجھتے تھے اور قرآن کی رو سے اولی الامر کی اطاعت فرض ہے۔ مگر مرزا قادیانی دل سے انگریزوں کے ساتھ نہ تھے ورنہ وہ عیسائیوں کے خلاف نہ تبلیغ کرتے نہ کتابیں لکھتے۔

ہم کہتے ہیں کہ انگریزوں کی حکومت صرف ہندوستان میں تھی، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تو نہ تھی۔ عرب ممالک مصر وشام میں نہ تھی، روم میں نہ تھی۔ پھر مرزا قادیانی ان ممالک اسلامیہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کے حق میں یہ پروپیگنڈہ کیوں کر رہے تھے؟ مرزا قادیانی خود کہتے ہیں: ’’میں نے نہ صرف اس قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱)

یہ سب کارروائی بطور ایک پولیٹکل ایجنٹ کے تھی اس کے لئے مرزا قادیانی کی یہ بات یاد رکھیں: ’’ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا......‘‘ (تبلیغ رسالت ج۵ ص۱۱، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۲۷)

’’اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے۔ میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ جب انگریزوں کی اتنی خیرخواہی تھی تو آپ نے پھر عیسائیوں کی مخالفت کیوں کی؟ اس کی وجہ خود مرزا قادیانی سے ہی سنیں: ’’اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب بعض پادریوں اور عیسائیوں مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حداعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے، نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور بایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تاسریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بہ مقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عمادالدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے یک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہوگئے۔ کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر

اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔‘‘

(عاجزانہ درخواست ضمیمہ نمبر۳ص ب، ح تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ص۴۹۰)

معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد عیسائیوں کی رد میں یہ محنت نہ کر رہا تھا بلکہ مسلمانوں کے جوش آزادی کو ٹھنڈا کرنا پیش نظر تھا تا کہ یہ قوم جہاد کے پھر نہ اٹھے اور میرے آقایان نعمت سیاسی طور پر کچھ کمزور نہ ہو جائیں اور یہی مرزا غلام احمد کا مقصد رسالت تھا۔ یہ رسالت چلتی رہی اور کئی مسلمانوں کا جذبہ جہاد ختم گیا۔

انگریز ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک کھلی کتاب تھے۔ عیسائی پادریوں کی ہندوستان میں خطرناک سیاسی آمد تھی۔ آزاد خیال اور مفاد پرست لوگ ارتداد کے دائرہ میں گھرتے گئے ورنہ کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی خدائی الہام انگریزوں کی خیر خواہی میں بھی کسی مسلمان کو ہوا ہو۔

اگر یہ گمان کیا جائے کہ مرزا قادیانی کو الہامی طور پر گورنمنٹ برطانیہ کے پاؤں مستحکم کرنے کی تاکید کی جارہی تھی۔ اس لئے وہ ان تحریرات پر مجبور تھے تو اس کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ الہامات کبھی شیطانی بھی ہوتے ہیں ان پر دین کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی نہ احادیث ردی کی ٹوکری میں ڈالی جاسکتی ہیں۔ مرزا غلام احمد خود بھی تسلیم کرتا ہے وہ لکھتا ہے:

’’واضح ہو کہ شیطانی الہامات کا ہونا حق ہے۔‘‘ (ضرورت الامام ص۱۳، خزائن ج۱۳ص۴۸۳)

بہرحال ان تحریرات سے اس راز کی ایک راہ ملتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی وحی کے نام سے ان احادیث شریفہ کو کیوں ردی کی ٹوکری میں پھینکا جو اس بات کی واضح خبر دے رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی اور امتی نبی بھی ہرگز پیدا نہیں ہوگا۔

انگریز حکومت کے حکم سے یہ آسمانی وحی اترتی رہی۔ اسے آپ ابھی پڑھ آئے ہیں:

پھر نبوت زمینی کارروائی ہے یا آسمانی؟ اس پر بھی غور کیجئے۔ انبیاء زمین پر خدا کے نائب ہوتے ہیں اور نبوت ورسالت کی ساری محنت زمین پر ہی ہوتی ہے۔ فرشتے اس کی آسمانی کارروائی کے امین ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے بقول خویش یہ فرشتوں کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا کہ وہاں بھی انگریزی گورنمنٹ ہی کی بات چلتی ہے۔ خدا پر جھوٹ باندھنے کی شاید ہی کوئی مثال اس سے بدتر پیش کی جاسکے۔

# خدا کے بعد خدا کے بندوں پر جھوٹ

## عقیدہ ختم نبوت کو اختلافی بنانے کے حیلے

۱...... وہ علماء جن کے علم وتقویٰ پر پوری امت کا اعتماد رہا وہ اسلام کے عقیدہ ختم نبوت پر تاریخ کے کسی دور میں بھی مختلف آرا نہیں دیکھے گئے۔

۲...... جن بزرگان دین پر افتراء باندھا گیا کہ وہ ختم نبوت زمانی کے بعد غیرتشریعی نبوت کو جاری سمجھتے ہیں۔ ان بزرگوں کو ان کی دوسری عبارات کے آئینہ میں بھی دیکھئے۔

مؤلف عفا اللہ عنہ

# عقیدہ ختم نبوت میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے قادیانیوں کا چند بزرگان دین پر افتراء

**الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امّا بعد!**

اس میں کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت ﷺ پر تمام مراتب کمالات کی انتہا ہوئی جو استاد کسی صفت میں آخری درجہ پر پہنچے کہتے ہیں کہ یہ فن اس پر ختم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن رسولوں کو رسالت سے نوازا ان کے مختلف مراتب رکھے۔

**’’تلک الرسل فضّلنا بعضھم علیٰ بعض‘‘** (البقرہ:۲۵۳)

قرآن کریم نے بعض انبیاء کے دوسروں سے افضل ہونے کی یہاں تصریح فرمائی ہے۔ حضور ﷺ اپنے کمالات نبوت اور اپنی شان رسالت میں ان سب کے امام ہیں اس ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے۔ اس ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کی نفی نہیں ہوجاتی۔ قادیانی مبلغین بلاوجہ ایک کے اقرار کو دوسری کی نفی سمجھتے ہیں۔ وہ خود حضور خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کا اقرار کرتے ہیں مگر آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے منکر ہوجاتے ہیں۔ یہ وہ چوردروازہ ہے جس سے انہوں نے مرزا کو دائرہ نبوت میں داخل کر رکھا ہے۔

بزرگان اسلام میں سے جن حضرات نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت مرتبی بیان کی قادیانی مبلغین اس پر اچھل پڑے، لو ہماری تائید ہوگئی اور انہوں نے ان بزرگوں کی ان عبارات پر سرسری نظر بھی نہ کی جن میں حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا بھی صریح ذکر موجود تھا۔ وہ سب حضرات ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی کے قائل تھے۔ مرزاغلام احمد کی طرح ختم نبوت زمانی کے کسی پہلو سے منکر نہ تھے۔

پھر بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد ثانی کے ذکر میں حضور ﷺ کے بعد ایک پرانے نبی کا آنا بیان کیا تھا۔ قادیانی مبلغ اسے ایک نئے نبی

کے آنے کی خبر سمجھے کہ دیکھو یہاں حضورﷺ کے بعد ایک نبی کا آنا تسلیم کیا گیا ہے۔ علم ونظر کے اس فریب نے ان دونوں باتوں کو (۱) حضورﷺ کی ختم نبوت مرتبی اور (۲) حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی کو خوامخواہ حضور خاتم النّبیینﷺ کی ختم نبوت زمانی کے مقابل لا کھڑا کیا۔ کئی بدقسمت اس میں الجھ کر رہ گئے اور انہوں نے اسلام کی ایک قطعی بات کو بلاوجہ نظری بنا کر رکھ دیا ہے۔

آپ ان حضرات کی وہ تمام عبارات سامنے رکھیں جن میں انہوں نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کی تصریح کی ہے اور کئی مختلف پیرایوں میں اپنے عقیدہ ختم نبوت کو بیان کیا پھر ان کی روشنی میں ان کی اس پیچیدہ عبارت کو حل کریں جس سے قادیانی مبلغین اپنا ختم نبوت کا الحادی عقیدہ کشید کرتے ہیں۔ عقائد کے باب میں ضروریات دین کو تاویل مہیا کرنا بھی کبھی اہل حق کا مؤقف نہیں رہا ہے۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ قادیانیوں نے اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے چند ان مقدس ہستیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ جن کی شخصیت اور علمی عظمت مسلمانوں میں اپنی جگہ مسلم تھی۔ تاکہ مسئلہ ختم نبوت میں الحاد وزندقہ کی راہ کو ایک شاہراہ کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا ہمیشہ سے یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت ختمی مرتبتﷺ کے بعد اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ یقینی طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان بزرگان دین پر عام بہتان تراشی کی جاتی ہے اور ان بزرگوں کی بعض نہایت دقیق اور علمی عبارات کو مرزائی مبلغ بہت الجھا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے اس دجل وفریب پر خاص ناز ہوتا ہے۔ اس لئے اب ان کے اس موضوع کی بھی قدرے تفصیل کی جاتی ہے۔

جن اکابر ملت اور ائمہ اسلام پر یہ افتراء باندھے گئے ہم پہلے ان کے عقائد ان کی دوسری متعدد عبارات سے پیش کرتے ہیں پھر ان کے ناموں سے ان کی قادیانیوں کی پیش کردہ عبارات آپ کے سامنے لائیں گے۔ اس سے ان کے عقائد کی تشریحات خود ان کے بیانات کی روشنی آپ کے سامنے آجائیں گی۔ واللّٰہ ھو الموفق لما یحبہ ویرضٰی بہ وھو اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم فی کل باب!

# حجۃ الاسلام
# حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

## جن بزرگان دین پر افتراء باندھا گیا اور ختم نبوت کے ایک الحادی معنی ان کی طرف منسوب کئے گئے

یہاں ہم تیرہویں صدی کی طرف چلیں گے سب سے پہلے ہم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۸ھ) کا عقیدہ ختم نبوت بیان کرتے ہیں آپ کے یہ مکتوبات اور جوابات محذورات تحذیر الناس کے بعد کی تحریرات ہیں پانچویں نمبر پر ہم تحذیر الناس کی ایک عبارت بھی پیش کررہے ہیں۔

۱...... ''اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اس میں تأمل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔''

(مکتوبات حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ مناظرہ عجیبہ ص۱۰۳)

۲...... ''خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یہ کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے۔''

(جواب محذورات ص۵۰)

۳...... ''جب حضرت خاتم النّبیین خاتم مراتب علمیہ اور خاتم مراتب نبوت وحکومت ہوئے تو ان کی تعلیم کے بعد کوئی معلم تعلیم آسمانی لے کر آئے اور نہ ان کے بعد اور کوئی حاکم خدا کی طرف سے حکم نامہ لائے۔'' (آریہ سماج کو جواب ترکی بہ ترکی ص۵۱ مکتوبہ دیوبند)

۴...... ''حضرت خاتم المرسلین کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔''

(جواب محذورات ص۳)

۵...... ''درصورتے کہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر یہ حرکت منتہیٰ ہوجائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی منتہیٰ ہے۔ یہ

نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسا نقطہ رأس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون ومکان زمین وزمان کو شامل ہے۔ منجملہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی تھی۔ سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی ﷺ وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی اور باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔''

(تحذیرالناس ص۱۸ طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

۶...... ''خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے ناحق تہمت کا۔ البتہ کچھ علاج نہیں۔''

(جواب محذورات ص۳۹)

۷...... ''آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے۔ چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوتا ہے۔''

(قبلہ نما ص۸ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

ان تصریحات کی موجودگی میں اور ان عبارات کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتے۔ کھلے طور پر علم ودیانت کا خون کرنا ہے۔

اب ہم اس مغالطہ کو بے نقاب کرتے ہیں جس کے سہارے قادیانی لوگ عوام کے سامنے حضرت مولانا المرحوم کا اسم گرامی اپنی ہمنوائی میں پیش کرتے ہیں اور اسے اپنی بہت بڑی فتح تصور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی تحریرات میں ان کے لئے ذرہ بھر کوئی گنجائش نہیں۔

## حقیقت واقعہ: (آپ کا ختم نبوت مرتبی کا بیان)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحذیرالناس میں مسئلہ ختم نبوت کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبوت کا آنحضرت ﷺ پر ختم ہونا اس کی دو قسمیں ہیں۔ ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی۔ ختم نبوت زمانی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور ختم نبوت مرتبی کا مفہوم ہے کہ اصلی اور ذاتی نبی صرف آپ ہیں۔ باقی تمام انبیاء کرام کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے

اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ نبوت کے تمام کمالات حضورﷺ کو براہ راست عطا ہوئے اور باقی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کمال بھی ملا آپ کے ہی فیضان نبوت کی ایک تاثیر تھی۔ اس اعتبار سے جملہ کمالات نبوت آنحضرتﷺ ختمی مرتبت کی ذات پر ختم ہیں اور یہ آپ کی ختم نبوت مرتبی ہے جو زمان ومکان سے عام ہے اور یہ مرتبہ کمال آپ کو اس وقت بھی حاصل تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی جسد وروح میں علیحدہ علیحدہ تھے۔ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی روحانی ہو جسمانی، ازل سے ابد تک ساری کائنات پر آنحضرتﷺ کے صدقہ فیضان سے منقسم ہو رہی ہے جیسے سورج کی روشنی سارے عالم کی روشنیوں کی اصل ہے۔ تمام جہانوں میں خواہ وہ ملاء اعلیٰ ہو یا بساط ارضی، آنحضرتﷺ کی ذات قدسی صفات ہی اصل وجود اور اصل نبوت ہے بھلا جو ہستی زمان ومکان کی بھی اصل ہو اس کے لئے فقط زمانے کی تقدیم اور تاخیر کوئی خاص معیار فضیلت کیسے ہوسکتی ہے بلکہ اس تأخر زمانی کے ساتھ ساتھ تمام سلسلہ کمالات کا اختتام بھی اسی ذات مقدسہ پر ہی ہے اور ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اقرار بھی لازم ہے۔ آپ کے اس مرتبہ نبوت کے بعد اگر سب انبیاء اس نشاء عنصری میں آتے رہتے۔ اس صورت میں آنحضرتﷺ کی ختم نبوت کی دو قسمیں ہیں جو پیغمبر خاتم کی ذات میں جمع ہوئیں انہیں علیحدہ علیحدہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

## آنحضرتﷺ کی شان ختم نبوت

| ختم نبوت زمانی | ختم نبوت مرتبی |
|---|---|
| یہ شان آپﷺ کو اس وقت حاصل ہوئی جب جملہ انبیاء کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے تشریف لاچکے اور یہ دنیا حکم خداوندی کے ماتحت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر سب انبیاء کے نور ہدایت سے اپنے اپنے وقت میں منور ہوچکی۔ یہاں تک کہ سب روشنیاں دھندلی پڑ گئی اور آسمانی کتابوں کے چہرے مسخ کر دیئے گئے۔ تب سب سے آخر میں حضورﷺ خاتم النّبیین | یہ مرتبہ آپ کو اس وقت بھی حاصل تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ آنحضرتﷺ کی روح اس جہان میں بھی تمام انبیاء کی روحوں کی استاد تھی اور علوم الٰہیہ کا ان پر فیضان فرمارہی تھی آپ اس جہان میں بالفعل نبی تھے۔ (مدارج النبوت ج دوم) اور باقی نبیوں کی نبوت صرف اللہ کے علم میں تھی۔ آنحضرتﷺ کی روح رب |

| | |
|---|---|
| تشریف لائے اور اپنے بعد کے لئے آپ نے لا نبی بعدی کا اعلان فرمایا۔اب اس ختم نبوت زمانی کے بعد کسی اور نبی کا یہاں پیدا ہونا محال ہے۔ | العزت کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی۔ جب یہ نور اللہ کی تسبیح کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے تھے۔ (شفاء ج۱ ص۶۱ عن ابن عباسؓ) آنحضرت ﷺ پر تمام مراتب نبوت ختم تھے اور آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کے ہوتے ہوئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے |

## قادیانی مغالطہ

قادیانی حضرات، مولانا المرحوم کی ان عبارات کو جو ختم نبوت مرتبی کے درمیان میں ہیں، اس سیاق وسباق سے کاٹ کر جو ختم نبوت مرتبی پر دلالت کرے، اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ عبارات ختم نبوت زمانی کے مسئلے کو بیان کر رہی ہے ہیں اور محض اتنے سے حصے کو ہی یہ لوگ حضرت مرحوم کا عقیدہ ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں۔

ختم نبوت مرتبی تو آپ کو اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی خلعت نبوت سے سرفراز نہ ہوئے تھے اور اس ختم نبوت مرتبی کے ہوتے ہوئے تمام انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ ختم نبوت مرتبی اپنی ذات کے اعتبار سے اور نبیوں کو مانع نہیں۔ اس بیان میں مولانا مرحوم بہ پیرایہ شرط ساتھ لکھتے ہیں:

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (یعنی خاتمیت مرتبی) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا (یعنی خاتم باعتبار ختم نبوت مرتبی ہونا) بدستور باقی رہتا ہے۔

یہ صرف ختم نبوت مرتبی کے اعتبار سے تھا جیسا کہ سیاق وسباق اور ’’اگر بایں معنی تجویز کیا جائے‘‘ کے الفاظ سے ظاہر ہے لیکن عقیدے کے لئے صرف یہی ختم نبوت مرتبی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ نبوت زمانی کا اقرار کرنا بھی لازم ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا مرحوم نے متعدد مقامات پر اس کا پوری تصریح سے اظہار فرمایا ہے۔ قادیانی لوگ اس ختم نبوت مرتبی کی عبارت کو ختم نبوت زمانی کے انداز میں ظاہر کر کے اور اس کی ابتدائی سطر کو ’’غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا

جائے جو میں نے عرض کیا'' الخ یکسر حذف کر کے ایک نامکمل عبارت اور غلط مفہوم سے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ لیکن اس عبارت کا صحیح منشاء اور مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔

پھر مرزائی حضرات اس تحذیر الناس سے (ص۲۵) کی نامکمل عبارت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

یہ عبارت بھی ختم نبوت زمانی کے بیان میں نہیں۔ بلکہ ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے بیان میں ہے۔ یعنی کسی اور نئے نبی کی آمد آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت مرتبی کے خلاف نہیں لیکن عقیدہ ختم نبوت کے لئے فقط ختم نبوت مرتبی کا اقرار کافی نہیں۔ ختم نبوت زمانی پر بھی ایمان لانا لازم ہے اور اس امر کی تصریح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا فرمائی ہے اور وہ اپنے ختم نبوت زمانی کے عقیدہ کو واشگاف الفاظ میں بیان کر کے ہر پیدا ہونے والے شبہ کی جڑ ہمیشہ کے لئے کاٹ چکے ہیں اور زندقہ والحاد کے جتنے بھی کانٹے حضرت مرحوم کے بیانات میں بچھائے جاسکتے تھے۔ الحمدللہ کہ حضرت نے خود ہی انہیں چن چن کر اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی شاہراہ کو ہمیشہ کے لئے صاف اور مصفیٰ فرمادیا ہے۔ (یہ صرف ختم نبوت کی اسی صورت میں ہے یعنی ختم نبوت مرتبی کی صورت میں نہ کہ ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ کی جمیع صورتوں میں کیونکہ ان میں تو ختم نبوت زمانی بھی ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے)

فجزاہ اللہ عنّا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء

تحذیر الناس کی اس پیش کردہ عبارت سے پہلے یہ عبارت ہے جسے قادیانی مبلغ حذف کر کے نامکمل عبارت سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس اصل عبارت پر غور کرنے سے ازخود واضح ہو جاتا ہے کہ عبارت مذکور ختم نبوت زمانی کے سیاق میں نہیں، ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے سیاق میں ہے جسے دجل وفریب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ وہ اصل عبارت جسے قادیانی لوگ یکسر ہضم کرنا چاہتے ہیں، یہ ہے: ''ہاں! اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔''

(تحذیر الناس ص۲۴، طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

دیکھئے کیا یہاں بھی عبارت اگر کے حرف سے شروع نہیں ہو رہی؟ اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں اور اسے ختم نبوت زمانی کا بیان ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت زمانی اپنی جگہ ایک مستقل حقیقت ہے جس پر ایمان لانے کے بغیر فقط ختم نبوت مرتبی پر ایمان لانا کافی نہیں۔

بعض ناواقف مسلمان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے لئے اصلی اور ذاتی کے الفاظ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کئے۔ نیز اس سے لازم آتا ہے کہ باقی انبیاء کرام مستقل طور پر نبی نہیں اور ان کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ اتحاد نوعی نہیں ہے۔ جواباً عرض ہے کہ شیخ ابوعثمان فرغانی رحمۃ اللہ علیہ سے علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کی شان میں ایسے تمام الفاظ میں نقل کئے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''**فلم یکن داع حقیقی من الابتداء الی الانتهاء الا هٰذه الحقیقة الاحمدی**'' (دیکھئے مطالع المسرات ص۱۰۲ شرح اسم داعی طبع مصر)

اس میں آپ کے اصل نبی ہونے اور نبی الانبیاء ہونے وغیرہ کی تمام تفصیلات مرقوم ہیں۔ ثانیاً اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام مستقل طور پر نبی نہ ہوں۔ ہر نبی مستقل نبی ہے اور ہر ایک کو نبوت بلکہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے تحذیر الناس میں آنحضرت ﷺ اور باقی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے اتحاد نوعی کو بڑی صراحت کے ساتھ تسلیم فرمایا ہے۔ (دیکھئے تحذیر الناس ص۷) پس باقی انبیاء کے وصف نبوت سے موصوف ہونے کو بالعرض کہنا اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام اپنی پہلی ابتداء میں ہی فائز النبوۃ نہ تھے بلکہ ان پر نبوت حضور ﷺ کے فیضان سے عارض ہوئی اور عارض ہونے کے بعد اس نبوت نے ان کے نفوس قدسیہ کو مستقل طور پر نبی ہونے کا شرف بخشا اور اس میں متصرف حقیقی اللہ رب العزت کی ذات تھی۔ ہاں! حضور ﷺ پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ آپ پہلے وجود میں آئے ہوں اور نبوت آپ کو بعد میں ملی ہو لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ انبیاء کرام فقط عارضی طور پر نبی تھے، قطعاً غلط ہے جس کا منشاء جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم فی کل باب**

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کی شان خاتمیت کی جو تفصیل فرمائی، اس سے انصاف نہیں کیا گیا اور اسے اس کی پوری علمی شان کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مسلم عوام کا ایک طبقہ فقط ختم نبوت زمانی پر اکتفاء کا دم بھرنے لگا اور اس نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت مرتبی اور آپ کی نبوت سے اتصاف ذاتی کو شبے کی نگاہ سے دیکھا اور قادیانی لوگ ختم نبوت زمانی کو یکسر چھوڑ کو فقط ختم نبوت مرتبی کے گن گانے لگے۔ حالانکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت ہر دو صورتوں کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ ختم نبوت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختم نبوت مرتبی کو بھی اپنی جگہ تسلیم کیا جائے۔

یہاں تک تو نبوت کی ہر دو قسموں کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ بیان میں ان عبارات کی گنجائش تھی جنہیں قادیانی مبلغین مغالطہ دینے کے لئے ماقبل کی عبارت کو کاٹ کر پیش کرتے ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے اس عالم عنصری میں تشریف لانے کے بعد اب ختم نبوت مرتبی بھی علیحدہ صورت میں کارفرما نہیں۔ بلکہ اسے ختم نبوت زمانی لازم ہے اس باہمی ربط کو اب ہم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں تاکہ حضرت مرحوم کا مؤقف اس مسئلہ میں بالکل بے غبار ہو جائے۔

## ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی میں باہمی ربط

آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے عام طور پر یہی معنی لئے جاتے ہیں کہ آپ سب سے آخر میں آئے۔ حالانکہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں مسجد میں جو شخص سب سے آخر میں آئے ضروری نہیں کہ وہ سب سے اعلیٰ ہو لیکن قرآن کریم آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو مقام مدح میں بیان کر رہا ہے صرف اس کی اطلاع ہی نہیں دے رہا۔ پس ضروری ہوا کہ ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اقرار بھی کیا جائے اور مراتب وکمالات کے لحاظ سے بھی آپ کو خاتم النّبیین مانا جائے۔ صرف ختم نبوت زمانی کا اقرار کرنا اسے آپ نے عوام کا خیال ظاہر کیا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ’’عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب سے آخری نبی ہیں مگر اہل فہم

پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ’’ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ‘‘ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے...... بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔‘‘ (تحذیرالناس ص۲،۳ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

یہاں پر مطلق فضیلت کا انکار نہیں صرف بالذات فضیلت میں کلام ہے۔ ورنہ اس تأخر زمانی کا بالعرض فضیلت ہونا اور ختم نبوت مرتبی کے واسطہ سے ختم نبوت زمانی کی فضیلت لازم آنا تو اپنی جگہ مسلم ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس علمی انداز تحریر کو بعض لوگوں نے غلط ترجمے کے ساتھ علمائے عرب کے سامنے اس طرح پیش کیا۔ ’’مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھماس ‘‘ غلط ترجمے سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت مولانا المرحوم یہاں تأخر زمانی کی مطلق فضیلت سے ہی انکار کررہے ہیں۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ! اس غلط ترجمے کے لئے دیکھئے (حسام الحرمین ص۱۰۰ اور فتاویٰ افریقہ ص۵۰) میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

’’والتاخیر الزمانی لیس من الفضل فی شئ استغفراللہ العظیم‘‘

سد باب مذکورہ سے مراد جھوٹے مدعیان نبوت کے دعوؤں کا دروازہ بند کرنا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم خود فرماتے ہیں کہ: ’’یہ احتمال کہ یہ دین آخری ہے اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔‘‘ (تحذیرالناس ص۳، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

یہاں اس عبارت کو دیکھئے اور نظر انصاف سے بار بار دیکھئے: ’’تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔‘‘ کیا اس میں صریح طور پر ختم نبوت زمانی کا اقرار نہیں؟ کیا اس تصریح کے بعد اس دعوے کی کچھ گنجائش ہے کہ مولانا مرحوم معاذاللہ! ختم نبوت زمانی کے قائل نہ تھے اور کیا اس عبارت کے ہوتے ہوئے اس کے پہلے حصے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ تأخر زمانی کو عوام کا خیال بتلانا دراصل تأخر زمانی کا انکار ہے۔ کیا ایسا دعویٰ انصاف و دیانت کا خون نہیں۔ ان لوگوں کے علم و شرافت پر حیرت در حیرت ہوتی ہے جو عبارت مذکورہ الصدر کا پہلا حصہ تو اپنے الزامات میں نقل کرتے ہیں لیکن ’’بلکہ‘‘ کا جو ارتقاء اس تأخر زمانی کو مع شئ زائد ثابت کرتا ہے، اسے یکسر ہضم کرجاتے ہیں۔‘‘

حضرت مولانا نانوتویؒ یہاں عوام کے عقیدہ ختم نبوت سے اختلاف نہیں کررہے۔ آپ صرف یہ بتارہے ہیں کہ آپ کی بنائے خاتمیت صرف تأخر زمانی پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ آپ وصف نبوت سے موصوف بذات ہیں اور باقی سب نبیوں کو نبوت آپ کے فیضان سے ملی ہے۔ سو حضور اکرم ﷺ جب خود اس نشأ عنصری میں تشریف لے آئے تو اسے تأخر زمانی لازم ہوا کہ موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بذات پر ختم ہوجاتا ہے۔ سو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت یہاں عوام کے عقیدہ ختم نبوت سے اختلاف کررہے ہیں۔ یہ ہرگز صحیح نہیں اختلاف صرف بنائے خاتمیت کو سمجھنے میں ہیں۔ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی بناء آپ کا تأخر زمانی ہے اور آپ اس تأکر زمانی کو مع ایک شئ زائد ثابت کررہے ہیں اگر کسی کو یہ باریک نکتہ سمجھ میں نہ آئے تو اس سے درگزر کریں اسے عوام میں سے جانیں۔ حضرت مولانا نانوتویؒ خود فرما گئے ہیں کہ صرف اہل فہم ہی اس روشنی سے مستنیر ہوسکتے ہیں۔ یہ ہر ایرے غیرے کا نصیب نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے آنحضرت ﷺ کی اس ختم نبوت پر دو طرح سے تقریر فرمائی ہے۔ اولاً یہ کہ ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت ذاتی ہونے کے اعتبار سے آیت خاتم النّبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے اور ختم نبوت زمانی کو اس کے ساتھ لازم کرکے اسے خاتم النّبیین کا مدلول التزامی تسلیم کیا جائے۔ ثانیاً یہ کہ ختم نبوت کو مطلق اور عام رکھا جائے اور ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی کو (بلکہ ختم نبوت مکانی کو بھی) اس کی مختلف قسمیں قرار دے کر سب قسموں کا ختم آیت خاتم النّبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے۔

اس دوسری تقریر کو ہی مولانا نے اپنا مختار قرار دیا ہے۔ تاہم دونوں تقریروں میں سے جس تقریر کو بھی پیش نظر رکھیں ختم نبوت زمانی کا اقرار ہر جگہ موجود ہے اور ختم نبوت مرتبی اس کے علاوہ ایک اور فضیلت ہے۔

حضرت مرحوم نے (تحذیر الناس مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ص۲ تا۶) تک حضور ﷺ کے وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونے کو خاتمیت مرتبی قرار دے کر خاتمیت زمانی کو اس کے ساتھ لازم کیا ہے۔ اس تقریر اول کو ہم حضرت مرحوم ہی کے الفاظ میں ادنیٰ اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

بالجملہ رسول اللہ ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات اور سواء آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ ﷺ کو اوّل یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور اضافہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی۔ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا له لحافظون! ان کی کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا ''تبیاناً لکل شئ'' ہونا غلط ہو جاتا۔ ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تأخر زمانی لازم ہے۔ (ذاتی کے معنی شرح مطالع میں یہ ہیں: ''الخامس ان یکون دائما لثبوت للموضوع ومالا یدوم هو العرضی السادس ان یحصل لموضوع بلا واسطة وفی مقابلة العرضی'' پس ذاتی کا معنی یہی سمجھنا چاہئے کہ آپ پر کوئی وقت ایسا نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں اور پھر نبوت آپ پر عارض ہوئی ہو۔ قطع نظر اس سے کہ آپ کو اپنی نبوت سے اطلاع کب دی گئی اور کب نہیں۔ آپ جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں اور باقی تمام انبیاء کے لئے نبوت آپ کے فیض سے عارض ہوئی ہے)

## ماحصل تقریر اوّل بر معنی خاتم النّبیین

آیت خاتم النّبیین سے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں ثابت ہیں۔ امر اوّل دلالت مطابقی سے اور امر ثانی دلالت التزامی سے صرف ختم نبوت زمانی مراد لینے کی آپ نے مخالفت کی ہے۔ اس سے اگر کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے کہ آپ ختم نبوت زمانی کے قائل نہیں تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ عاقبت کی روسیاہی سے ڈرے۔

اس کے بعد مولانا نے حضور ﷺ کی خاتمیت پر دوسری تقریر فرمائی ہے: ''اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانے اور مرتبے سے عام رکھا جائے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔'' (تحذیر الناس ص۷،۸ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

پھر حضرت مولانا نے مکان و زمان اور مرتبہ کو ''مفہوم خاتمیت'' کی تین انواع قرار دے کر ہر لحاظ سے حضور ﷺ کو خاتم النّبیین مانا ہے۔ اس طرح سے خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں دلالت مطابقی کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

۱...... ’’اگر خاتم کو مطلق رکھئے تو پھر خاتمیت مرتبی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں ثابت ہو جائیں گی۔‘‘ (جوابات محذورات ص۳۷)

۲...... ’’وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔‘‘ (جوابات محذورات ص۵۰)

۳...... ’’معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہیں۔‘‘ (جوابات محذورات ص۶۸)

۴...... ’’تحذیر کو غور سے دیکھا ہوتا تو اس میں خود موجود ہے کہ لفظ خاتم تینوں معنوں پر بدلالت مطابقی دلالت کرتا ہے اور اسی کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔‘‘ (جوابات محذورات ص۸۳)

تحذیر الناس میں ارشاد فرماتے ہیں: ’’سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبویہ مثل: ’’انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الّا انّہ لانبی بعدی او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام‘‘ بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النّبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہیں کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا ان کا منکر کافر ہوگا ویسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔‘‘

(تحذیر الناس ص۹، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

محذور ثامن کے جواب میں لکھتے ہیں: ’’آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا اور کہاں باطل کیا۔ مولانا میں نے تو خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں۔‘‘ (جوابات محذورات ص۳۷)

## ماحصل ہر دو تقریر بر معنی خاتم النّبیین

’’اوّل تقریر تحذیر پر تو خاتمیت زمانی مدلول التزامی خاتم النّبیین ہوگا اور دوسری تقریر

پر مدلول مطابقی ہاں خاتمیت زمانی مع شئی زائد ثابت ہوگی۔‘‘ (مکتوبات مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۹)

’’جیسے آفتاب پر سلسلہ فیض نور ختم ہے ہمارے رسول اللہ ﷺ پر فیض نبوت ختم ہوجاتا ہے اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر ومتاخر ہے۔‘‘ (ایضاً ص ۹۵)

’’یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد آتی ہے اور اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے۔‘‘

(مباحثہ شاہجان پور ص ۲۵، مطبع قاسمی دیوبند)

ان تصریحات کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا کسی صاحب فہم ودیانت کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ سوائے اس کے کہ جو انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کررہا ہو۔

## مقام غور

قادیانیوں کے مغالطے کی پوری حقیقت آپ کے سامنے بے نقاب ہوچکی لیکن اس میں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ یہ حضرات اپنے دعویٰ کے مطابق حضرت مرحوم کی کوئی عبارت مغالطے کے طور پر بھی پیش نہیں کرسکے۔ ان کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف غیر تشریعی نبوت باقی ہے کوئی مستقل شریعت والا نبی ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ آنحضرت ﷺ سے مرتبے میں کم ہی کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں نے حضرت مولانا محمد قاسم کی ختم نبوت مرتبی کی جو عبارت ختم نبوت زمانی کے مغالطے میں پیش کی ہیں۔ اگر اسے واقعی ختم نبوت زمانی کے متعلق بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے ان نبیوں کی آمد بھی ممکن ٹھہرتی ہے جو آنحضرت کے مرتبے کے تو نہ ہوں لیکن اپنی مستقل شریعت رکھتے ہوں۔

حالانکہ اس کے قادیانی خود بھی قائل نہیں۔ اس موقع پر تو انہیں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ یہ عبارات محض ختم نبوت مرتبی کے باب میں ہیں۔ ختم نبوت زمانی کے متعلق ہرگز نہیں۔ یہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی شان اعجاز ہے کہ اتنے ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود بھی ان لوگوں کو حضرت مرحوم کی ایک عبارت بھی اپنے دعویٰ کے موافق نہیں مل سکی اور مغالطے کے طور پر بھی وہ ایک ایسی عبارت پیش نہیں کرسکے جہاں ان کے دعویٰ اور دلیل میں دلالت مطابقی ہو۔

وللہ الحمد ظاہراً وباطناً!

# حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا عقیدہ ختم نبوت

## حضرت تمام علماء ہند کے مرکزی استاد نقشبندی سلسلہ کے مرشد گرامی بارہویں صدی کے مجدد تھے

### حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث وہلی (۱۱۷۶ھ) کے والد شاہ عبدالرحیم اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں شریک رہے۔ آپ برصغیر پاک وہند کے تمام علماء حق کے سرتاج ہیں۔ آپ کا گھرانہ بیت علم الحنفیہ (احناف کے علم کا گھر) کے نام سے معروف تھا۔ یہ گھرانہ علم کا ایک ایسا شہر تھا جہاں کسی کا اسلام کی شاہراہ سے بھٹک جانا ناممکن تھا۔ اسلام میں ان کے نام پر نہ کوئی وسوسہ راہ پاسکتا ہے نہ کسی تحریک کو راہ مل سکتی ہے۔ قادیانیوں کا ان کو اپنی حمایت میں کھڑا کرنا ان کی سخت حماقت ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج برصغیر پاک وہند میں عقیدہ ختم نبوت بس یہی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد صرف نئی شریعت کا دروازہ بند ہے نہ کہ مطلق نبوت کا۔ تابع شریعت محمدی کئی نبی آسکتے ہیں۔ استغفراللہ العظیم!

### حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

۱...... ''فالنبوۃ انقضت بوفات النبی ﷺ''

(حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۲۱۲ مصر ص۱۹۵ طبع دوم مبحث فی الفتن)

ترجمہ: پس نبوت حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ ختم ہوچکی ہے۔

ختم نبوت کو حضور اکرم ﷺ نے صرف ''لا نبی بعدی'' سے بیان نہیں کیا اسے انقطاع نبوت ذہبت النبوۃ اور اپنے دور نبوت کے قیامت سے متصل ہونے کے مختلف پیرایوں سے بھی بیان کیا۔ شاہ صاحب نے یہاں اسے انقضائے نبوت کی تعبیر دی ہے۔ ان عنوانات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حدیث ''لا نبی بعدی'' کو نہ کوئی استثناء دیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی تخصیص اور نہ ختم نبوت سے ختم کا کوئی اور معنی لیا جاسکتا ہے لفظ انقضاء اپنے ان سب احتمالات کو یکسر بہالے جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی تشریح میں ہے۔
حضور ﷺ نے فرمایا: ’’**ان ھذا الامر بدأ نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃً ثم ملکا عضوضاً...... الخ**‘‘ (حوالہ حدیث)

ترجمہ: بے شک اس دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہوئی پھر خلافت ہوگی اور پھر اس کے بعد کاٹنے والا بادشاہی نظام چل نکلے گا۔

اس ارشاد نبوت کی تشریح حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبوت تو آنحضرت ﷺ کی وفات سے پوری اور ختم ہوگئی اور خلافت جس میں تلوار اسلام میں نہ چلی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ختم ہوگئی اور حاصل خلافت راشدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری پر ختم ہوا اور اس کے بعد ملک عضوض کا دور شروع ہوگیا۔

حضرت شاہ صاحب نے جس سیاق میں ختم نبوت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے ہے اس کا اصل یہی ہے کہ ہر طرح کی نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ خواہ نئی شریعت والی ہو خواہ پہلی شریعت سے توارد رکھنے والی اب کوئی نبی نہ پیدا ہوگا۔

یہاں ہٰذا الامر سے آپ نے اس امت کا عروج وزوال بیان کیا ہے۔ اس کا پہلا دور نبوت اور رحمت کا ہے دوسرا خلافت کا اور تیسرا بادشاہت کا۔ اب ہم جو جمہوریت کے چوتھے دور سے گزر رہے ہیں اس کا آغاز مغربی اقوام سے ہوا ہے۔ اس لئے اس کا ہمارے ان تین ادوار سے تسلسل نہیں۔ صورت حال جو بھی ہو یہ بات یقینی ہے کہ دور نبوت اس امت کا بس پہلا دور ہی تھا۔ اس کے بعد کوئی اور دور نبوت بھی ہوتا تو آپ اس کا یہاں ذکر کرتے۔ انقضاء نبوت کے بعد پھر یہاں کبھی نبوت آنے کی نہیں۔

اس ختم نبوت کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ خلافت راشدہ ہے۔ پس نبوت اور خلافت کے مابین اگر کسی بروزی یا انعکاسی نبوت کا کوئی ادنیٰ امکان بھی باقی ہوتا تو حضور ﷺ اسے یہاں بیان فرماتے۔ کیونکہ مقام ذکر میں عدم ذکر، ذکر عدم کا فائدہ دیتا ہے اور حضرت شاہ صاحب کا اس واقعہ پر ختم نبوت کا اعلان خود اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ حضور ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی ہے۔

آپ اپنے ختم نبوت کے عقیدے کو ان لفظوں میں بھی بیان کرتے ہیں:

۲...... ’’**ومحمد ﷺ خاتم النّبیین لانبی بعدہ ودعوتہ عامۃ لجمیع**

الانس والجن وھو افضل الانبیاء بھٰذہ الخاصۃ وبخواص اخریٰ نحو ھذہ‘‘ (تفہیمات الٰہیہ ج۱ ص۱۴۷ طبع بجنور یوپی انڈیا ونحو فی الاعتقاد الصحیح ص۵۰، والعقیدۃ الحسنہ ص۸)

ترجمہ: اور حضورﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ آپ کی دعوت سب انس وجن کو شامل ہے اور آپ اس خصوصیت اور اس جیسی دوسری خصوصیات کے لحاظ سے سب سے افضل نبی ہیں۔

اور سنئے:

۳...... امام باصطلاح ایشاں معصوم مفترض الطاعت، منصوب للخلق است ووحی باطنی درحق امام تجویز مے نمایند۔ پس درحقیقت ختم نبوت رامنکر اند گوبزبان آنحضرتﷺ راخاتم الانبیاء می گفتہ باشند۔

ترجمہ: ان لوگوں کی اصطلاح میں امام زماں معصوم، واجب الاطاعت اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہوتا ہے اور اس کے حق میں یہ لوگ وحی باطنی جائز قرار دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ حقیقتاً ختم نبوت کے منکر ہیں خواہ حضورﷺ کو خاتم الانبیاء کیوں نہ کہتے ہوں۔

مرزاغلام نے خود بھی اسے تسلیم کیا ہے وہ لکھتا ہے:’’ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر ونہی بیان کئے اور اپنی موت کے لئے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

نوٹ: اس عبارت سے واضح ہوا کہ آنحضرتﷺ کے بعد کسی شخص کو معصوم، واجب الاطاعت اور اصلاح خلق کے لئے مامور مان لینا ہی ختم نبوت کا انکار ہے۔ یعنی ختم نبوت کے انکار کے لئے ضروری نہیں کہ کسی کو صاحب شریعت جدیدہ ہی مانا جائے۔ اگر کسی کو پہلی شریعت کا تابع مان کر بھی معصوم اور مامور من اللہ مان لیا جائے تب بھی ختم نبوت کا عقیدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ ہزار مرتبہ زبان سے حضورﷺ کو خاتم الانبیاء کہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ تشریعی اور غیرتشریعی نبی کی تقسیم ان معنوں میں کہ کوئی نبی صاحب شریعت ہوتا ہے اور کوئی غیرصاحب شریعت درست نہیں۔ خواہ اس کی شریعت وہی ہو جو اس سے پہلے کی تھی اور خواہ وہ شریعت جدیدہ لائے۔ بہرحال کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے پاس کوئی شریعت موجود نہ ہو اور وہ غیرصاحب شریعت ہو۔ معاذ اللہ! یہ

بات تو مسلم ہے کہ وحی ہر نبی پر آتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے خواہ یہ حکم ہو کہ وہ شریعت سابقہ کی ہی تعلیم دے اور خواہ اسے احکام جدیدہ دیئے جائیں۔ اس حکم وحی کو ہی شریعت کہا جاتا ہے۔ صاحب شریعت سابقہ نبی کو جب ایسا حکم وحی موصوف ہوا تو پھر پہلی شریعت ہی اس کی شریعت ہو جاتی ہے اور وہ قوت حاکمہ اور معیار بن جاتا ہے۔

**''قال اللہ تعالٰی: انّا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھاالنّبیون''** (المائدہ:۴۴)

ترجمہ: ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔ بعد کے انبیاء اس کے ساتھ حکم کیا کرتے تھے۔

جب تک یہ نہ مانا جائے کہ ہر نبی صاحب شریعت ہوتا ہے۔ خواہ صاحب شریعت سابقہ ہو اور خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہو اس وقت تک یہ اصول بھی قابل تسلیم نہیں ہوتا کہ ہر نبی مطاع ہوتا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے: **''وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ''** (النساء:۶۴)

پس ضروری ہوا کہ ہر نبی اور رسول کی کچھ تعلیم ہو جس میں اس کی اطاعت کی جائے۔ ورنہ اس کے مطاع ہونے کے کیا معنی۔ اگر وہ تعلیم اس سے پہلے نبی کی تھی تو چونکہ یہ خود بھی مطاع ہے اس لئے وہ تعلیم اب اسی کی شمار ہوگی اور اس پر اس کا حکم نافذ ہوگا اور اگر وہ تعلیم جدیدہ لے کر آئے تو پھر بھی مطاع وہ خود ہی ہوگا۔

بہرحال ہر پیغمبر کے لئے مطاع ہونا ضروری ہے اور ہر مطاع کے لئے صاحب تعلیم ہونا ضروری ہے اور نبی کی ہر تعلیم اس کی شریعت کہلاتی ہے۔ سوائے اسے تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ہر پیغمبر صاحب شریعت ہوا ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: **''لکل جعلنا منکم شرعۃً ومنھاجا''** (المائدہ:۴۸)

ترجمہ: اور تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی۔

شرعہ اور شریعت کا ایک ہی معنی ہے۔ علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں: **''والشرعۃ والشریعۃ ھی الطریقۃ الی الماء شبہ بھاالدین لکونہ سبیلاً موصلاً الٰی ما ھو سبب للحیاۃ الا بدیۃ...... کما ان الماء سبب للحیاۃ الفانیۃ''**

(تفسیر ابوسعود بحاشیہ تفسیر کبیر امام رازی ج۳ ص۴۵ تفسیر سورۃ المائدہ)

ترجمہ: شرعت اورشریعت لغت میں پانی کے گھاٹ کو کہتے ہیں۔ دین کو اس سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ اسی طرح حیات ابدی کا سبب ہے جس طرح پانی اس حیات دنیوی کا سبب ہے۔

’’الشریعة فی کلام العرب المشرعة التی یشرعها الناس فیشربون منها فالشریعة فعیلة بمعنی المفعولة وهی الاشیاء التی اوجب اللہ تعالیٰ علی المکلفین ان یشرعوا فیها‘‘ (تفسیر کبیر ج۱۲ص۲۷۲تفسیر سورۃ المائدہ شاملہ)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر رسول کی ایک مستقل شریعت ہوتی ہے خواہ وہ شریعت سابقہ ہو، خواہ شریعت جدیدہ۔

’’قوله لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا یدلّ علیٰ انه یجب ان یکون کل رسول مستقلاً بشریعة خاصة‘‘ (تفسیر کبیر امام رازی ج۱۲ص۲۷۲ ایضاً)

جب ہر رسول کے لئے ایک شریعت ہے وہ پہلے کی ہو یا کوئی نئی تو یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ کوئی نبی اور رسول بغیر شریعت نہیں ہوسکتا سو واضح ہوا کہ نبی اور صاحب شریعت ہم معنی الفاظ ہیں۔ اپنے اسی مؤقف پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: ’’ختم بی النّبیون ای لایوجد بعده من یأمره اللہ سبحانه بالتشریع علی الناس‘‘ (تفہیمات ج۲ص۷۳ طبع بجنور یوپی)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ یعنی اب کوئی شخص ایسا نہ پایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ کسی شریعت کا حکم دے کر لوگوں پر مامور کرے۔

خواہ وہ شریعت سابقہ ہو یا شریعت جدیدہ۔ پس اگر کوئی نادان تشریع سے مراد تشریع جدید لے کر یہ معنی کرے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک صرف صاحب شریعت جدیدہ نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور صاحب شریعت پیدا ہوسکتا ہے تو یہ ایک اس کی ایک اپنی بات ہوگی۔ اسے شاہ صاحب کے ذمہ لگانا ایک بہتان اور ایک افتراء ہے۔

جسے اللہ تعالیٰ کسی شریعت کا حکم دے کر لوگوں پر مامور کرے اسے ہی نبی کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب آگے جا کر ایک اور مقام پر اس سارے جملے کے بجائے صرف ایک لفظ نبی استعمال کرتے ہیں۔

’’وصار خاتم هٰذه الدورة فلذلک لایمکن ان یوجد بعده نبی صلوٰت اللہ وسلامه‘‘ (تفہیمات ج۲ص۱۳۷ طبع ایضاً)

ترجمہ: اور آپ اس سلسلہ انبیاء کے خاتم ہوگئے پس یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پایا جاسکے۔

یہاں حضرت شاہ صاحب نے آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک انبیاء کرام کے مختلف دور قائم کئے ہیں اور جن انبیاء کو ان مختلف ادوار میں شامل کیا ہے ان میں تشریعی اور غیرتشریعی یعنی شریعت جدیدہ اور شریعت سابقہ والے سب پیغمبر شامل ہیں۔ اس تفہیم کو شاہ صاحب آخری دور کے آخری پیغمبر حضور خاتم النّبیین ﷺ کے ذکر پر اس عبارت میں ختم کرتے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور انور ﷺ ہر قسم کے نبیوں کے جمیع ادوار نبوت کے خاتم ہیں۔

علاوہ ازیں دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے جس بات کو تفہیمات کی گزشتہ عبارت میں ''من یأمر اللہ بالتشریع'' کے الفاظ میں بیان کیا تھا اس کو آپ یہاں فقط لفظ نبی سے بیان فرمارہے ہیں۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک ہر نبی تشریعی ہے۔ خواہ اس کی شریعت وہی ہو جو اس سے پہلے موجود تھی، کوئی نبی بغیر تشریعی نہیں ہوا۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب نے کس لطیف انداز میں ''نبی'' اور صاحب شریعت کو ہم معنی بتلایا ہے اور کس واضح انداز میں تصریح کی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ خواہ وہ صاحب شریعت سابقہ ہو اور خواہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ہاں آپ نے یہ ضرور فرمایا کہ آپ کے بعد ولایت کا دروازہ کھلا ہے۔ کیونکہ آپ باب نبوت کے خاتم ہیں اور باب ولایت کے فاتح ہیں۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی غیرتشریعی نبی بھی نہیں ہے۔

۵…… حضرت پیغامبر ما افضل الخاتمین والفاتحین و''خاتم النبوۃ'' وفاتح الولایت ﷺ پیدا شدند و آنحضرت یکے از اشراط قیامت اند و آنحضرت ﷺ با قیامت مثل سبابہ و وسطیٰ باہم پیوستہ اند…… بعد از آنحضرت ﷺ ہر فاتح و خاتم کہ ہست در باب ولایت است۔ (تفہیمات ج۱ ص۷۶)

ترجمہ: ہمارے نبی کریم ﷺ افضل الخاتمین کہ نبوت کو ختم کرنے والے اور افضل الفاتحین کہ ولایت کا دروازہ کھولتے ہیں پیدا ہوئے آپ علامات قیامت میں سے ہیں اور حضور ﷺ قیامت کے ساتھ پہلی دو انگلیوں کی طرح متصل ہیں (یعنی آپ کے بعد کسی اور نبی کا دور نہیں بلکہ دور قیامت ہے) آپ ﷺ کے بعد جو فاتح اور خاتم بھی ہوگا ولایت کے باب میں ہوگا (یعنی باب نبوت مطلقاً بند ہے۔ خواہ شریعت سابقہ کے ساتھ ہو خواہ شریعت جدیدہ کے ساتھ)

۶…… ''واعلم ان الدجاجلۃ دون الدجال الاکبر کثیرہ ویجمعھم امر

واحد وھو انھم یذکرون اسم ویدعون انھم یدعون الناس ...... فمنھم من یدعی النبوۃ'' (تفہیمات ج۲ ص۱۹۸ مطبوعہ بجنور یوپی)

ترجمہ: اور جان لو کہ دجال اکبر کے سواء اور بھی بہت سے دجال ہیں جن سب میں ایک امر مشترک ہے وہ یہ کہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انہی دجالوں میں سے ہے جو (حضور ﷺ کے بعد) نبوت کا دعویٰ کرے۔

۷...... حضرت شاہ صاحب اس ضمن میں کہ قطعیات میں تاویل کرنے والا زندیق ہے ایک مثال یہ دیتے ہیں: ''او قال انّ النبی ﷺ خاتم النبوۃ ولکن معنی ھٰذاالکلام انہ لایجوز ان یسمی بعدہ احد بالنبی واما معنی النبوۃ وھو کون الانسان مبعوثاً من اللہ تعالٰی الی الخلق مفترض الطاعۃ معصوماً من الذنوب ومن البقاء علی الخطاء فیما یری فھو موجود فی الائمۃ بعدہ فذلک ھو الزندیق قد اتفق جماھیر المتأخرین من الحنفیہ والشافعیۃ علٰی قتل من یجری ھٰذہ المجری''

(المسوی عربی شرح موطا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ج۲ ص۱۳۰ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی)

ترجمہ: یا وہ شخص جو یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ خدا کا کوئی مفترض الطاعت اور معصوم فرستادہ نہیں آئے گا تو یہ شخص بلاشبہ زندیق ہے اور ایسے شخص کے بارے میں جمہور متاخرین حنفیہ اور شافعیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

ناظرین کرام! مقام غور ہے کہ جس مقدس ہستی کا عقیدہ ختم نبوت اتنا مضبوط اور واضح ہو کہ غیرتشریعی یا ظلی بروزی نبی تو درکنار ''بغیر کسی کو نبی کا نام دینے کے کسی کو معصوم اور مفترض الطاعۃ سمجھ لینا'' بھی عقیدہ ختم نبوت کا انکار ہو اسے آیت خاتم النّبیین کا محرف قرار دے کر اس بات کا قائل ظاہر کرنا کہ اس کے نزدیک غیرتشریعی نبی آ سکتا ہے اگر عدل وانصاف کا خون کرنا اور عاقبت کی رسوائی اور بدبختی مول لینا نہیں تو اور کیا ہے۔

''اعاذنا اللہ من التحریفات فی ضروریات الدین''

شاہ صاحب تو قرآن پاک کے فارسی ترجمے میں آیہ خاتم النّبیین کا ترجمہ ہی اس عبارت میں لکھتے ہیں: ''مہر پیغمبران است یعنی بعد از وے ہیچ پیغمبر نہ باشد۔''

ہیچ کا معنی کیا ہے؟ یہی نا کہ اب آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

## حضرت شاہ صاحب کے بیٹے کی شہادت

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رسالہ قیامت نامہ میں لکھتے ہیں: ’’کمالات میں سب سے بہتر کمال جو نبوت اور رسالت ہے وہ دنیا سے منقطع ہوا اور آپ کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے آسمانی وحی اور خبر کا سلسلہ دنیا سے موقوف ہوا۔‘‘ (قیامت نامہ ص۳)

یہ سلسلہ کب موقوف ہوا؟ آپ ﷺ کی وفات پر۔ اس عبارت میں ختم نبوت کو نبوت ورسالت کے ختم سے نہیں انقطاع نبوت سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ آپ نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ ختم نبوت سے صرف آسمانی احکام ملنے بند نہیں ہوئے آسمانی خبروں کا ملنا بھی موقوف ہو چکا ہے۔ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ اب نہ آسمان سے کوئی نئے احکام آئیں گے اور نہ کسی کو قطعی صورت میں آسمان سے خبریں ملیں گی۔ وحی احکام اور وحی اخبار دونوں سلسلے آپ ﷺ پر بند ہوئے۔

غور فرمایئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اگر ختم نبوت کے بعد وحی اخبار (نبوت غیر تشریعی) جاری ہوتی تو آپ کے بیٹے کیا کھل کر یہ بات کہہ سکتے تھے کہ ختم نبوت کے بعد اب اخبار الٰہیہ بھی کسی پر قطعی درجے میں نہیں اتریں۔

## حضرت شاہ صاحب کے پوتے کی شہادت

اب آیئے حضرت شاہ صاحب کے پوتے شاہ اسماعیل شہید کی بھی شہادت سنیں کہ اس خانوادہ علمی میں عقیدہ ختم نبوت اپنے کس مفہوم میں سمجھا جاتا رہا ہے۔

محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے خدا ہم کلام ہوتا ہو مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امت کے محدث تھے۔ پہلے ادوار میں محدث ایک طرح کے رسول سمجھے جاتے تھے اور یہ رسالت کا ہی ایک مختلف پیرایہ تھا۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرح کے رسولوں کا بیان ہے: ’’اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انّا الیکم مرسلون‘‘ (یٰسین:۱۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک آیت کی ایک قرأت اس طرح بھی کی ہے: ’’وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث‘‘ (الحج:۵۲)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نبی اور محدث ایسا نہیں بھیجا کہ...... الخ!

غور کیجئے، محدث میں اگر کسی پیرایہ کی رسالت ہوسکتی ہے تو وہ اخبار غیبیہ اور مکالمہ الٰہیہ کے سواء اور کس قسم کی ہوگی؟ وحی احکام تو ہونے سے رہی۔ آپ محدثیت کو وحی غیرتشریعی کہہ لیں تاہم سوال یہ ہے کہ کیا اس امت میں محدثیت کے پیرایہ کی رسالت باقی ہے؟ یا یہ سلسلہ بھی نبوت ورسالت کے ساتھ حضور ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’**فالتفاوت بین الانبیاء والمحدثین کالتفاوت بین الرسل وغیرھم من الانبیاء وبین اولی العزم وغیرھم من الرسل وبین خاتم الانبیاء وغیرہ من اولی العزم ولذٰلک قد ینسب الرسالۃ الی المحدثین ایضاً کما قراء ابن عباس وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث**‘‘

ترجمہ: انبیاء اور محدثین میں اس طرح کا فرق ہے کہ جس طرح کا فرق رسولوں اور نبیوں میں ہے یا جیسا اولوالعزم رسولوں اور دوسرے رسولوں میں ہے یا جیسے آنحضرت ﷺ اور دوسرے اولوالعزم رسولوں میں ہے اور اسی لئے کبھی رسالت کی محدثین کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قراۃ میں رسول اور نبی کے ساتھ ولامحدث کے الفاظ بھی ہیں۔

اس عبارت کا آخری حصہ یہ ہے: ’’**ولذلک قد ینسب الرسالۃ الی المحدثین ...... ایضاً**‘‘

اسے قادیانی مبلغ اپنے حق میں پیش کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ یہاں جو بات شاہ صاحب نے کہی ہے وہ پہلولوگوں کے بارے میں ہے۔ اس امت میں کوئی محدث رسول نہیں کہلا سکتا۔ اب اگر کسی نے غیبی خبریں پانے والے کو رسول کہہ دیا تو یہ امت کے عقیدہ ختم نبوت سے ایک کھلا تعارض ہوگا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آیت خاتم النّبیین ہر نبوت کا دروازہ بند کرتی ہو خواہ وحی احکام ہو یا وحی اخبار غیبیہ اور مکالمہ الٰہیہ۔ حق یہ ہے کہ ہر طرح کی نبوت ورسالت آپ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ شاہ اسماعیل شہید اوپر والی عبارت کے صرف نوسطر بعد یہ وضاحت کرتے ہیں: ’’**ولمّا ختمت النبوۃ بخاتم الانبیاء ولم یجز نسبۃ الرسالۃ الٰی احد من المحدثین بعدہ ﷺ لئلا**

یعارض ھٰذاالقول کونہ خاتماً تعارضا فی بادی الرائی ولذٰلک قال النبی ﷺ عن المحدثیة لقوله لو کان بعدی نبیاً لکان عمر‘‘

ترجمہ: جب حضور خاتم الانبیاء ﷺ پر نبوت ختم ہوچکی تو اب کسی محدث کی طرف رسالت کا منسوب کرنا جائز نہ ٹھہرے گا تاکہ اس طرح کرنے اور حضور ﷺ کو خاتم النّبیین کہنے میں ظاہراً بھی کوئی تعارض واقع نہ ہو پائے اور اسی لئے حضور ﷺ نے اس امت کے محدث سے ان الفاظ سے نبوت کی نفی کی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ یعنی وہ بھی نبی نہیں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محدثیت پر اب نبوت اور رسالت کا لفظ بولا نہیں جاسکتا۔ نبوت اور رسالت محدثیت کے معنی بھی لی جائے تو یہ بھی آنحضرت ﷺ پر ختم ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خانوادہ علمی میں ختم نبوت کا عقیدہ ہمیشہ اسی معنی میں سمجھا اور سمجھایا گیا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین پر غیر تشریعی نبوت گو وہ محدثیت کے پیرایہ میں ہو (جس میں صرف اخبار غیبیہ کھلتی ہیں اور محدث مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے) یہ سلسلہ بھی بند ہے۔ اب آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت میں نہ کوئی تشریعی نبی پیدا ہوگا نہ غیر تشریعی۔ نبوت ہر پیرایہ میں حضرت خاتم النّبیین پر ختم ہوچکی ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ جب یہ بات آپ کے سامنے آئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ’’لا نبی بعدی‘‘ کے معنی ’’لا مشرع بعدی‘‘ کئے ہیں تو اس سے ہر انصاف پسند یہی سمجھے گا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص مبعوث نہ ہوگا جس کی کوئی قانونی حیثیت ہو اور شریعت کی رو سے اسے ماننا ضروری ٹھہرے۔ یہاں تک کہ اسے نہ ماننے والا جہنمی سمجھا جائے۔

کسی بزرگ کی کسی متشابہ عبارت کو اس کی اپنی تشریح سے حل کرنا ہی سلامتی کی راہ ہے متشابہ آیات تو قرآن کریم میں بھی موجود ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ان سے سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں میں بیماری ہے کوئی سعید الفطرت عقائد کشید نہیں کرتا عقائد کا مدار محکمات پر ہے اور وہی امّ الکتاب ہیں نہ کہ متشابہات پر۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) سے پہلے محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) دسویں صدی کے مجدد ہوتے ہیں ان پر بھی قادیانیوں نے عقیدہ ختم نبوت میں ایک بڑا جھوٹ باندھا ہے ہم ان شاء اللہ العزیز آگے قادیانیوں کے اس دعویٰ کا بھی ایک تحقیقی جائزہ لیں گے۔ واللہ ھو المؤفق!

# محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

’’دعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع‘‘

(ملحقات شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا باجماع ایک کفر ہے۔

۱...... ظاہر ہے کہ یہ اجماع مسیلمہ کذاب کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا تھا، مسیلمہ کذاب نے مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا وہ نمازیں بھی اسلام کے طریقے پر پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضور ﷺ کی نبوت کا برابر اعلان بھی کرتا تھا۔

(تاریخ طبری ج۳ ص۴۴)

اس سے ثابت ہوا کہ جس دعویٰ نبوت کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کفر قرار دے رہے ہیں اس سے مراد غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ ہے اور اجماع اسی بات پر ہوا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کفر ہے۔

۲...... ملاّ علی قاری کی اس عبارت کا سیاق یہی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ مکہ اور بصرہ میں بیک وقت دیکھا گیا اس پر ابن مقاتل نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا یقین کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ کیوں یہ کہ معجزات میں سے ہے، کرامات میں سے نہیں۔ اس کے بارے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فصول عمادی اور فصول استروشی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ کرامات میں ہے معجزات سے نہیں۔ کہ معجزے میں دوسرے کے مقابلے میں غلبہ پانے کا دعویٰ ہوتا ہے جو یہاں نہیں ہے۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔ اس کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’واقوال التحدی فرع دعوی النبوۃ ودعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع‘‘

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ خرق عادت امور میں دوسرے پر غلبہ پانے کا دعویٰ نبوت کے دعویٰ کی ایک شاخ ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ اجماع کے ساتھ کفر ہے۔

اب تو یہ ظاہر ہے کہ خرق عادت امور میں دوسرے پر غلبے کا دعویٰ جس طرح تشریعی نبوت میں ہوتا ہے اسی طرح غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوتا ہے اور اسی دعویٰ نبوت کو ملاّ

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کفر قرار دے رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد ہر دعویٰ نبوت خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی کفر ہے۔

ان واضح تصریحات کی موجودگی میں کسی بدبخت کا یہ افتراء کہ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ غیر تشریعی نبوت کو جاری سمجھتے تھے، علمی دیانت اور انصاف کے قطعاً خلاف ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو دو امور لازم ہیں:

۱...... کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو، یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔ کسی نبی کی بعثت نہ ہو۔

۲...... پہلے نبیوں سے اگر کوئی یہاں آجائے تو وہ آپ کی شریعت کا تابع اور امت ہو کر رہے۔

امر اوّل کے اس ضمن میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد حدیث ’’**لا نبی بعدی**‘‘ کے مخالف نہیں۔ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’**فالمعنی انه لا یحدث بعده نبی لانه خاتم النّبیین السابقین**‘‘ (مرقات ج۵ ص۵۶۴ طبع قدیم مناقب علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب)

ترجمہ: پس معنی یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا کیونکہ آپ پہلے سب نبیوں کے آخر یعنی خاتم الانبیاء ہیں۔

اور امر ثانی کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے نبیوں کی آمد کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’**فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النّبیین اذا المعنی انه لا یأتی نبی بعده ینسخ ملته ولم یکن من امته ویقوی حدیث لو کان موسیٰ علیہ السلام حیا لما وسعه الا اتباعی**‘‘ (موضوعات کبیر ص۱۰۰ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)

ترجمہ: پس یہ آیت خاتم النّبیین کے معارض نہیں۔ کیونکہ اس امر (یعنی اگر حضرت خضر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی پہلا نبی آجائے گا) کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی ایسے پچھلے نبی کی آمد نہیں ہوسکتی جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی ملت میں ہو کر نہ رہے۔

حضرت ملاّ علی قاری یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اور بزرگ کو نبی بناتا تو اسے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تاجدار ختم نبوت سے پہلے نبی بناتا۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور اس فرض صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخصات بھی وہی ہوں جو اب تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم حضور ﷺ کے بیٹے بھی ہوں اور پھر آنحضرت ﷺ سے پہلے کے نبی ہوں بنا برفرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخص لازم

نہیں۔ یعنی ان کے فرزند رسول ہونے سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رب العزت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کی طرح حضورﷺ سے پہلے کے نبی ہوتے اور حضورﷺ کے بعد تک موجود رہنے کی صورت میں حضورﷺ کے تابع شریعت ہوکر رہتے اور اس طرح کا اگر کوئی پچھلا نبی آ جائے تو اس کا آنا خاتم النّبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی پہلی شریعت نافذ نہ ہو۔ جیسے ایک صوبے کا گورنر کسی دوسرے گورنر کے صوبے میں چلا آئے تو وہ گورنر وہاں بھی ہوگا مگر اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہوگی۔

حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس خیال سے کہ ’’لا یاتی نبی بعدہ ‘‘ کے معنی پچھلے نبیوں کی آمد ہی کے لئے جائیں پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے نام ذکر فرما دیئے ہیں اور آخر میں احتیاطاً موسیٰ کا ذکر کر دیا ہے اور وہ بھی فرضی اور تقدیری طور پر کیونکہ یہ سب حضرات حضورﷺ سے پہلے کے نبی ہیں۔ اس مثال سے واضح ہوگیا کہ یہ سب کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد آیت خاتم النّبیین کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

یقین کیجئے کہ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی تشریحات نزول مسیح کے پیش نظر ہیں جنہیں قادیانی مبلغین اپنے خودساختہ معنی پر محمول کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس امر ثانی کو آیت خاتم النّبیین کے خلاف سمجھ کر یہ تاویل کی کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول نبی نہیں ہوں گے اور وہ اس بات کو نہ سمجھے کہ ان کا نبی ہونا اور بات ہے اور ان کی نبوت کا نافذ ہونا اور بات ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی تو ہوں لیکن ان کی نبوت نافذ نہ ہو تو یہ مفہوم آیت خاتم النّبیین کے مخالف نہ ہوگا حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’اقول لا منافاۃ بین ان یکون نبیاً ویکون متابعاً لنبیّنا ﷺ فی بیان احکام شریعتہ واتقان طریقتہ ولو بالوحی الیہ کما یشیر الیہ قولہ ﷺ لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی ای مع وصف النبوۃ والرسالۃ والا فمع سلبہما لا یفید زیادۃ المزیدۃ فالمعنی انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النّبیین السابقین‘‘ (مرقات ج۵ ص۵۶۴ طبع قدیم باب مناقب علیؓ ابن ابی طالب)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ آپ کے نبی ہونے میں اور آپ کے احکام شریعت میں ہمارے نبی پاک کے تابع ہونے میں ہرگز کوئی منافات نہیں ہے اگرچہ آپ پر وحی بھی آئے حضور ﷺ کی اس حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ اگر موسیٰ بھی (اس زمین پر) زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی سے چارہ نہ تھا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی نبوت ورسالت سے موصوف رہتے ہوئے میری پیروی کرتے ورنہ ان سے نبوت اٹھالئے جانے کی صورت میں ان کا حضور ﷺ کی پیروی کرنا آپ کی فضیلت میں کوئی اضافہ نہیں کرتا۔ سو حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (یہ نہیں کہ کوئی پہلا بھی نہ آسکے)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی (زمین پر) زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ یعنی وہ نبوت اور رسالت سے موصوف ہونے کے باوجود میری اطاعت کرتے۔ کیونکہ نبوت اور رسالت کے بغیر موسیٰ کے مطیع ہونے سے حضور تاجدار ختم نبوت کے مطاع ہونے میں کسی فضیلت کا اظہار نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ مقام مدح ہے۔ سو واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کا نبی ہونا آیت: ’’خاتم النّبیین‘‘ اور حدیث: ’’لا نبی بعدی‘‘ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا صحیح مطلب جو امت نے سمجھا ہے یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تو یہ سمجھا رہے تھے کہ کسی پچھلے نبی کا امتی نبی بن کر آنا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن قادیانی مبلغین اسے اس تحریف کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے پیدا ہونے کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ! یاد رکھئے کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ممکن سمجھنا خواہ غیر تشریعی ہی کیوں نہ ہو، کفر، ارتداد اور زندقہ والحاد ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر اہل کذب وتلبیس کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

۴...... **’’وقد یکون فی ھٰؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوۃ بمثل ھٰذہ الخزعبیلات او یطلب تغیر شئ من الشریعۃ ونحو ذٰلک‘‘**

(ملحقات شرح فقہ اکبر ص۱۸۴، مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ترجمہ: اور کبھی ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو واجب القتل ہوں جیسے وہ شخص جو دعویٰ نبوت کرے اس طرح کی لغویات کے ساتھ یا شریعت کی کسی شئے کے بدلنے کے

ساتھ۔ پیش نظر رہے کہ مطلق لغویات کا ارتکاب ہرگز قتل کی زد میں نہیں آتا۔ اگرچہ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے لیکن یہاں حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود عدم تغیر شریعت قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ مطلق ارتکاب لغویات پر نہیں۔ بلکہ اس کے دعویٰ نبوت پر دیا ہے وہ تبدیلی جو شریعت کے ساتھ ہو یا بغیر کسی تبدیلی شریعت کے۔

پس واضح ہوا کہ حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ دعویٰ نبوت بھی موجب قتل ہے جس میں شریعت نہ بدلی جائے صرف لغویات ہی ہوں اور وہ بھی موجب قتل ہے جس میں شریعت کے احکام تبدیل کئے جائیں۔

پھر آپ شمائل ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں: ’’**انه ختمهم ای جاء اٰخرهم فلا نبی بعده ای لایتنباء احدبعده فلا ینافی نزول عیسٰی علیہ السلام متابعاً لشریعته مستمداً من القرآن والسنة**‘‘ (جمع الرسائل شرح شمائل ج۱ ص۳۲، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے سلسلہ انبیاء کو ختم کیا اور آپ سب سے آخر میں تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ پس یہ حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منافی نہیں جو آپ کی شریعت کے تابع ہوکر اور قرآن وسنت سے مستفید ہونے کی صورت میں نزول فرمائیں گے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جب یہ کہتے ہیں کہ تابع شریعت ہوکر کسی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے ہرگز خلاف نہیں۔ اس سے ان کی مراد یہی ہوتی ہے کہ کسی پہلے نبی کا آنا جسے آنحضرت ﷺ کے اس عالم عنصری میں تشریف لانے سے پہلے نبوت ملی ہو۔ اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے ہرگز خلاف نہیں۔ کیونکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت دی نہیں جائے گی جیسا کہ: ’’**لا یتنباء احد بعده**‘‘ کے الفاظ اس پر ناطق ہیں۔ پس اگر شریعت محمدیہ ہوکہ کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ملاّ علی قاری جائز سمجھتے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حدیث: ’’**لا نبی بعدی**‘‘ کے ساتھ اس طرح تطبیق نہ دیتے۔ پھر اسی شرح شمائل میں آپ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

۶…… ’’**وانه خاتم النّبیین لانبی بعده واضافه الی النبوة لانه ختم به بیت النبوة حتی لایدخل بعده احد**‘‘ اور شرح شفا میں لکھتے ہیں: ’’**یحکم بشریعته ویصلی الیٰ قبلته ویکون من جملة امته**‘‘

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ پس یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے مخالف نہیں۔ کیونکہ آپ کو نبوت حضور ﷺ سے پہلے ملی ہوئی ہے اور وہ آپ کے بعد نازل ہوں گے۔ آپ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔ آپ کے قبلہ کی طرح رخ کر کے نماز پڑھیں گے اور آپ کی امت میں ہوکر رہیں گے۔

اور آخر میں لکھتے ہیں:

امت کا اجماع ہے کہ اس کلام کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یقین رکھا جائے کہ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے اس کا ظاہر مفہوم ہی شریعت کا مقصود ہے اور جو فرقے اس کے منکر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔

۷...... پھر آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی شرح میں کہ (ختم بی النّبیون) مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ’’(ختم بی النبیون) ای وجودھم فلا یحدث بعدی نبی ولا یشکل بنزول عیسیٰ علیہ السلام وترویج دین نبینا ﷺ علیٰ اتم النظام وکفیٰ بہ شھیداً وشرفاً‘‘

۸...... ’’قال السیوطی ای الوحی منقطع بموتی ولا یبقی ما یعلم منہ ما سیکون الّا الرویأ‘‘

یعنی حدیث کا مطلب بقول امام سیوطی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری وفات پر وحی منقطع ہو جائے گی اور آئندہ واقعات کے جانا جانے کی صورت میں ماسوائے رویائے صالحہ کے اور کوئی باقی نہ رہے گی۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رویائے صالحہ کے مابین ظلی بروزی انعکاس یا غیر تشریعی کسی قسم کی کوئی نبوت اور نبوت کی طرح کا ایسا کوئی منصب باقی نہیں۔ اگر ہوتا تو یہاں مذکور ہوتا۔

مرزا غلام احمد نے جب اپنی علیحدہ جماعت بنالی اور وہ حضور ﷺ کی بنائی ہوئی جماعت سے نکل گیا تو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت ملّا علی قاری کی موضوعات کبیر کی عبارت (جس میں ولم یکن من امتہ کے الفاظ موجود ہیں) سے کسی طرح کا استناد کرے۔

# حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت امام ربانی اپنے مکتوبات میں بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی امت کے کاملین کو حضور اکرم ﷺ کے کمالات سے حصہ ملتا ہے اور یہ حضرات کاملین کمالات ولایت کے ساتھ ساتھ کمالات نبوت سے بھی فیضیاب ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربانی کے ہاں یہ کمالات نبوت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو بھی بدرجہ اتم حاصل ہوئے اور مقام محمدی کی کامل تجلی بطور وراثت اور کمال متابعت ان کاملین امت پر اتری۔ ان کاملین امت نے اس کمال پیروی فرط محبت بلکہ عنایت ربانی اور موہبت یزدانی سے حضور اکرم ﷺ کے جمیع کمالات کو اپنے اندر اس طرح جذب کیا کہ اصل وظل اور اصالت وتبعیت کے سواء کوئی فرق محسوس باقی نہ رہا۔ بایں ہمہ ان حضرات میں سے کسی نے نہ کسی ظلی نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ بطور انعکاس کوئی نبی اور رسول ہوا۔ کمالات نبوت سے بہرہ ور ہونے اور مقام محمدی کی کامل تجلی پانے کے باوجود یہ حضرات ہرگز ہرگز نبی یا رسول نہ ہوئے۔ کیونکہ حضور ﷺ پر نبوت ہر پیرایہ سے ختم ہوچکی تھی۔

حضرت امام ربانی اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر کاملین امت کے لئے ان کمالات نبوت کا حصول مانتے ہیں اور ان کے کامل مصداق کے طور پر بار بار حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا نام پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی کے ہاں کمالات نبوت کے حصول نبوت کا حصول ہرگز نہیں۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بالاتفاق نبی ورسول نہ ہوئے تھے۔ ان حضرات قدسی صفات کے لئے کمالات نبوت کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں۔ کمالات نبوت اور لوازم نبوت میں جوہری فرق ہے جو بات ختم نبوت سے متصادم ہے وہ منصب نبوت کا حصول ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ خاتم النّبیین پر نبوت ختم ہوچکی اور اب آپ کے بعد کسی نبی اور رسول کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

## قادیانی مغالطہ

قادیانی مبلغین مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا مذکورہ بالا نظریہ وہاں سے نقل کرتے ہیں۔ جہاں اس کی پوری تفصیل موجود نہیں اور نہ اس کے ساتھ ان کمالات نبوت کا حصول حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے لئے مذکور ہے۔ قادیانی اس مختصر اور مجمل عبارت سے یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح کمالات نبوت کے حصول سے نبوت ملنے کی گنجائش نکل آئے۔ حالانکہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لے کر اپنی مراد کو دوسرے کئی مقامات پر واضح کر چکے ہیں۔ اب ہم پہلے حضرت امام ربانی کی وہ مختصر عبارت نقل کرتے ہیں جسے قادیانی اپنی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد اسی مضمون کی وضاحت حضرت امام ربانی کی دوسری عبارتوں سے پیش کریں گے۔ ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ حضرت امام ربانی کی اصل مراد پر مطلع ہوکر پھر قادیانی مبلغین کی راہ دجل پہنچانیں اور انہیں منکرین ختم نبوت قرار دیں۔

## قادیانیوں کی پیش کردہ عبارت

حضرت شیخ سرہندیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

حصول کمالات نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت ووراثت بعد از بعثت خاتم الرسل (علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰت والتحیات) منافی خاتمیت اونیست (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام) فلاتکن للممترین.

(مکتوبات ج۱ ص۴۳۲ مکتوبات نمبر۳۰۱ بنام مولانا امان اللہ مطبع نول کشور کانپور)

یعنی حضور ﷺ کے تابعداروں کے لئے کمالات نبوت کا حصول آنحضرت ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ آپ کے اس ارشاد کا صاف مطلب یہ ہے کہ کمالات نبوت جیسے مبشرات، رویائے صالحہ، سمت حسن، تسود اور اقتصاد وغیرہ ان کمالات نبوت کا حصول آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ مقام نبوت کے محض اجزاء اور عکوس وظلال ہیں اور ان کمالات نبوت سے اصل نبوت کا حصول لازم نہیں آتا۔ یہ کمالات نبوت تو باقی ہیں۔

لیکن مقام نبوت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، آنحضرت ﷺ کی ذات مقدسہ پر ہر اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ انبیاء کرام کو یہ کمالات نبوت بے توسط ملتے ہیں۔ یہاں شائبہ ظلیت نہیں ہے اور غیر انبیاء کو یہ کمالات انبیاء کے کمال متابعت اور وراثت کے توسط سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کمالات نبوت حاصل ہوئے۔ بایں ہمہ وہ نبی و رسول ہرگز نہ تھے۔

قادیانی مبلغین حضرت امام ربانی کی مذکورہ بالا عبارت کے پیش کرنے میں دو فریب کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت کے پورے مکتوب گرامی کو پیش نہیں کرتے۔ یہ وہ دجل ہے جسے صرف اہل علم ہی جان پاتے ہیں۔

۱...... قادیانی علماء حضرت امام ربانی کی کمالات نبوت کی اس بحث میں یہ ظاہر ہونے نہیں دیتے کہ ان کے ہاں حصول کمالات نبوت کا یہ مقام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا۔ بایں ہمہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے، پس ان کے ذکر سے اس قادیانی مغالطے کو یہ راہ نہ ملتی کہ کمالات نبوت کے حصول سے انسان مقام نبوت پر بھی فائز ہو جاتا ہے۔ (معاذ اللہ)

۲...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وصول بکمالات نبوت کا یہ مقام خود ان کی اپنی ذات گرامی کو بھی حاصل تھا۔ حالانکہ وہ خود پیغمبر اور رسول ہرگز نہ تھے۔ پس اس ذکر سے بھی یہ قادیانی مغالطہ بالکل بے نقاب ہو جاتا تھا کہ انسان کمالات نبوت کے حصول سے مقام نبوت بھی پا لیتا ہے۔ (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ)

حضرت امام ربانی کا یہ مکتوب گرامی حضرت مولانا امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ حضرت امام صاحب اس خط کے آخر میں مذکور الصدر دونوں باتوں کی تصریح فرماتے ہیں۔ قادیانی حضرات اگر انہیں ذکر کر دیں تو ان کی بات نہیں بنتی اور ان کا دجل کھل جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں: ''باید دانست کہ حصول ایں موہبت درحق انبیاء علیہم السلام بے توسط است و درحق اصحاب انبیاء (علیہم الرضوان) کہ بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است (علیہم السلام) بعد از انبیاء و اصحاب ایشاں (علیہم الرضوان) کم کس بایں دولت مشرف گشتہ است ہر چند جائز است دیگرے را بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مہتد سازند۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید     دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

انگارم کہ ایں دولت در کبار تابعین نیز پرتوے انداختہ است و درا کابر تبع تابعین نیز سایہ افگندہ بعد ازاں رو باستتار آوردہ تا آنکہ نوبت بالف ثانی از بعثت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام رسیدہ درایں وقت نیز آں دولت بہ تبعیت و وراثت بر منصۂ ظہور آمدہ وآخر را باول مشابہ ساختہ:

اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

(مکتوبات امام ربانی ج۱ ص۴۳۴ مکتوب نمبر۳۰۱ بنام مولانا امان اللہ)

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ اس انعام (وصول بکمالات نبوت) کا حاصل ہونا انبیاء علیہم السلام کے حق میں بغیر کسی توسط کے ہوتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو متابعت اور وراثت کے طور پر اس مقام سے مشرف ہوئے ہیں ان کے حق میں (وصول بکمالات نبوت) انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ہے۔ انبیاء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ایسے افراد بہت کم ہیں جو اس مقام پر فائز ہوئے ہوں۔ اگرچہ جائز ہے کہ کسی اور کو بھی متابعت اور وراثت سے اس دولت (وصول بکمالات نبوت) سے بہرہ ور فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت نے کبار تابعین پر بھی اپنا پرتو ڈالا ہے اور اکابر تبع تابعین پر بھی اس دولت کا سایہ پڑتا رہا ہے۔ اس کے بعد اس دولت نے اپنا چہرہ پردے میں رکھا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد الف ثانی (دوسرے ہزار کا دور) آپہنچا۔ اس وقت بھی یہ دولت (وصول بکمالات نبوت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور وراثت سے منصۂ ظہور پر آئی ہے اور آخر کو اوّل کے قریب کر دیا ہے۔

اس موہبت سے کیا مراد ہے۔ اس کا ذکر چند سطور پہلے بایں طور موجود ہے: ''اے فرزند حصول کمالات نبوت مربوط بموہبت محفل است ومنوط بہ مکرمت صرف کسب وتحمل را در حصول ایں دولت عظمیٰ ہیچ مدخلے نیست۔'' (مکتوبات ج۱ ص۴۳۲ مکتوب نمبر۳۰۱ بمولانا امان اللہ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے واضح ہے کہ کاملین امت کے لئے جن کمالات کا حصول حضرت امام ربانی تسلیم فرما رہے ہیں وہ کمالات نبوت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اکابر، تبع تابعین اور الف ثانی میں خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حاصل ہوئے۔ پس جب کہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے تو ثابت ہوا کہ ان کمالات کے حصول کا اجرائے نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ قادیانی حضرات کی

ایک چال ہے کہ وہ حضرت امام ربانی کی عبارت اس تفصیل کے بغیر ایک مجمل اور نامکمل صورت میں پیش کر کے عوام کو فریب دے رہے ہیں۔

یہ تو اس مکتوب گرامی کا آخری حصہ تھا۔ حضرت امام تو اس خط کے وسط میں بھی تصریح فرما چکے ہیں کہ:

بایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام علیہم السلام واز اصحاب ایشاں بہ تبعیت ووراثت ایشاں۔

ترجمہ: کمالات نبوت پر اس راہ سے انبیاء کرام علیہم السلام بھی چلے اور ان کی متابعت اور وراثت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی (ان کمالات نبوت) تک پہنچے ہیں۔

اب اس مکتوب گرامی کا حصہ اوّل بھی ملاحظہ فرمالیجئے اور قادیانی علم ودیانت کی داد دیجئے: ''ایں قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است علیہم السلام وایں منصب مخصوص بایں بزرگواراں علیہم السلام وخاتم ایں منصب سید البشر است علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود علیہما السلام'' (مکتوبات امام ربانی ج۱ ص۴۳۲)

ترجمہ: وہ قرب الٰہی جو انبیاء کو حاصل ہوتا رہا اصالۃً انبیاء کا ہی حصہ ہے اور یہ درجہ انہی بزرگوں سے خاص ہے اور اس منصب کے خاتم حضور اکرم ﷺ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول فرمانے کے بعد حضور خاتم النّبیین ﷺ کی ہی شریعت کے تابع ہوں گے۔

اب ہم حضرت امام ربانی کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو حضرت کے اس نظریہ کی کہ کاملین امت کو حضور اکرم ﷺ کی کمال متابعت اور وراثت سے کمالات نبوت ملتے ہیں۔ پوری وضاحت کرتی ہیں۔ ان سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ قادیانی مبلغین کا حضرت امام ربانی کے اس نظریہ سے اجرائے نبوت کی گنجائش نکالنا محض دھوکا اور فریب ہے اور ایک ایسا سراب ہے جس کے قریب آکر انہیں مایوس ہونے سے چارہ نہیں۔ قادیانی مبلغین استدلال کی دنیا میں اس قدر یتیم ہیں کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل ان پر صادق آتی ہے۔ بعید سے بعید احتمالات پیش کرتے ہیں۔

مگر اپنے دعویٰ کے مطابق ابھی تک ایک دلیل اور ایک حوالہ بھی ان کے ہاتھ نہیں لگا۔ اب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات پر غور کیجئے:

## مکتوب گرامی بنام مرزا حسام الدین

کمل تابعان انبیاء علیہم السلام بجہت کمال متابعت وفرط محبت بلکہ بمحض عنایت وموہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خودرا جذب مے نمائند وبکلیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتیٰ کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان وتابعان الا بالاصالۃ والتبعیۃ والاوّلیۃ والآخریۃ مع ذٰلک ہیچ تابع اگرچہ از متابعان افضل الرسل باشد بمرتبہ ہیچ نبی اگرچہ مادون انبیاء باشد نرسد لہٰذا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہ افضل بشر است بعد از انبیاء سرے او ہمیشہ زیر قدم پیغمبری مے باشد کہ پایان تر جمیع پیغمبران است۔ (مکتوبات ج۱ ص۲۶۶ مکتوب نمبر۲۴۸ بنام مرزا حسام الدین)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی کامل اتباع کرنے والے کمال متابعت فرط محبت بلکہ (اللہ تعالیٰ) کی محض عنایت وموہبت سے اپنے متبوع انبیاء کرام علیہم السلام کے جمیع کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور کلی طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ متبوع وتابع میں اصالت اور پیروی اور اوّلیت اور آخریت کے سوا اور کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

لیکن اس کے باوجود کوئی اتباع کرنے والا خواہ وہ حضور افضل الرسل کی متابعت کرنے والوں میں سے ہی کیوں نہ ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ سب سے چھوٹے درجے کا نبی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء کے بعد افضل بشر ہیں۔ ان کی انتہا اس پیغمبر کے مقام سے نیچے ہے جو سب سے نچلے درجے کے پیغمبر ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے یہ دو باتیں پوری طرح واضح ہیں:

۱...... کمال متابعت سے جو کمالات نبوت سے ملتے ہیں۔ ان کمالات والا مقام نبوت کو ہرگز نہیں پہنچتا۔

۲...... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہیں جمیع کمالات نبوت حاصل تھے وہ نبوت کے حامل نہ تھے اور کسی امتی کو کمالات نبوت کا ملنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔

۳...... انبیاء کے کمالات اصالۃً ہیں اتباعاً اور وراثۃً نہیں اور جنہیں کمالات نبوت متابعت سے ملتے ہیں وہ انبیاء میں سے نہیں غیر انبیاء میں سے ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی کے اس خط میں اس خیال کی کھلی تردید ہے کہ اس امت میں کمالات نبوت پانے والے کبھی مقام نبوت بھی پا لیتے ہیں۔

## مکتوب گرامی بنام خانخاناں

خاتم انبیاء محمد رسول اللہ ﷺ ودین او ناسخ ادیان سابق است وکتاب او بہترین کتب ماتقدم است وشریعت اورا ناسخی نخواہد بود بلکہ تاقیامت خواہد ماند وعیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ نزول خواہد نمود عمل بشریعت او خواہد کرد۔ (مکتوبات ج دوم مکتوب نمبر۶۷ ص۲۸ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ: تمام پیغمبروں کے خاتم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کا دین سب پہلے ادیان کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب پہلی سب کتابوں سے اچھی ہے آپ کی شریعت کا کوئی ناسخ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ قیامت تک رہے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول کے بعد آپ ﷺ کی شریعت پر ہی عمل کریں گے۔

اس میں صریح طور پر حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا بیان ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول حضور ﷺ کی خاتمیت کے ہرگز منافی نہیں۔

## مکتوب گرامی بصالحہ از اہل ارادت

اوّل انبیاء حضرت آدم است علیہ الصلوٰۃ والسلام وآخر ایشاں خاتم نبوت شاں حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (ایضاً ج۳ مکتوب نمبر۱۷ ص۲۶ مطبع نول کشور کانپور)

## مکتوب بنام ملا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ

لوازم کمالاتی کہ در نبوت درکار است ہمہ را عمر رضی اللہ عنہ داند ما چوں منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نگشت۔

(مکتوبات ج۳ مکتوب ۲۴ ص۴۳ بنام ملا محمد مراد مطبع نول کشور کانپور)

یعنی کمالات نبوت جو نبوت کے لئے ضروری ہیں سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھے لیکن چونکہ منصب نبوت حضور خاتم النّبیین ﷺ پر ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فائز کمالات نبوت تو تھے لیکن نبی ہرگز نہ تھے۔ کمالات نبوت اور منصب نبوت میں فرق ہے کمالات نبوت کا حصول حضور ﷺ کی شان خاتمیت سے متصادم نہیں۔ ہاں وہ منصب نبوت نہ پا سکے۔ کیونکہ حضور ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی تھی۔

## مکتوب گرامی بنام میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ

شرکت در نبوت ومساوات با نبیاء علیہم السلام کفر است۔

(ایضاً ج۲ مکتوب نمبر۹۹ ص۱۸۰ بنام مہر محمد نعمان)

خلاصہ اینکہ جو شخص کمالات نبوت پر فائز ہو اس کا نبوت میں شریک ہو جانا اور انبیاء کرام کے ساتھ میں آ ملنا یہ عقیدہ کفر ہے۔

## حضور اکرم ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبوت بھی باقی نہیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرائع سابقہ میں اولوالعزم پیغمبروں کی رحلت کے بعد ایک ہزار سال تک ایسے انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے رہتے جو اپنے سے پہلے اولوالعزم پیغمبروں کی ترویج وتقویت کرتے رہتے۔ جب اس پیغمبر کی شریعت کا دور دعوت ختم ہو جاتا تو اور اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا۔ حضور اکرم ﷺ کی شریعت چونکہ ہر نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے، آپ کی امت کے علماء کو انبیاء (غیر تشریعی) کا حکم دے کر حضور ﷺ کی شریعت کی ترویج وتقویت ان کے سپرد کی گئی۔ اس کے باوجود ایک اولوالعزم پیغمبر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو آپ کا تابع قرار دیا گیا تاکہ وہ بھی آپ کی شریعت کی ترویج وتقویت کرے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے یہ حقیقت بکمالہ واضح ہے کہ آپ امم سابقہ کے غیر تشریعی انبیاء کے قائم مقام اس امت کے علماء ہی کو پیش کرتے ہیں اور جس طرح پہلے اولوالعزم پیغمبروں کی شریعت کی ترویج وتقویت اس دور کے غیر تشریعی انبیاء کرام علیہم السلام کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی شریعت کی ترویج وتقویت اب ان کے قائم مقام علمائے امت محمدیہ کے سپرد ہے۔ اس امت میں اب کوئی غیر تشریعی نبی ہرگز مبعوث نہیں ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے بعد اب غیر تشریعی نبوت بھی ہرگز باقی نہیں۔ حضرت امام کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

بعد از ہزار سال از ارتحال پیغمبراں اولوالعزم از انبیاء کرام ورسل عظام مبعوث

مے شدند کہ تقویت شریعت آن پیغمبراں فرمایند واعلاء کلمہ اونمایند وچوں دورہ دعوت شریعت اوتمام مے شد پیغمبر اولوالعزم دیگر مبعوث مے گشت وتجدید شریعت خود مے فرمودہ وچوں شریعت خاتم الرسل ﷺ از نسخ وتبدیل محفوظ است علماء امت اوراحکم انبیاء وداده کارتقویت شریعت وتائید ملت رابایشاں تفویض فرمودہ مع ذلک یک پیغمبر اولی العزم رامتابع اوساختہ ترویج شریعت اونمودہ است قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ **انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحافظون** بدانند کہ بعد از ہزار سال بعد از ارتحال خاتم الرسل ﷺ اولیائے امت اوکہ بظہور آیند ہر چند اقل باشند! کمل بدند تقویت ایں شریعت بروجہ اتم نمایند۔

(مکتوبات ج اوّل مکتوب نمبر۲۰۹ ص۲۱۰،۲۱۱ بنام میر محمد نعمان)

ان حقائق وتصریحات کی روشنی میں حضرت امام ربانی ﷫ کو اجرائے نبوت کا قائل قرار دینا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جن کے دل ایمان سے خالی ہوں اور ان کی آنکھوں پر جہالت اور بددیانتی کے اتنے دبیز پردے ہوں کہ انہیں بآسانی اٹھایا نہ جاسکے۔

**’’ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوہ ولھم عذاب عظیم واللہ علیٰ ما نقول شھید‘‘**

حضرت مجدد الف ثانی ﷫ کا یہ ارشاد ہمیشہ ذہن میں رکھیں:

احکام یکہ بعد از انقراض زمان وحی بطریق استنباط مجتہداں حاصل گشتہ اند درمیان صواب وخطا متردد اند۔

اس سے صاف سمجھ آتا ہے کہ انقراض وحی کے بعد اب صرف اجتہاد کی راہ ہے جس سے شریعت کے احکام آگے چلیں گے اور اس راہ سے حاصل ہونے والے سب مسائل حضور ﷺ کی شریعت کا ہی فروع شمار ہوں گے۔

# حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۲ھ) کا عقیدہ ختم نبوت بھی وہی ہے جو اس امت میں چودہ سو سال سے مجمع علیہ چلا آرہا ہے کہ جو شخص حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اسے پکڑ لو اور جیل میں ڈال دو۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپ اس سے پوچھیں کہ جناب والا آپ بتائیں کہ کیا آپ مستقل تشریعی نبی ہیں یا غیر تشریعی نبی ہو کر آئے ہیں؟ ذرا اپنا درجہ نبوت بتلا دیجئے۔

کیا اس سے پہلے یہ پوچھیں گے اور پھر کوئی کارروائی کریں گے؟ نہیں۔ بلا تفصیل اسے پکڑ لیں گے اور جیل میں ڈال دیں گے۔ صرف اتنا معلوم کریں گے کہ اس کا دماغی توازن درست ہے؟ وہ کہیں پاگل تو نہیں۔ اگر پاگل ہے تو اس کا حکم اور ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ اس کا کیا حشر ہوا؟ اسے مولانا سے سنئے: حضرت نے چونکہ اس کے اس حشر اور انجام پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ معلوم ہوا آپ کا مؤقف اور عقیدہ بھی یہی تھا۔ ورنہ کچھ گنجائش رکھتے اور اس پر کسی نرمی کی سفارش کرتے۔

آن یکے مے گفت من پیغمبرم — گردنش بستند وبردندش بشاہ
خلق بروئے جمع چوں مورو ملخ — و ز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
کیں ہمہ گو ید رسولم از الہ — کہ چہ مکر است وچہ تزویر وچہ فنخ

(مثنوی حصہ پنجم ص۱۱۸،۱۱۹)

ترجمہ: وہ کہتا تھا میں پیغمبر ہوں اور میں تمام پیغمبروں سے زیادہ علم وفضل والا ہوں۔ لوگوں نے اسی وقت اس کی گردن دبوچی۔ باندھا اور اسے حاکم کے پاس لے گئے اور کہا یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ لوگ اس کے گرد چیونٹیوں اور مکڑیوں کی طرح جمع ہو گئے کہ یہ کیا مکر اور فریب اور دھوکہ ہے۔

عوام کی یہ یورش یہ بتارہی ہے کہ ان کے ذہن میں یہ کوئی نقشہ نہ تھا کہ اس طرح کا نبی آ سکتا ہے اور اس طرح کا نہیں۔ وہ ختم نبوت پر ایک ہی نظریہ رکھتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مکر و دھوکہ اور جعلسازی کا مرتکب ہے۔ اس کی گردن پکڑیں اور اسے حکومت کے سامنے پیش کریں۔

نبوت کو ایسی بھول بھلیاں نہ بنادو کہ لوگ پہلے یہ دیکھتے رہیں کہ یہ حضرت کس قسم کا نبی ہوکر آئے ہیں۔ ان کا بس ایک ہی نظریہ تھا کہ جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اس کی گردن دبوچ لو اگر لوگوں کے اس عمل میں کوئی بنیادی غلطی ہوتی تو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس پر ضرور کچھ تنبیہ فرماتے۔ معلوم ہوا اس میں ان کے ہاں کسی کے لئے کوئی رعایت نہ تھی۔

قادیانی مناظر اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کا دعویٰ نبوت پہلے سے ہی تشریعی تھا۔ اس لئے لوگ جوتے لے کر اس کے درپے ہوگئے تھے۔ اس سے اس کے دعویٰ کی قسم پوچھنے کی اب کیا ضرورت تھی؟ اس نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ایک کھلا دعویٰ شریعت ہے۔

’’وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم‘‘ میں پہلے سب پیغمبروں سے بہتر ہوں۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب چودھویں صدی کے ایک مدعی نبوت نے یہ کہا تو آپ نے اسے تشریعی نبوت کا مدعی کیوں نہ سمجھا؟ اور اس کی جوتوں سے ضیافت کیوں نہ کی؟ یہ کس نے کہا تھا؟ مرزاغلام احمد نے……

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفان نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ۔۔۔ ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ص ۴۷۷،۴۷۸)

ترجمہ: انبیاء اگرچہ بہت سے ہوئے لیکن مرتبہ میں ان سے میں کسی سے کم نہیں۔ میں یقیناً ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں جو ایسا کہتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے اور وہ لعنتی ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ۔۔۔ عیسیٰ کجا است تا بنہد پابہ منبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ص۱۸۰)

ترجمہ: یہ میں ہوں جو بشارات سابقہ کے تحت آیا ہوں، عیسیٰ بن مریم کہاں ہے کہ میرے منبر پر پاؤں رکھے۔ (وہ میرے برابر کیسے ہوسکتا ہے)

اس مدعی نبوت کی گردن باندھنے اور اسے گھسیٹ کر بادشاہ کے سامنے لے آنے سے حضرت مولانا روم کا عقیدہ ختم نبوت بکمال واضح ہے۔

## برسر مطلب آمدیم

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت ان کے اس شعر سے بھی ظاہر ہے۔اسے بھی سن لیں:

یا رسول اللہ رسالت را تمام تو نمودی ہمچو شمس بے غمام

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو اس طرح تمام کیا (سلسلہ نبوت کو اس طرح ختم فرمایا) جس طرح سورج بغیر بادلوں کے پوری طرح روشن ہو۔ (اور اس کے سوا ہر روشنی پردے میں چلی جائے)

یہ رسالت کے اظہار کی بات نہیں یہ رسالت کا اتمام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر تمام نبوتیں اور رسالتیں ختم ہیں۔ ختم نبوت کا تاج آپ کے سر پر ہے۔ آپ نے جس مدعی نبوت کا قصہ بیان کیا ہے اس کے دعویٰ نبوت کو برسرعام مکر وتزویر کہا گیا ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں رکھا۔ اگر آپ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو آپ اسے یہاں ضرور بیان کرتے۔ اہل علم کا موقع بیان پر کسی چیز کو بیان نہ کرنا اس کی نفی کا فائدہ دیتا ہے۔

رہا شیخ کو فنافی الرسالۃ کے آئینہ میں نبی کہہ دینا تو یہ شیخ کو مقام نبوت میں نہیں لے آتا۔ نہ اس سے شیخ کے لئے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک خالص مجازی تعبیر ہے جو مریدین اور شاگرد کسی شیخ کے حق میں ذکر کر دیں۔ لیکن ایسی کسی مثال میں شیخ نے بھی کہہ دیا ہو کہ ہاں میں واقعی ظلی اعتبار سے نبی ہوں اور یہ کہ خدا نے اس پہلو سے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس کا حوالہ قادیانی مبلغین اب تک کسی بزرگ سے نہیں دکھا سکے اور نہ کبھی دکھا سکیں گے۔

’’ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا‘‘

خالص مجازی تعبیر وہی ہے جس کا اپنا کوئی قانونی وزن نہ ہو اور نہ اس سے کسی پر کوئی حقیقی ذمہ داری آئے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پہلو سے پیر کو نبی کہا ہے اس کے لئے مرتبہ نبوت کا ثابت نہیں کیا۔ اس قسم کی مجازی تعبیروں سے عقائد ثابت نہیں کئے جاتے۔

## حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے ایک مہمان کا ذکر فرماتے ہیں جس پر آپ ﷺ نے ایمان پیش فرمایا تھا۔ اس میں آپ حضور اکرم ﷺ کی شان رسالت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

یا رسول اللہ رسالت را تمام　　تو نمودی ہمچو شمس بے غمام

(مثنوی دفتر پنجم ص۳۹۸ لکھنؤ)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو اس طرح شرف تمام بخشے جیسے بادل کے بغیر سورج چمک رہا ہو۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت کتنا بے غبار ہے جب سورج کسی قسم کے بادل کے بغیر پوری آب وتاب سے جلوہ فگن ہو تو اس میں کسی ماتحت چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ٹھیک اسی طرح حضور ﷺ کے آفتاب رسالت کی ضیاء باریاں بھی کسی ماتحت روشنی کی ضرورت مند نہیں۔ حضور ﷺ نے ہر اعتبار سے رسالت کو شرف تام بخشا ہے۔ جہاں تک کمالات نبوت کا تعلق ہے کمالات نبوت کی جھلک نبوت نہیں ہے۔ اس میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا وہی عقیدہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ کمالات نبوت غیر انبیاء کو بھی ملتے ہیں لیکن اس سے کسی کے لئے مقام نبوت ملنے کا وہم نہیں کیا جا سکتا۔

فکر کن در راہ نیکو خدمتے　　تا نبوت یابی اندر امتے

یہاں کسی فرد کے لئے نبوت کا حصول نہیں، اب پوری امت کے اجماع میں نبوت رکھ دی گئی ہے پیغمبر تو فرداً فرداً معصوم ہوتے تھے یہ امت اب اپنے اجماع میں معصوم ہے اللہ تعالیٰ اسے کسی غلطی پر جمع نہیں ہونے دیتے اس سے کمالات نبوت کا حصول مراد ہے اور اسے مجازاً نبوت کہہ دیا گیا ہے پھر اگر اس میں کچھ اجمال ہے تو اس کی تفصیل مولانا روم کے مذکورہ بالا عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں کی جائے۔ کسی کلام کی خلاف مراد متکلم تشریح کرنا علم ودیانت کے یکسر خلاف ہے۔ مولانا اس اعتبار سے ہر متبع سنت پیر ومرشد کو مجازی نبی کہتے ہیں:

دست را مسپار جز در دست پیر　　آں نبی وقت باشد اے مرید

پیر حکمت کہ علیم است وخبیر　　تا از ونور نبی آید پدید

کیا قادیانی حضرات ان تمام کاملین کو جو تاریخ کے مختلف دوروں میں امت مسلمہ کے پیرومرشد رہے۔ یہ لوگ نبی تسلیم کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر مولانا مرحوم کے کلام کو ان کی مراد کے خلاف من گھڑت معنی کیوں پہنائے جاتے ہیں۔

مولانا روم سے حضور ﷺ کی خاتمیت زمانی کا یہ بیان بھی ساتھ رکھئے:

سکہ شاہاں ہمے گردد دگر　　ایں ہمہ انکار وکفر آں زاد شاں

سکہ احمد بہ بیں تا مستقر　　چوں در آمد سید آخر زماں

(مثنوی دفتر چہارم ص۳۶۲)

ترجمہ: بادشاہوں کے سکے بدلتے رہتے ہیں۔ احمد کے سکے کو دیکھو یہ اس وقت تک کے لئے جب تک یہ دنیا قائم رہے۔ جب حضور ﷺ سید آخرزماں میں تشریف لائے تو یہ لوگ کفروانکار کے سوا کچھ حاصل نہ کر پائے۔

یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ دنیا میں آخری زمانے میں بھی آپ کے عمل ودخل سے ہی ہدایت پھیلے گی اور اس دور میں کسی اور نبی کی بعثت نہ ہوگی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں اس کی وضاحت موجود ہے:

کار ہادی ایں بود تو ہادئ　　ماتم آخر زماں را شادی

(ایضاً ص۱۴۶)

ترجمہ: ہادی کا کام یہی ہے اور آپ ہی ہر دور کے ہادی ہیں۔ آخر دور میں جو دین کا ماتم ہوگا (طرح طرح کے فتنے اٹھیں گے) اس کا ازالہ آپ کے دم قدم سے ہی ہوگا۔ اس وقت کی خوشی آپ کا وجود باجود ہی ہے۔

آپ اس میں یہ کہہ رہے ہیں کہ آخری دور کی ظلمتیں آپ کے ذریعہ ہی چھٹیں گی ان کے لئے اور کسی نبی کی بعثت نہیں ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس کھلے عقیدے کے بعد بھی کیا کوئی شخص اس کا انکار کرسکتا ہے کہ آپ صرف ختم نبوت مرتبی کے قائل تھے اور حضور ﷺ کو زماناً آخری نبی نہ مانتے

تھے۔ آپ نے اگر حضورﷺ کی ختم نبوت مرتبی کا ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ معاذ اللہ ختم نبوت زمانی کے قائل نہ تھے یا یہ کہ ان دونوں طرح کی ختم نبوت کو یکجا تسلیم نہیں کیا جاسکتا یا یہ ہوگی یا وہ۔ ایسا ہرگز نہیں۔ **نعوذ باللہ من الجھل وسوء الفھم!**

## قادیانیوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض: پھر مولانا روم نے پیر کو وقت کا پیغمبر کیوں کہا؟ یہی تو ہے جو غیر تشریعی نبی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

دست را مسپار جزو در دست پیر آں نبی وقت باشد اے مرید
پیر حکمت کہ علیم است وخبیر تا از و نور نبی آید پدید
(مثنوی)

جواب: پہلے مصرعہ میں جو پیر کو نبی کہا گیا ہے دوسرے میں اس کی کھلی وضاحت کردی گئی ہے کہ وہ نبی نہیں۔ نبی پاک صرف حضورﷺ ہی ہیں۔ وہ صرف آپ کے فیض کے لئے وسیلہ بنا ہوا ہے۔ اگر تمام پیروں کو نبی مانا جاتا تو آج تاریخ میں اس امت کے نبیوں کی ایک طویل فہرست ہوتی جو حضورﷺ ختم مرتبت کے بعد نبی ہوئے ہوتے اور ان کے ذریعہ حضورﷺ کا فیض ان کے مریدوں تک پہنچا ہوتا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ان پیروں میں سے کسی نے اپنے لئے کسی درجے کی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ نہ اس کے ماننے والوں کو کسی آسمانی عذاب کی دھمکیاں ملیں ہیں۔

سو اس شعر میں پیر کے لئے نبی وقت کا لفظ محض ایک مجازی تعبیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح فردوسی انوری اور سعدی کو بھی ابیات قصیدہ اور غزل کا پیغمبر کہا گیا ہے۔

سہ کس پیغمبران سخن اند ابیات و قصیدہ و غزل را
ہر چند لانبی بعدی فردوسی و انوری و سعدی

قادیانیوں کو اگر پیر کو نبی کہنے پر اصرار ہے تو انہیں چاہئے کہ پیر کو آسمان کی سیڑھی بھی ساتھ ساتھ کہا کریں اور اسے بھی حقیقت سمجھیں جس طرح انہوں نے مولانا روم کے اسے نبی وقت کہنے کو حقیقت سمجھ رکھا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

من نجویم زیں سپس راہ اثیر — پیر باشد نردبان آسمان
پیر جویم پیر جویم پیر پیر — تیر پراں گاہ کہ گردد از کمان

(مثنوی دفتر ششم)

ترجمہ: میں اس کے بعد آسمان کی راہ نہ دیکھوں گا۔ میں کامل کی تلاش کروں گا۔ یہ پیر ہے جو آسمان کی سیڑھی بنتا ہے۔ تیر تبھی اڑتا ہے جب وہ کمان سے نکلے۔

یہ بات کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت خود ایک قیامت کی خبر تھی کہ آپ کے بعد اب دنیا کا خاتمہ ہے کوئی اور نبی آنے کا نہیں۔ پھر لوگ جب آپ سے پوچھتے کہ قیامت کب آئے گی تو آپ فرماتے کہ بس اس کا علم تو صرف اللہ رب العزت کے پاس ہی ہے۔ مولانا روم بھی باقی امت کی طرح حضور ﷺ کو ہی اس دور کا پیغمبر مانتے ہیں:

زو قیامت را ہمے پرسیدہ اند — باز بان حال مے گفتے بسے
کای قیامت تا قیامت راہ چند — کہ زمحشر حشر را پرسد کسے

(مثنوی دفتر پنجم ص۲۹۸)

ترجمہ: حضور ﷺ سے لوگوں نے قیامت کے بارے میں پوچھا: اے دور آخر کے نشان! قیامت اب کتنے فاصلے پر ہے؟ آپ زبان حال سے یہی جواب دیتے رہے کہ کیا محشر سے بھی کوئی حشر کا سوال پوچھتا ہے کہ کب بپا ہوگا۔

یعنی محشر جس طرح دنیا کا ایک آخری اجتماع ہے۔ میں اسی دنیا کا ایک آخری پیغمبر ہوں۔ مجھ سے اس دنیا کا آخر کار کیا پوچھتے ہو؟ یہ حضور ﷺ کے سید آخر زماں ہونے کی ایک اور وضاحت ہے۔ ختم نبوت زمانی کا یہ عقیدہ ختم نبوت مرتبی کے عقیدے سے متصادم نہیں۔ بلکہ بقول حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ اسی کا معنی لازم ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح ختم نبوت مرتبی کو بیان کیا ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے قائل تھے اور اس میں ختم نبوت زمانی سے کہیں انحراف نہیں۔

بہرایں خاتم شد است او کہ بہ جود — چوں کہ در صنعت برد استاد دست
مثل او نے بود ونے خواہند بود — نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۵۵)

ہم پہلے شذرات میں اس کا بیان کر آئے ہیں۔ تفصیل وہاں دیکھ لیں۔

سو جس طرح مولانا روم کا ختم نبوت مرتبی کا بیان ان کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں، اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم نبوت مرتبی کا بیان بھی ان کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں ہے۔ ان کے خیال میں عوام ختم نبوت سے صرف ختم نبوت زمانی مراد لیتے ہیں۔ محققین کے نزدیک ختم نبوت صرف ختم نبوت زمانی ہی نہیں۔ ختم نبوت مرتبی بھی ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دونوں کے قائل ہیں جیسا کہ آپ ابھی دیکھ آئے ہیں۔

یہ قادیانی ہیں جو ان دونوں میں تغائر کے قائل ہیں۔ ہم کہتے ہیں ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے۔ اس کے بغیر ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ قائم نہیں رکھا جاسکتا اور ان دونوں میں ہرگز کوئی تصادم نہیں ہے۔ وکفیٰ باللہ شہیدا!

## اس امت میں نبوت کی بقا کس شکل میں ہے؟

حضور خاتم النّبیین ﷺ کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے۔ اس پر ایک سوال ذہن میں گزرتا ہے کہ حضور ﷺ کی احادیث میں قیامت تک پیدا ہونے والے جملہ مسائل کا حل صریحاً نہیں ملتا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کچھ ایسے مسائل اور حالات بھی سامنے آئے جن کا حکم نصاً قرآن وحدیث میں نہ تھا۔ ان مسائل غیر منصوصہ کو مجتہدین قرآن وحدیث سے اجتہاداً مستنبط کرتے رہے اور یہ نئی ضرورت اس اجتہاد سے پوری ہوتی رہیں۔ یہ اجتہاد کی راہ بھی حضور ﷺ کی ہی دکھلائی ہوئی تھی۔ مجتہدین اجتہاد کی راہ سے مسائل کی دریافت کرتے ہیں۔ ان کی ایجاد نہیں کرتے وہ احکام کے موجد نہیں ہوتے۔ صرف مظہر ہوتے ہیں۔

سو یہ حقیقت میں حضور ﷺ کی ہی نبوت ہے جو مجتہدین کے ذہن میں اترتی ہے اور پھر علمائے امت میں پھیلتی ہے۔ علماء جب ایسے مسائل میں شرح صدر محسوس کرتے ہیں تو یہ حضور ﷺ کی نبوت کا فیضان ہی ان کے دل ودماغ پر اتر رہا ہوتا ہے اور اس طرح حضور ﷺ کی نبوت امت میں جاری وساری ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی نبوت کا پہلوئے ولایت ہے جو اولیاء اللہ کے دلوں پر اترتا ہے اور یہاں تک بھی انہیں پہنچا دیتا ہے کہ اب وہ

اللہ تعالیٰ سے براہ راست فیضیاب ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کشف والہامات اور مبشرات سے نوازتے ہیں اور حضور ختمی مرتبت کی نبوت ان میں جاری وساری رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی امت کو کسی غلطی پر جمع نہیں ہونے دیتے۔

مجتہدین کو یہ نبوت تبعیت اور وراثت سے ملتی ہے اور اولیاء اللہ جب براہ راست خدا سے وابستہ ہوجائیں تو ان کی سند عالی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح حفظ قرآن کہ قرآن کریم کسی سینہ میں اتر آئے یہ بھی ایک نبوت ہے جو حضور ﷺ کی نبوت کا پرتو ہے لیکن یہ وہ نبوت ہے جس کا حامل کبھی نبی کا نام نہیں پاسکتا۔ یہ لفظ نبی اس امت سے روک دیا گیا ہے۔ اس میں نبوت باقی ہے مگر کوئی شخص نبی نہیں کہلا سکتا۔ حضور ﷺ نے جب انقطاع نبوت کا اعلان فرمایا تو ساتھ اس کی شرح بھی فرمادی کہ اب حضور ﷺ کے بعد کوئی اور رسول نہ ہوگا۔ نبوت اس لحاظ سے ختم ہے کہ وہ کسی کو نبی بنائے۔ رہی اس کے بغیر تو وہ اس امت کے اکابر میں جاری وساری ہے اب یہ افراد میں نہیں قوم میں پائی جاتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

فکر کن در راہ نیکو خدمتی ۔۔۔ تا نبوت یابی اندر امتی

ہر بڑے آدمی کے کلام کو اس کے اپنے مؤقف میں سمجھا جاسکتا ہے دوسروں کے کلام میں دھکا زوری سے اپنے معنی داخل کرنا اہل دیانت کا کام نہیں اس پر ہم حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ ختم نبوت کی بحث ختم کرتے ہیں۔

''انقطعت الرسالة والنبوة فلا رسول بعدی ولا نبی او کما قال علیہ السلام''

# الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربی (۶۳۹ھ) کا عقیدۂ ختم نبوت

حضور اکرم ﷺ نے صرف ''لانبی بعدی'' سے آئندہ نبی پیدا ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ کبھی ''انقطعت النبوۃ'' اور ''ذھب النبوۃ'' کے الفاظ سے بھی عقیدہ ختم نبوت کی تاسیس فرمائی ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انقضائے نبوت سے بھی بیان کیا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ارتفاع نبوت سے بھی تعبیر کیا ہے اور اس میں صرف تعریفات کو باقی رکھا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امت میں جس طرح کمالات نبوت اترنے کو بیان کیا ہے شیخ اکبر نے صرف تعریفات اور مبشرات کی راہ چلتی رکھی ہے شیخ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔

۱...... ''**فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوت الّا التعریف وانسدت ابواب الاوامر الالٰھیة والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد ﷺ فھو مدع شریعة اوحی بھا الیه سواء وافق بھا شرعنا او خالف**''

(فتوحات مکیہ ج۳ ص۳۹ باب۳۱۰ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: پس نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء کے لئے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اوامر ونواہی کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ پس اگر کوئی محمد ﷺ کے یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی حکم دیا ہے یا کسی بات سے منع کیا ہے تو وہ مدعی شریعت ہے۔ خواہ اس کی وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہو خواہ مخالف، وہ مدعی شریعت ضرور ہے۔

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ:

۱...... شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہی نہیں جو شریعت محمدیہ کے بعد احکام جدیدہ لے کر آئے۔ بلکہ وہ مدعی نبوت جس کی وحی بالکل شریعت محمدیہ کے موافق ہو وہ بھی مدعی شریعت ہے اور یہ دعویٰ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

۲...... آنحضرت ﷺ کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے اسی طرح پہلی شریعت پر رہ کر دعویٰ نبوت کرنا بھی ختم نبوت کا انکار ہے۔ حضور ﷺ کے بعد پورے بنی نوع انسان کے لئے ہر سلسلہ وحی منقطع ہے۔

۳...... شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشریعی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعت نبوت کہے خواہ وہ نبوت شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعت محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے۔ پس غیر تشریعی نبوت سے مراد وہ کمالات نبوت اور کمالات ولایت ہوں گے جن پر شریعت نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلائے۔

عارف باللہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الیواقیت والجواہر میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت کو نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں: ’’**فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والّا ضربنا عنه صفحاً**‘‘ (الیواقیت ج۲ ص۳۸)

یعنی اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے خواہ موافق شریعت محمدیہ ہو کر اور خواہ مخالف شریعت محمدیہ ہو کر تو اگر وہ مکلّف ہوگا۔ یعنی نابالغ اور پاگل وغیرہ نہ ہو تو ہم اسے اس کی سزا میں قتل کریں گے، ورنہ چھوڑ دیں گے۔

ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی بدبخت سیاہ باطن کا یہ کہنا کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ نبی پیدا ہوسکتا ہے جو موافق شریعت محمدیہ ہو۔ اگر یہودیانہ کتر وبیونت اور تحریف فی الدین نہیں تو اور کیا ہے؟

شیخ عبدالغنی ناطبی رحمۃ اللہ علیہ النابلسی ’’شرح فصوص الحکم‘‘ میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کا حل ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں: ’’**وقد انقطعت النبوة والرسالة بنبوة نبینا ورسوله محمد ﷺ بحیث لم یبق احمد یتصف بذٰلک الیٰ یوم القیامة**‘‘ (شرح فصوص الحکم ص۸۱)

ترجمہ: اور تحقیق نبوت اور رسالت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت پر ختم ہو چکی ہے۔ اس طرح سے کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو اب وصف نبوت کے ساتھ موصوف کیا جائے گا۔

۲...... پھر شیخ الاکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات کے باب،۳ ۲۵ میں لکھا ہے: ’’**اعلم انه لم تجی لنا خبر الٰهیٌ ان بعد رسول اللہ ﷺ وحی تشریع ابداً انما لنا وحی**

الالهام قال تعالیٰ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکر ان بعده وحیاً ابداً اوقد جاء فی الخبر الصحیح فی عیسیٰ علیہ السلام وکان ممن اوحیٰ الیه قبل رسول الله ﷺ انه اذا انزل اٰخر الزمان لا یؤمنا الا بنا ای بشریعتنا وسنتنا‘‘ (الیواقیت ج۲ص۸۷)

ترجمہ: تم جان لو کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کوئی خبر نہیں دی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کبھی کوئی ایسی وحی ہوگی جسے شریعت وحی تسلیم کرے۔ بلکہ سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے لئے وحی الالہام ہے۔رب العزت نے ارشاد فرمایا’’اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف‘‘اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کبھی آپ کے بعد بھی وحی ہوگی۔ ہاں! یہ ضرور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوگی اور ان کی طرف وحی حضور ﷺ سے پہلے کی جاچکی ہے۔ وہ جب آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو ہماری شریعت اور ہمارے طریقہ کے مطابق ہماری قیادت کریں گے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ پر نبوت کے ختم ہونے کو دو چیزیں لازم ہیں۔ایک تو یہ کہ آپ کے بعد کسی کی طرف نئے سرے سے وحی نہ آئے اور دوسرے یہ کہ جن پر وحی حضور ﷺ سے پہلے آچکی ہے ان میں سے اگر کوئی دوبارہ آئے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوکر آئے۔اسی دوسرے مفہوم کے متعلق شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت ہے جسے قادیانی مفہوم اوّل کے متعلق قرار دیتے ہیں:’’انّ الرسالة والنّبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ای لا نبی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی‘‘

ترجمہ: تحقیق رسالت اور نبوت منقطع ہوچکی ہے پس میرے بعد کوئی رسول (یعنی کوئی پرانا نبی بھی) ایسا نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف رہے بلکہ جب بھی ہوگا امتی ہوکر رہے گا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۹ھ) کی مذکورہ بالا عبارت ہم نے علامہ شعرانی کے حوالے سے لکھی ہے۔اصل کتاب الفتوحات المکیہ میں یہ عبارت مختلف الفاظ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شعرانی نے شیخ اکبر کی باتوں کو کہیں کہیں اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ لیجئے ہم یہ عبارت شیخ اکبر کے اصل الفاظ سے پیش کرتے ہیں:

۳...... ’’اعلم انّ لنا من اللّٰہ الالہام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللّٰہ ﷺ وقد کان الوحی قبلہ ولم یجی خبر الٰہی ان بعدہ وحیاً کما قال ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکر وحیاً بعدہ وان لم یلزم ہٰذا وقد جاء الخبر النبوی الصادق فی عیسٰی علیہ السلام وقد کان ممن اوحٰی الیہ قبل رسول اللّٰہ انہ علیہ السلام لا یؤمنا لا بنا ای بسنتنا فلہ الکشف اذا نزل والالہام کما لہٰذہ الامۃ ولا یتخیل فی الالہام انہ لیس بخبر الٰہی‘‘ (الفتوحات ج۳ص۲۳۸باب۳۵۳)

ترجمہ: جان لوکہ اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے وحی نہیں۔ وحی کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی وفات پر منقطع ہوچکا ہے۔ آپ سے پہلے بے شک یہ وحی کا سلسلہ موجود تھا اور ہمارے پاس کوئی الٰہی خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی وحی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:’’ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک‘‘ (الزمر:۶۵)

ترجمہ: اور وحی کی گئی تیری طرف اور تجھ سے اگلوں کو اگر تم نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا خسارہ میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں! آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سچی خبر پہنچی ہے اور آپ بے شک ان لوگوں میں ہیں جن کو حضور ﷺ سے پہلے نبوت ملی کہ آپ جب اس امت کی قیادت کریں گے تو ہماری شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔ آپ جب نازل ہوں گے تو آپ کے لئے مرتبہ کشف بھی ہوگا اور الہام بھی۔ جیسا کہ یہ مقام امت کے اولیاء اللہ کے لئے۔ الہام میں یہ بات خیال میں نہیں آتی کہ یہ الٰہی خبر نہیں الہام کا سرچشمہ بھی تو اسی کی ذات ہے۔

دیکھئے یہاں کس صراحت سے اس امت کے لئے سلسلہ وحی بند بتلایا گیا ہے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی کوئی وحی جاری ہوتی تو شیخ اکبر ابن عربی اس کے یہاں اس طرح مطلقاً بند ہونے کو بیان نہ کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی آمد ثانی پر اگر کوئی وحی اترے تو وہ الہام کے معنی میں ہوگی۔ وحی اصطلاحی نہ ہوگی جو صرف نبیوں پر آتی ہے۔ وہ نئی شریعت

کے ساتھ ہو یا پہلی شریعت کے ساتھ، وحی آخر وحی ہے۔ کسی قسم کی ہو اور اب یہ سلسلہ وحی ابن عربی کے ہاں قیامت تک کے لئے مسدود ہے۔ وحی کے یہ دونوں پیرائے ہم ابن عربی کے الفاظ میں پہلے نقل کر آئے ہیں: ’’**سواء وافق بھا شرعنا او خالف**‘‘

(فتوحات مکیہ ج۳ ص۳۹ باب۳۱۰)

ترجمہ: وحی شریعت ہے وہ ہماری شریعت کے مطابق ہو یا اس سے مختلف۔

ابن عربی اس عبارت کے بعد لکھتے ہیں:

۴...... ’’**واما فی غیر زماننا قبل رسول اللہ ﷺ فلم یکن تحجیر ولذلک قال العبد الصالح خضر وما فعلته عن امری فان زمانه اعطی ذٰلک وھو علٰی شریعة من ربه...... وکذالک عیسٰی علیہ السلام اذا نزل فلم یحکم فینا الّابسنّتنا عرفه الحق بھا علی طریق التعریف لا علٰی طریق النبوة وان کان نبیاً فتحفظوا یا اخواننا من غوائل ھذا الموطن فان تمیزہ صعب جداً**‘‘

(فتوحات مکیہ ج۳ ص۳۹ باب۳۱۰)

ترجمہ: البتہ ہمارے اس دور کے سوا حضور ﷺ سے پہلے براہ راست حکم الٰہی کے ملنے میں کوئی روک نہ تھی اس لئے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تھا ’’**وما فعلته ان امری**‘‘ کہ میں نے ایسا اپنی طرف سے نہیں کیا (خدا کے کہنے سے کیا ہے) اس دور نے آپ کو یہ مرتبہ دیا تھا اور آپ اپنے رب کی طرف سے ایک شریعت پر تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپ ہمارے طریق کے مطابق حکم کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ طریق تعلیم بتلایا ہوگا۔ اعلیٰ طریق نبوت نہیں۔ گو آپ اپنی ذات میں نبی ہوں گے۔ ہمارے بھائیو! اس مقام کے پھسلا دینے والے پیرائے سے بچو۔ اس مقام کا پہچاننا بہت مشکل مرحلہ ہے۔

پیش نظر رہے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد مقام نبوت کی نفی نہیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو آنا ہی ہے۔ ہاں! نبوت ملنے کی نفی ہے جسے کہ تشریع کہتے ہیں۔ حاصل این کہ یہاں انقطاع تشریع ہے یعنی نبوت ملنے کا انقطاع ہے خود نبوت کا انقطاع نہیں۔ اگر اس عبارت کا یہ معنی نہ کیا جائے تو اوّل تو سیاق وسباق کی مخالفت ہوگی۔ ثانیاً شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی دوسری تصریحات سے تعارض واقع ہوگا۔ جس میں آپ صراحت فرما چکے ہیں کہ کوئی موافق شریعت محمدیہ نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ باب نبوت بند ہو چکا ہے۔

شیخ اکبر لکھتے ہیں: ’’فاخبر رسول اللہ ﷺ ان الرویاء جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھٰذا وغیرہ ومع ھٰذا الا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الّا علی المشرع خاصۃ فحجر ھٰذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ وما حجر النبوۃ التی لیس فیھا ھٰذا الوصف الخاص وان کان حجر الاسم فنتأدب ونقف حیث وقف ﷺ بعد علمنا بما قال وما اطلق وما حجر فنکون علٰی بینہ من امرنا‘‘ (فتوحات مکیہ ج۲ ص۳۷۶ باب ۱۸۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ سچا خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے صرف یہ جزو رویا وغیرہ باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نبوت کا لفظ اور نبی کا لفظ کسی پر بولا نہیں جاسکتا۔ مگر اس پر جو کسی شریعت کے ساتھ ہو اور ہر کسی نبوت میں ایک خاص وصف معین ہونے کی وجہ سے اس نام یعنی نبی کی بندش کر دی گئی ہے اور جس نبوت میں یہ وصف خاص نہیں جیسے مبشرات اور سچے خواب اسے نہیں روکا گیا اگرچہ اس پر لفظ نبی نہ بولا جائے گا۔ ہم ادب کے پہلو سے بات کرتے ہیں اور وہی ٹھہرتے ہیں جہاں حضور ﷺ ٹھہرے بعد اس کے کہ ہم نے جان لیا جو آپ نے فرمایا۔ کس قسم کو باقی رکھا اور کس کو بند کیا۔ اس طرح ہم اپنے معاملہ میں ایک واضح راہ پر رہیں گے۔

یہاں جس چیز کو نبوت کہا گیا ہے وہ نبوت نہیں نبوت کا فقط ایک جزو ہے۔ امت میں یہ نبوت جاری وساری ہے لیکن اس سے اس کا حامل نبی نہیں کہلاتا۔ اب اس لفظ (نبی) کا کسی پر اتارنا بند ہے نہ اس نبوت کا کوئی قانونی وزن حاصل ہے جس نبوت کا قانونی وزن تھا وہ بس وہی ہے جو اپنے حامل کو نبی بنائے کسی نئی شریعت کے ساتھ ہو یا کسی پہلی شریعت کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ جس نبوت میں تشریع (قانونی وزن) ہو وہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔

یوں سمجھئے کہ وہ نبوت جو اس امت میں جاری وساری ہے (سچے خواب جنہیں حدیث میں مبشرات کہا گیا ہے) وہ ولایت اور نبوت کے مابین ایک برزخی درجہ ہے۔ اس نبوت اور جس نبوت کا کوئی قانونی درجہ ہو۔ یہ دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں پہلے اسی کو نبوت کہا گیا ہے جو قانونی درجے میں ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہوا۔ ہاں! ان صوفیہ کے ہاں نبوت کی ایک اور قسم ہے جس کا کوئی قانونی درجہ نہیں نہ اسے ماننا کسی پر لازم کیا گیا ہے اور اسے

نبوت کہنے پر بھی سب علماء کا اتفاق نہیں اور یہ حقیقت میں نبوت سے ایک نیچے کا مقام ہے۔ فتوحات کی (ج۲ص۲۵۲باب۱۵۵) میں دیکھیں:

بین الولایة والرسالة برزخ فیه النبوة حکمها لا یجهل
لکنها قسمان ان حقتها قسم بتشریع وذاک الاوّل
عندالجمیع وثم قسم اٰخر مافیه تشریع وذاک الانزل

یہ دوسری قسم جو اپنے حامل کو نبی نہیں بتاتی اس کی اپنی ایک رفتار عمل ہے۔ وہ یہ کہ یہ افراد میں نہیں امتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا روم کے اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے:

فکر کن در راہ نیکو خدمتی تا نبوت یابی اندر امتے

ان حضرات کی اس تعبیر کو صرف اشعار سے جانچنا اور ان کے ان تفصیلی بیانات کو جو انہوں نے اس موضوع پر دیئے کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین کے بعد نہ اب کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو اپنی شریعت کا پابند ہو اور نہ وہ جو اس شریعت کے ساتھ چلے یکسر انداز کرنا یہ وہ راہ دجل ہے جو قادیانی مبلغین نے ان حضرات کو اپنا ہمنواء ظاہر کرنے میں اختیار کر رکھی ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔

شیخ اکبر ابن عربی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب مطلق انقطاع نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا تو اس پر متنبہ فرمایا کہ یہ وہ نبوت ورسالت ہے جس کا حامل نبی اور رسول کہلا سکے۔ یہ حضور ﷺ پر ختم ہوچکی۔ آپ نے یہ وضاحتی جملہ بھی ساتھ فرمادیا: ’’انّ الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا وماالمبشرات قال رویاء المسلمین جزء من اجزاء النبوة‘‘ (فتح الباری ج۱۲ص۳۳۱باب المبشرات وراجع لہ الترمذی ج۲ص۵۳)

ترجمہ: بے شک نبوت اور رسالت کا ملنا منقطع ہوچکا اب میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آسکے گا ہاں مبشرات باقی ہیں۔ صحابہ نے پوچھا مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں کے سچے خواب نبوت کا ایک جزو ہیں۔

۶...... شیخ ابن عربی لکھتے ہیں: ’’ولیست النبوة بمعقول زائد علیٰ هٰذاالذی ذکرنا الا انه لم یطلق علیٰ نفسه من ذٰلک اسما کما اطلق فی الولایة

فسمی نفسه ولیا وما سمی نفسه نبیا مع کونه اخبرنا وسمع دعاء نا فهو من الوجهین بهٰذه المثابة ولهٰذا قال ﷺ انّ الرسالة والنبوة قط انقطعت وما انقطعت الا من وجه خاص القطع منها مسمی النبی ﷺ والرسول ولذلک قال فلا رسول بعدی ولا نبی ثم ابقی منها المبشرات وابقی منها حکم المجتهدین وازال عنهم الاسم وابقی الحکم وامر من لاعلم له بالحکم الا لهیٰ ان یسأل اهل الذکر فیفتنونه بما اراه الیه اجتهاد هم...... ولکل فی هٰذه الامة شرع مقرر لنا من عندالله من علمنا ان مرتبتهم دون من مرتبة الرسل الموحیٰ علیهم من عندالله فالنّبوة والرسالة من حیث عینها وحکمها ما نسخت وانما انقطع الوحی الخاص بالرسول والنبی من نزول الملک علیٰ اذنه وقلبه وتحجیر لفظ اسم النّبی والرسول فلا یقال فی المجتهدانه نبی ولا رسول'' (الفتوحات ج۲ص۲۵۲،۲۵۳باب۱۵۵)

ترجمہ: نبوت اس چیز سے زائد کچھ نہیں جو ہم نے ذکر کی ہے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے لئے کوئی نام نہیں لیا۔ جیسا کہ اس کے ولایت سے اپنا نام لیا اور اپنے آپ کو ولی کہا اور اپنے کو نبی نہیں کہا۔ حالانکہ اس نے ہمیں خبریں بھی دیں اور ہماری دعائیں بھی سنیں (نبوت خبریں دینا اور خبر لینا ہی تو ہے) بایں ہمہ اس نے اپنے لئے لفظ نبی اختیار نہیں فرمایا پس یہ نبوت دونوں پہلوؤں سے اسی درجہ میں ہے (کہ اس کا حامل نبی نہیں ہوسکتا) آنحضرت ﷺ نے اسی لئے فرمایا کہ رسالت اور نبوت (ملنے کا سلسلہ) منقطع ہے اور یہ منقطع نہیں ہوا مگر خاص اسی جہت سے کہ اب اس کا پانے والا نبی اور رسول کا نام نہیں پاسکتا۔ (اس بات کو کھولنے کے لئے) آپ نے اس اعلان کے بعد فرمایا کہ:''فلا رسول بعدی ولا نبی'' پھر آپ نے نبوت سے درجہ مبشرات کو باقی رکھا اور مجتہدین کے استنباط کو بھی باقی رکھا اور ان پر (مجتہدین پر) اسم نبی نہ آنے دیا اور (ان کے استنباط کردہ احکام کے ذریعہ) نبوت کو باقی رکھا اور جس شخص کو کسی مسئلہ میں حکم الٰہی کا پتہ نہ ہوا سے کہا کہ وہ اہل ذکر سے پوچھ لے وہ اسے اپنے اجتہاد سے (حکم شریعت) کا فتویٰ دیں اور اس امت میں ان میں سے ہر ایک چیز (مبشرات ہوں یا استنباط کردہ مسائل) ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرع مقرر ہیں۔ باوجودیکہ ہمیں علم ہے کہ ان اولیاء اللہ اور مجتہدین کا مقام رسولوں کے

مرتبہ سے نیچے ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ہے۔ پس نبوت اور رسالت اپنے سر چشمہ اور حکم کے اعتبار سے منقطع نہیں صرف وہ وحی منقطع ہوئی ہے جو نبی اور رسول سے خاص ہوتی ہے جس میں اس کے کانوں اور دل پر فرشتہ اترتا ہے۔ نبی اور رسول کا کام اب ہر ایک سے روک دیا گیا۔ سو مجتہد کے بارے میں (باوجودیکہ اس سے شریعت کا حکم ملتا ہے) نبی اور رسول کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔

## کیا اس چشمہ جاری کا نام نبوت رکھا جا سکتا ہے

جب یہ قسم نبوت جس کے حامل کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ اس امت میں جاری وساری ہے تو اسے نبوت کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ جو امتی یہ مقام نبوت پائے اس کے لئے یہ نبوت پردہ غیب میں ہے اور نبی کے لئے نبوت مقام شہادت میں ہوتی ہے۔ پردہ غیب میں نہیں آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ جس نے قرآن کریم حفظ کیا اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت اتار دی گئی۔

شیخ اکبر ابن عربی لکھتے ہیں: ''والنبی ﷺ قال فیمن حفظ القرآن ان النبوۃ قد ادرجت بین جنبیہ فانہا لہ غیب وھی للنبی شہادۃ فھٰذا ھوالفرقان بین النبی والولی فی النبوۃ فیقال فیہ نبی ویقال فی الولی وارث...... وبعض الاولیاء یأخذونہا وراثۃً عن النبی ﷺ وھم الصحابۃ الذین شاھدوہ او من راہ فی النوم ثم علماء الرسوم یأخذونہا خلفاً عن سلف الیٰ یوم القیامۃ فیبعد النسب واما الاولیاء فیاخذونہا عن اللہ تعالیٰ من کونہ ورثہا دجاء بہا ھٰؤلاء فھم اتباع الرسول بمثل ھٰذا السند العالی'' (وراجع لہ ۳۷۵)

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو قرآن کریم زبانی یاد کر کے فرمایا ہے کہ اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت اتار دی گئی۔ وہ نبوت اس کے لئے (اس حافظ کے لئے غیب ہے اور وہ نبی کے لئے کھلی بات ہوتی ہے۔ نبی اور ولی کی نبوت میں یہی فرق ہے۔ نبی کو اس نبوت کے ساتھ نبی کہا جاتا ہے اور ولی کو وارث کہا جاتا ہے۔ بعض اولیائے کرام اسے نبی سے بطور جانشین پاتے ہیں اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنھوں نے رسول

اللہ ﷺ کو دیکھا اور (اولیا ہیں) جنہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پھر (نبوت پانے والے) علماء رسول ہیں جو اس (نبوت کو) خلف عن السلف کے طور پر قیامت تک لیتے رہیں گے۔ پس ان کی نسبت زیادہ فاصلے پر آتی جائے گی۔ لیکن جو اولیاء کرام ہیں وہ اسے اللہ تعالیٰ سے (براہ راست) پالیتے ہیں۔ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کو خود خدا نے آپ سے لے لیا اور ان اولیاء کو وہ دولت پہنچادی سو وہ (اولیاء کرام) بھی اتباع الرسل ٹھہرے لیکن ان کی نسبت اب سند عالی ہو چکی ہے۔

## شیخ اکبر ابن عربی کے ہاں نبوت اور رسالت دونوں سلسلے بند

۷…… ’’**وباب النبوۃ قد سدہ کما سد باب الرسالۃ اعنی نبوۃ التشریع وما بقی بایدینا الاالوراثۃ الیٰ یوم القیامۃ یقول رسول اللہ ﷺ انّ الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی**‘‘ (الفتوحات ج۱ص۴۲۹باب۶۹)

ترجمہ: آپ نے نبوت کے دروازے کو بھی بند کیا جیسا کہ رسالت کے دروازے کو۔ اس سے مراد قانونی درجے کی نبوت ہے اور ہمارے ہاتھوں سوائے سلسلہ وراثت کے جو قیامت تک رہے اور کچھ نہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں رسالت اور نبوت دونوں سلسلے بند ہو چکے۔ اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔

یہاں پر نبوت تشریع کی اصطلاح یاد رکھیں۔ شیخ ابن عربی کے ہاں یہ نبوت ولایت کے مقابلے کا لفظ ہے۔ نبوت ولایت اور نبوت شرائع دو متقابل اصطلاحیں ہیں۔ نبوت ولایت کے حامل کو نبی کہا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد کسی آنے والے کے لئے لفظ نبی وارد ہوا ہے تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ کسی نئے پیدا ہونے والے کے لئے اس لفظ کو روک دیا گیا ہے۔

شیخ ابن عربی لکھتے ہیں: ’’**لانبی بعدی محمد ﷺ الّا وھو راجع الیہ کعیسیٰ اذا نزل**‘‘

حضرت عیسیٰ بھی اگر نبی ہوں اور وہ یہاں کبھی دیکھے بھی گئے ہوں تو وہ یہاں نماز حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر ہی پڑھیں گے۔ نبوت یا رسالت اب کسی نئے آنے والے کے لئے ہے۔ یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا۔

۸...... شیخ ابن عربی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ’’فهٰذا الحديث من اشد ما جرعت الاولياء مرارته فانه قاطع للوصلة بين الانسان وبين عبودتيه ...... فابقى علينا اسم الولى وهو من اسمائه سبحانه وكان هٰذا الاسم قد نزعه من رسوله وخلع عليه اسماء بالعبد والرسول ولا يليق بالله ان يسمى نفسه بالرسول...... ولماعلم رسول الله ﷺ ان فى امته من يجرع مثل هٰذا الكأس وعلم ما يطرأ عليهم فى نفسوهم من الالم لذلك رحمهم فجعل لهم نصيباً ليكونوا بذلك عبيدالعبيد فقال للصحابة ليبلغ الشاهد الغائب فأمرهم بالتبليغ لينطلق عليهم اسماء الرسول التى هى مخصوصة بالعبيد...... فالصحابة اذا انقلوا الوحى علىٰ لفظه فهم رسل رسول الله والتابعون رسل الصحابة وهٰكذا الامر جيلاً بعد جيل الىٰ يوم القيامة ‘‘ (الفتوحات ج۱ص۱۸۵)

ترجمہ: پس یہ حدیث ان گھونٹوں میں بہت سخت ہے جن کی تلخی اولیاء اللہ نے محسوس کی۔ یہ اس وصل کو ٹوٹتے بتلاتی ہے جو انسان اور اس کی عبودیت میں قائم تھا......سو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ولی کا نام باقی رکھا اور اس کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جیسے یہ نام اپنے رسولوں سے لے لیا اور اس پر عبدیت اور رسالت کے اسماء اتار دیئے اور اللہ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسول کہے۔ (مگر وہ اپنے آپ کو ولی کہتا ہے) اور جب رسول اللہ ﷺ نے جانا کہ آپ کی امت میں ایسے بھی ہوں گے جو اس پیالے کے کڑوے گھونٹ پئیں گے اور آپ نے جانا کہ ان کے دلوں پر اس درد سے کیا گزرے گی تو آپ کے دل میں ان کے لئے نرمی پیدا ہوئی۔ پس آپ نے ان کے لئے نبوت میں سے ایک حصہ ٹھہرایا تاکہ وہ (آپ کی امت کے اولیاء) اس سے بندوں کے خدمت گزار ہوجائیں۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کو کہہ دیا کہ جو حاضر ہے وہ میری بات ان تک پہنچا دے۔ جو مجھ سے غائب ہیں انہیں آپ نے تبلیغ پر مامور فرمایا تاکہ ان پر رسولوں کا نام آسکے۔ جو اس کے بندوں کے لئے خاص تھا۔ سو صحابہؓ جب اس وحی خاتم النّبیین کو بلفظہٖ نقل کریں تو وہ رسل رسول اللہ (حضور ﷺ کے رسول) ہوئے اور تابعین کرام صحابہ کرامؓ کے رسول ٹھہرے اور اس طرح اسلام کا یہ امر قیامت تک طبقہ بہ طبقہ چلتا رہے گا۔

۹...... پھر آگے فتوحات کی تیسری جلد میں لکھتے ہیں:''ولھٰذا لم یکتف رسول اللہ بانقطاع الرسالۃ فقط لئلا یتوھم ان النّبوۃ باقیۃ فی الامۃ فقال علیہ السلام انّ النبوۃ والرسالۃ قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول فما بقی احد من خلق اللہ من یأمرہ اللہ بأمر یکون شرعا یتعبد بہ فانہ ان امرہ بفرض کان الشارع قد امرہ بہ فالامر للشارع وذٰلک وھم منہ وادعاء نبوۃ قد انقطعت'' (الفتوحات ج۳ص۳۸ باب۳۱۰)

ترجمہ: اس لئے حضور ﷺ نے صرف انقطاع رسالت کے اعلان پر اکتفاء نہیں کیا تا کہیں یہ وہم نہ گزرے کہ نبوت کا منصب امت میں باقی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نبوت اور رسالت دونوں منقطع ہیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی رسول آئے گا۔ اب انسانوں میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم دے اور وہ کام اس کے لئے ضروری ٹھہرے۔ وہ اگر کسی فرض کی تلقین کرے گا تو شارع علیہ السلام اسے پہلے ہی اس کا امر کر چکے ہیں۔ سو یہ امر کرنا تو شارع کا حق ہے اور کوئی اسے خدا کی طرف سے کہے تو یہ ایک وہم ہے اور اس چیز کا دعویٰ ہے (نبوت کا) جو منقطع ہو چکی ہے۔

## شیخ اکبر ابن عربی کا ایک مکاشفہ

۱۰...... شیخ اکبر ابن عربی لکھتے ہیں:

میں اپنے دور کے واصلین کے ساتھ باب الٰہی پر آیا تو میں نے اسے کھلا پایا۔ اس پر کوئی دربان یا پہرے دار نہ تھا۔ میں وہاں ٹھہرا تا کہ میں وراثت نبوی کی خلعت پاؤں اور میں نے ایک لٹکتا چبوترہ سا دیکھا۔ میں نے اس پر دستک دینے کا ارادہ کیا۔ مجھے آواز آئی اس پر دستک نہ دے یہ نہ کھلے گا۔ میں نے پوچھا یہ چبوترہ یہاں کس لئے رکھا گیا ہے۔ اس پر مجھے بتایا گیا:''ھٰذہ الخوخۃ التی اختص بھا الانبیاء والرسل علیہم السلام ولما کمل الدین اغلقت ومن ھٰذالباب کانت تخلع علٰی الانبیاء خلع الشرائع''

(فتوحات ج۳ص۵۱۳ باب۳۸۲)

ترجمہ: یہ وہ خوخہ ہے جو انبیاء ورسل کے لئے ہی خاص رہا ہے۔ جب دین مکمل ہوگیا تو اسے بند کر دیا گیا۔ اسی دروازے سے انبیاء پر خلعتیں اترتی تھیں۔

پھر میں نے اس دروازے پر غور کی نگاہ کی۔ میں نے اسے ایک وجود شفاف دیکھا۔ جس میں سے پیچھے تک کا نظارہ ہورہا تھا۔ میں نے اس کشف کو وہ چشمہ فہم پایا جس سے شرائع کے وارث اور ائمہ مجتہدین اپنا حصہ پاتے ہیں۔ میں اسی کھڑکی پر بیٹھ گیا اور جو کچھ اس دروازے کے پیچھے تھا اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے پیچھے سے معلومات کی صورتیں میرے لئے روشن ہوئیں جیسی کہ وہ ہیں۔ یہ فتوحات کا وہ سرچشمہ ہے جسے علماء اپنے باطن میں کھلا محسوس کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے ہوتے کہ کہاں سے ان پر یہ فتوحات آرہی ہیں۔ مگر یہ کہ بذریعہ کشف وہ جان لیں جیسا کہ ہم نے جانا ہے۔

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

**۱...... ’’فالنبوۃ العامۃ لا تشریع معہا والنبوۃ الخاصۃ التی بابہا تلک الخوخۃ ہی نبوۃ الشرائع فبابہا مغلق والعلم بما فیہ محقق فلا رسول ولا نبی فشکرت اللّٰہ علٰی ما منح لی من المنن فی السروالعلن فلما اطلعت من الباب الاوّل الذی یصل الیہ السالکون الذی منہ تخرج الخلع الیہم رأیت منہ شکرالشاکرین کالصورالتی تجلت لنا خلف الخوخۃ...... فکان محمد ﷺ عین سابقۃ النبوۃ البشریۃ لقولہ معرفاً ایاناً کنت نبیاً واٰدم بین الماء والطین وہو عین خاتم النّبیین‘‘** (فتوحات مکیہ ج۳ ص۵۱۳ باب۳۸۲)

ترجمہ: پس نبوت عامہ ہے جس میں کوئی تشریع نہیں اور نبوت خاصہ جس کا دروازہ وہ کھڑکی تھی یہ نبوت شرائع ہے (وہ پہلی شریعت کے ساتھ چلے یا نئی شریعت کے ساتھ) سو اس کا دروازہ بند ہوچکا اور اس میں جو کچھ ہے وہ علم حقیقت بن چکا۔ بس اب نہ کوئی رسول آئے گا نہ نبی (دونوں کا سلسلہ منقطع ہوا) پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جیسا کہ شاکرین شکر کرتے آئے ہیں کہ اس نے ظاہر اور باطن میں مجھ پر کیا کیا احسانات فرمائے ہیں۔ اس پہلے دروازے پر میں آیا جس کی طرف سالک پہنچتے ہیں۔ اس سے میں نے دیکھا کہ راہ سلوک کے مسافروں پر خلعتیں اتر رہی ہیں اور یہ اسی طرح کی صورتیں تھیں جو میں نے اس خوخہ کے پیچھے دیکھی تھیں۔ پس حضرت محمد ﷺ ہی اس نبوت بشریہ کا سبقت لے جانا والا چشمہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ہم سے اپنا تعارف کرایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم کا جسم ابھی پانی اور مٹی میں بٹا تھا اور آپ کا وہ وجود ختم نبوت کا سرچشمہ ہے۔

شیخ اکبر نے حضور ﷺ کے اس وجود باجود کو جو آدم کے خلعت بشری پہننے سے پہلے کا ہے ختم نبوت کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ ختم نبوت مرتبی کے اس سرچشمہ سے نبوت کی نہریں بہتی رہیں اور انبیائے کرام اپنے اپنے وقت میں تشریف لائے۔ اب آپ کو جو خاتم النّبیین کہا گیا ہے وہ اس نبوت زمانی کے اعتبار سے ہے اور اسی کو اسلام کا عقیدہ ختم نبوت سمجھا جاتا ہے جسے ضروریات دین میں شمار کیا گیا ہے۔

۱۲...... آپ اپنی دوسری کتاب فصوص الحکم میں اپنے اس عقیدہ کو یوں پیش کرتے ہیں:

حقیقت نبوت آپ سے ہی شروع ہوئی اور آپ پر ہی ختم ہوئی آپ نبی تھے اور آدم ہنوز آب وگل میں تھے۔ پھر آپ ﷺ اپنی نشاۃ بشری اور خلعت عنصری سے خاتم النّبیین ہوئے (کہ سب سے آخر میں تشریف لائے) (فصوص الحکم فص حکمت فردیہ بکلمہ محمدیہ ص۴۳۷)

آپ ﷺ اپنے پہلے مقام نبوت میں تمام کمالات نبوت کا سرچشمہ اور تمام مراتب نبوت کا منتہیٰ تھے یہ آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی ہے جسے آخر میں ختم نبوت زمانی بھی لازم ہوئی۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۹ھ) نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کی جو وضاحت کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت کے فیضان سے اس امت میں کمالات نبوت باقی رہے۔ مبشرات (سچے خواب) بھی کمالات نبوت میں سے ہیں اور محفوظ الہامات بھی کمالات نبوت میں سے ہیں۔ شریعت کے چشمہ صافی سے اجتہاد واستنباط سے نئے نئے مسئلوں کی دریافت اور شریعت محمدیہ کی ہمہ گیری بھی کمالات نبوت میں سے ہے۔ جو ائمہ مجتہدین پر اترے بایں ہمہ لفظ نبی ان میں سے کسی پر نہ آئے گا۔ نہ سچے خواب دیکھنے والوں کے لئے نہ کشف کے کاملین کے لئے اور نہ ائمہ مجتہدین کے لئے۔ اس امت سے یہ لفظ ایک ہمیشہ کے لئے روک دیا گیا ہے۔

۱۳...... پھر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ’’کمن یوحیٰ الیه فی المبشرات وهی جزء من اجزائة النبوة وان لم یکن صاحب المبشرة نبیاً فتفطن لعموم رحمة الله فما تطلق النبوة الّا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوة اللتی حجرت علینا وانقطعت ...... الوحی الملکی فی التشریع وذٰلک لا یکون الا لنبی خاصة‘‘ (فتوحات ج۲ص۳۷۶)

’’عن انس رضی اللہ عنہ رفعه ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا نبی ولا

رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا وماالمبشرات قال رویا المسلمین جزء من اجزاء النبوۃ‘‘ (فتح الباری ج۱۲ص۳۳۲)

پس مبشرات سے مراد مومنوں کے سچے خواب ہیں۔’’وصح فی الحدیث انہ من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ‘‘ (فتوحات ج۲ص۴۷۵)

ترجمہ: جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزائے نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہیں ہوجاتا۔ پس رحمت الٰہیہ کے عموم کو سمجھو نبوت کا اطلاق اسی پر ہوسکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو۔ وہ ہی نبی ہے اور وہ ہی نبوت ہے جو ہم سے روک دی گئی ہے اور منقطع ہوچکی ہے۔ کیونکہ نبوت کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ شیخ اکبر نے کمالات نبوت اور مبشرات کو نبوت بغیر تشریع فرمایا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے انہیں نبوت نہیں کہا۔ یعنی جو نبوت بغیر تشریع ہو وہ نبوت نہیں کہلاتی۔ بلکہ نبوت کا اطلاق اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت جن میں تشریع بھی داخل ہے۔’’فان من جملتھا التشریع‘‘مکمل موجود ہوں۔ پس کامل نبوت باقی نہیں صرف بعض اجزائے نبوت ہیں جنہیں نہ شرعاً نبوت کہا جاسکتا ہے اور نہ عرفاً جیسے چینی باوجودیکہ شربت کا جزو ہے اسے شربت کہنا حماقت اور پاگل پن ہے۔ خصوصاً جب کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی اصطلاح یہ ہے کہ جب تک جزوتشریع ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوت کا اطلاق جائز نہیں۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:’’لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الّا علی المشرع خاصۃ‘‘ (فتوحات ج۲ص۳۷۶باب۱۸۸)

پس اگر غیرتشریعی نبوت کو بھی باقی کہا جائے تو اس کا معنی یہی ہوگا کہ سچے خواب اور مبشرات باقی ہیں جو نہ نبوت کہلاسکتی ہیں اور نہ ان کا صاحب نبی کہلاسکتا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ پر نبوت ختم ہونے سے یہ نام یعنی نبی روک دیا گیا ہے۔ پھر شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات میں تشہد کی بحث میں لکھتے ہیں:

۱۴...... ’’اعلم انّ اللہ تعالٰی قد سدّ باب الرسالۃ عن کل مخلوق بعد محمد ﷺ الٰی یوم القیامۃ‘‘

ترجمہ: تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کے لئے ہر شخص سے باب رسالت بند کردیا ہے۔

۱۵…… پھر فتوحات کے چودھویں باب میں لکھا ہے: ’’اعلم انّ الحق تعالیٰ قصم ظهور الاولياء بانقطاع النبوة والرسالة بعد محمد ﷺ لفقدتهم الوحی الربانی الذی هو قوت ارواحهم‘‘ (الیواقیت ج۲ص۷۲)

ترجمہ: تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بعد نبوت اور رسالت منقطع فرما کر اولیاء اللہ کی کمریں توڑ دی ہیں اور وہ اس طرح کہ وحی خداوندی جو ان کی روحانی خوراک ہوسکے، مفقود کردی گئی ہے۔

۱۶…… پھر فتوحات کے باب نمبر ۳۸ میں لکھتے ہیں: ’’لمّا اغلق الله باب الرسالة بعد محمد ﷺ کان ذٰلک من اشدما تجرعت الاولياء مرارته لانقطاع الوحی‘‘ (الیواقیت ج۲ص۳۹ للشعرانی)

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ’’فرحمهم الحق تعالیٰ بان ابقی علیهم اسم الولی‘‘ (ایضاً ص۸۶)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر باب رسالت کو بند کردیا تو انقطاع وحی کے افسوس میں اولیاء اللہ تلخیوں کے گھونٹ پینے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ولی کے نام کو ان کے لئے باقی رکھ لیا اور یہ اس کا اپنا نام بھی ہے۔

۱۷…… ’’واعلم انّ الملک یأتی النّبی بالوحی علیٰ حالین تارةً ینزل بالوحی علیٰ قلبه وتارة یاتیه فی صورة جسدیة من خارج فیلقی ماجاء به الیٰ ذالک النّبی علیٰ اذنه فیسمعه او یلقیه علیٰ بصره فیبصره فیحصل له من النظر مثل ما یحصل له من السمع سواء قال(ای الشیخ الاکبر) هٰذا باب اغلق بعد موت محمد ﷺ فلا یفتح لاحد الیٰ یوم القیامة لکن بقی لاولیاء وحی الالهام الذی لا تشریع فیه‘‘ (الیواقیت ج۲ص۳۷)

یعنی جاننا چاہئے کہ نبی کے پاس وحی دوطرح سے آتی ہے۔ کبھی تو فرشتہ وحی لے کر نبی کے دل پر اترتا ہے اور کبھی جسدی صورت میں خارج سے وحی لے کر آتا ہے اور اس وحی کو اس کے کانوں پر یا اس کی آنکھوں پر القاء کردیتا ہے جسے وہ پیغمبر خود سنتا یا خود دیکھتا ہے۔ شیخ

اکبر فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول کا یہ دروازہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بند کردیا گیا ہے۔ پس اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھل سکتا۔ لیکن اولیاء کرام کے لئے وحی الہام کا القاء جس میں کوئی دینی احکام نہیں ہوتے وہ کھلا ہے۔

۱۸...... ’’لانبی بعد محمد ﷺ الا وھو راجع الیہ کعیسیٰ اذا نزل‘‘

ترجمہ: حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا مگر یہ کہ وہ آپ کی طرف لوٹے جیسے حضرت عیسیٰ جب اتریں گے اپنی بات کو چھوڑ دیں گے جو پہلے اپنی بات علیحدہ رکھتا ہوا اب وہ اسے چھوڑ دے گا۔

سو شیخ اکبر ابن عربی کا عقیدہ ختم نبوت بھی وہی ہے جو جمہور امت کا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور جو اس کا مدعی ہو خواہ اس کی وحی موافق شریعت محمدیہ ہی کیوں نہ ہو وہ جھوٹا دعویدار نبوت ہے۔

(کما نقل عنہ شیخ الاسلام العلامۃ العثمانی فی الفتح ص ۱۱۱ من المجلد الاوّل)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ان کی آمد ثانی پر

سابقہ تاریخ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو ان کی آمد ثانی پر نبی کہا جاسکے گا لیکن ان کی اس نبوت کی کہیں دعوت نہ ہوگی اور نہ کسی کا آپ کی اس نبوت سابقہ کے مطابق کوئی عمل ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ خود بھی اپنی اس پہلی شریعت پر عمل نہ کریں گے۔ یہ اس لئے کہ اب یہ دور دور محمدی ہے۔ اب نیا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور پہلا کوئی آجائے تو وہ اپنی نبوت پر عمل پیرا نہ ہوگا۔

عقیدہ ختم نبوت کے دو پہلو ہیں: (۱) نیا کوئی نبی پیدا نہ ہو اور (۲) پہلا کوئی نبی آجائے تو وہ اپنی شریعت پر عمل نہ کرے حضور ﷺ کی شریعت کے ماتحت رہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم النّبیین (فارسی) میں اسی کو عقیدہ ختم نبوت قرار دیا ہے۔

قادیانی لوگ شیخ اکبر ابن عربی کا نام دجل وفریب سے اپنی ہمنوائی میں پیش کرتے ہیں ورنہ شیخ اکبر کی ان عبارات میں جو ہم نے یہاں ہدیہ قارئین کی ہیں قادیانیوں کے لئے کہیں تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی ہے۔ اس پر ہم شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے عقیدہ ختم نبوت کی بحث ختم کرتے ہیں۔

# حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۳ھ) کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ان مباحث میں شاگرد ہیں اور ان کی مایہ ناز تصنیف الیواقیت والجواہر زیادہ تر حضرت شیخ کے فیوضات پر ہی مبنی ہے۔ چنانچہ شیخ کی کئی عبارات ہم نے الیواقیت والجواہر کی نقل سے پیش کی ہیں۔ بناءً علیہ ان کے عقیدہ ختم نبوت پر علیحدہ تبصرہ ضروری نہ تھا۔ لیکن چونکہ اہل دجل اسے مستقل عنوان کے تحت پیش کررہے ہیں۔ اس لئے چند تصریحات اس عنوان سے بھی پیش کی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان کا منبع فیض بھی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں:

۱…… ’’من قال اللّٰہ تعالیٰ امرہ بشئ فلیس ذالک بصحیح انما ذلک تلبیس لانّ الامر من قسم الکلام وصفتہ وذلک باب مسدود دون الناس‘‘ (الیواقیت ج۲ص۳۸)

ترجمہ: جو شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ شیطانی فریب ہے کیونکہ حکم قسم کلام سے ہے اور اس کی ایک صفت ہے اور یہ دروازہ لوگوں کے لئے بند ہو چکا ہے۔

۲…… ’’اعلم انّ الوحی لا ینزل بہ الملک علیٰ غیر قلب نبی اصلاً ولا یأمر غیر نبی بأمر الٰہی جملۃ واحدۃ فان الشریعۃ قد استقرت وتبین الفرض والواجب والمندوب والحرام والمکروہ والمباح فانقطع الامر الالٰہی بانقطاع النبوۃ والرسالۃ وما بقی احد من خلق اللّٰہ تعالیٰ یأمرہ اللّٰہ بأمر یکون شرعاً یتعبد بہ ابداً‘‘ (وراجع لہ الیواقیت ج۲ص۳۸)

ترجمہ: اور تم جان لو کہ فرشتہ وحی لے کر اس دل پر نہیں اترتا جو نبی نہیں اور نہ ہی غیرنبی کو کسی امر الٰہی کے لئے ایک جملہ بھی کہتا ہے۔ کیونکہ شریعت قائم ہوچکی اور فرض وواجب ومندوب وحرام ومکروہ ومباح سب واضح ہوچکے ہیں۔ پس نبوت اور رسالت کے ختم ہونے کے ساتھ امر الٰہی منقطع ہوچکا اور مخلوق خداوندی میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جسے اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کا حکم دے جسے شرعی طور پر ہمیشہ ماننا ضروری ہو۔

اس عبارت میں ''یأمرہ اللہ بامر'' سے مراد کوئی نیا حکم دینا نہیں۔ یہاں امر کلام کرنے کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بات کرے جس بات کو شرعی حیثیت حاصل ہو (سچا الہام بے شک خدائی کلام ہے جو وہ کاملین سے فرماتا ہے مگر اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی) یہ دروازہ اب تمام لوگوں کے لئے بند ہے۔

علامہ شعرانی کی پہلی عبارت پر غور فرمائیں۔ اس میں ''لانّ الامر قسم الکلام'' کے الفاظ صاف طور پر موجود ہیں۔ اس میں یہ مطلب پوری طرح واضح کردیا گیا ہے اگر علامہ کا یہ عقیدہ صرف تشریعی نبوت کا ختم ہوتا تو آپ یہاں فرماتے: ''انّ الامر من قسم الشرع'' آپ لکھتے ہیں: ''لانّ الامر من قسم الکلام وصفتہ'' معلوم ہوا کہ حضرت کی مراد ایسے مخاطبہ الٰہیہ کا انکار ہے جس کی امت میں کوئی قانونی حیثیت ہو اور اس کو ماننے کے لئے کسی دوسرے کو مجبور کیا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف نبوت کا ہے۔ علامہ شعرانی کے عقیدہ ختم نبوت کو سمجھنے کے لئے آپ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں: ''یتعبد بہ ابداً''

اس کلام کو ہمیشہ کے لئے قانونی حیثیت دینا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف نبی کی بات کا ہوسکتا ہے۔ وہ نئی شریعت لائے یا پہلی شریعت کا ہی حکم کرے۔ اس کی بات ہر صورت میں ایک قانونی درجہ رکھتی ہے اور یہ باب نبوت ختم نبوت کے بعد ہمیشہ کے لئے مسدود ہے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں: ''وذٰلک باب مسدود دون الناس''

ان سات بزرگوں کی ہم نے ان کی عبارات سے پوری صفائی دے دی ہے۔ اب بھی کسی کو ان میں سے کسی بزرگ کی کوئی عبارت مغلق نظر آئے تو اسے ان کی دوسری عبارات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہی دیانت کی ایک راہ ہے۔ ''وما دونہ الاخر القتاد''

آپ حیران نہ ہوں کہ ایسی واضح تصریحات اور باطل شکن عبارات کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کو ان ائمہ دین پر اس افتراء پردازی اور بہتان تراشی کی جرأت کیسے ہوئی؟ یہ اس لئے کہ تاجدار ختم نبوت نے اپنے بعد کے ہر مدعی نبوت کو کذاب کے علاوہ دجال بھی کہا ہے اور دجال کا کام یہی ہے کہ دھوکہ وفریب میں آخری بازی لگا دے۔ حضور تاجدار ختم نبوت نے ارشاد فرمایا: ’’**لاتقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول**‘‘ (**صحیح بخاری ج۱ ص۵۰۹ کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام، صحیح مسلم ج۲ ص۳۹۷ کتاب الفتن باب لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل**)

ترجمہ: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب ایسے دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں جو اپنے آپ کو خدا کا رسول سمجھیں گے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفہیم یوں فرماتے ہیں:

’’**ولیس المراد بالحدیث من ادعی النبوة مطلقا فانهم لا یحصون کثرة لکون غالبهم ینشاء لهم ذالک عن جنون اوسوداء وانما المراد من قامت له شوکة**‘‘ (**فتح الباری ج۲ ص۴۵۵ الحدیث التاسع والعشرون**)

ترجمہ: اس حدیث سے مطلق ہر مدعی نبوت مراد نہیں اس لئے کہ آپ کے بعد مدعی نبوت تو بے شمار ہوئے ایسے بے بنیاد دعوے عموماً جنون یا سوداء سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ یہاں صرف وہ مدعیان نبوت مراد ہیں جن کو شوکت وعروج بھی حاصل ہو۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوئے:

۱...... بعض مرزائی مسلم عوام کی تاریخی ناواقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ تیس مدعیان نبوت مرزا غلام احمد سے پہلے گزر چکے ہیں۔ پس یہ ان تیس میں داخل نہیں۔ جواب الجواب یہ ہے کہ یہاں کل مدعیان نبوت کی تعداد نہیں بلکہ ان مدعیان نبوت کی تعداد ہے جن کو شوکت وعروج بھی حاصل ہوگا۔ باقی رہا یہ امر کہ جھوٹے مدعی نبوت کو شوکت وعزت کیسے حاصل ہو سکتے ہیں؟ سو معلوم رہے کہ قرآن پاک کی رو سے یہ کوئی

امر ممتنع نہیں۔ قرآن عزیز میں جہاں فلاح کی نفی ہے، وہاں آخرت کی فلاں مراد ہے اور پھر اس عدم فلاح کے لئے دعویٰ نبوت کی کوئی تخصیص نہیں۔

فلاح نہ پانا اور فائز المرام نہ ہونا یہ صرف انہی کفار سے خاص نہیں جو اللہ رب العزت پر افتراء کر کے نبوت کے جھوٹے دعوے کریں۔ بلکہ قرآن کی رو سے کوئی بھی کافر کسی فوز وفلاح کا مستحق نہیں۔ قرآن عزیز میں ہے: ''انہ لا یفلح الکافرون'' (المؤمنون:۱۱۷)

ترجمہ: بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے۔

اس آیت کی رو سے کوئی کافر خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی، دہریہ ہو یا یہودی، ہرگز فلاں نہیں پائے گا۔ اب اس فلاح نہ پانے اور کامیاب نہ ہونے کو کسی خاص قسم کے کافروں سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ فلاح نہیں پائے گا۔ یہ محض سینہ زوری اور تحکم ہے۔ قرآن عزیز اس خیال کی تائید نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں وہ شخص جو خدا پر افتراء باندھے اور وہ شخص جو خدا کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلائے دونوں کو ایک ہی لڑی میں پرویا گیا اور پھر دونوں کو ایک ہی حکم میں رکھا ہے کہ ایسے ظالم ہرگز فلاح نہیں پائیں گے۔ قرآن پاک کہتا ہے: ''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب باٰیتہ انہ لا یفلح الظالمون'' (انعام:۲۱)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے۔

پھر دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ''فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب باٰیتہ انہ لایفلح المجرمون'' (یونس:۱۷)

ترجمہ: پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کی تکذیب کی ایسے گناہگار یقیناً فلاں نہیں پائیں گے۔

ان آیات کریمہ میں مفتری علی اللہ اور مکذب بآیات اللہ دونوں کو ایک ہی حکم میں داخل کیا گیا ہے۔ پس اس عدم فلاح اور ناکامی کو مفتری علی اللہ سے خاص کرنا فہم قرآن سے دوری ہے۔

فلاں نہ پانے سے یہ مراد لینا کہ وہ عمر طبعی پوری نہ کریں گے یا دنیا میں کسی قسم کی عزت نہ پائیں گے، یہ نظریہ غلط اور اس قرآنی ہدایت کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے تاریخ عالم کے نشیب وفراز دیکھے ہیں اور نیکوں اور بدوں کی دنیوی تاریخ ان کی نظر سے اوجھل نہیں انہیں یقین ہے کہ ان آیات قرآنیہ میں کامیابی سے مراد دنیا کی کامیابی نہیں، بلکہ آخرت کی فوز وفلاح ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے تمام ساتھیوں سے خطاب کرکے کہا تھا: ’’**قال لهم موسیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللّٰہ کذباً فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتریٰ**‘‘ (طٰہٰ: ۶۱)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ تمہارے حال پر افسوس ہے خدا تعالیٰ پر تم افتراء نہ باندھو ایسا کرنے سے خدا تمہیں کسی عذاب سے برباد کردے گا۔ بے شک جس نے خدا پر افتراء باندھا وہ نامراد وخاسر رہا۔

اس آیت شریفہ میں فرعون اور اس کے ماننے والوں سب کو مفتری علی اللہ کہا گیا ہے اور پھر سب کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ یقیناً نامراد رہیں گے۔ فرعون نے چار سو برس تک حکومت کی اور اس مدت دراز میں اسے کبھی سر درد تک نہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ وہ قرآن کی رو سے وہ خائب وخاسر اور محروم الفلاح تھا۔ قادیانی اس آیت کا آخری جملہ ’’**قد خاب من افتری**‘‘ تو پیش کرتے مگر پوری آیت نقل نہیں کرتے تاکہ اس حقیقت سے پردہ نہ اٹھ جائے کہ خدا پر افتراء باندھنے والے بھی چار سو برس تک بھی بڑی کامیابی سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ محض دنیوی زندگی ہے حقیقی زندگی میں یہ لوگ ایک آن واحد کے لئے بھی فائز بالفلاح نہیں۔

۲...... بعض قادیانی کہا کرتے ہیں کہ اگر ہمارا قادیانی سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے منظور نہ ہوتا تو کبھی کا مٹ چکا ہوتا اور اسے کچھ عروج حاصل نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تاجدار ختم نبوت نے جن تیس مدعیان نبوت کی پیش گوئی فرمائی ہے ان کی علامت ہی یہ ہے کہ انہیں اس دنیا میں کچھ شوکت وعروج بھی حاصل ہوگا۔

ثانیاً تاریخ کی معتبر روایات اس پر شاہد ہیں کہ کئی مدعیان نبوت اپنے خاندان کے ساتھ صدیوں برسر اقتدار رہے۔

انتہائے مغرب میں برغواطہ قوم کا ایک شخص صالح بن ظریف گزرا ہے۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر ایک قرآن اترتا ہے۔ اس قرآن کی بعض سورتوں کے نام یہ تھے۔ ’’سورۃ الدیک، سورۃ الحمر، سورۃ آدم، سورۃ ھاروت وماروت، سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ‘‘ صالح کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں مہدی اکبر ہوں جس کی خبر خود آنحضرت ﷺ نے دی ہے۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ اسے یہاں تک فروغ ہوا کہ اپنے پورے علاقے کا بادشاہ بنا رہا۔ پینتالیس سال کے قریب اس نے حکومت کی اور اپنی تمام سیاسی اور مذہبی مہمات کا سربراہ رہا۔ اس کے بعد سرداری اس کے بیٹے الیاس کو ملی۔ اس نے پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یونس برسراقتدار آیا۔ جس نے اپنے دادا صالح بن ظریف کے مذہب کو بہت ترقی دی اور چوالیس برس کے قریب حکومت کی۔ صالح بن ظریف کے زمانے میں خلافت بغداد پر ہشام بن عبدالملک کا قبضہ تھا۔

مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدون کہتے ہیں: ’’زعم انہ المہدی الاکبر الذی یخرج فی آخرالزمان وان عیسٰی یکون صاحبہ ویصلی خلفہ وان اسمعہ فی العرب صالح وفی سریانی مالک وفی الاعجمی عالم وفی العبرانی روبیا وفی البربری وربا ومعناہ الذی لیس بعدہ نبی‘‘ (ابن خلدون ج۶ ص۲۰۷ الخبر عن برغواطۃ من بطون المصامدۃ ودولتھم ومبدأ امرھم وتصاریف احوالھم)

ترجمہ: اس کا دعویٰ تھا کہ وہی مہدی اکبر ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوگا اور حضرت عیسیٰ اس کے ساتھی ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ عرب میں اس کا نام صالح تھا۔ سریانی میں مالک، عجمی میں عالم، عبرانی میں روبیا اور بربری میں وربا تھا اور اس کا معنی ہے ’’الذی لیس بعدہ نبی‘‘ کہ اس کے بعد اب کوئی اور نبی نہ ہوگا۔

یونس کے بعد صالح کا پڑپوتا ابوغفیر برسر حکومت آیا (یہ معاذ بن السیع بن صالح بن ظریف تھا) اس کے متعلق فاضل ابن خلدون لکھتے ہیں: ’’واشتدّ شوکتہ وعظم امرہ‘‘

ترجمہ: اسے عظیم شوکت حاصل تھی اور اس کی حکومت بلند پایہ تھی۔

ابوغفیر کے بعد ابوالانصار برسراقتدار آیا جس نے اپنے دادا کے مذہب کو بہت فروغ دیا۔ اس کے بعد ابومنصور عیسیٰ کا دور آیا جو برغواطہ قوم کا ساتواں بادشاہ تھا۔ اس نے بھی دعویٰ نبوت کیا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں: ''وادعی النّبوۃ والکھانۃ واشتد امرہ وعلا سلطنۃ ودانت لہ قبائل الغرب'' (ایضاً ج۶ ص۲۰۷)

ترجمہ: اس نے بھی نبوت اورغیب دانی کا دعویٰ کیا۔ اس کی حکومت اورسطوت بہت زور کی تھی اور مغرب کے تمام قبائل اس کے آگے سرنگوں تھے۔ اس کے بعد اس خاندان کا سلسلہ نہایت ذلت سے ختم ہوا۔

ان حقائق سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ دعویٰ کہ مفتری کے سلسلے کو بقا نہیں ہوتی یا ضروری ہے کہ وہ بیس یا تئیس سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائے بالکل غلط ہے۔

ہاں! سچا پیغمبر اگر کوئی غلط بات کہے اور اسے خدا کی طرف سے کہے تو اسے فوراً پکڑا جائے گا۔ (ایسا کبھی ہوا نہیں کیونکہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں اور خدا کی حفاظت میں ہوتے ہیں) اسے اس وقت نہ پکڑنا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کوئی غلط راہ پا جائے اور ایسا کبھی نہیں ہوسکتا اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوسکتی ہے؟ ''ومن اصدق من اللہ قیلا'' اللہ تعالیٰ نے سچے پیغمبر کے بارے میں یہ بات کہی ہے کہ ناممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی بات ہماری طرف سے کہیں جو ہم نے نہ کی ہو۔

''ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لأخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین'' (الحاقۃ:۴۴تا۴۶)

ترجمہ: اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑ لیتے اس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس کی گردن۔

تورات کے سفر استثناء کے اٹھارویں باب میں درس نمبر۲۰ میں ہے:

نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔ (تورات)

یہ بات ایک مفروضہ کے طور پر کہی گئی ہے ورنہ نبی تو معصوم ہوتے ہیں مجال ہے کہ کوئی نبی ایسی بات کہے۔ فرض کرو کہے تو ہم اسی وقت اسے روک دیں اور پھر اس کا حامی وناصر کوئی نہ ہو۔

یہ بات صرف سچے نبی کے بارے میں کہی جارہی ہے کسی کذاب کے بارے میں نہیں ایسے جھوٹوں کو خدا فوری نہیں پکڑتا۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات خوب لکھی ہے: ’’بادشاہ کسی شخص کو کسی منصب پر مامور کر کے اور سند وفرمان وغیرہ دے کر کسی طرف روانہ کرتا ہے اگر اس شخص سے اس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا بادشاہ پر کچھ جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اس وقت بلاتوقف اس کا تدارک کرتے ہیں لیکن اگر سڑک کو بنانے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی بکتا پھرے کہ گورنمنٹ کا میرے لئے یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام دیئے گئے ہیں تو کون اس کی بات پر کان دھرتا ہے۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۷۵۴ شائع کردہ سعودی عرب)

## مقام غور

علاوہ ازیں یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ کسی مدعی نبوت کا لازمی طور پر قتل ہونا اگر اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہو تو پھر وہ پیغمبران کرام جو سچے ہو کر بھی شہادت کو پہنچے اور انہیں ان کے مخالفین نے قتل کیا۔ ان کی صداقت کیوں مشتبہ نہ ہو جائے گی۔ جب لازم ممکن نہیں تو ملزوم بالبداہت خود بخود باطل ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے سے بہت پہلے اور اس سے ان کی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’قتل یحیی قبل رفع عیسیٰ علیہ السلام ان یحییٰ قد قتل والحق بالموتیٰ‘‘

ایسا ہی تاریخ طبری (ج۲ ص۱۳، الاخبار الطوال ص۴۲، تاریخ کامل ص۱۰۴، فتوحات الٰہیہ ص۲۷، ص۲۶۲، تفسیر فتح البیان ج۱ ص۱۲۰، بحر محیط ج۱ ص۲۳۶، تفسیر جمل ج۱، ص۲۷، کشاف ص۷۹، درمنثور ج۴ ص۲۶۲ اور تفسیر مراح للبید امام نووی) میں مذکور ہے۔ مرزا غلام احمد کو بھی (اعتراف ہے کہ یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے) (تفسیر ابی السعود ج۲ ص۲۶۲، تفسیر کبیر ج۲ ص۲۶۴)

۳…… اس حدیث نے اس امر پر بھی متنبہ کر دیا کہ وہ تیس مدعیان نبوت ''امتی نبی'' ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اس لئے کہ ان کے لئے حدیث میں لفظ ''دجال'' بھی وارد ہے اور مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''دجال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۳۱)

۴…… مرزا غلام احمد اپنے لئے جس نبوت کا مدعی ہے اس میں سرے سے انگریزوں کی شوکت کا اقرار ہے۔ آزاد سلطنت کا اسے ایک سانس نصیب نہیں ہوا۔ جدھر ملکہ وکٹوریہ کا منہ ادھر خدا کا منہ یہ اس کا وظیفہ رہا ہے۔ پھر پاکستان بننے پر قادیان کا یہ خاندان نبوت پاکستان منتقل ہوا۔ یہ لوگ اب مسلمانوں کے جھنڈے تلے چلے آئے یہاں سے کسی اور طرف جائیں گے تو بھی غلامی ہی ان کی قسمت میں ہے۔ صالح بن ظریف کی شوکت ان کے نصیب کہاں۔

آخر میں نہایت دردمندی اور اخلاص کے ساتھ ان تمام حضرات کی خدمت میں جو مرزا غلام احمد کے دامن کے ساتھ کسی وجہ سے وابستہ ہیں۔ اس خدائے قہار وجبار کا واسطے دے کر جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے اور جس کے بطش شدید اور قہر عذاب سے کوئی بدعقیدہ اور لامذہب خلاصی نہ پاسکے گا۔ درخواست کرتا ہوں کہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ جماعت کی محبت وعقیدت سے خالی الذہن ہو کر اور قادیانی سلسلہ کے مغالطہ انداز مبلغین سے کنارہ کش رہ کر اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں اور سوچیں کہ جس طرح وہ امت مسلمہ سے یہاں کٹ چکے ہیں کہیں اسی طرح میدان آخرت میں بھی ان کا یہ حشر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام لانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

عمری لقد نبھت من کان نائماً واسمعت من کانت لہ اذنان

خادم شریعت مطہرہ خالد محمود عفا اللہ عنہ امرتسری ثم سیالکوٹی

مؤرخہ ۱۲/اگست ۱۹۵۲ء

# ضمیمہ نمبر۱

کتاب ہذا کے پہلے ایڈیشنوں میں صرف ان سات بزرگوں کی تصدیقات آپ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ ان حضرات کے عقیدہ ختم نبوت کی اسلامی تشریحات آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ انہیں حضرات کی عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اور غلط معنی پہنا کر قادیانی اپنی ہمنوائی میں پیش کرتے ہیں۔ اس ایڈیشن میں ہم کچھ اور بزرگوں کا دفاع بھی پیش کرتے ہیں۔ قادیانی مبلغین مغالطہ دہی کے انداز میں انہیں بھی اپنا حامی ظاہر کرتے ہیں۔

## ۱...... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’لایبقیٰ بعدی من النّبوۃ شئ الّا المبشرات‘‘

(مسند احمد ج۶ ص۱۲۹)

ترجمہ: میرے بعد کچھ بھی نبوت باقی نہیں رہی۔ ہاں صرف مبشرات رہ گئے ہیں (اور وہ اچھے خواب ہیں جنہیں ہر آدمی دیکھ سکتا ہے)

یہاں آنحضرت ﷺ نے کمالات نبوت میں سے صرف سچے خوابوں کا ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جزو کے بقا سے کل کا بقا ہرگز لازم نہیں آتا۔ حضور اکرم ﷺ صرف مبشرات کی بقا بطریق حصر بیان فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ظلی بروزی غیرتشریعی یا انعکاسی کسی قسم کی نبوت باقی نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی پیرایہ نبوت بھی باقی ہوتا تو حضور ﷺ بطریق حصر صرف سچے خوابوں کو بیان نہ فرماتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود چونکہ اسے بیان کررہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبوت نہیں صرف سچے خواب ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء‘‘

(کنزالعمال ج۱۲ ص۲۷۰ فضل الحرمین والمسجد الاقصیٰ)

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں سے آخری مسجد ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کسی اور نبی کا پیدا ہونا ممکن ہوتا تو حضور ﷺ کی مسجد مساجد انبیاء میں سے آخری مسجد کیسے ہوتی۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کو بیان کر رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی پیغمبر پیدا ہونے کا نہیں ہے۔

## مغالطہ مرزائیہ

قادیانی اس مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: ’’**قولہ انّہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ**‘‘ (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

ترجمہ: لوگو یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

جواب: اوّلاً اس کی سند صحیح نہیں۔ علامہ طاہر نے یہ روایت کہاں سے لی ہے۔ اس کا حوالہ مطلوب ہے۔ اس کی سند پیش کیجئے تاکہ اس کے راویوں کی پڑتال ہو سکے کہ واقعی یہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: ’’**لولا الاسناد لقال من شآء ماشاء**‘‘

ثانیاً: تکملہ مجمع البحار میں اس بے سند قول سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہو رہا ہے۔ اس کے بعد عبارت یہ ہے۔ صاحب کتاب نے اسے یوں نقل فرمایا ہے: ’’**عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قولوا انہ خاتم الانبیاء ولاتقولوا لا نبی بعدہ وھٰذآ ناظر الیٰ نزول عیسیٰ وھٰذا ایضاً لا ینافی حدیث لانبی بعدی لانہ اراد لانبی ینسخ شرعہ**‘‘ (**تکملہ مجمع البحار ص۸۵ طبع ھندی، المصنف لابن ابی شیبہ ج۵ ص۲۲۶ من کرہ ان یقول لانبی بعد النبی** میں یہ روایت موجود ہے)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ جو منقول ہے کہ تم خاتم الانبیاء تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر کہا گیا ہے اور یہ اس طرح

حدیث:’’لانبی بعدی‘‘ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کا کوئی نبی اس طرح دوبارہ نہیں آ سکتا کہ حضور ﷺ کی شرع کو منسوخ کر دے۔

تکملہ مجمع البحار کی پوری عبارت سے واضح ہوگیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا (بشرطیکہ یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہی ارشاد ہو) آنحضرت ﷺ کے بعد کی کسی نئی غیرتشریعی نبوت سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں یہ قادیانیوں کی بددیانتی ہے کہ اسے’’ھٰذا ناظر الٰی نزول عیسٰی‘‘ کی عبارت حذف کر کے اپنی کتابوں میں پیش کرتے ہیں۔

نظارت اصلاح وارشاد انجمن احمدیہ ربوہ نے علمی تبصرہ کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے اس کے (ص۱۱۸) پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اسی حوالے سے اس طرح درج ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ امام محمد طاہر اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث:’’لانبی بعدی‘‘ کے خلاف نہیں۔’’لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ‘‘یعنی آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے۔‘‘ یہ خیانت اور بددیانتی کی انتہاء ہے کہ علامہ طاہر تو اسے پرانے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بتلا رہے ہے کہ کسی پچھلے نبی کی آمد’’لانبی بعدی‘‘ کے خلاف نہیں۔ بشرطیکہ وہ حضور ﷺ کی شرع کو منسوخ نہ کرے اور قادیانی مبلغین اس سے کسی نئے پیدا ہونے والے شخص کی نبوت کی شرط بتارہے ہیں۔

## ۲...... علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۲ھ) اور امام ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

قادیانی علماء نے جہاں اور بہت سے بزرگان دین پر یہ افتراء باندھ رکھا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بعد غیرتشریعی نبی پیدا ہونے کے قائل ہیں وہاں علامہ راغب اصفہانی اور ان کے ساتھ علامہ ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر بحرمحیط بھی ان کے اسی ظلم کا شکار ہیں۔ قادیانی مبلغ ان کی عبارات بھی خلاف مراد متکلم پیش کر کے قادیانی علم ودیانت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ پیشتر اس کے ہم اس فریب سے پردہ اٹھائیں قارئین سے التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں۔

پہلے آپ اس آیت کو ملاحظہ کریں اسے ہم تین حصوں میں ترکیب واضح کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں ازیں بعد آپ اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں: ’’من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم شرط جزاء من النّبیین والصدیقین والشہداء والصالحین‘‘ (نساء:۶۹)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ (بیان انعام یافتہ لوگوں کا)

ان لوگوں کا بیان جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یہ ہے: ’’من النّبیین والصدیقین والشہداء والصالحین‘‘ (النساء:۶۹)

آیت ہذا میں اس امر کی بشارت ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے دارالجزاء میں نبیوں کے ساتھ صدیقوں کے ساتھ شہیدوں کے ساتھ اور صالحین کرام کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ معیت اسی طرح کی ہوگی جیسے غلام بادشاہوں کے ساتھ شامل مجلس رہتے ہیں۔

۱...... قادیانی مبلغ کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کا اس منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی وہی کچھ ہوگئے ہیں (بیٹے کا باپ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی باپ ہوگیا ہے۔ فیا للعجب) یعنی نبیوں کی معیت اور حضوری میں جگہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی نبی ہوجائیں۔ پس خدا اور اس کے اس رسول کی اطاعت کرنے والے بھی نبی ہوسکتے ہیں۔ قادیانی لوگ یہاں مع کو تو من کے معنی میں لیتے ہیں لیکن ’’من النّبیین والصدیقین‘‘ کو وہ بھی منعم علیہ گروہ کا ہی بیان سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی یہ انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفسیر ہے۔ ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ کے متعلق نہیں۔

۲...... علامہ راغب اصفہانی کی اپنی کسی کتاب میں اس امر کی تصریح نہیں کہ: ’’من النّبیین والصدیقین‘‘ منعم علیہ گروہ کا بیان نہیں۔ بلکہ یہ ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ کے متعلق ہے۔ ہاں علامہ ابن حیان اندلسی نے تفسیر بحر محیط میں علامہ راغب کی طرف اس بات کی نسبت کی ہے کہ وہ ’’من النّبیین کو من یطع اللہ‘‘ کے متعلق کرنا جائز کہتے ہیں۔

’’واجاز الراغب ان یتعلق من النّبیین بقولہ ومن یطع اللہ

والرسول ای من النّبیین ومن بعدهم ویکون قوله فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰه علیهم اشارة الی الملاء الاعلیٰ ثم قال وحسن اولٰئک رفیقا ویبین ذٰلک قول النّبی حی الموت اللهم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ وهٰذا ظاهر‘‘
(بحر محیط ج۳ ص۲۸۷ تفسیر سورۃ النساء)

اس لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے: ’’نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں سے جو لوگ اللہ اور اس کے اسی خاص پیغمبر کی اطاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں کے ساتھ کر دیں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔‘‘

اس صورت میں انعام یافتہ لوگوں سے مراد ملاء اعلیٰ کے پہلے قدوسی افراد ہوں اور یہ اسی طرح ہے جیسے حضور ﷺ نے آخر وقت الرفیق الاعلیٰ کہہ کر ملاء اعلیٰ کی معیت کو اختیار فرمایا۔ اس صورت میں ’’من یطع اللّٰه والرسول ‘‘ پر عمل پیرا ہونے والوں کو نبیوں کے ساتھ ہونے کا (جیسا کہ مسلمانوں کی رائے ہے) یا نبیوں میں سے ہونے کا (جیسا کہ قادیانیوں کی رائے ہے) سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ان کے ہاں یہ ’’من النبیین والصدیقین ‘‘ منعم علیہ گروہ کی تفسیر ہی نہیں۔ یہ تعبیر جس طرح جمہور مسلمانوں کے موافق نہیں۔ اسی طرح خود قادیانیوں کی پیش کردہ تفسیر کے بھی خلاف ہے۔ قادیانی اپنی اس ترکیب سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرنے والے جن لوگوں کو ملاء اعلیٰ کی رفاقت کی بشارت دی جارہی ہے ان میں انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین چاروں حلقے ہیں اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ اس امت میں بھی نبی پیدا ہوں جو حضور ﷺ کی شریعت کی پیروی کریں اور رفیق اعلیٰ سے اتصال پائیں اس صورت میں قادیانی مبلغ علامہ راغب اصفہانی کو اپنا ہمنوا بتلاتے ہیں۔

۳...... علامہ راغب کے جائز کردہ احتمال سے یہ بے شک تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ: ’’من یطع اللّٰه والرسول ‘‘ پر عمل پیرا ہونے والے بعض افراد انبیاء بھی ہوں گے۔ یہ معنی گو اس آیت میں مراد نہ ہوں لیکن دوسری تصریحات کے پیش نظر یہ بات اہل سلام کے خلاف نہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام ’’من یطع اللّٰه والرسول ‘‘ پر عمل پیرا ہونے والوں میں سے ہیں اور خود بھی نبی ہیں۔ ان معنوں کی رو سے اگر حضور خاتم

النّبیین ﷺ کی پیروی کرنے والے بعض انبیاء کا اشارہ ہے تو یہ معنی قادیانیوں کو اس وقت تک مفید نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ’’من یطع اللہ والرسول ‘‘ کا مصداق حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد پیدا ہونے اور نئے سرے سے فائز نبوت ہونے والے افراد کو قرار نہ دیا جائے کیونکہ بعض پچھلے پیغمبروں کا اس اطاعت پر گامزن ہونا تو خود اہل اسلام کے ہاں بھی مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ قادیانی عقیدے کی حمایت میں اس آیت میں کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔

پس جب قادیانیوں کے ’’علامہ راغب سے استدلال کرنے‘‘ کے خلاف بعض پچھلے نبیوں کے حضور ﷺ کی اطاعت کرنے کا احتمال موجود ہے اور یہی پہلو اہل اسلام کے معتبر ہے تو قادیانیوں کا استدلال ’’اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ‘‘ کے قاعدہ سے بالکل باطل ہو جاتا ہے۔

۴...... علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کردہ یہ ترکیب گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور اطاعت مصطفوی کے پیش نظر ہمارے عقائد کو مضر نہیں لیکن نحوی لحاظ سے اس میں بہت الجھاؤ ہے۔ فاء جزاء کے ماقبل ’’من یطع اللہ والرسول ‘‘ کا بیان جزاء آنے کے بعد نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی ’’ان تقم ھند فعمر وذاھب ‘‘ کہے اور ہند کی صفت ضاحکہ یوں بیان کرے: ’’ان تقم ھند فعمر وذاھب ضاحکۃ‘‘ تو یہ غلط ہوگا۔

ضاحکہ کو جزاء آنے کے بعد ہند کی صفت بنانا جائز نہ ہوگا۔ علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے پیش نظر ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ انہوں نے فاء جزاء کے بعد من النّبیین کو فاء جزاء کے ماقبل سے متعلق کرنا جائز کیا ہو۔ ضرور اس نسبت میں کوئی غلطی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات ان کی اپنی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ باقی رہا تفسیر بحر محیط کا اسے نقل کرنا تو اگر نقل کنندہ پر اعتماد ہو سکتا ہے تو اس کے علم پر بھی اعتماد ہونا چاہئے۔ جس بزرگ نے یہ بات علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی ہے وہی اسے نحوی اور معنوی لحاظ سے غلط قرار دیتے ہیں۔

## علامہ راغب کی بات کو برسر عام غلط کہنا

تفسیر بحر محیط میں اس احتمال کو نقل کر کے علامہ ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’ھٰذا الوجہ الذی ھو عندہ ظاھر فاسد من جھۃ المعنی ومن جھۃ النحو ‘‘

(تفسیر بحر محیط ج۳ ص۲۸۷ تفسیر سورۃ النساء)

قاضی محمد نذیر قادیانی نے اپنے رسالہ علمی تبصرہ (شائع کردہ نظارت اصلاح وارشاد صدرانجمن احمدیہ (ربوہ) چناب نگر) کے (ص۹) پر فاضل اندلسی اور علامہ راغب کی عبارت کو گڈمڈ کر کے پیش کیا ہے۔ پہلی تین سطریں فاضل اندلسی کی ہیں جو علامہ راغب کی ترکیب کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد علامہ راغب کی تفسیر ہے۔ قاضی محمد نظیر ہر دو عبارات میں فرق نہیں کر سکے اور نہ انہیں یہ پتہ چلا ہے کہ یہ دونوں تعبیریں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ قاضی صاحب نے دوسری بددیانتی یہ کی ہے کہ علامہ راغب کی بات نقل کرتے ہوئے آگے ان کی نئی ترکیب نحوی کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس ترکیب کے وہ خود بھی خلاف تھے۔ تیسری بددیانتی قاضی صاحب نے یہ کی ہے کہ فاضل اندلسی نے آگے جو اس کی پرزور تردید کی ہے اسے یکسر چھوڑ دیا ہے۔ تفسیر بحر محیط کی تردید نقل کئے بغیر علامہ راغب کی اس بات کو بحر محیط کے حوالے سے نقل کرنا یہ شان دیانت قادیانی علم کلام کو ہی زیبا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذٰلک الجھل وسوء الفھم!**

۵...... علامہ ابن حیان اندلسی اس ترکیب میں علامہ راغب کے ہمنوا نہیں۔ مرزائی مبلغ محض دھوکہ فریب دینے کے لئے انہیں اکٹھا پیش کرتے اور تفسیر بحر محیط کے نام سے مغالطہ دیتے ہیں۔ بحر محیط کی اصل عبارت یہ ہے جس میں اس کا پورا رد موجود ہے۔

**’’ھٰذالوجه الذی هو عنده ظاهر فاسد من جهة المعنی ومن جهة النحو اما من جهة المعنی فان الرسول هنا هو محمد ﷺ اخبر اللّٰه تعالٰی ان من یطیعه ویطیع رسوله فهو من ذکر ولو کان من النّبیین معلقاً بقوله ومن یطع اللّٰه والرسول لکان قوله من النّبیین تفسیراً لمن فی قوله ومن یطع فیلزم ان یکون فی زمانه الرسول او بعده انبیاء یطیعونه وهٰذا غیر ممکن لانه قد اخبر تعالٰی ان محمداً هو خاتم النّبیین وقال هو ﷺ لا نبی بعدی وامّا من جهة النحو فما قبل فاء الجزاء لا یعمل فیما بعدها‘‘**

(البحر المحیط ج۳ ص۲۸۷ تفسیر سورۃ النساء)

ترجمہ: یہ بات جو اس کے ہاں اس طرح کہی گئی ہے معنوی اور نحوی ہر لحاظ سے غلط ہے۔ معنوی لحاظ سے اس طرح کہ رسول سے مراد یہاں حضور اکرم ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر

دی ہے کہ جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ’’من النّبیین‘‘ متعلق ہو ’’من یطع اللّٰہ والرسول‘‘ تو من النبیین سے مراد من یطع کی تفسیر ہوگی اور لازم آئے گا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کچھ اور انبیاء ہوں جو آپ کی پیروی کرتے رہیں اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور حضور ﷺ نے ’’لا نبی بعدی‘‘ فرمادیا اور اس ترکیب کا نحوی لحاظ سے غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ فاء جزاء سے پہلے کی بات فاء جزاء کے بعد عمل نہیں کرتی۔

اس عبارت کی موجودگی میں تفسیر بحر محیط کو اپنی ہمنوائی میں پیش کرنا قادیانی علم ودیانت کو ہی زیبا ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم عرض پرداز ہیں کہ علامہ راغب کی طرف منسوب یہ ترکیب علمی لحاظ سے اتنی کمزور ہے کہ علامہ راغب کی جلالت شان قدر کے باعث ہمیں اس کی نسبت ہی میں تأمل ہے مرزائیوں کو چاہئے کہ اس نسبت کے اصل مأخذ کی تلاش کریں اور علامہ راغب کی کسی اپنی کتاب سے یہ نیا نحوی قاعدہ دکھائیں۔

ثانیاً: یہ ترکیب گو علمی لحاظ سے صحیح نہیں مگر ہمیں ہرگز مضر نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام بے شک حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اس سے علامہ راغب کو اجرائے نبوت کا قائل ثابت کرنا فریب اور بددیانتی کی انتہاء ہے۔

ثالثاً: اس ترکیب سے خواہ مخواہ اجرائے نبوت کا احتمال پیدا کرنا (گو عقائد احتمال سے ثابت نہیں ہوتے اور استدلال احتمال ثانی کے ہوتے ہوئے کبھی تکمیل نہیں پاتا) علامہ راغب کے اپنے تحریر کردہ بیان کے بھی یکسر خلاف ہے۔

## علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۲ھ) کا عقیدہ ختم نبوت

علامہ راغب اپنی کتاب مفردات القرآن میں لفظ ختم کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں: ’’خاتم النّبیین لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ‘‘

(مفردات القرآن ص۱۴۲ مطبوعہ مصر مطبع میمنہ الخاء مع التاء)

ترجمہ: حضور خاتم النّبیین ﷺ ہیں کیونکہ آپ نے نبوت کو ختم کردیا ہے یعنی آپ نے اپنی آمد سے سلسلہ نبوت کو مکمل کردیا ہے۔

# دونوں ترکیبوں کے اختلاف کا حاصل

## ۱......پہلی صحیح ترکیب کا حاصل

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے اس خاص رسول کی اطاعت کریں گے وہ آخرت میں اپنے درجوں کے مطابق نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کی رفاقت پائیں گے۔

## ۲......دوسری غلط ترکیب کا حاصل

نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ ملاء اعلیٰ کے لوگ ہیں۔اوپر کے لوگ۔

دوسری صورت میں یہ چاروں اقسام کے لوگ انعام یافتہ لوگوں کی تفسیر نہیں بنتے۔ انعام یافتہ افراد سے مراد ملاء اعلیٰ کے لوگ ہوں گے۔ علامہ راغب نے گو بقول ابن حیان اندلسی اس دوسرے احتمال کو راہ دی ہے مگر علامہ راغب کا اپنا مؤقف یہ ہرگز نہیں ہے۔ ان کے ہاں یہ چاروں اقسام انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفصیل ہیں۔

ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: ’’قال الراغب ممن انعم علیہم من الفرق الاربع فی المنزلۃ والثواب النبی بالنبی والصدیق بالصدیق والشہید بالشہید والصالح بالصالح‘‘ (مرزاغلام احمد کے ہاں اس آیت کا بیان کیا اس کے لئے یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں)

ترجمہ: امام راغب کہتے ہیں کہ جن لوگوں پر انعام ہوا ان چار اقسام میں سے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت کریں گے وہ منزلت اور ثواب میں ان کے ساتھ ہوں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت کرنے والے بھی ایک نبی کے ساتھ ہوں گے یا نبیین کے ساتھ۔ ایک صدیق کے ساتھ ہوں گے یا صدیقین کے ساتھ؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہاں نبی کے ساتھ نبی ہوگا اور یہ وادی پاک نبیوں کی ہوگی۔ صدیق کے ساتھ صدیق ہوگا اور وہ وادی صدیقوں کی ہوگی جہاں ان کامل اطاعت کرنے والوں کو اتارا جائے گا اور ٹھکانہ دیا جائے گا۔ منزلت اور ثواب کا یہی معنی ہے۔ سو یہ ان

چار طبقوں کی رفاقت پانے والے کچھ نبیوں کے ساتھ ہوں گے۔ کچھ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے۔ کچھ شہداء کے ساتھ ہوں گے اور کچھ صالحین کی رفاقت پانے والے ہوں گے۔

’’النبی بالنبی والصدیق بالصدیق والشهید بالشهید والصالح بالصالح‘‘

اس میں رفاقت کا بیان نہیں، انعام یافتہ لوگوں کا بیان ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت کریں گے وہ ان حضرات کی رفاقت پائیں گے۔ جہاں نبی نبی کے ساتھ جمع ہیں۔ صدیق صدیق کے ساتھ جمع ہیں۔ شہداء کرام اپنی جگہ ہیں اور صالحین کرام اپنی جگہ۔ حضور ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو ان میں سے ہر طبقے کی رفاقت میں جگہ دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھتے ہی ان میں سے ہو جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جو آنحضرت ﷺ کے پاس یہاں سالہا سال بیٹھے ان میں سے کوئی نبی نہ ہو پایا تو وہاں نبیین کے ہاں جگہ پانے والے نبیوں میں سے کیسے ہو جائیں گے۔ منصب اپنی جگہ ہے اور معیت اپنی جگہ۔ غلام آقا کی معیت میں بھی ہو تو آقا نہیں ہو جاتا۔

یہاں ہم اس وقت اس فرق سے بحث نہیں کر رہے۔ بتلانا صرف یہ ہے کہ علامہ راغب کے ہاں ’’من النّبیین والصدیقین والشهداء والصالحین، انعم اللہ علیهم‘‘ کی ہی تفسیر ہے۔ ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ کا بیان نہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے اس دوسرے احتمال کو بھی راہ دی ہے (اگر واقعی انہوں نے کہیں ایسا لکھا ہو) گو وہ اس نئے قاعدہ کی حمایت میں کوئی نحوی مثال پیش نہیں کر سکے۔ جہاں شرط کا بیان جزاء کے بیان کے بعد ہوا ہو۔ علامہ ابن حیان اندلسی نے اگر ان پر اعتراض کیا ہے تو نحو سے ایک مثال پیش کر کے ’’ان تقم هند فعمر ذاهب‘‘ کے بعد ضاحکہ اس شرط کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو سکتا ہے تو انہیں اس قسم کی کوئی مثال پیش کرنی چاہئے۔

پھر اسی صفحہ پر نیچے سے چھٹی سطر دیکھئے: ’’قال الراغب قسم اللہ المؤمنین فی هٰذه الآیة اربعة اقسام وجعل لهم اربعة منازل بعضها دون بعض وحث کافة الناس ...... الخ‘‘

ترجمہ: راغب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مؤمنین کی چار قسموں میں تقسیم کی ہے اور ان کی چار منزلیں ٹھہرائیں ان میں بعض دوسری بعض سے نیچی ہیں اور پھر

تمام لوگوں کو رغبت دی کہ ان میں سے کسی کی رفاقت پائیں۔

یہاں بھی امام راغب نے ان چار طبقوں کا ’’انعم اللہ علیھم‘‘ کی تفسیر قرار دیا ہے۔ سو یہ کہنا غلط ہے کہ امام راغب کے ہاں: ’’من النّبیین والصدیقین …… من یطع اللہ والرسول‘‘ کا بیان ہے۔ ان کا مؤقف یہی ہے کہ جو ہم نے یہاں نقل کیا ہے۔

رہی یہ بات کہ انہوں نے ایک دوسرے احتمال کو بھی جگہ دی ہے لیکن اس بات سے بھی کسی قادیانی کو انکار نہ ہوگا کہ راغب نے اس احتمال کی تائید میں کوئی نحوی مثال پیش نہیں کی۔

## قادیانیوں کا اس غلط ترکیب پر اصرار کیوں

قادیانی چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے اس نبی خاتم ﷺ کے تابعداروں میں کچھ نبیوں کو بھی لے آئیں۔ ان کے خیال میں یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ اس امت میں بھی نبی پیدا ہوں جو حضور ﷺ کی تابعداری کریں۔ ہم کہتے ہیں یہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ پچھلے نبیوں میں سے کوئی پھر آجائیں (حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے اور حضرت خضر علیہ السلام سمندروں سے) اور وہ حضور ﷺ کے امتی ہوکر یہاں رہیں۔ جب یہ بات اس طرح بھی پوری ہوسکتی ہے تو کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو راہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ سو راغب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس غلط ترکیب کو اگر کوئی راہ بھی ملے تو اس سے اسلام کا عقیدہ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا کیونکہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے قائل ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی پیروی کریں گے، اپنی شریعت کی نہیں اور اس طرح وہ ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ میں جگہ پاسکیں گے۔ کاش کہ قادیانی اس بات کو سمجھ پائیں۔

## ابن حیان اندلسی کا عقیدہ ختم نبوت

علامہ راغب کے مذکورہ قول کی روشنی میں اگر کسی نئے پیدا ہونے والے نبی کو ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ کا مصداق ٹھہرایا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ تشریعی نبی نہیں غیر تشریعی نبی ہوگا اور حضور ﷺ کی اطاعت کرے گا۔ اس عقیدے کو علامہ ابن عیان اندلسی نے اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ٹھہرایا ہے اور اس پر آیت ختم نبوت اور حدیث: ’’لا نبی بعدی‘‘ پیش کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابن حیان اندلسی کے عقیدہ ختم نبوت میں حضور ﷺ کی

اطاعت کرنے والا نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ورنہ وہ راغب کے پیدا کردہ احتمال کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہ ٹھہراتے۔

’’**فیلزم ان یکون فی زمن الرسول او بعدہ انبیاء ویطیعونہ وھٰذا غیر ممکن لانہ قد اخبر تعالٰی ان محمدا ھو خاتم النّبیین وقال ھو ﷺ لا نبی بعدی**‘‘ (بحر محیط ج۳ ص۲۸۷ تفسیر سورۃ النساء)

ترجمہ: سو لازم آتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کچھ انبیاء ہوں اور وہ آپ کی اطاعت میں چلیں اور یہ غیر ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ آپ خاتم النّبیین ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

علامہ ابن حیان اندلسی ۶۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ یہ ساتویں صدی کی آواز ہے جو ہم نے آپ کو سنادی ہے۔ اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک تمام مسلمانوں کا بلاکسی مسلکی امتیاز کے یہی عقیدہ تھا کہ آیت خاتم النّبیین اور حدیث ’’**لا نبی بعدی**‘‘ کا اجماعی مفہوم یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا جو حضور ﷺ کی شریعت کے تابع ہوکر رہے اور دعویٰ کرے کہ مجھے حضور ﷺ کی اتباع سے نبوت ملی ہے۔

’’**ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیٔ**‘‘ میں مطلق دعویٰ وحی کو افتراء علی اللہ کہا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ تشریعی نبوت کا دعویٰ تو افتراء علی اللہ ہو اور عمل سے نبوت ملنے کی راہ ’’**من یطع اللہ والرسول**‘‘ میں کھلی رکھی گئی ہے۔ **اعاذنا اللہ من الالحاد!**

بات علامہ راغب کے عقیدے کی ہو رہی تھی اور اس پر ہم پانچ نکتے گزارش کر آئے ہیں۔

## مع کو من کے معنی میں لینے کا قادیانی حیلہ

علامہ راغب کے پیدا کردہ احتمال میں جب قادیانی نہیں چل سکتے تو وہ اس بات پر آجاتے ہیں کہ عربی میں مع کبھی من کے معنی میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اس آیت کی تفسیریوں کرتے ہیں:

جو لوگ خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان انعام

یافتہ لوگوں میں سے ہوجائیں گے جنہیں نبی کہتے ہیں، صدیق کہتے ہیں، شہید کہتے ہیں اور صالح کہتے ہیں۔

مع کے اصل معنی مع کے ہی ہیں۔ بلاقرینہ صارفہ اسے من کے معنی میں نہیں لیا جاتا اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو دیکھئے کہ قرآن کریم نے یہاں خود اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ مع رفاقت کے معنی میں ہے۔

''فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم...... وحسن اولئک رفیقاً''

(النساء: ۶۹)

ترجمہ: اور اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا اور ان کی رفاقت بہت اچھی چیز ہے۔

پس جب یہاں رفاقت کی تصریح ہوگئی اب اس کے خلاف دوسرے معنی کی تلاش نظر وفکر کے فریب کے سواء کچھ نہیں۔

علاوہ ازیں ابن حیان اندلسی نے یہ جو لکھا ہے: ''واجاز الراغب'' سو یہ علیٰ وجہ الالزام ہے یعنی راغب کی تفسیر سے لازم آتا ہے کہ: ''النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین'' کا تعلق ''من یطع اللہ ورسولہ'' سے ہو۔ پھر ابن حیان نے اسے نحوی اور معنوی طور پر غلط بتلایا ہے۔ لہٰذا وہ تفسیر نہ ہونی چاہئے جو نحوی طور پر غلط ٹھہرے۔

ہم نے کہا ہے کہ ابن حیان نے ''اجازہ الراغب'' کے الفاظ علی وجہ الالزام کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ راغب نے یہ نحوی قاعدہ صحیح قرار دیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم یہ بات اس لئے کررہے ہیں کہ ہمیں علامہ راغب کی اپنی کسی بات میں یہ نیا نحوی قاعدہ نہیں ملا۔

ہے کوئی قادیانی مبلغ جو علامہ راغب کی کسی کتاب سے اس نحوی قاعدے کو پیش کرے؟

قادیانی مبلغین میں اگر کچھ ہمت ہے تو علامہ راغب کے کسی ضعیف سے ضعیف قول سے بھی یہ ثابت کریں کہ حضور ﷺ کی اطاعت سے نبوت ملتی ہے اور یہ کہ اس آیت میں مع کا لفظ من کے معنوں میں ہے۔ پس جب کہ علامہ راغب کا پیش کردہ احتمال خود قادیانی تفسیر کے بھی خلاف ہے اور اس صورت میں بھی یہاں نبوت ملنے کا کوئی ذکر نہیں تو قادیانیوں کا علامہ راغب کو اپنا ہمنواء ظاہر کرنا اگر علم ودیانت کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ واللہ علیٰ ما نقول شہید

# ضمیمہ نمبر۲

## مرزا طاہر کا راغب کی جائز کردہ ترکیب سے انکار

قادیانی مبلغین نے علامہ راغب کے نام سے اس امت میں نبیوں کے پائے جانے پر بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن مرزا طاہر نے اپنے وقت میں علامہ راغب کی طرف منسوب ہونے والی اس نئی ترکیب سے یکسر انکار کردیا۔

امام راغب کی جائز کردہ ترکیب کے مطابق: ’’من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین...... من یطع الرسول‘‘ کا بیان ہے۔

ان کے نزدیک شرط کی تفصیل فا جزاء کے بعد بھی آسکتی ہے۔ اس خیال کی رو سے یہ ’’فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم‘‘ کا بیان نہیں۔

مگر مرزا طاہر لکھتا ہے: ’’اور جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کریں گے، ’’فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم‘‘ اب یہی لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں سے ہوں گے۔ (عرفان ختم نبوت ص۱۴۱)

پھر انعام پانے والوں کی یہ تفصیل لکھی ہے: ’’مع الذین انعم اللہ علیہم ای من النّبیین والصدیقین والشہداء والصالحین‘‘ (ایضاً ص۱۴۳)

اب بتائیے یہ ’’من النّبیین والصدیقین انعم اللہ علیہم‘‘ کا بیان ہوا ہے یا ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ کا۔ مرزا طاہر نے کس طرح کھلے بندوں راغب کی اس رائے کی تردید کی ہے۔ پھر جب یہ دوسرے معنی خود قادیانیوں کو بھی تسلیم نہیں تو آپ ہی غور کریں ان کے لئے یہ علامہ راغب کی سند کس لئے لائی جارہی ہے؟ اور وہ ہے بھی نحوی طور پر غلط۔ کچھ تو انصاف کیجئے۔

پھر مرزا غلام احمد خود ایک مقام پر اس سوال کے جواب میں کہ منعم علیہم کون ہیں؟ لکھتا ہے: ’’وہ (منعم علیہم لوگ) کون ہیں؟ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح۔‘‘

(اشتہار ملحقہ آئینہ کمالات قیامت کی نشانی ص ح، خزائن ج۵ ص۶۱۲)

## مرزا طاہر کی تحریف مع کو من کے معنی میں لینا

مرزا طاہر نے اپنے اس مفروضہ کے لئے ایک عجیب قاعدہ گھڑا ہے۔ وہ لکھتا ہے:
''جب ایک سے زیادہ لوگ ہوں جن کی طرف معیت منسوب ہو اور وہ ہم جنس ہوں اور تعریف کا ذکر ہو رہا ہو تو ہمیشہ مع کا معنی ایسے موقعوں پر من ہوا کرتا ہے۔''

(عرفان ختم نبوت ص۱۴۳)

ہم جواب میں مرزا غلام احمد کی ایک دعا نقل کئے دیتے ہیں جو اس نے اہل مکہ کو دی: ''**نسئله ان یدخلکم فی ملکوته مع الانبیاء والرسل والصدیقین والشهداء والصالحین**'' (حمامۃ البشریٰ ص۹۶، خزائن ج۷ص۳۲۵)

ترجمہ: ہم خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ تمہیں عالم ملکوت میں انبیاء، رسل وصدیقین وشہداء اور صالحین کی معیت دے (ان کے ساتھ جمع کرے)

یہاں زیادہ لوگ ہیں جن کی معیت چاہی گئی ہے اور وہ سب ایک جنس کے ہیں اور مقام بھی تعریف کا ہے اور مع من کے معنی میں نہیں۔ یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ اے اہل مکہ ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تم سب کو انبیاء ورسل بنا دے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء**'' (جامع ترمذی ج۱ص۲۲۹ باب ماجاء فی التجار)

یہاں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں جن کی طرف معیت منسوب ہے اور وہ سب ایک جنس کے ہیں۔ سب انسان ہیں اور مقام بھی تعریف کا ہے اور یہاں یہ معنی نہیں کہ سچے اور ایماندار تاجر سب نبی بن جائیں گے۔ ''**انت مع من احببت**'' (رواہ الترمذی وراجع لہ الشفاء ج۲ص۲۰) میں بھی معیت رفاقت کے معنی میں ہے۔ رسول ہو جانے کے معنی میں نہیں کہ تم جو حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے محبت کرتے ہو سب نبی ہو جاؤ گے۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ تمہیں ان کی رفاقت سے مشرف کیا جائے گا۔

''**ویؤیده قوله علیه السلام من احیٰ سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنة وقال علیه السلام من احبنی کان معی فی الجنة**'' ظاہر ہے کہ حضور ﷺ جنت میں اکیلے نہ ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ ساتھ ہوں گے۔ ایک دوسری

روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی تصریح بھی ملتی ہے: ’’انی لا حب رسول اللہ ﷺ واحب ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما وارجوا ان اللہ یبعثنی معھم‘‘

(بیان القرآن محمد علی لاہوری ج۱ص۳۶۱ ماخوذ از تفسیر ابن کثیر ج۱ص۶۱، اردو)

سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معیت جب ایک جماعت کی طرف منسوب ہو تو بھی اس کے معنی رفاقت اور ساتھ ہونے کے ہوتے ہیں۔ مرزا طاہر نے جو قاعدہ گھڑا ہے وہ علمی اعتبار سے ہرگز صحیح نہیں۔

سو یہ بات ہر شبہ سے خالی ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں معیت اس معنی میں ہے جو قرآن کریم نے خود بیان کر دیئے ہیں۔ ’’وحسن اولٰئک رفیقاً‘‘ کیا یہاں ان کی رفاقت کی تصریح نہیں؟ کاش! کہ مرزا طاہر نے کسی استاد سے عربی پڑھی ہوتی تو جاہلانہ بات نہ کرتا۔

## آیت کا شان نزول

قاضی عیاض (۵۴۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ میں آخرت میں حضور ﷺ کو کیسے دیکھ پاؤں گا۔ آپ تو نہایت اعلیٰ درجہ میں ہوں گے۔ اس پر یہ آیت اتری اور حضور ﷺ نے اس صحابی کو بلایا اور اسے یہ آیت سنائی: ’’فعرفت انک اذا دخلت الجنۃ رفعت مع النّبیین وان دخلتھا لااراک فانزل اللہ تعالٰی ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم‘‘ (الشفاء ج۲ص۲۰وروح المعانی ج۵ص۷۵)

کیا اب بھی کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ یہاں مع ساتھ ہونے کے معنی میں ہے، نبی ہو جانے کے معنی میں نہیں۔

## قادیانیو! ایمان اور یقین کی نبض پر ہاتھ رکھو

مسلمان عقیدہ ختم نبوت کے اس مفہوم پر جو ہم نے اس کتاب میں قرآن وحدیث خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور اقوال بزرگان دین سے پیش کیا پورا یقین رکھتے ہیں اور اس کے متوازی ہر عقیدے اور تاویل کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ چودہ سو سال کا علمی سرمایہ ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ختم نبوت کے اس مفہوم سے جو سر مو بھی تجاوز کرے مسلمانوں کے ہاں وہ دائرہ امت سے خارج ہے۔

سوال یہ ہے کہ جو قادیانی از راہ دجل کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں وہ جس مفہوم میں بھی حضور ﷺ کو خاتم النّبیین مانیں تو کیا انہیں اپنے اس عقیدے پر ایسا یقین حاصل ہے جو کسی طور پر بھی متزلزل نہ ہو سکے؟

الجواب: قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوا ہوگا جو نئی شریعت لائے اور اس شریعت کو منسوخ کرے۔ قادیانی اسے اپنا عقیدہ ختم نبوت ٹھہراتے ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ اسلام میں ختم نبوت کے اس تصور کو کوئی راہ نہیں۔ ہمارا سوال اسی جگہ ہے کہ جس طرح ہم ختم نبوت کے اس معنی پر جو ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے ایک غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں، قادیانی بھی اپنے اس عقیدے پر جسے وہ بیان کرتے ہیں کیا ایسا ہی یقین رکھتے ہیں؟

اس کا دوٹوک جواب یہ ہے کہ نہیں۔ مرزا غلام احمد کی پوری امت عقیدہ ختم نبوت میں اپنے اختیار کردہ معنی میں بھی محروم الیقین ہے اور یہ کسی قوم کی شقاوت کی انتہاء ہے کہ وہ جس بات کا بھی دعویٰ کرے اس پر بھی اسے نہ ملنے والا یقین حاصل نہ ہو۔

مرزا غلام احمد کی امت میں سب سے افضل مانا جانے والا امتی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ وہی مرزا غلام احمد کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے اس عقیدہ پر کیا یقین رکھتا تھا۔ اسے مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم.اے کی زبان سے سنئے۔

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ’’خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل فرماتے تھے کہ جب فتح اسلام اور توضیح مرام شائع ہوئیں تو ابھی میرے پاس نہ پہنچی تھیں اور ایک مخالف شخص کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب! کیا نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ کیا صادق اور راست باز ہے یا نہیں۔ اگر صادق ہے تو بہرحال اس بات کو قبول کریں گے۔ میرا یہ جواب سن کر وہ بولا۔ واہ مولوی صاحب آپ قابو ہی نہ آئے۔

یہ قصہ سنا کر مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو صرف نبوت کی بات ہے، میرا تو ایمان ہے کہ اگر مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ

قرار دیں تو پھر بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور منجانب اللہ پایا ہے تو آپ جو بھی فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النّبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے۔'' (سیرت المہدی حصہ اوّل ص۸۱ روایت ۱۰۶ قدیم، سیرت المہدی ج۱ ص۸۸ روایت ۱۰۹ جدید، الکنی والالقاب ج۲ ص۲۶۸، اعیان الشیعہ ج۶ ص۱۲۰، الذریعہ فی تصانیف الشیعہ ج۵ ص۴۵)

حکیم نورالدین کا یہ کہنا کہ اس صورت میں آیت خاتم النّبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے بتلاتا ہے کہ اسے اپنے اختیار کردہ مفہوم پر بھی وہ نقطہ یقین حاصل نہ تھا جو دوسری جانب کے ہر ممکن تصور کو رد کردے۔ قادیانیوں کے ہاں قرآن اوّل نہیں جس پر کسی شخص کے دعویٰ کو پرکھا جائے۔ اوّل وہ شخص ہے جس کے گرد یہ جمع ہیں اور قرآن دوسرے درجے میں ہے جس کے معنی یہ لوگ اس کے دعویٰ کی روشنی میں طے کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اس شخص سے نہ بدلیں گے بلکہ خود قرآن کو بدل کر رکھ دیں گے۔ اب ان لوگوں کے ہاں آیت خاتم النّبیین کا یہ معنی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی تشریعی نبی پیدا نہ ہوگا صرف اس لئے درست ہیں کہ یہ مرزاغلام احمد کے دعویٰ کے مطابق ہیں۔ اس لئے نہیں کہ اس آیت کا مرزاغلام کی پیدائش اور دعویٰ سے پہلے واقعی کوئی یقینی اور غیر متزلزل مفہوم موجود تھا۔ ان کے ہاں گویا یہ آیت پہلے سے کسی معنی پر قطعی الدلالۃ نہیں۔ سو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ قادیانیوں کے ہاں ختم نبوت کسی قطعی الدلالۃ مفہوم کی حامل نہیں ہے۔

## علامہ راغب اصفہانی کس عقیدے کے تھے؟

ساتویں صدی کا حسن بن علی الطبرسی المعروف عمادالدین الطبرسی اسرارالامامہ میں لکھتا ہے: ''انّہ ای الراغب کان من حکماء الشیعة الامامیة له مصنفات فائقة مثل المفردات فی غریب القرآن وافانین البلاغة والمحاضرة''

ترجمہ: راغب شیعہ امامیہ کا حکیم تھا، مفردات، افانین البلاغۃ اور المحاضرہ جیسی اس کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔

علمائے اسلام میں علامہ راغب اصفہانی کی شخصیت اور عبقریت بطور ایک لغت اور ادب کے امام کے ہے بطور ایک محدث مفسر اور فقیہ کے نہیں نہ ان کی کوئی اجتہادی بات ہمارے لئے حجت اور سند ہوسکتی ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# قادیانیوں کی
# شرعی وقانونی
# حیثیت

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فہرست


| | | | |
|---|---|---|---|
| تعارف | ۳۶۳ | مذہبی آزادی کی حقیقت | ۳۶۴ |
| غیر مسلم اقوام کی مذہبی آزادی | ۳۶۷ | (۱) وحدتِ اُمت کا تحفظ | ۳۶۸ |
| شعائرِ اُمت کا تحفظ | ۳۶۹ | شعائرِ اُمتِ اسلامیہ | ۳۷۰ |
| کعبہ | ۳۷۱ | رسول کریم ﷺ | ۳۷۳ |
| قرآن | ۳۷۵ | نماز | ۳۷۵ |
| مسجد اور اَذان | ۳۷۷ | مسجد بنانا اِمام کے ذمہ ہے | ۳۸۱ |
| اَذان کے بارے میں چند گزارشات یہ ہیں | ۳۸۶ | شعائرِ اِسلام کی حفاظت اِمام کے ذمہ ہے | ۳۹۰ |
| اہلِ ذمہ کے مذہبی شعائر پر پابندی | ۳۹۱ | مصالحِ عامہ کے لئے تعزیر کا اِجرا | ۳۹۲ |
| جو نیکی مقارن بالمعصیت ہو اس سے روکنا | ۳۹۳ | (۲) شعائرِ مرتبی کا تحفظ | ۳۹۶ |
| اسلام ایک بسیط حقیقت ہے | ۳۹۹ | (۳) اَفرادِ اُمت کا تحفظ | ۴۰۶ |
| (۴) حوزہ اُمت کا تحفظ | ۴۰۶ | اسلامی سلطنت میں قادیانی تبلیغ پر پابندی | ۴۰۶ |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت | ۴۱۰ | شراب پینا | ۴۱۰ |
| گالیاں دینا | ۴۱۰ | جھوٹ اور چوری کی عادت | ۴۱۱ |
| آپ کا کوئی معجزہ نہ تھا | ۴۱۱ | آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے کچھ نہ تھا | ۴۱۱ |
| تین دادیاں اور نانیاں زِنا کار اور کسبی عورتیں تھیں | ۴۱۲ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن کرنے میں قرآن سے اِستدلال | ۴۱۲ |
| صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین | ۴۱۳ | اہلِ بیتِ نبوی کی توہین | ۴۱۳ |
| مسلمانوں کے اسلام پر طعن | ۴۱۴ | اخلاقی بے حیائی کا فروغ | ۴۱۵ |
| بدزبانی کا فروغ | ۴۱۶ | عام مسلمانوں کے متعلق | ۴۱۷ |
| قادیانی لٹریچر ہی اسلام کے جذبہ جہاد کی روک تھام | ۴۱۸ | اسلامی حکومت میں مسلمانوں میں خلافِ اسلام تعلیم و تبلیغ کی کیا کھلی اجازت ہے؟ | ۴۲۱ |
| ایک ضروری بات | ۴۲۴ | کافر سب ایک ملت ہیں | ۴۲۷ |
| قرآنِ کریم میں ملحدین کا ذِکر | ۴۲۸ | اسلام میں ملحد کی سزا | ۴۳۴ |
| زِندیق اور مرتد میں فرق | ۴۳۷ | زِندیق اور ملحد کا حکم | ۴۳۷ |
| قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا | ۴۳۷ | | |

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# تعارف

’’۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے اِمتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ قادیانی ولاہوری گروپ نے وفاقی شرعی عدالت میں اس کے خلاف اپیل دائر کردی۔ وفاقی شرعی عدالت کی رہنمائی کے لئے مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نے ذیل کا اپنا بیان تحریری طور پر عدالت میں جمع کرایا، جس میں قادیانیوں کی شرعی وقانونی حیثیت پر اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ فقیر: اللہ وسایا‘‘

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

✡ …… ایک اسلامی سلطنت میں قادیانی غیرمسلم اقلیت کو کیا کیا مذہبی حقوق حاصل ہوسکتے ہیں؟ اورانہیں کس حدتک مذہبی آزادی دی جاسکتی ہے؟

جواب: اسلامی مملکت میں غیرمسلم اقلیتوں کو اس حدتک مذہبی آزادی دی جاسکتی ہے کہ اس سے مسلمانوں کے اپنے دِینی اور مذہبی حقوق میں کسی طرح سے مداخلت نہ ہوتی ہو اوران کی داخلی خودمختاری کسی طرح مجروح نہ ہو، لیکن اگرکسی اقلیت کی مذہبی آزادی سے خود مسلمانوں کے مذہبی حقوق تلف ہوتے ہوں، تو مسلمان سربراہ کا فرض ہے کہ مسلمانوں کے دینی حقوق کی پوری حفاظت کرے۔ اسلامی مملکت میں غیرمسلم اقلیتوں کے رُسوم واعمال اسی حدتک چلنے دیئے جاسکتے ہیں کہ اسلام کی اپنی عظمت وشوکت کسی طرح پامال نہ ہونے پائے۔ سربراہِ مملکت ان پر کچھ اس طرح کی پابندیاں لگائے کہ وہاں کی مسلم آبادی اپنے دِین پر عمل کرتے ہوئے ان اقلیتوں کی مداخلت سے پوری طرح محفوظ رہ سکے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی غیرمسلم اقلیت کے جائز مذہبی حقوق کا تعین کرنے سے پہلے خود مسلمانوں کے دِینی حقوق کا جائزہ لیا جائے اوراگرکسی پہلو سے کوئی غیرمسلم اقلیت ان کے حقوق میں مداخلت کرنے لگے تو ان اُمور میں کسی غیرمسلم اقلیت کو مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں دخل انداز نہ ہونے دیا جائے گا اورانہیں ان باتوں سے قانوناً منع کیا جائے گا۔

## مذہبی آزادی کی حقیقت

اسلام کی رُو سے دُنیا میں ہر شخص کو اپنی پسند کا مذہب اِختیار کرنے کا حق حاصل ہے، آخرت کی جزا وسزا صرف حق پر مبنی ہوگی۔ قرآنِ کریم کی رُو سے کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی اِجازت نہیں۔ صداقت اسلام کے دروازے کھلے ہیں اور حق، باطل سے ممتاز ہوچکا ہے۔ مذہبی آزادی کی حقیقت یہی ہے کہ اسلام زبردستی دُوسروں کو اپنے ساتھ جوڑنے کی تعلیم نہیں دیتا، لیکن مسلمانوں کو کوئی اور مذہب اِختیار کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں۔ اسلام دِینِ حق سے پھرنے کی کسی مسلمان کو اِجازت نہیں دیتا، اسے ہر کوشش کے ساتھ دائرۂ اسلام میں پابند کرتا ہے۔ یہ اِکراہ کسی کو دِین میں لانے کے لئے نہیں، اسے دِین میں رکھنے کے لئے ہے، جو اِسلام کا ایک اندرونی معاملہ ہے۔ مذہبی آزادی کا یہ مفہوم مرزا غلام احمد قادیانی نے ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے: ''ہمارے نبی ﷺ نے مسلمان بنانے کے لئے کبھی جبر نہیں کیا اور نہ تلوار کھینچی اور نہ دِین میں داخل کرنے کے لئے کسی کے ایک بال کو بھی نقصان پہنچایا، بلکہ وہ تمام نبوی لڑائیاں اور آنجناب کے صحابہ کرام کے جنگ جو اس وقت کئے گئے یا تو اس واسطے ان کی ضرورت پڑی کہ ملک میں امن قائم کیا جائے اور جو لوگ اسلام کو اس کے پھیلنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کردیتے ہیں جو مسلمان ہوں، ان کو کمزور کردیا جائے۔'' (تریاق القلوب ص۵۵، خزائن ج۱۵ ص۲۴۶)

اسلام میں آئے ہوئے لوگوں کو ضابطۂ اِسلام کا پابند کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں یہ دھمکی بھی دی، ظاہر ہے کہ یہ اِکراہ نہیں، دِینِ اسلام کا ایک اپنا ضابطہ کار ہے:

۱...... ''لقد هممت ان آمر رجل يصلي بالناس ثم احرق علٰی رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم'' (صحیح مسلم ج۱ ص۲۳۲، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد)

ترجمہ: میں نے اِرادہ کیا کہ کسی اور شخص کو اِمام مقرّر کروں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر ان لوگوں کے گھروں کو جو جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں آگ لگادوں۔

بے شک یہ ایک بڑی دھمکی ہے اور مسلمانوں کو دِین پر رکھنے کے لئے یہ اِکراہ ممنوع نہیں اور اس کے جواب میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ: ''لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ'' دِین میں اِکراہ نہیں، یہ سختی کہاں سے آگئی!

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

۲…… ’’مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين‘‘ (مشکوٰۃ عن ابی داؤد ص۵۸، کتاب الصلاۃ)

’’اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پر لگاؤ اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں مار کر بھی نماز پڑھاؤ۔‘‘

نماز کے لئے یہ مارنا، اِکراہِ ممنوع نہیں، دِینِ اسلام کا اپنا ضابطۂ کار اور اس کا ایک اپنا دائرۂ تربیت ہے۔

۳…… جس طرح نماز عبادت ہے، زکوٰۃ بھی ایک عبادت ہے، تارکِ نماز کو دھمکی دے کر نماز پر لانا، یا قوم کو دھمکی دے کر ان سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنا، ہرگز اِکراہِ ممنوع نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے منکرینِ زکوٰۃ اور مانعینِ زکوٰۃ دونوں کے خلاف یہ عمل فرمایا۔

صحیح بخاری میں ہے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: ’’والله! لأقاتلن من فرّق بين الصلوٰة والزكوٰة، فان الزكوٰة حق المال، والله! لو منعوني عناقًا كانوا يؤدونها الىٰ رسول الله ﷺ لقاتلتهم علىٰ منعها‘‘

(مشکوٰۃ ص۱۵۷، کتاب الزکوٰۃ، صحیح البخاری ج۲ ص۱۰۲۳، طبع قدیمی کتب خانہ)

’’خدا کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق ڈالتے ہیں۔ بے شک زکوٰۃ حقِ مال ہے، (جس طرح نماز حقِ بدن ہے) بخدا! اگر یہ لوگ ایک بھیڑ کا بچہ بھی، جو وہ حضور ﷺ کو دِیا کرتے تھے، نہ دیں گے، تو میں اسے روکنے پر ان سے جہاد کروں گا۔‘‘

یہ اِکراہ ممنوع نہیں، دِینِ اسلام کا داخلی دائرۂ کار ہے، لوگوں کو اِسلام پر رکھنے کا ایک قدم ہے اور بے شک سلطنتِ اسلامی کو اس کا پورا حق حاصل ہے۔

۴…… نماز کے لئے مسجد میں اَذان دینا، فرض نہیں، لیکن شعائرِ اِسلام میں سے ضرور ہے۔ اگر کسی علاقے میں پوری کی پوری قوم اَذان نہ دینے پر اِتفاق کرلے تو اِسلامی سربراہ کو ان سے جہاد کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اِمام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اِمام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اَذان کہنا چھوڑ دیں تو ہم اس پر ان سے جہاد کریں گے: ’’ولهٰذا قال محمد: لو اجتمع أهل بلد علىٰ تركه قاتلناهم عليه‘‘

(البحرالرائق ج۱ ص۵۵، باب الأذان طبع ایچ ایم السعید کمپنی کراچی)

یہ اِکراہ ممنوع نہیں، جو شخص اسلام کے اپنے دائرۂ کار اور سلطنتِ اسلام کی داخلی خودمختاری پر کچھ غور کرے تو سینکڑوں مثالیں سامنے آئیں گی جن میں مسلمانوں کو اِسلام کے ضابطے پر پوری سختی سے پابند کیا گیا ہے۔ ان میں دھمکیاں بھی ہیں اور سزائیں بھی اور معاشرے پر اَخلاقی دباؤ بھی۔ ایک زندہ دِین کی زندگی کے یہ نشان ہیں، انہیں ''اکراہ للدِّین'' تو کہا جاسکتا ہے، ''اکراہ فی الدِّین'' ہرگز نہیں!

ثانی الذکر کا حاصل صرف یہ ہے کہ کسی غیرمسلم کو جبراً اِسلام میں نہیں لایا جاسکتا، یہ منع ہے، اسلام میں آئے ہوئے لوگوں کو یہ آزادی نہیں دی جاسکتی کہ وہ جو چاہیں کہتے اور کرتے رہیں، انہیں ضابطۂ اِسلام کا پابند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر اِکراہ کیا جارہا ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس پر سب فقہاء کا اِتفاق ہے: ''وأجمعوا علیٰ انه اذا اتفق أهل بلد علیٰ ترک الأذان والاقامة قوتلوا لأنه من شعائر الاسلام'' (رحمة الأمّة فی اختلاف الأئمة ص۳۳)

اسے ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنا یہ عقیدہ بنالے کہ وہ خدا ہے، یا خدا کا بیٹا ہے، تو کیا اسے مذہبی آزادی کا لیبل لگا کر آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ یا اسلام اور اِسلامی معاشرہ اسے پکڑے گا؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس موقع پر مذہبی آزادی کا سہارا نہیں لیا، مرزا قادیانی نے انگریزی سلطنت میں اس کا منصفانہ فیصلہ یہ پیش کیا تھا: ''اگر کوئی ایسا شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں یہ غوغا مچاتا ہے کہ میں خدا ہوں، یا خدا کا بیٹا ہوں، تو گورنمنٹ اس کا تدارک کیا کرتی؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ مہربان گورنمنٹ اس کو کسی ڈاکٹر کے سپرد کرتی۔ تاکہ اس کے دِماغ کی اِصلاح ہو اور اس بڑے گھر میں محفوظ رکھتی۔ جس میں بمقام لاہور اس قسم کے بہت سے لوگ جمع ہیں۔'' (مکتوباتِ احمدیہ ج۳ ص۲۱ طبع قدیم، مکتوبات احمد مکتوب نمبر۹ ج۱ ص۱۸۶ طبع جدید)

مرزا قادیانی نے ایسے شخص کو پاگل خانے بھجوانے کی جو رائے بتائی ہے، یہ ہرگز اِکراہِ ممنوع نہیں، اِسلامی سلطنت تو درکنار اسے انگریزی سلطنت بھی مذہبی آزادی کا نام نہ دے گی۔ کوئی مسلمان اگر اس قسم کی باتوں پر آجائے تو سلطنتِ اسلام کا اس پر کوئی سختی کرنا ہرگز اِکراہِ ممنوع نہیں، نہ یہ اِقدام ''لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ'' کے خلاف سمجھا جائے گا۔

قادیانی مبلغین نے اپنی اپیل میں اس آیت کو بالکل بے محل پیش کیا ہے، کسی معتبر

تفسیر میں اس کے یہ معنی نہیں لئے گئے کہ مسلمان کہلانے کے بعد مسلمان جو عقیدہ چاہے رکھے اوراس پر اِسلامی سربراہ یا اِسلامی معاشرہ کوئی پابندی نہیں لگا سکتا اور یہ پابندی مذہبی آزادی کے خلاف ہوگی، ایسا کہیں نہیں!

## غیرمسلم اقوام کی مذہبی آزادی

اسلام اپنی سلطنت میں بسنے والی غیرمسلم اقوام کو پوری مذہبی آزادی دیتا ہے لیکن اس میں یہ بات اُصولی ہے کہ ان کی یہ آزادی سلطنتِ اسلامی کا مروّت واِحسان ہے، جو اِسلام کا انسانی حقوق کا ایک چارٹر ہے۔ ان انسانی حقوق پر ان کی مذہبی آزادی مرتب کی گئی ہے، سواگر کوئی غیرمسلم قوم مذہبی آزادی میں اپنی انسانی قدروں کو کھودے تو پھر ان کی مذہبی آزادی پابندیوں کی جکڑ میں آجاتی ہے اور یہ کوئی اِکراہ نہیں ہے۔

مسلمان دارُالحرب میں ہوں تو انہیں جو مذہبی مراعات حاصل ہوں گی، وہ اس غیراِسلامی حکومت کا اِحسان اوران کا ایک اخلاقی ضابطۂ کار ہوگا۔ اسی طرح جو غیرمسلم اقوام اِسلامی سلطنت میں رہتی ہیں، انہیں جو رعایتیں دی جائیں اوران سے جو عہد و پیمان باندھے جائیں، وہ دارُالاسلام کے مسلمانوں کا مروّت واِحسان ہوگا، اسے ان کا کوئی آئینی حق نہ کہیں گے۔ اسی طرح انہیں کسی ایسے کلیدی عہدے پر لے آنا کہ خود مسلمان ان کے دست نگر ہوجائیں، دُرست نہیں ہوگا۔ اس کے لئے قرآنِ کریم کی اس آیت سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

۱...... ’’وَلَن یَجعَلَ اللّٰهُ لِلْکَافِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلاً‘‘ (النساء:۱۴۱)

’’اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبے کی راہ۔‘‘

۲...... ’’وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِه وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ‘‘ (المنافقون:۸)

’’اور غلبہ تو اللہ، اس کے رسول اور مؤمنوں کے لئے ہے۔‘‘

کافروں میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے قریب اہلِ کتاب ہیں، ان کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ صلح سے رہیں تو ماتحت ہوکر رہیں، برابر کی حیثیت سے نہیں: ’’قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لاَ یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْیَوْمِ الآخِرِ وَلاَ یُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ یَدِیْنُونَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ أُوتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ‘‘ (التوبة:۲۹)

’’لڑو ان لوگوں سے جو اللہ اور یومِ آخرت پر اِیمان نہیں رکھتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور دِینِ حق کے ماتحت نہیں چلتے، ان لوگوں سے جن کو دِی گئی کتاب، یہاں تک کہ وہ ماتحت بن کر ہاتھ سے جزیہ دیں۔‘‘

حدیث: ’’الاسلام یعلو ولا یعلٰی علیہ‘‘

(نووی شرح مسلم ج ۱۱ ص ۵۲، کتاب الفرائض مکتبہ دار الفکر طبع ثانی)

’’اسلام اُوپر رہتا ہے، اسے نیچے نہیں رکھا جاسکتا۔‘‘

اِمام نوویؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: ’’المراد بہ فضل الاسلام علٰی غیرہ‘‘

ترجمہ: اس سے مراد اِسلام کا دُوسرے مذاہب سے بڑھ کر رہنا ہے۔

اس اُصول کی روشنی میں مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ اَز بس ضروری ہے، انہیں ان چار عنوانوں سے بیان کیا جاسکتا ہے:

۱...... وحدتِ اُمت کا تحفظ:۔۔۔اُمت کی سالمیت اور اس کا اِستقلال ہر صورت میں قائم رکھنا ضروری ہے۔

۲...... شعائرِ اُمت کا تحفظ:۔۔۔اُمت کی عملی زندگی اور اس زندگی کے محرکات ہر صورت میں قائم رہنے چاہئیں۔

۳...... اَفرادِ اُمت کا تحفظ:۔۔۔اُمت کے ایک ایک فرد کی ہر دِینی اور دُنیوی فتنے سے حفاظت کی جانی چاہئے۔

۴...... حوزہ اُمت کا تحفظ:۔۔۔اُمت کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی پوری حفاظت کی جائے۔

ان عنوانات پر ترتیب وار بحث حسبِ ذیل ہے:

## (۱) وحدتِ اُمت کا تحفظ

اُمت کی وحدت پیغمبر کے گرد قائم ہوتی ہے، وحدتِ اُمت کا سنگِ بنیاد اور مرکز ومحوَر پیغمبر کی شخصیت ہوتی ہے اور اُمت کے افراد جب تک پیغمبر کی شخصیت اور پیغمبر کے لائے ہوئے دِین کی بنیادی عقائد میں جنہیں ’’ضروریاتِ دِین‘‘ کہا جاتا ہے، متحد رہیں تو وحدتِ اُمت قائم رہتی ہے۔ پیغمبر جس طرح لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں، اسی طرح اپنے ماننے والوں کی ایک اُمت بھی قائم کرتے ہیں، جب تک اس اُمت کی وحدت قائم رہے، اس پیغمبر کی رِسالت کا

اثر باقی رہتا ہے اور جب وحدتِ اُمت قائم نہ رہے تو رِسالت کا اثر جاتا رہتا ہے۔

حضور خاتم النّبیین ﷺ نے بھی ایک اُمت بنائی اور ان کے دِل اپنے فیضِ محبت سے پاک کئے اور یہ سلسلۂ اُمت اب تک قائم اور باقی ہے اور اسی کو اُمتِ مسلمہ کہا جاتا ہے۔ ''ضروریاتِ دِین'' میں سب مسلمان متحد اور اُمتِ واحدہ ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں اور اس اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں۔

اب اگر اس اُمت میں حضور ﷺ کو آخری نبی ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں برابر کے شریک ہوں، وہ ایک دُوسرے کو علی الاعلان اسلام کے بنیادی عقائد سے منحرف بھی قرار دیں اور پھر ایک اُمت کہلائیں تو ظاہر ہے کہ اس اِلتباس سے اُمت کا تشخص ختم ہوجائے گا۔ اُمت اپنے مخصوص معتقدات سے ہی پہچانی جاتی ہے، جب انہیں میں اِلتباس ہوگیا تو اُمت کہاں رہی؟ سو اَفرادِ اُمت کو حق پہنچتا ہے کہ جو لوگ ان سے بنیادی حقائق میں منحرف ہوجائیں، انہیں اس اُمت میں شامل نہ رہنے دیں، نکال باہر کریں، ورنہ وحدتِ اُمت کا تحفظ نہ ہوسکے گا۔ اب ان باہر نکلنے والوں کا ہنوز اس اُمت میں رہنے کا دعویٰ مسلمانوں کے حقِ وحدت میں مداخلت ہوگی، وہ اگر مسلمان کہلانے پر اِصرار کریں تو یقیناً مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مخل اور دخل انداز ہوں گے۔

اسلام جب تمام اقلیتوں کو ان کی حدود میں مذہبی آزادی دیتا ہے، تو یہ کیسے جائز کرسکتا ہے کہ خود اپنی آزادی میں دُوسروں کی مداخلت برداشت کرلے......؟ سو قادیانیوں کا اِسلام کا نام اِستعمال کرنے پر اِصرار مسلمانوں کی وحدتِ اُمت کے حق میں ایک مداخلتِ بے جا ہے۔ مسلمانوں کا ان سے یہ مطالبہ کہ وہ مسلمان نہ کہلائیں، ان کے اُوپر بوجھ ڈالنا نہیں، خود اپنی ذات کی حفاظت کرنا ہے۔ کوئی اُمت دُوسروں کی خاطر اپنی سلمیت کو مجروح نہیں کرتی، قوموں کی سالمیت جن چیزوں سے باقی رہتی ہے، انہیں ہی ان کے شعائر کہتے ہیں۔

## شعائرِ اُمت کا تحفظ

مسلم سوسائٹی جن جگہوں، کاموں اور ناموں سے پہچانی جاتی ہے، انہیں شعائرِ اِسلام کہا جاتا ہے، یہ اسلام کے وہ نشان ہیں جن سے مسلم آبادیاں اور مسلمان لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ جب تک کسی اُمت کے شعائر محفوظ رہیں اور لوگ اپنے شعائر کا پوری غیرت سے پہرہ دیتے رہیں، تو اُمت کا تشخص باقی رہ سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ پس ان شعائر میں کسی ایسے

طبقے کی مداخلت جو کچھ بنیادی عقائد میں مسلمانوں سے منحرف ہو چکے ہوں اور مسلم معاشرے سے وہ باہر بھی کئے گئے ہوں، مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت ہوگی کہ جو لوگ ان میں سے نہیں ہیں، خواہ مخواہ ان کے ہاں گھس رہے ہیں۔ یہ شعائر مکانی بھی ہیں اور عملی بھی۔ پھر کچھ شعائر مرتبی بھی ہیں اور اُمت کی پہچان اور تشخص میں ان سب کا دخل ہے، انہی سے اُمت کا تشخص قائم رہتا ہے اور مسلمان دُوسری قوموں میں انہی نشانات سے پہچانے جاتے ہیں۔

مکانی شعائر میں سب سے بڑی چیز کعبہ ہے، جو مرکزِ اِسلام ہے، پھر کعبہ کی جہت میں بنی ہوئی مسجدیں ہیں، جو اللہ کے لئے بنی ہیں۔ عملی شعائر میں اَذان اور مرتبی شعائر میں اِسلامی القاب کی مثال دی جاسکتی ہے۔ پس اگر کوئی غیرمسلم اقلیت اپنی عبادت کے بلاوے کو ''اَذان'' کہنے لگے اور اس کے الفاظ بھی وہی مسلمانوں جیسے ہوں اور وہ اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہے اور اپنے بانی مذہب کے ساتھیوں کو ''صحابی'' اور انہیں بطور طبقہ ''رضی اللہ عنہ'' کہے تو اسے اس غیرمسلم اقلیت کی مذہبی آزادی نہ کہا جائے گا، بلکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی بربادی سمجھا جائے گا کہ جن شعائر سے اس اُمت کا تشخص قائم تھا، اب اس میں اِلتباس ڈال دیا گیا ہے اور اُمتِ مسلمہ کے اس تشخص کو ضائع کردیا گیا ہے کہ ان اِمتیازات میں وہ لوگ بھی شریک ہونے لگیں ہیں جو یقیناً ان میں سے نہیں ہیں۔

## شعائرِ اُمتِ اسلامیہ

شعائرِ اُمت میں ہم کعبہ، اَذان، مسجد، قرآن، کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو بطور مثال پیش کرسکتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ان کی تفصیل کی جائے، یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروان تمام شعائر میں مسلمانوں سے خود علیحدہ ہیں، اسلام کے بعض بنیادی عقائد میں ان کا مسلمانوں سے منحرف ہونا، یہ گو ایک مستقل وجہ کفر تھی، لیکن ان کا ان شعائر میں مسلمانوں سے علیحدہ ہونا، یہ ان کے اسی کفر کی ایک اور تصدیق ہے۔ آپ شعائرِ اِسلام کے ایک ایک فرد پر ان کے نقطۂ نظر کو پڑھتے جائیں اور پھر ان شعائر میں مسلمانوں کے عقیدے کو بھی دیکھیں تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ لوگ شعائرِ اِسلام میں مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح شریک نہیں۔ اب تعبدی اُمور میں ان کا اپنے کو مسلمانوں کے ساتھ شریک کرنا محض اِلتباس کے لئے ہے اور اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے شعائر نہ رہیں اور یہ کہ اُمت کی سالمیت باقی نہ رہے، ان میں غیرمسلم بھی آشریک ہوں۔

## کعبہ

مسلمان کعبہ شریف کوتمام رُوحانی برکتوں کا مرکز سمجھتے ہیں، مگر مرزا بشیرالدین محمود قادیانی لکھتا ہے: ''حضرت مسیحِ موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا کہ...... کیا مکہ ومدینہ کی چھاتیوں سے یہ دُودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟''

(حقیقۃ الرؤیا ص۴۶، تقریر مرزا محمود، ۲۷٫دسمبر۱۹۱۷ء، انوار العلوم ج۴ص۱۳۶)

اس کا مطلب اس کے سواء کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ اب ان کے عقیدے میں مکہ معظّمہ مرکزِ برکات نہیں رہا؟ کیا یہ شعائرِ اِسلام کی صریح حرمت ریزی نہیں؟ اور کیا یہ عقیدہ ''لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ'' (المائدۃ:۲) کے خلاف صریح کفر کا اِرتکاب نہیں؟ شعائراللہ کا پہلا نشان تو کعبہ ہے!

یہ سارا زور مکہ ومدینہ کی بجائے قادیان کی مرکزیت قائم کرنے پر لگ رہا ہے۔ قادیانی اپنی اِلحادی تدبیروں سے ایک ایسا دِین قائم کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ جس کی رُو سے مسلمانوں کا اِسلام محض ایک مردہ دِین ٹھہرے۔ ظاہر ہے کہ ان کی یہ کوشش شعائرِ اِسلام کی کلی بیخ کنی ہے اور اپنے شعائر کی ایک جارحانہ تحریک ہے۔

مکانی شعائر میں سب سے بڑی چیز کعبہ ہے، جو مرکزِ اِسلام ہے۔ پھر کعبہ کی جہت میں بنی ہوئی مسجدیں ہیں، جو اللہ کے لئے بنی ہیں، جب کعبہ کے بارے میں ان کا نظریہ، یہ ہے تو اور مسجدوں میں وہ مسلمانوں کے ساتھ کیسے شریک ہوسکتے ہیں......؟

مرزا غلام احمد قادیانی اسی لئے اپنی جماعت کے اس کلی علیحدگی کا قائل تھا، اس کا بیٹا مرزا بشیرالدین محمود اپنے باپ مرزا غلام احمد سے نقل کرتا ہے: ''یہ غلط ہے کہ دُوسرے لوگوں سے ہمارا اِختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسولِ کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اِختلاف ہے۔'' (روزنامہ الفضل قادیان ج۱۹ نمبر۱۳ ص۷ کالم۱، مؤرخہ ۳۰٫جولائی ۱۹۳۱ء)

پھر ایک مقام پر مرزا محمود قادیانی لکھتا ہے: ''تم اپنے اِمتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو؟ تم ایک برگزیدہ نبی مرزا کو مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا اِنکار کرتے ہیں، حضرت صاحب کے زمانے میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی، غیراحمدی مل کر تبلیغ کریں، مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کون سا اِسلام پیش کروگے؟ کیا خدا نے جو تمہیں نشان دیئے، جو اِنعام خدا نے تم پر کیا وہ

چھپاؤ گے؟ ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا، اگر اس کی اِتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرامؓ کے لئے مقرّر ہو چکے ہیں۔‘‘ (آئینۂ صداقت ص۳۵، انوار العلوم ج۶ ص۱۲۵)

اس میں صریح اِقرار ہے کہ قادیانی، مسلمانوں کے ساتھ کسی بات میں شریک نہیں ہوسکتے، ان کا مسلمانوں کے شعائر میں خواہ مخواہ دخل دینا، مسلمانوں کے دائرۂ کار میں مداخلتِ بے جا ہے، قادیانیوں کا اِسلام کا تصوّر اس اسلام سے بالکل جدا ہے، جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ کی اِشاعت میں چوہدری ظفراللہ خان کی ایک تقریر ان الفاظ میں شائع ہوئی ہے، جو قادیانی مذہب کو دِینِ اسلام سے کلیۃً الگ کرتی ہے: ’’اگر نعوذ باللہ آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے وجود کو درمیان میں سے نکال دیا جائے تو اِسلام کا زِندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، بلکہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح ایک خشک درخت شمار کیا جائے گا اور اِسلام کی کوئی برتری دیگر مذاہب سے ثابت نہیں ہوسکتی۔‘‘

(المصلح کراچی، ۲۳؍مئی ۱۹۵۲ء، الفضل لاہور ج۶-۴۰، شمارنمبر۱۳۰، ص۵ کالم۲، مؤرخہ ۳۱؍مئی ۱۹۵۲ء)

اس بیان کی روشنی میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں کسی بات میں دِینی اِشتراک نہیں رہتا، ان کے ہاں مسلمان اس دِین کے قائل ٹھہرتے ہیں جس میں مکہ ومدینہ کی چھاتیوں سے دُودھ خشک ہوچکا ہے، اب ان کا فیض جاری نہیں اور خود شجرِ اِسلام ان کے ہاں ایک خشک درخت شمار ہوتا ہے۔ مرزا بشیرالدین محمود اپنے باپ اور بانیٔ مذہب مرزا غلام احمد سے نقل کرتا ہے: ’’یہ غلط ہے کہ دُوسرے لوگوں سے ہمارا اِختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا: اللہ کی ذات، رسولِ کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اِختلاف ہے۔‘‘ (الفضل قادیان ج۱۹ نمبر۱۳ ص۷ کالم۱، مؤرخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۳۱ء)

جو لوگ اللہ کی ذات میں مسلمانوں سے اِختلاف کریں، وہ دہریے ہوسکتے ہیں یا مشرک، مرزا قادیانی ان دو میں سے کدھر تھے؟ اسے ان کے اِلہامات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

قادیانیوں نے مرزا قادیانی کے اِلہامات ’’تذکرہ‘‘ کے نام سے شائع کئے ہیں، اس میں ہے: ’’آ واہن! خدا تیرے اندر اُتر آیا۔‘‘ (تذکرہ ص۲۵۸، طبع چہارم)

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ خدا نے مجھے کہا: ’’انما أمرک اذا أردت شیئًا أن تقول له کن فیکون، تو جس بات کا اِرادہ کرتا ہے، وہ تیرے حکم سے فی الفور ہوجاتی ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸)

مرزا قادیانی یہ بھی لکھتا ہے: ’’دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں، خدا کی مانند۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۶ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۶۱)

دیکھئے! عقیدۂ توحید کہاں باقی رہا؟ پھر یہ بھی کہا: ’’واعطیت صفة الافناء والاحیاء من الربّ الفعال‘‘ (خطبہ اِلہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ ص۵۵)

پھر یہ اِلہام بھی لکھا: ’’انّا نبشرک بغلام مظهر الحق والعلٰی کأنّ ﷲ نزل من السماء‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۵، خزائن ج۲۲ ص۹۸)

بیٹے کے بارے میں یہ تصوّر کہ گویا خدا آسمان سے اُترا ہے، یہ عقیدہ کہاں تک توحید کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے؟

## رسول کریم ﷺ

حضور رسول کریم ﷺ کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں کیا اِختلاف ہے؟

مسلمان، آنحضرت ﷺ کو بہترین خلائق اور اولادِ آدم میں کامل ترین شخصیت مانتے ہیں، ان کے ہاں ان سے زیادہ کامل شخصیت کا تصور تک نہیں۔

قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود کو آنحضرت ﷺ کے عربی وجود سے زیادہ کامل مانتے ہیں، ان کے ہاں حضور ﷺ کے دو ظہور تھے: ظہورِ عربی، ظہورِ ہندی۔ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود آنحضرت ﷺ کا ہی ایک دُوسرا ظہور تھا اور آپ ﷺ کا یہ ظہور آپ ﷺ کے پہلے ظہور سے زیادہ کامل تھا۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی بعثتِ عربی کو کامل اور مکمل نہیں مانتے، جب کہ مسلمان آپ ﷺ کی اسی شخصیت کریمہ کو اُسوۂ حسنہ اور اِنسانیت کا کامل ترین ظہور مانتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے ان کے ایک پیرو نے حسبِ ذیل اشعار پڑھے اور مرزا قادیانی کی زندگی میں ان کے اخبار ’’بدر‘‘ قادیان نمبر۴۳ ج۲ ص۱۴، مؤرخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء کی اِشاعت میں شائع ہوئے:

غلام احمد رسول اللہ ہے برحق — شرف پایا ہے نوعِ اِنس وجاں میں
محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا غلام احمد نے خود بھی لکھا ہے: ''یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قرآنِ کریم کے بارہ میں بیان فرمایا، اس سے بڑھ کر ممکن نہیں، بدیہی البطلان ہے۔''

(کرامات الصادقین ص۱۹، خزائن ج۷ ص۶۱)

پھر مرزا غلام احمد نے ان قرآنی حقائق و معارف کا اپنے اُوپر کھلنا ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اگر یہ کہا جائے کہ ایسے حقائق دقائق قرآنی کا نمونہ کہاں ہے، جو پہلے دریافت نہیں کئے گئے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس رسالے کے آخر میں جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی ہے، اس کے پڑھنے سے تمہیں معلوم ہوگا۔'' (کرامات الصادقین ص۲۰، خزائن ج۷ ص۶۲)

مرزا غلام احمد قادیانی کے ان الفاظ کو بھی پیشِ نظر رکھئے:

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۳، خزائن ج۲۱ ص۱۴۴)

قادیانیوں نے اس تصوّر کو پھر اور نکھارا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود نے یہ مانتے ہوئے بھی کہ کوئی شخص حضور ﷺ سے آگے نہیں بڑھا، برملا کہا: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے، حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (الفضل قادیان ج۱۰ نمبر۵ ص۵ کالم۳، مؤرخہ ۱۷/جولائی ۱۹۲۲ء)

مسلمان، حضور ﷺ سے زیادہ کمالات کا تصور نہیں کرسکتا۔ سو مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ کہنا کہ ان کی جماعت دُوسرے مسلمانوں سے رسول کریم ﷺ کے بارے میں بھی مختلف ہے، بالکل دُرست ہے۔ سو جب قادیانیوں کو مسلمانوں سے اللہ کی ذات اور رسولِ کریم ﷺ کی شان میں بھی بنیادی اِختلاف ٹھہرا تو کلمے کی وحدت کہاں رہی؟ کلمہ شریف اسی اِقرارِ توحید و رِسالت پر ہی تو مشتمل ہے......!

کلمہ شریف میں اللہ کی ذات اور رسول اللہ ﷺ کی رِسالت کا ہی تو ذِکر ہے، جب ان دونوں کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں اِختلاف ہوگیا تو ان میں کوئی نقطۂ اِشتراک نہ رہا۔ توحید و رِسالت کے اِقرار میں بھی دونوں مختلف ہوگئے اور کلمہ بھی دونوں کا مختلف ہوگیا، اس لئے کہ اس کے مصداق بدل گئے۔

## قرآن

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی آخری کتاب قرآنِ کریم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اور اس کی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ مگر قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم ۱۸۵۷ء میں اُٹھالیا گیا تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو مرزا قادیانی کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے پر ان کے عقیدے میں قرآن گویا دوبارہ اُترا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں بعض آیاتِ قرآنی مختلف بھی نقل کیں، ان کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے: ''ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دُنیا سے اُٹھ گیا ہے، اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ کو بروزی طور پر دوبارہ دُنیا میں مبعوث کرکے آپ پر قرآن اُتارا جائے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۷۳، ریویو آف ریلیجنز)

قرآنِ کریم کی تفسیروں میں اِختلاف بے شک انسانی اور علمی اِختلاف ہے، لیکن اسے قرآن کا اِختلاف نہیں کہہ سکتے، یہ مفسرین کا اِختلاف ہے، جو آخر اِنسان ہی تھے، تاہم یہ صحیح ہے کہ قرآن کی غلط تفسیریں کبھی چل نہیں سکیں، صحیح تفسیر بہرحال موجود رہی اور اہلِ حق اس کے ساتھ غلط تفسیروں کی تردید کرتے رہے، لیکن قرآن کی اِصلاح کا نام اسے اب تک کسی نے نہیں دیا۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتِ ذیل دیکھئے اور ان کی وہ تحریرات بھی سامنے رکھئے جن میں اس نے قرآنی آیات کو کچھ بدل کر لکھا ہے: ''عیسیٰ اب جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔'' (ازالہ اوہام ص۷۰۸، خزائن ج۳ ص۴۸۲)

کیا یہ الفاظ ایسے شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں جو قرآنِ کریم پر مسلمانوں کا سا اِیمان رکھتا ہو؟

جس طرح قرآن پر مسلمان اور قادیانی اپنے بنیادی عقیدے میں مختلف ہیں، نماز میں بھی ہردو مذاہب کا بنیادی اِختلاف ہے۔

## نماز

نماز مسلمانوں کو ایک صف میں جمع کرتی ہے، اکٹھے نماز پڑھنا یا پڑھ سکنا، مسلمانوں کو ایک اُمت بناتا ہے اور یہی ایک دُوسرے کے لئے ایک دُوسرے کے اسلام کا

نشان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’من صلّٰی صلاتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذالک المسلم‘‘ (مشکوٰۃ ص۱۲، کتاب الایمان الفصل الاوّل)

’’جو ہمارے جیسی نماز پڑھے، ہمارے قبلے کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ حلال سمجھے، وہ مسلمان ہے۔‘‘

’’ہمارے جیسی نماز‘‘ میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس کی نماز الگ نہ ہو، اگر کوئی شخص مسلمانوں کی جماعت سے کلیۃً کٹا رہے تو وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہ سمجھا جائے گا، ابنِ نجیمؒ لکھتے ہیں: ’’فان صلّٰی بالجماعة صار مسلمًا بخلاف ما اذا صلّٰی وحده الّا اذا قال الشهود صلّٰی صلاتنا واستقبل قبلتنا...... وعن محمد انه اذا حج علی الوجه الذی یفعله المسلمون یحکم باسلامه‘‘

(البحرالرائق ج۵ص ۷۵، کتاب السیر، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اب مرزاغلام احمد قادیانی کی نماز بھی دیکھئے کہ کس قدر وہ ہماری نماز جیسی ہے؟ مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذّب یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو، بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی اِمام ہو جو تم میں سے ہو۔‘‘ (ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ ص۱۸ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۶۴)

قادیانی اس باب میں بھی مسلمانوں سے جدا ہوگئے کہ قادیانیوں کے ہاں نمازِ مغرب میں تیسری رکعت میں رُکوع کے بعد فارسی نظم پڑھنے کی سنت ہے، یہ بات آپ مسلمانوں کی مساجد میں کبھی نہیں دیکھیں گے۔

(سیرۃ المہدی ج۳ص ۱۳۸ روایت نمبر ۷۰۷ قدیم، جدید ج۱ حصہ۳ص ۶۴۴ روایت نمبر ۷۰۷ قدیم)

جب قادیانیوں کی نمازیں مسلمانوں سے علیحدہ ہوگئیں تو وہ کسی پہلو سے بھی حوزہ اسلام میں نہ رہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کا یہ کہنا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے ایک ایک بات میں اِختلاف ہے، بالکل دُرست ہے: ’’اللہ کی ذات، رسولِ کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اِختلاف ہے۔‘‘

قوموں کے شعائر ان کے اندرونی معتقدات کا ہی عملی پھیلاؤ ہوتے ہیں، بنی آدم میں خوفِ خداوندی اور تقویٰ ہی کا بیج پھوٹتا ہے، تو اس سے اسلام کے شعائر اُبھرتے ہیں اور مسلمان ان کی تعظیم کرکے وحدتِ اُمت میں نکھرتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے: ’’وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ‘‘ (الحج:۳۲)

’’اور جو تعظیم کرتا ہے نشانہائے الٰہی کی تو بلاشبہ یہ پرہیزگاری دِلوں کی ہے۔‘‘

جب قادیانی، مسلمانوں سے اپنے معتقدات اور اَعمال، بلکہ ہر چیز میں جدا ہوگئے تو اَب مشترکہ شعائر کا دعویٰ کسی طرح قرینِ انصاف نہیں رہتا۔ شعائر میں اِشتراک اب اِلتباس و اِشتباہ کے لئے تو باقی رکھا جاسکتا ہے، معتقدات کے تعارف اور عقیدت کے اِستشہاد کے لئے نہیں۔ کسی قوم کے ساتھ اس کے امتیازی نشانوں میں وہی لوگ جمع ہوسکتے ہیں جو ان کے معتقدات میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔ ایک ایک چیز میں اِختلاف کرنے والے محض اِلتباس وتشکیک کے لئے ایک سے شعائر کے مدعی ہوسکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی اچھی نسبت نہیں۔ اِختلاف بڑھنے کی صورت میں تاریخ فیصلہ کرے گی کہ پہلے یہ نشان کس قوم کے تھے؟ اور بعد میں انہیں کن لوگوں نے اِختیار کیا اور کیا اس اِختیار کا منشا پہلی قوم کے دِینی شعائر میں اِلتباس و اِشتباہ کے سوا اور کچھ بھی ہوسکتا ہے؟ کسی قوم سے ان کے شعائر چھیننا اس سے بڑھ کر جارحیت اور کیا ہوسکتی ہے؟ صدرِ پاکستان کا زیرِ بحث آرڈیننس اسی جارحیت کو ختم کرنے کے لئے ہے، یہ قادیانیوں پر کوئی زیادتی نہیں۔

قادیانی جب کلمہ اور نماز تک میں مسلمانوں سے کلیۃً جدا ٹھہرے، تو اَب ان میں مسجدوں اور اَذانوں کا اِشتراک محض اِلتباس کی تخم کاری کے لئے ہے، حق یہ ہے کہ ’’مسجد‘‘ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے اور ’’اَذان‘‘ انہی کی عبادت کا ایک بلاوا ہے، جس پر مسلمان اکٹھے نماز پڑھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتے، وہ ان کی سی اَذان بھی نہیں دے سکتے، نہ ان جیسی عبادت گاہ بنا سکتے ہیں۔

## مسجد اور اَذان

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دِین ہمیشہ سے اسلام ہی رہا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں مسلم ہی تھے۔ حضرت نوح، حضرت اِبراہیم، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام، سب کا دِین ایک رہا اور سب اپنے اپنے وقت میں مسلمان تھے۔ پیغمبروں میں شریعتیں تو بدلتی رہی ہیں، لیکن دِین سب کا ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’الأنبیاء اخوۃ لعلّاتٍ اُمّھاتھم شتّٰی ودینھم واحد‘‘

(صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۰، کتاب الأنبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اہلہا الخ!)

’’سب انبیاء آپس میں ان بھائیوں کی طرح ہیں جو مختلف ماؤں سے ہوں اور

باپ ایک ہو، دِین سب انبیاء کا ایک رہا ہے۔''

اس دِین کا نام ''اسلام'' ہے اور ہر پیغمبر نے اسی کی طرف دعوت دی۔ حضرت اِبراہیم وحضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو اِسلام پر رہنے کی تلقین فرمائی تھی: ''یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' (البقرۃ:۱۳۲)

''اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے یہ دِین چُن لیا ہے، سوتم ہرگز نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو۔''

اس پر ان کے بیٹوں نے کہا: ''وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ'' (البقرۃ:۱۳۳)

(ہم اللہ کے حضور میں مسلمان ہیں)

قرآنِ پاک میں اِرشاد ہوا: ''مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا'' (آل عمران:۶۷)

''اِبراہیم نہ تو یہودی تھے، نہ نصرانی، لیکن وہ یک رُخ مسلمان تھے۔''

قرآنِ کریم میں پہلے صحیح العقیدہ انسانوں کے لئے لفظ ''مسلم'' عام ملتا ہے۔ دیکھئے: البقرۃ:۱۳۶، ۱۲۸، ۱۳۱، یوسف:۱۰۱، الاعراف:۱۲۶، یونس:۲۴، ۸۴، ۹۰ النمل:۳۱، ۳۸، ۴۲، القصص:۵۳۔

حضرت اِبراہیم، حضرت داؤد، حضرت سلیمان (علیہم السلام) اور ان کے پیرو سب اپنے اپنے وقت میں مسلمان تھے۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد ''المسجد الحرام'' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد ''المسجد الاقصیٰ'' کہلائی۔ معلوم ہوا کہ مسجد اِبتدا ہی سے مسلمانوں کی بنائی ہوئی عبادت گاہ کا نام رہا ہے۔

مشرکین نے اپنے دورِ اِقتدار میں خانۂ کعبہ میں بت رکھ دیئے، مگر یہ مسجد چونکہ مسلمانوں کی بنائی ہوئی تھی، اس لئے ان بتوں کے باوجود اس سے مسجد کا نام جدا نہ ہوسکا۔ ایسا کرنا حدیث: ''الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ'' کے خلاف تھا، سو نام مسجد کا ہی غالب رہا۔ اسے مشرکین کی عبادت گاہ کا نام نہ دیا جاسکا۔ سکھوں نے اپنے دورِ حکومت میں شاہی مسجد لاہور میں گھوڑوں کے اصطبل بنالئے تھے، مگر مسلمانوں نے اس کا نام مسجد ہی رکھا۔ مسجد اِبتدائی طور پر مسجد ہو تو مسجدیت کا حکم اس سے قیامت تک نہیں چھن سکتا۔ اسلام کی نسبت اور کفر کی نسبت کا آپس میں ٹکراؤ ہو تو اِسلام کی نسبت ہی غالب رہے گی۔

قادیانیوں کا یہ کہنا کہ مشرکین کی عبادت گاہوں کا نام بھی مسجد رہا ہے اور اپنی تائید میں المسجد الحرام، المسجد الاقصیٰ کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے، غیر مسلم کی بنائی ہوئی عبادت گاہ کا نام کبھی ''مسجد'' نہیں ہوا۔ یہ شعائرِ اِسلام میں سے ہے اور یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہی ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اَصحابِ کہف کا واقعہ بیان فرمایا ہے، کچھ نوجوان تھے، جنہوں نے مشرک حکومت سے بچ کر ایک غار میں پناہ لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک طویل نیند وارد کردی، جب یہ اُٹھے تو نظامِ حکومت بدل چکا تھا، اب حکومت عیسائیوں کی آچکی تھی۔ یہ اس وقت کے مسلمان تھے، مشرکین ماتحت تھے اور ان کا زور ٹوٹا ہوا تھا۔ اَصحابِ کہف کی خبر پھیلی تو لوگوں نے چاہا کہ اس جگہ ان کی کوئی یادگار قائم کریں، قرآنِ کریم میں ہے: ''اِذْ یَتَنَازَعُونَ بَیْنَھُمْ أَمْرَھُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَیْھِم بُنْیَاناً رَّبُّھُمْ أَعْلَمُ بِھِمْ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوا عَلَی أَمْرِھِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِم مَّسْجِداً'' (الکھف:۲۱)

''جب وہ ان کے معاملے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے وہ کہنے لگے: بناؤ ان پر ایک عمارت، ان کا رَبّ ہی ان کو بہتر جانتا ہے، وہ لوگ جو غالب آچکے تھے، ان کو کہنے لگے: ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔''

مشرکین کا یہ کہنا کہ چونکہ وہ ہماری قوم میں سے تھے، اس لئے ہم ان پر اپنے طریقے سے کوئی عمارت بنائیں گے، اُصولاً دُرست نہ تھا، کیونکہ یہ موحد تھے اور عیسائیوں کا (جو اس وقت کے مسلمان تھے) کہنا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے، کیونکہ وہ اِعتقاداً توحید پرست تھے، بے شک دُرست تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد ہمیشہ سے مسلمانوں کی ہی عبادت گاہ کا نام رہا ہے اور اس وقت کے مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت تھے، وہاں مسجد ہی بنانا چاہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے تحت بیان فرماتے ہیں: ''فقال المسلمون: نبنی علیھم مسجد یصلّی فیه الناس لأنھم علیٰ دیننا. وقال المشرکون نبنی بنیانًا لأنھم علیٰ ملّتنا'' (تفسیر خازن ج۴ ص۱۶۷، ۱۶۸ طبع بمطبعۃ التقدم العلمیہ بمصر)

''مسلمانوں نے کہا: ہم ان پر مسجد بنائیں گے، جہاں لوگ نماز پڑھیں گے، کیونکہ یہ لوگ ہمارے دِین پر تھے (موحد تھے) اور مشرکین نے کہا: ہم ان پر یادگار بنائیں گے، یہ ہماری قوم سے تھے۔''

علامہ نسفیؒ مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں: ’’لنتخذن علیهم علٰی باب الکهف مسجدًا یصلّی فیه المسلمون‘‘ (مدارک التنزیل ج۳ص۶، الکہف الآیۃ:۲۱)

اسی طرح تفسیر ’’فتح البیان‘‘ میں ہے: ’’(لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡهِمۡ مَّسۡجِداً) یصلّی فیه المسلمون ویعتبرون بحالهم وذکر اتخاذ المسجد یشعر بأن هٰؤُلاء الذین غلبوا علٰی أمرهم هم المسلمون‘‘ (ج۸ص۳۰ المکتبۃ العصریہ بیروت، الکہف:۲۱)

’’ہم ان پر مسجدیں بنائیں گے جن میں مسلمان نماز پڑھیں گے اور ان کے حالات سے سبق لیں گے اور مسجد بنانے کا ذِکر پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ جو اب ان پر غالب آچکے تھے وہ مسلمان تھے۔‘‘

اسلام اپنی کامل ترین شکل میں حضور اکرم ﷺ کے عہد میں جلوہ گر ہوا، اب ’’مسجد‘‘ انہی کی عبادت گاہ کا نام ٹھہرا، پچھلی اُمتیں جو گو اپنے اپنے وقت میں اہلِ مساجد میں سے تھیں، اس آخری رسالت پر اگر اِیمان نہ لائیں تو اَب اہلِ صومعہ یا اہلِ بیعہ بن گئیں، اب ان کی عبادت گاہوں کا نام ’’مساجد‘‘ نہ ہوگا، ’’مساجد‘‘ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو ہی کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ فرق قائم فرمادیا، اب جائز نہ رہا کہ اس کے بعد کسی اور قوم کی عبادت گاہ کو مسجد کہا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيراً‘‘ (الحج:۴۰)

’’اور اگر نہ روکتا اللہ بعض لوگوں کو بعض سے تو ڈھادیئے جاتے تکئے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں۔‘‘

اب مسجدیں مسلمانوں کا شعار بن گئیں، جہاں مسجد نظر آئے یا اَذان ہو، مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہاں کسی کو قتل نہیں کرنا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مسجدیں ہیں ہی مسلمانوں کی، کسی اور قوم کی عبادت گاہ نہیں بن سکتیں، اگر ایسا ہوسکتا تو حضورِ اکرم ﷺ مسجد دیکھنے سے ہی چڑھائی کو روک دینے کا حکم نہ فرماتے: ’’اذا رأیتم مسجدًا أو سمعتم أذانًا فلا تقتلوا أحدًا‘‘ (سنن ابی داؤد ج۱ ص۳۵۴، ۳۵۵، باب فی دعاء المشرکین طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، کتاب الخراج، امام ابویوسف ص۲۰۸، طبع بولاق، مصر، فصل فی قتال أهل الشرک، مشکوٰۃ ص۳۴۲، باب الکتاب الی الکفار ودعائهم الی الاسلام الفصل الثانی)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد اور اَذان مسلمانوں کے شعائر ہیں، کوئی غیر مسلم قوم ان کو اپنا نہیں کہہ سکتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی اس حدیث پر لکھتے ہیں: ''مسجد شعائرِ اِسلام میں سے ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مسجد کو دیکھو، یا کسی مؤذّن کو اَذان کہتے سنو تو پھر کسی کو قتل نہ کرو۔'' (حجۃ اللہ البالغہ ج اوّل مترجم ص۴۷۸ طبع اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب کراچی، عربی ص۱۹۲ المکتبۃ السّلفیہ، بحث المساجد)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی شخص کو مسجد میں عام آتے جاتے دیکھو تو اس کے مسلمان ہونے کی شہادت دو۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''**اذا رأیتم الرجل یتعاھد المسجد فأشھدوا لہ بالایمان، فان اللہ یقول: انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الأخر**'' (رواہ الترمذی وابن ماجۃ، مشکوٰۃ ص۶۹، باب المساجد ومواضع الصلاۃ الفصل الثانی)

''جب تم کسی شخص کو مسجد میں عام آتا جاتا دیکھو تو اس کے اِیمان کی شہادت دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر اِیمان رکھتے ہیں۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مساجد اِسلام کے اِمتیازی نشان اور مسلمانوں کے شعائر ہیں، کسی غیرمسلم کی عبادت گاہ ''مسجد'' کہلائے تو مسلمان کس طرح وہاں آنے جانے والوں کو مسلمان کہہ سکے گا؟ قادیانیوں کو بھی اگر مسجد بنانے کی اِجازت ہو تو اس صورت میں اس طرح کی احادیث کیا معطل ہوکر نہ رہ جائیں گی......؟

یہ بات صحیح ہے کہ مسجدیں ملتِ اسلامیہ کا اِمتیازی نشان ہیں، جب تک کسی کا مسلمان ہونا ثابت نہ ہو، اس کا مسجد میں کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔ قادیانی جماعت کے چوہدری ظفراللہ خان اپنی ایک تحریر میں اِقرار کرتے ہیں: ''اگر احمدی مسلمان نہیں تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا واسطہ؟'' (تحدیثِ نعمت ص۱۶۲، طبع اوّل)

معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب کے نزدیک بھی مسجدیں مسلمانوں کی ہیں اور مسلمانوں کی ہی عبادت گاہیں ہیں، غیرمسلموں کو ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

## مسجد بنانا اِمام کے ذمہ ہے

اسلام میں مسجد بنانا شہر میں مسلمانوں کو یہ سہولت بہم پہنچانا اِسلامی سربراہ کے ذمہ ہے، اِمام یہ ذمہ داری نہ ادا کرے، یا بیت المال میں اس قدر رقم نہ ہو تو یہ ذمہ داری

مسلمانوں پر آئے گی، وہ اِمام کی طرف سے نیابۃً مسجد بنائیں گے۔

پس جب مسجد بنانا اُصولاً اِمام کے ذمہ ٹھہرا اور وہ غیرمسلموں کو آرڈیننس کے ذریعے اس سے روکے تو غیرمسلم مسجد بنانے کا کسی طرح سے اہل نہ رہا، نہ اس کی بنائی ہوئی مسجد اِمام کی نیابت میں ہوگی، نہ ''مسجد'' کہلائے گی۔ فقہِ حنفی کی کتاب ''درمختار'' (ج۳ ص۳۹۳، کتاب الوقف) میں ہے: ''**فانه یجب ان یتخذ الامام للمسلمین مسجدًا من بیت المال**''

علامہ شامیؒ اس پر لکھتے ہیں: ''**او من مالهم وان لم یکن لهم بیت مال**''

(ردالمختار ج۳ ص۳۹۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس اُصول کی روشنی میں اِمام کسی جگہ مسلمانوں کو مسجد بنانے سے روکے اور یہ روکنا کسی ملکی یا دِینی مصلحت کے لئے ہو تو انہیں بھی وہاں مسجد بنانے کا حق نہیں رہتا، تو غیرمسلم اَقوام، صدر کے اس آرڈیننس کے بعد کس طرح حق رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے شعائر کا اس طرح بے جا اور بلا اِجازت اِستعمال کرسکیں؟ کافر تو عبادت کے اہل ہی نہیں......!

علامہ اِبنِ ہمامؒ لکھتے ہیں: ''**فالحاصل انهما لا یصححان منه تیمما اصلاء بناء علٰی عدم صحة النیة منه فما یفتقر الیها لا یصح منه وهٰذا لأن النیة تصیر الفعل منتهضا سببًا للثواب ولا فعل یقع من الکافر**''

**(فتح القدیر ج۱ ص۱۳۲ باب التیمم، شامه)**

''کافر نیت کا اہل نہیں، سو جن اُمور میں اسے نیت کی ضرورت ہو، اس کا اس میں اِعتبار نہیں، یہ نیت ہی ہے جو کسی کام کو ثواب کا موجب بناتی ہے اور ایسا کوئی فعل (جو ثواب کا موجب ہوسکے) کافر سے صادر ہی نہیں ہوتا۔''

اس اُصول کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

۱...... ''**فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ وَاِنَّا لَهٗ کٰتِبُوْنَ**'' **(الانبیاء:۹۴)**

''پس جو نیک عمل کرے گا اور وہ ہو موٴمن، سو اس کی کوشش ردّ نہ کی جائے گی اور بے شک ہم (اس کے اعمال) لکھتے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک اِیمان نہ ہو، اچھے سے اچھے اعمال بھی قبولیت نہیں پاتے اور نہ وہ لکھے جاتے ہیں، جو عمل ایمان کے بغیر ہوں گے، ان کا ہمارے ہاں کھلا اِنکار

ہے، گویا وہ وجود ہی میں نہ آئے، یہ صرف اِیمان ہے جو اَعمالِ صالحہ کو لائقِ قبولیت بناتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ایک دُوسری جگہ ہے:

۲...... ’’مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَکَرٍ أَوْ أُنثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہُ حَیَاۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ أَجْرَھُم بِأَحْسَنِ مَا کَانُوْاْ یَعْمَلُوْنَ‘‘ (النحل:۹۷)

’’کوئی شخص مرد ہو یا عورت، نیک عمل کرے اور وہ ہو مؤمن، پس ہم اسے پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا بخشیں گے۔‘‘

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اِیمان کے بغیر کوئی نیک عمل لائقِ قبول نہیں رہتا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب تک جزا کا تعلق ہے، کافر کا کوئی عمل وجود ہی نہیں پاتا، یہی حبطِ اَعمال کی حقیقت ہے کہ ان کا قیامت کے دن کوئی وزن نہ ہوگا: ’’فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْناً‘‘ (الکہف:۱۰۵)

معلوم ہوا کافر کی ہر عبادت بے وجود اور اس کی ہر پکار ضائع ہے۔

قرآنِ کریم میں یہ بھی ہے: ’’وَمَا دُعَاءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ‘‘ (الرعد:۱۴)

’’اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر ضائع۔‘‘

کافر تو عبادت بلکہ نیت تک کا اہل نہیں ہے، جب اس کا کوئی عمل، عمل ہی نہیں، تو اس کی بنائی ہوئی عبادت گاہ مسجد کیسے بن سکتی ہے؟ مسجد اِیمان کے بغیر بنے، یہ ناممکن ہے، مسجد بنانے کے لئے نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

’’اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللہِ مَنْ آمَنَ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ‘‘ (التوبۃ:۱۸)

’’بے شک وہی آباد رکھتے ہیں مسجدیں اللہ کی، جو اِیمان لائے ہوں اللہ پر اور یومِ آخرت پر۔‘‘

یہاں تک یہ معلوم ہوا کہ کافر کو مسجد بنانے کا کوئی حق نہیں اور مسجدیں صرف مسلمانوں کے لئے ہیں۔ اب رہا ان کا مسلمانوں کی مسجد میں آنا جانا، تو یہ اس کے بھی مجاز نہیں۔ ان کا یہ تعاہد ان کے مسلمان ہونے کا گمان پیدا کرتا ہے، مسلمان مامور ہیں کہ مسجد میں عام آنے والے کو مسلمان سمجھیں، جس طرح یہ مسجد بنانے کے لئے اہل نہیں، انہیں مسجدوں میں عام داخلے کی بھی اجازت نہیں۔ حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں: ’’عمارۃ المسجد تکون بمعنیین: احدھما زیارتہ والسکون فیہ والآخر ببنائہ وتجدید ما استرم منہ......

**فاقتضت الآیة منع الکفار من دخول المساجد ومن بنائها وتولی مصالحها والقیام بها لانتظام اللفظ لأمرین''** (احکام القرآن ج۳ص۸۶،تفسیر سورۃ التوبہ:۱۷)

''مسجد کو آباد کرنا دوطرح سے ہے، اس میں آنا جانا اور اس میں رہنا اور دوسرا اسے بنانا اور اس کی مرمت وغیرہ کرنا، یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ کافروں کو مسجدوں میں داخل ہونے، بنانے، ان کے اُمور کا متولّی ہونے اور وہاں ٹھہرنے سے روکا جائے، کیونکہ آباد کرنا (عمارت) کا لفظ دونوں باتوں کو شامل ہے۔''

تمام مساجد کا قبلہ مسجدِ حرام ہے، وہاں مشرکوں کو داخلے کی اجازت نہیں، یہ حکم گو خاص ہے، لیکن اس سے بھی اِنکار نہیں ہوسکتا کہ فروع اپنی اصل سے کلیۃً خالی بھی نہیں ہوتیں۔

خاص خانۂ کعبہ کے متعلق تو لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی بھی تسلیم کرتے ہیں: ''خانۂ کعبہ کی تولیت کسی مشرک قوم کے سپرد نہیں ہوسکتی۔'' (بیان القرآن ص۵۸۱)

پس اگر اس اُصول کو جملہ مساجدِ عالم میں کارفرما، مانا جائے تو اس کے اِنکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اورنگزیب عالمگیرؒ کے اُستاد شیخ مُلّا جیون جونپوریؒ نقل کرتے ہیں: ''**ان المسجد الحرام قبلة جمیع المساجد فعامره کعامرها وهٰذا علی القرائة المعروفة. وحینئذ عدینا الحکم الٰی سائر المساجد لأن النص لا یختص بمورده''** (تفسیرات احمدیہ ص۲۹۸، مطبع علیمی دہلی)

''بے شک مسجدِ حرام دُنیا کی تمام مساجد کا قبلہ ہے، سو اس کا آباد کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ان دیگر مساجد کو آباد کرنے والا۔ یہ معنی معروف قرأت پر ہے اور اسی لئے ہم نے مسجدِ حرام کے اس حکم کو تمام مساجد تک متعدی کیا ہے، کیونکہ نص اپنے مورد تک محدود نہیں ہوتی۔''

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی بھی لکھتے ہیں: ''**فمنع اللّٰہ المشرکین من دخول المسجد الحرام نصًّا ومنع من دخوله سائر المساجد تعلیلًا بالنجاسة ولوجوب صیانة المسجد عن کل نجس وهٰذا کله ظاهر لا خفاء به''** (احکام القرآن ج۲ص۹۰۲ باب مسئلہ ہل یجوز للکافر دخول المسجد)

''اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے نصاً روکا ہے اور دُوسری تمام مساجد میں داخل ہونے سے اس طرح روکا ہے کہ روکنے کی علت بیان کردی اور وہ انہیں

نجاست سے بچانا ہے کہ مسجد کو ہر ناپاکی سے بچانا واجب ہے اور یہ سب بات ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں۔‘‘

اسلامی ملک میں آباد اہلِ ذمہ مسجد میں داخل ہونا چاہیں تو اِمام شافعی رحمہ اللہ اور اِمام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک انہیں مسلمانوں کی اِجازت کے بغیر اس میں داخل ہونے کی اِجازت نہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں سے پوچھے بغیر مسجد میں داخل ہوجائے تو حاکم شرع اسے تعزیر (سزا) دے سکتا ہے۔ علامہ محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۹۴ھ) لکھتے ہیں: ’’فلو دخل بغیر اذن عزر الّا أن یکون جاھلًا بتوقفه علی الاذن فیعذر‘‘

(اعلام الساجد بأحکام المساجد ص۳۲۰ باب الرابع فیما یتعلق بسائر المساجد، طبع قاہرہ)

’’اگر کوئی غیر مسلم بغیر اِجازت کے مسجد میں داخل ہوجائے تو اسے تعزیر دی جاسکتی ہے، مگر یہ کہ وہ اس سے بے خبر ہو کہ مسجد میں داخل ہونا مسلمانوں کے اِذن پر موقوف تھا، اس صورت میں اسے معذور سمجھا جاسکتا ہے۔‘‘

کافر اپنی عبادت گاہ کو ’’مسجد‘‘ کا نام دیں، اس سے مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوتا ہے۔ یمن میں مشرکین کا ایک عبادت خانہ تھا، جسے وہ ’’کعبہ یمانیہ‘‘ کہتے تھے، کعبہ مسلمانوں کی عبادت گاہ تھی اور مشرکین اسی نام سے اپنی عبادت گاہ چلانا چاہتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ڈیڑھ سو آدمی ساتھ لے کر اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کعبہ سے موسوم ہونے والی نئی عبادت گاہ کو خارش زدہ اُونٹ کی طرح کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے اور صورتِ حال کی اِطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بہت خوش ہوئے اور انہیں دُعا دِی۔

اِمام ابویوسف رحمہ اللہ (۱۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس کارکردگی کی اِطلاع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ میں دی: ’’والذی بعثک بالحق ما اتیتک حتّٰی ترکناھا مثل الجمل الاجرب قال فبرک النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘

(کتاب الخراج ص۲۱۰، فصل فی قتال اھل الشرک واھل البغی)

منافقوں کی بنائی ہوئی مسجدِ ضرار پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جو عمل کیا، اس کی تشریح اگر حدیث کی روشنی میں کی جائے تو بات نکھر کر سامنے آئے گی کہ کافر گو وہ منافق کے درجے میں ہوں، اپنی عبادت گاہ مسجد کے نام سے نہیں بناسکتے، اگر بنائیں تو وہ ان کے ایک محاذِ جنگ کے طور پر اِستعمال ہوگی، جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سواء اور کچھ نہیں ہوگا۔

## اَذان کے بارے میں چند گزارشات یہ ہیں

قرآنِ کریم کی تین آیات میں نماز کے لئے بلاوے کا ذِکر ہے:

۱...... ’’یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا دِیْنَکُمْ ھُزُواً وَّلَعِباً مِّنَ الَّذِیْنَ أُوتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ أَوْلِیَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ...... وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلَاۃِ اتَّخَذُوھَا ھُزُواً وَّلَعِباً‘‘ (المائدۃ:۵۷،۵۸)

۲...... ’’وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ‘‘ (حم السجدۃ:۳۳)

۳...... ’’یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ‘‘ (الجمعۃ:۹)

ان تینوں آیات میں اَذان کے بارے میں اِیمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے، پہلی اور تیسری آیات میں اِبتدا میں ’’یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا‘‘ کا ذِکر ہے، دُوسری آیت کے آخر میں اَذان دینے والے کے مسلمان ہونے کا ذِکر ’’اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ‘‘ کے الفاظ میں مذکور ہے۔

قرآنِ کریم کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے اَذان دینا مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے، قرآنِ کریم اور حدیث میں کہیں ایک ایسا واقعہ نہیں ملتا، جس میں نماز کے لئے اَذان کسی غیرمسلم نے دی ہو، پس اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شعائرِ اِسلام میں سے ہے۔

نوٹ: روایات میں ایک غیرمسلم بچے ابومحذورہؓ کا اَذان دینا مروی ہے، یہ اَذان نماز کے لئے نہ تھی، بچے ہنسی مذاق میں کلماتِ اَذان نقل کر رہے تھے، پھر حضور ﷺ نے جب اس سے اَذان کہلوائی تو یہ بھی نماز کے لئے نہ تھی، محض تعلیماً تھی اور حضور ﷺ کی توجہ سے اِیمان ابومحذورہؓ کے دِل میں اُتر رہا تھا، چنانچہ وہ مسلمان بھی ہوگئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو رات کے پچھلے حصے میں اَذان کی طرف توجہ رکھتے، اگر اَذان سن لیتے تو ان پر حملہ نہ کرتے، ورنہ غزا جاری رکھتے۔ صحیح بخاری میں ہے: ’’فان سمع أذانا کف عنھم، وان لم یسمع أذانا أغار علیھم‘‘ (صحیح بخاری ج۱ ص۸۶، باب ما یحقن بالأذان من الدماء)

اس سے پتا چلا کہ اَذان وہاں کے لوگوں کا اِمتیازی نشان ہے، جہاں اَذان سنی جائے گی، وہیں کے لوگوں کو مسلم سمجھا جائے گا۔ اب اگر غیر مسلم کو بھی اَذان دینے کی اِجازت ہوتو اَذان سنتے ہی جنگ سے رُک جانا اور ہتھیار پیچھے کر لینا اس پر عمل کیسے ہوسکے گا......؟ قادیانیوں کو اَذان کی اِجازت دینے سے اس قسم کی احادیث عملاً معطل ہوکر رہ جائیں گی۔

اَذان علاماتِ اسلام میں سے ہے۔

علامہ اِبنِ ہمام الحنفی رحمہ اللہ (۶۸۱ھ) لکھتے ہیں: ''**الأذان من اعلام الدین**'' (فتح القدیر ج۱ص۱۶۷، باب الاذان، طبع دار صادر، بیروت)

''اَذان دِینِ اسلام کی علامات میں سے ہے۔''

علامہ اِبنِ نجیمؒ بھی لکھتے ہیں: ''**الأذان من اعلام الدین**'' (البحرالرائق ج۱ص۲۵۵، باب الاذان، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ شامیؒ بھی اَذان کو شعائرِ اِسلام میں سے کہتے ہیں: ''**الاعلام بدخول**'' (ردالمحتار ج۱ص۳۸۳، باب الاذان، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فقہِ حنبلی کی معتبر کتاب ''المغنی'' لابن قدامۃ الحنبلی (۶۲۰ھ) میں ہے: ''**ولا یصح الأذان الّا من مسلم عاقل ذکر فأما الکافر والمجنون فلا یصح منهما لأنهما لیسا من أهل العبادات**'' (المغنی مع شرح الکبیر ص۴۲۵ فصل ممن یصح الاذان، طبع دار الکتاب، بیروت)

فقہِ حنفی کی تعلیم بھی یہی ہے کہ کافر اَذان نہ دے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ''**انه یصح أذان الفاسق وان لم یحصل به الاعلام ای الاعتماد علٰی قبول قوله فی دخول الوقت، بخلاف الکافر وغیر العاقل فلا یصح أصلًا**'' (ردالمحتار ج۱ص۲۸۹، ۲۹۰، باب الأذان، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

''فاسق کی اَذان معتبر ہے، اگرچہ اس سے صحیح اِطلاع نہ ہوپائے، یعنی نماز کا وقت ہوجانے میں اس کے قول پر اِعتماد نہ ٹھہرے، لیکن کافر کی اَذان اور غیر عاقل کی اَذان بالکل ہونہیں پاتی (یعنی وہ اَذان نہیں ہے)۔''

فقہِ شافعی میں بھی مسئلہ اسی طرح ہے: ''**ولا یصح الأذان الّا من مسلم عاقل فأما الکافر والمجنون فلا یصح أذانهما لأنهما لیسا من أهل العبادات**'' (المجموع شرح المهذب ج۳ص۹۸، باب الاذان)

''مسلم عاقل کے سواء کسی کی اَذان معتبر نہیں، کافر اور پاگل کی اَذان معتبر نہیں، کیونکہ یہ دونوں عبادت کے اہل ہی نہیں۔''

سورۃ الجمعۃ کی آیت:۹ ''**یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ**'' میں لفظ ''نودی'' مجہول کا صیغہ ہے، جس کا فاعل مذکور نہیں۔ آیت کا حاصل یہ ہے: اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب بھی نماز کے لئے تمہیں آواز دِی جائے تم نماز کے لئے دوڑ کر آؤ۔ پس اگر غیرمسلموں کی بھی اَذانیں ہوں اور ان کی بھی مسجدیں ہوں اور مسلمانوں پر اذان سنتے ہی اِدھر آنا ضروری ٹھہرے، کیونکہ یہاں ''نودی'' کا فاعل مذکور نہیں اور اس طرح مسلمانوں کی نمازیں ضائع ہونے کے مواقع عام ہوں، تو کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ غیرمسلموں کو اَذان دینے کا اُصولاً حق نہ تھا اور اگر مسلمان ان نداؤں پر حاضر نہ ہوں تو اس طرح کیا یہ آیت اپنے عموم میں عملاً معطل ہو کر نہ رہ جائے گی......؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اَذان مسلمانوں کا شعار ہے اور کسی مذہب کو شریک ہونے کی اِجازت نہیں دی جاسکتی، ورنہ یہ شعارِ اِسلام نہ رہے گا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ''**الأذان سُنَّة لأداء المکتوبة بالجماعة عرف ذالک بالسُّنَّة واجماع الأمَّة وأنه من شعائر الاسلام حتّٰی لو امتنع اهل مصر او قریة او محلة أجبرهم الامام فان لم یفعلوا قاتلهم**'' (فتاویٰ قاضی خان بحاشیہ فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص۶۹، باب الاذان طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''اَذان فرض نماز باجماعت پڑھنے کے لئے سنت ہے، یہ سنت اور اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے اور یہ بے شک شعائرِ اِسلام میں سے ہے۔ اگر کسی شہر، یا قصبے، یا محلے کے لوگ اَذان کہنا چھوڑ دیں تو اِمام انہیں مجبور کر کے اَذان جاری کرائے گا، پھر بھی نہ کریں تو ان سے جہاد کرے گا۔''

فقہاء نے تو اس بات کی بھی اِجازت نہیں دی کہ جہاں اَذان ہوتی ہو، وہاں ذِمی لوگ برسرِ عام ناقوس بجائیں اور مسلمانوں سے ایک طرح کا ٹکراؤ ہو، بلکہ انہیں ان کی عبادت گاہوں کے اندر محدود کیا گیا ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی اَذانوں کے مقابلے میں غیرمسلم اپنی اَذانیں دیں اور مسلمانوں کے لئے اِلتباس پیدا کریں......؟

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اِمام محمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''**وکذالک ضرب**

الناقوس لم یمنعوا منه اذا کانوا یضربونه فی جوف کنائسهم القدیمة فان أرادوا الضرب بها خارجًا فلیس ینبغی ان یترکوا لیفعلوا ذالک لما فیه من معارضة أذان المسلمین فی الصورة‘‘

(سیر کبیر ج۴ ص۲۶۲، باب مالا یکون لأ ھل الحرب......الخ!، دارالکتب العلمیۃ)

’’اور اہلِ ذمہ کو اگر وہ ناقوس اپنے پُرانے عبادت خانوں کے اندر ہی بجائیں اس سے روکا نہ جائے گا، اگر وہ باہر ناقوس بجانا چاہیں تو انہیں ایسا کرنے نہ دیا جائے گا، کیونکہ اس میں ظاہراً ان کا اَذان سے معارضہ ہوگا۔‘‘

اسلام کی اِمتیازی علامات ایک دو نہیں، متعدّد ہیں، انہیں زمانی، مکانی، علامتی اور مرتبی کئی جہات سے دیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدثِ دہلوی نے ایک بحث میں انہیں ذِکر کیا ہے، اَذان اور مسجد اس فہرست میں مذکور ہیں، تاہم اِحاطہ ان میں بھی نہیں ہے: ’’شعائر اللہ در عرفِ دِین مکانات وازمنہ وعلامات واوقات عبادت را گویند اما مکاناتِ عبادت پس مثل کعبہ وعرفہ ومزدلفہ وجمارِ ثلاثہ وصفا ومروہ ومنیٰ وجمیع مساجد اندو اما ازمنہ پس مثل رمضان واَشہرِ حرم وعیدالفطر وعیدالنحر وجمعہ واَیامِ تشریق اندو اما علامات پس مثل اَذان واِقامت وختنہ ونماز بجماعت ونمازِ جمعہ ونمازِ عیدین اندو در ہمہ ایں چیزہا معنی علامت بودن مستحق است۔‘‘ (تفسیر فتح العزیز ص۵۶۹، مطبوعہ دہلی)

مسجد اور اَذان شعائرِ اِسلام میں سے ہیں، اس کا مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اِقرار کیا ہے، مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں ہم پر اور ہمارے دِین پر وہ مصیبتیں آئیں کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور بلند آواز سے اَذان دینا بھی مشکل ہوگیا اور پنجاب میں دِینِ اسلام مرچکا تھا۔ پھر انگریز آئے اور انگریز کیا ہمارے نیک طالع پھر ہماری طرف واپس ہوئے اور انہوں نے دِینِ اسلام کی حمایت کی............اور پھر مدتِ دراز کے بعد پنجاب میں شعائرِ اسلام دِکھائی دیئے۔‘‘

(ضرورت الامام ص۲۳، خزائن ج۱۳ ص۴۹۴)

اب اس سے زیادہ مسلمانوں کی مظلومی کیا ہوگی کہ خود دارُالاسلام (پاکستان) میں شعائرِ اسلام خالصاً مسلمانوں کا نشان نہ رہیں اور غیرمسلم گروہ مسلمانوں کے ان شعائر میں شریک رہے۔ غیرمسلم قادیانی مسلمانوں کو کافر بھی کہیں اور ان کے شعائر میں اِلتباس پیدا

کریں اور خود انہی شعائر کو اَپنائیں، اس سے بڑھ کر ان شعائرِ اِسلام کی اور کیا بے حرمتی ہوگی......؟ اب جب کہ صدرِ مملکت نے اس آرڈیننس کے ذریعے مسلمانوں کے ان شعائر کو تحفظ دیا ہے، تو ان کا بے جا اِستعمال کرنے والی غیرمسلم قسم محض اس لئے نالاں ہے کہ مسلمان انہیں اپنے ہاں گھسنے کا موقع کیوں نہیں دیتے؟ مرزا محمود ایک اور بحث میں لکھتے ہیں: ''شعائرِ اِسلام کی ہتک کرنے والا شخص قابلِ رحم نہیں ہوسکتا۔''

(ملائکۃ اللہ ص۸۰ تقریر مرزا محمود قادیانی، مؤرخہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۲۰ء، انوارالعلوم ج۵ ص۴۶۸)

لازم ہے کہ اسلامی سلطنت میں مسلمان سربراہ شعائرِ اِسلام کی پوری حفاظت کرے۔

## شعائرِ اِسلام کی حفاظت اِمام کے ذمہ ہے

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلم سربراہ کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ منکرات کے خلاف آرڈیننس نافذ کرے، ایسے ہی یہاں نہی عن المنکر سے ذِکر کیا گیا ہے: ''اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ'' (الحج:۴۱)

انہی ذمہ داریوں کو شرح مواقف، المرصد الرابع، المقصد الاوّل کے تحت ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ''ھی خلافة الرسول فی اقامة الدین وحفظ حوزة الملة بحیث یجب اتباعه علٰی کافة الاُمّة وبھٰذا لقید الأخیر یخرج من ینصبه الامام فی ناحیة کالقاضی'' (ص:۷۲۹)

''یہ رسولِ کریم ﷺ کی نیابت ہے اِقامتِ دِین میں حوزۂ ملت کی حفاظت میں بایں طور کہ اس کی اِتباع ساری اُمت پر لازم آئے، اس قیدِ اَخیر سے وہ شخص نکل جاتا ہے جسے اِمام کسی علاقے میں قاضی بنا کر بھیجے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی نیابتِ رسول کی یہی تعریف کی ہے: ''ھی الریاسة العامة فی التصدی لاقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة واقامة أرکان الاسلام...... ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابة عن النبی ﷺ'' (ازالة الخفاء، مقصد الأوّل ص۲، طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

''یہ تمام سربراہی ہے اِقامتِ دِین کے لئے جو دِینی علوم کے اِحیاء اور اَرکانِ

اسلام کے قائم کرنے کے لئے ہو اور رفعِ مظالم کے لئے اور اَمر بالمعروف کے لئے اور نہی عن المنکر کے لئے، بایں طور کہ اس سے حضور ﷺ کی نیابت کرنا ہو۔''

اِمام جس طرح ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرے گا، دِین کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی اس کے ذمہ ہوگی۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی ان نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مسیلمہ کذّاب پر چڑھائی کی تھی، حالانکہ وہ رسولِ کریم ﷺ کی رسالت کا قائل تھا اور اس کی اَذانوں میں حضور ﷺ کی رسالت کا اِقرار پایا جاتا تھا۔

اِمام کے ذمہ حوزۂ اسلام کی حفاظت اس طرح ہے کہ شعائرِ اِسلام کے ساتھ تمام اَفرادِ اِسلام کے دِینی تحفظ کی بھی اس میں پوری ذمہ داری ہو۔ ان کے دِینی تقاضوں اور دیگر اہلِ ذِمہ کے مذہبی اُمور میں اگر کہیں تصادم ہو تو اہلِ ذمہ پر پابندی لازم آئے گی کہ وہ کھلے بندوں اپنے شعائر کا اِظہار نہ کریں۔

## اہلِ ذمہ کے مذہبی شعائر پر پابندی

اسلامی سلطنت میں ذِمی لوگوں کو اپنے مذہبی شعائر اپنی عبادت گاہوں تک محدود رکھنے کا حکم ہے، کھلے بندوں وہ ان کا اِظہار نہیں کرسکتے۔ یہ وہ اُمور ہیں جن میں مسلمانوں کے لئے کوئی وجہ اِلتباس نہیں، لیکن جو غیرمسلم مسلمانوں کی سی اَذانیں دیں اور اس میں ہر لمحہ مسلمانوں کے لئے اِشتباہ کا سامان ہو، انہیں اس درجے میں بھی اَذان دینے کی اِجازت دینا مسلمانوں کی عبادت اور ان کے شعائر کو خطرے میں ڈالنا ہوگا۔ بغداد یونیورسٹی کے اُستاذ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں: ''للذميين الحق فی اقامة شعائرهم الدينية داخل معابدهم ويمنعون من اظهارها فی خارجها فی أمصار المسلمين لأن أمصار المسلمين مواضع اعلام الدين واظهار شعائر الاسلام من اقامة الجمع والأعياد واقامة الحدود ونحو ذالک فلا يصح اظهار شعائر تخالفها لما فی هٰذا لاظهار من معنی الاستخفاف بالمسلمين والمعارضة لهم'' (احكام الذميين والمستأمنين فی دار الاسلام ص ۱۹)

''ذِمیوں کو اپنی عبادت گاہوں کے اندر اندر اپنے مذہبی شعائر قائم کرنے کا حق ہے، باہر مسلمانوں کے علاقوں میں انہیں ان کے اِظہار کی اِجازت نہیں۔ مسلمانوں کے

علاقے دِینِ اسلام کے نشانوں کی جگہیں ہیں اور جمعہ وعیدین اور اِقامتِ حدود وغیرہ شعائرِ اِسلام کے اِظہار کے مواضع ہیں۔ سو (اسلامی سلطنت میں) ایسے شعائر کا کھلا اِظہار دُرست نہیں، جو اِسلامی شعائر کے خلاف ہوں، کیونکہ مسلمانوں کا اِستخفاف اور ان سے (ان کے شعائر ہیں) ٹکراؤ ہوگا۔''

## مصالحِ عامہ کے لئے تعزیر کا اِجرا

شریعت کا عام ضابطہ تو یہی ہے کہ اسلامی سربراہ انہی کاموں پر تعزیر جاری کرسکتا ہے جو حرام لذاتہٖ ہوں اور ان کی حرمت منصوص ہو، لیکن اِمام مصالحِ عامہ کے لئے اگر کسی ایسی چیز پر تعزیر کا حکم دے، جس کی حرمت منصوص نہیں، تو شریعت میں اس کی بھی اِجازت ہے، اس سے زیادہ مصلحتِ عام کیا ہوگی کہ دارُالاسلام میں عامۃ المسلمین کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں اِلحاد و اِرتداد کے ہر مظنہ اِلتباس سے بچانے کے لئے اسلامی سربراہ آرڈیننس نافذ کرے۔

جناب عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں: ''الشریعة تجیز استثناء من هٰذه القاعدة العامة أن یکون التعزیر فی غیر معصیة ای فیما لم ینص علٰی تحریمه لذاته اذا اقتضت المصلحة العامة التعزیر والأفعال والحالات التی تدخل تحت هٰذا الاستثناء لا یمکن تعیینها ولا حصرها مقدما لأنها لیست محرمة لذاتها وانما تحرم لوصفها فان توفر فیها الوصف فهی محرمة وان تخلف عنها الوصف فهی مباحة والوصف الذی جعل علة للعقاب هو الاضرار بالمصلحة العامة أو النظام العام فاذا توفر هٰذا الوصف فی فعل او حالت استحق الجانی العقاب'' (التشریع الجنائی الاسلامی ج اوّل ص۱۵۰، الطبعۃ الخامسہ ۱۹۸۴ء)

''شریعت اس عام قاعدۂ اِستثناء کی اِجازت دیتی ہے کہ جب مصلحتِ عامہ کا تقاضا ہو تو تعزیر ان کاموں پر بھی لگ سکے گی جو معصیت نہیں، یعنی ان کے حرام لذاتہٖ ہونے پر نص وارِد نہیں اور وہ افعال اور حالات جو اِستثناء کے ذیل میں آسکتے ہیں، ان کی گنتی اور اِحاطہ پہلے سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ حرام بالذات نہیں، اپنے وصف سے وہ حرام ہو رہے ہیں۔ ان میں جتنا یہ وصف زیادہ ہوگا، اتنی ہی ان کی حرمت ہوگی۔ یہ وصف نہ پایا جائے تو وہ کام مباح

ہوں گے، جو وصف سزا دینے کی علت ٹھہرایا گیا ہے، وہ مصلحتِ عامہ یا ملک کے نظامِ عام کو نقصان پہنچانا ہے، کسی کام یا حالات میں یہ صورت ہو تو قصوروار سزا کا مستحق ہے۔‘‘

مولانا عبدالحی لکھنویؒ بھی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: ’’دررسالہ جامع تعزیرات از بحرالرائق منقول است: ’’السیاسة فعل ینشأ من الحاکم لمصلحة یراھا وان لم یرد بذالک دلیل جزئی‘‘ جامع تعزیرات میں البحرالرائق سے منقول ہے کہ سیاست (سزا دینا) ایک فعل ہے، جو حاکم سے صادر ہو، ایسی مصلحت کے لئے جس کو وہی جانتا ہو، گو اس کے لئے کوئی جزئی وارِد نہ ہوئی ہو۔‘‘

(مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ ج۴ ص۴۴۷، علیٰ حاشیہ خلاصة الفتاویٰ، کتاب الحدود)

اور اسی میں یہ ہے: ’’سیاست نوعی اَز تعزیر است کہ درعقوبت شدیدہ مثل قتل وحبس ممتد واخراج بلد مستعمل می شود۔‘‘ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ، علیٰ ہامش خلاصة الفتاویٰ ج۴ ص۴۴۷، ۴۴۸)

’’سیاست ایک طرح کی تعزیر ہے، یہ لفظ سخت سزاؤں جیسے قتل، لمبی قیدیں اور جلاوطن وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔‘‘

سربراہِ سلطنتِ اسلامی جو ایسا کرنے کا مجاز ہو، اس کے لئے ضروری نہیں کہ بطور خلیفہ منتخب ہوا ہو، ہر وہ سربراہ جس کو تسلط اور غلبہ حاصل ہو، وہ ایسے اَحکامات جاری کرنے کا مجاز ہے۔ فقہاء لکھتے ہیں: ’’معتبرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کو تسلط حاصل ہو، خواہ بادشاہ اصلاحی ہو یا صوبیدار وغیرہ۔‘‘ (حاشیہ غایة الاوطار ج۴ ص۸۳)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ مسلم سربراہِ سلطنت بعض ان کاموں سے بھی روک سکتا ہے جو اپنی ذات میں تو ناجائز نہ ہوں، لیکن اپنے کسی خاص وصف یا حالت میں مصالحِ عامہ کے خلاف ہوں اور ان پر تعزیر بھی لگا سکتا ہے، تو اب ان چند کاموں کا بھی جائزہ لیں جو اپنی ذات میں نیکی ہیں، مگر اپنے وصف میں مقارن بالمعصیت ہو جاتے ہیں، کیا ان سے روکا جا سکتا ہے؟

## جو نیکی مقارن بالمعصیت ہو اس سے روکنا

اس کے لئے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی اور اَحادیثِ مقدسہ سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

۱...... نماز پڑھنا اپنی ذات میں اِطاعت ہے، لیکن جب یہ مقارن بالمعصیت ہو (کہ

نشے کی حالت میں پڑھی جائے) تو اس سے روکا جاسکتا ہے: ''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُکَارَی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ'' (النساء:۴۳)

''اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو، تاوقتیکہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''

۲...... قرآن پاک کو چھونا نیکی ہے، لیکن ناپاکی کی حالت میں اسے چھونے سے روکا جاسکتا ہے: ''لَا یَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطهرون'' (الواقعہ:۷۹)

''نہیں چھوتے اسے مگر پاک۔''

۳...... آنحضرت ﷺ حضرت عمرو بن حزم کے نام جو تحریر بھیجی اس میں مرقوم تھا: ''لا یمس القرآن الّا طاهر''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بغیر وضو سجدہ کرنے سے منع فرمایا، حالانکہ خدا کو سجدہ کرنا اپنی ذات میں ایک بڑی نیکی تھی: ''عن ابن عمر انه کان یقول: لا یسجد الرجل ولا یقرأ القرآن الّا وهو طاهر. قال محمد: ولهٰذا اکله نأخذ وهو قول أبی حنیفة'' (مؤطا امام محمد ص۱۶۳، باب مس القرآن بغیر طہارۃ)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: آدمی نہ وضو کے بغیر سجدہ کرے، نہ بغیر طہارت قرآن پڑھے۔ اِمام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ہی فتویٰ دیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ ہے۔''

۴...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''لا صلاة بعد الصلوٰة العصر حتّٰی تغرب الشمس، ولا صلاة بعد صلاة الفجر حتّٰی تطلع الشمس'' (صحیح مسلم ج۱ ص۲۷۵، باب الأوقات التی نهی عن الصلاة فیها)

۵...... مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھا گیا کہ کیا ہم غیراحمدیوں کے ساتھ مل کر تبلیغِ اسلام کرسکتے ہیں؟ تبلیغِ اسلام بلاشبہ ایک نیکی اور طاعت ہے، مگر اس اشتراک میں چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوّت نہ آتی تھی، مرزا قادیانی نے اس کی اِجازت نہ دی۔

(دیکھئے ذِکرِ حبیب ص۱۴۷، مؤلفہ: مفتی محمد صادق قادیانی، طبع اوّل ۱۹۳۶ء)

اس میں شبہ نہیں کہ نفل نماز اپنی جگہ ایک بڑی نیکی ہے، لیکن بعض دُوسرے مصالح کے پیشِ نظر اس سے ان خاص حالات میں روکا گیا۔ ان اوقات میں نماز پڑھنا فی نفسہٖ کوئی

عیب بھی نہ تھا، لیکن کسی درجے میں سورج پرست قوموں کے قرب کا سبب ہوسکتا تھا، اس لئے یہ حالت جو کسی معصیت کا سبب ہوسکتی تھی، اس میں نماز سے بھی روک دیا گیا، جو اپنی ذات میں بڑی نیکی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو نیکی مقارن بالمعصیت ہو، وہ اس حالت کی وجہ سے بُرائی قرار دی جاسکتی ہے اور مصالح عامہ کا تقاضا ہو تو اس پر تعزیر بھی جاری کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کا ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہنا، یا: ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہنا، یا اَذان دینا، اگر مسلمانوں میں اِلتباس پیدا کرنے کا موجب ہو تو مقارن بالمعصیت ہونے کے باعث یہ کلمات کہنا بھی نیکی نہ رہا۔ اس صورت میں اسلامی مملکت کے سربراہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے جرم قرار دے اور مصالحِ عامہ کے لئے اس پر تعزیر بھی جاری کرے۔

۶...... قرآن پھیلانا اور اس کی دعوت کافروں تک پہنچانا اپنی ذات میں ایک بڑی نیکی ہے: ''وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ'' (الانعام:۱۹)

لیکن ایسے حالات ہوں کہ غیر مسلم اقوام کی طرف سے مصحف پاک کی توہین کا مظنہ ہو تو قرآن ان کے ہاں لے کر جانا ممنوع ٹھہرا، حالانکہ ایسے حالات میں بھی صحابہؓ تعلیمِ قرآن جاری رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: ''ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یسافر بالقرآن الٰی أرض العدو'' (صحیح بخاری ج۱ ص۴۲۰، باب کراہیۃ السفر بالمصاحف الٰی أرض العدو)

۷...... کعبہ شریف میں حطیم پر چھت نہیں، حالانکہ وہ کعبہ کا جزو ہے، بناءِ اِبراہیم میں یہ جگہ بھی چھت میں تھی، حضور ﷺ کی پسند تھی کہ حطیم بھی کسی طرح چھت کے نیچے آجائے۔ تعمیر کعبہ سے زیادہ اور نیکی کیا ہوسکتی تھی؟ لیکن محض اس لئے کہ اسلام میں نئے نئے آئے ہوئے لوگ اسے توہینِ کعبہ نہ سمجھ لیں اور اِسلام سے برگشتہ نہ ہوجائیں، آپ ﷺ نے کعبہ کی تعمیرِ جدید کا اِقدام نہ فرمایا، کیونکہ یہ نیکی اس صورت میں مقارن بالمعصیت ہوسکتی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی خواہش کا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اِظہار فرمایا اور تعمیر کعبہ کو بناءِ اِبراہیمی پر نہ لوٹانے کی یہی وجہ بیان فرمائی: ''لولا حداثۃ عھد قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ ولجعلتھا علٰی اساس ابراھیم'' (صحیح مسلم ج۱ ص۴۲۹، باب نقض الکعبۃ وبنائھا)

''اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی تو میں کعبہ کی عمارت گراکر اسے اَساسِ اِبراہیمی پر لوٹادیتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کے مقارن بالمعصیت ہونے کا اندیشہ بھی ہو تو اسے عمل میں لانے کا جواز نہیں رہتا، اس سے لوگوں کو منع کرنا ہے۔

۸…… حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے دِین اور اِسلامی تہذیب کو غیر اِسلامی اثرات سے بچانے کے لئے اہلِ ذمہ پر جو شرطیں عائد کیں، ان میں یہ شرط بھی تھی: ''ولا نعلّم اولادنا القرآن''

(احکام اہل الذمۃ لابن القیم ج۲ص۶۶۱، کنز العمال ج۴ص۵۰۳، نمبر۱۱۴۹۳، شروط النصاریٰ)

تعلیم قرآن نیکی ہے، اس کے نیکی ہونے میں شبہ نہیں، مگر اس پہلو سے کہ ذِمی بچے اسے سیکھ کر مسلمان بچوں سے بحث و مباحثہ کرتے پھریں گے، یا ذِمیوں کے بچے کہیں اس کا مذاق نہ اُڑائیں، انہیں قرآن سیکھنے سے منع کر دیا گیا۔

علامہ ابنِ حزمؒ اس شرط کا ذِکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''ولا یعلموا اولادھم القرآن''

(المحلّٰی ج۷ ص۲۵۶، طبع داراحیاء التراث العربی مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت، لبنان)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نیکی مقارن بالمعصیت ہونے کا اِحتمال بھی رکھتی ہو، اس سے منع کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اِمام اگر اس روکنے میں مصلحتِ عامہ سمجھے تو اس کے مرتکب پر تعزیر بھی جاری کرسکتا ہے۔

## (۲) شعائرِ مرتبی کا تحفظ

جس طرح شعائرِ مکانی (جیسے کعبہ اور مسجدیں) شعائرِ زمانی (جیسے رمضان اور جمعہ)، شعائرِ عملی (جیسے نماز کے لئے اَذان دینا) کی تعظیم و توقیر مسلمانوں پر واجب ہے، اسی طرح مسلمانوں کے شعائرِ مرتبی کا تحفظ و اِکرام بھی مسلمانوں پر واجب ہے۔ مسلمانوں کے نام جو اُن کے دِین کا پتا دیں اور ان کے اِعتقادی اور اِنتظامی مدارج و مراتب (جیسے صحابہ اور اُمّ المؤمنین اور اہلِ بیت جیسے القاب اور امیر المؤمنین جیسے مراتب) جو ان کی تاریخ اور اِقتدار کے اِمتیازی نشان ہوں، ان سب کا اِکرام و اِحترام مسلمانوں کے ذمہ ہے اور مسلم سربراہ کے ذمہ ہے کہ وہ ان شعائرِ مرتبی کو غیر مسلم اقوام میں بے آبرو نہ ہونے دے۔ حضرت عمرؓ نے ماتحت غیر مسلم لوگوں سے جو عہد لیا اس میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں: ''ولا

یتکنوا بکناھم ''(المحلّٰی ج۷ ص۲۵۷، طبع دار احیاء التراث العربی مؤسسة التاریخ العربی بیروت، لبنان) مسلمانوں کی کنیتیں اختیار نہ کریں گے۔

''کنیت'' کا لفظ کنایہ سے ہے اور اس سے نسبتوں کا اظہار ہوتا ہے، اس اُصولی شرط کو اگر کچھ وسعتِ نظری سے دیکھیں تو اس سے مسلمانوں کے تمام شعائرِ مرتبی کا تحفظ لازم آتا ہے اور اِسلامی سربراہ کے ذمہ ہے کہ ان کے تحفظ کے لئے آرڈیننس جاری کرے۔ اسی طرح جو نام مختص بالمسلمین ہیں، غیرمسلموں کو وہ نام رکھنے کی اِجازت نہیں، ''فھٰذا لا یمکنون من التسمی به'' (الطحطاوی ج۲ ص۴۷۳، فصل فی الجزیۃ، طبع المکتبۃ العربیہ کوئٹہ)

قرآنِ کریم میں اُمّ المؤمنین کا اِعزاز صرف حضور ﷺ کی اَزواجِ مطہرات کو دِیا گیا ہے، دُنیا کی کسی اور عورت کو نہیں۔ حقیقت میں حضور ﷺ کا اِعزاز ہے کہ ان کی اَزواج اُمہات المؤمنین سمجھی جائیں، یہ اِعزاز دُنیا میں کسی اور شخص کا نہیں اور اس کی نسبت سے اس کی بیوی کو اُمّ المؤمنین کہا جاسکے۔ مسلم عوام کسی دُوسری محترمہ کو مادرِ ملت کہہ دیں تو ان کا یہ اِحترام کسی کی بیوی ہونے کے پہلو سے نہیں، بیوی ہونے کے پہلو سے یہ اِعزاز صرف حضور نبی کریم ﷺ کا ہے کہ ان کی اَزواج کو اُمہات المؤمنین کہا جائے۔

قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی کو مرزا کی نبوّت کی نسبت سے اُمّ المؤمنین کہتے ہیں اور یہ اِسلام کے شعائرِ مرتبی کی ایسی بے حرمتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اس کی نظیر نہ ملے گی۔ نبوّت کی نسبت سے حضور ﷺ کی اَزواج کے سوا آج تک کسی کو ''اُمّ المؤمنین'' نہیں کہا گیا اور نہ اسے کبھی کسی نے گوارا کیا ہے۔ قادیانیوں نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی کو نبوّت کی نسبت سے ہی اُمّ المؤمنین کہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں میں مرزا قادیانی کی نبوّت کے بارے میں ۱۳۹۱ء میں راولپنڈی میں ایک مباحثہ ہوا تھا، جسے قادیان سے ''مباحثہ راولپنڈی'' کے نام سے شائع کیا ہے، اس میں قادیانی گروہ نے مرزا قادیانی کے لاہوری پیروؤں کو کہا تھا: ''فرمایئے! آپ لوگ اب بھی حضرت اُمّ المؤمنین (مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں) کو اُمّ المؤمنین کہتے ہیں؟ اگر نہیں تو آپ نے عقیدے میں تبدیلی کرلی، اگر کہتے ہیں تو حضرتِ اقدس کے اس اِرشاد کے ماتحت کہ قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو مؤمنوں کی مائیں قرار دِیا گیا ہے، آپ کے لئے ضروری ہوگا کہ اب حضرتِ اقدس کو نبی تسلیم کرلیں۔'' (مباحثہ راولپنڈی ص۱۶۳، طبع اوّل)

اسی طرح ’’صحابہ‘‘ کا لفظ بھی جب مطلقاً بولا جائے تو یہ اپنے اندر نبوّت کی نسبت رکھتا ہے۔ اور اس اِعتبار سے یہ لفظ صرف حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کا اِعزاز ہے۔ نسبتِ نبوّت سے کسی شخص کو ’’صحابی‘‘ کہنا حضور ﷺ کے صحابہؓ کے سوا کسی اور کے لئے ثابت نہیں۔ قادیانی بھی اسی نسبت سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کے لئے ’’صحابی‘‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حکیم نوردین یا مرزا بشیرالدین محمود کے ساتھیوں کے لئے یہ لفظ اِستعمال نہیں کرتے، بلکہ ان کے لئے یہ ’’تابعی‘‘ کی اِصطلاح اِستعمال کرتے ہیں، کیا یہ حضور ﷺ کے صحابہؓ اور تابعینؒ سے صریح معارضہ نہیں......؟

اسی طرح ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کا اِعزاز بطورِ طبقہ صرف صحابہ کرام کی ہی شان ہے، اُمت کے کسی بڑے سے بڑے بزرگ کو بطورِ طبقہ کہیں ’’رضی اللہ عنہ‘‘ نہیں کہا گیا، بعض بزرگوں کے لئے جو کہیں کہیں ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کے الفاظ ملتے ہیں، وہ ان پر بطور طبقہ نہیں بولے گئے، ان کے شخصی مقام و اِحترام کے باعث ایک کلمۂ دُعا ہے، لیکن مرزا قادیانی کے پیرو، مرزا قادیانی کے ساتھیوں کے لئے مرزا قادیانی کی نبوّت کی نسبت سے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں، مسلمانوں کے ہاں ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کا یہ اِعزاز حضور ﷺ کی نسبت سے بطورِ طبقہ آپ ﷺ کے صحابہ کے لئے اِستعمال ہوتا ہے اور یہ بھی درحقیقت حضور ﷺ کا اِعزاز ہے کہ آپ ﷺ کی صحبت پانے والا ہر مؤمن (گو اس نے ایک لمحہ ایمان کے ساتھ آپ ﷺ کا دِیدار کیا ہو) ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کی شان پاسکے۔

اسی طرح ’’امیرالمؤمنین‘‘ یا ’’اِمام المسلمین‘‘ ایسے اِنتظامی مراتب ہیں کہ سوائے مسلمان کے انہیں کوئی نہیں پاسکتا، کسی غیرمسلم سربراہ پر ان مراتب کا اِطلاق قرآنی آیت: ’’وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً‘‘ (النساء: ۱۴۱) کے خلاف ہے۔

فقہائے کرام نے ان ناموں کی بھی نشاندہی کردی ہے جو مسلمانوں کے شعائر ہیں، علامہ طحطاویؒ درمختار کی شرح میں میں لکھتے ہیں: ’’فی جواز تسمیتهم بأسماء المسلمين تفصيل ذكره ابن القيم فقسم يختص بالمسلمين...... فالأوّل كمحمدٍ وأحمد وأبي بكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير فهٰذا لا يمكنون من التسمي به‘‘ (طحطاوی ج۲ص۴۳۷، فصل فی الجزیۃ، طبع لمکتبۃ العربیہ کوئٹہ)

’’اہلِ ذمہ مسلمانوں کے سے نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی تفصیل وہی ہے جو اِبنِ قیمؒ نے ذِکر کی ہے۔ کچھ وہ نام ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص ہیں، جیسے: محمد، احمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر، یہ نام رکھنے کی انہیں (غیر مسلموں کو) اِجازت نہ دی جاسکے گی۔‘‘

## اسلام ایک بسیط حقیقت ہے

کسی چیز کے بسیط ہونے سے مراد اس کا ناقابلِ تقسیم ہونا ہے، لفظ بساطت ترکیب کے مقابلے میں ہے، اسلام ایک بسیط حقیقت ہے، یہ ہوگا تو پورا ہوگا، نہ ہوگا تو کچھ بھی نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص پورا اور کوئی آدھا مسلمان ہو۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام ناقابلِ تقسیم ہے، اسلام کے مقابلے میں کفر ہے۔ یہ دُرست نہیں کہ کوئی شخص آدھا مسلمان ہو اور آدھا کافر۔ اسلام کسی پہلو سے قابلِ تقسیم نہیں، ایک شخص پورا مسلمان ہونے کے باوجود نیک یا گنہگار ہوسکتا ہے، لیکن اس کے پورا مسلمان ہونے میں کوئی شک نہ کیا جاسکے گا۔ اس سلسلے میں قرآنِ کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

۱...... ’’هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ‘‘ (التغابن:۲)

’’وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، سو بعض تم میں سے کافر ہیں اور بعض تم میں سے مؤمن ہیں۔‘‘

اس آیت کی رُو سے انسان یا مؤمن ہوں گے یا کافر، دونوں کے بین بین کوئی تیسری قسم نہیں۔ منافق کافروں کے ہی ایک طبقے کا نام ہے، اہلِ کتاب بھی کافروں کی ہی ایک قسم ہیں، مرتد اور زِندیق بھی کفار ہی ہیں۔ کفر کسی رنگ اور پیرایے میں ہو، کفر ہی ہے اور تمام اہلِ کفر درحقیقت ایک ہی ملت ہیں: ’’الكفر ملّة واحدة‘‘ مشہور مثل ہے۔

۲...... ’’يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِیْ السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ‘‘ (البقرة:۲۰۸)

’’اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، بے شک وہ تمہارا صریح دُشمن ہے۔‘‘

۳...... اگر کوئی شخص بعض ایمانیات کا اِقرار کرے اور بعض کا اِنکار، تو سوال یہ ہے کہ کیا اس کے اس کچھ اِیمان کا اِعتبار ہوگا؟ کیا یہ نہیں کہ اس کے اس کچھ کفر کی وجہ سے اس کے کچھ

اِیمان کا کچھ لحاظ کیا جائے، یا اسے پورا کافر ہی سمجھا جائے گا؟ اور اس کے بعد اِیمانیات کا ہرگز کوئی اعتبار نہ ہوگا؟

اس سلسلے میں اس آیت سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے: ’’وَیَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَیُرِیْدُونَ أَن یَتَّخِذُواْ بَیْنَ ذَلِکَ سَبِیْلاً. أُوْلَائِکَ هُمُ الْکَافِرُونَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ عَذَاباً مُّهِیْناً‘‘ (النساء:۱۵۰، ۱۵۱)

’’اور کہتے ہیں: ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو! اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ، ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذِلت کا عذاب۔‘‘

معلوم ہوا کہ اسلام میں کچھ مؤمن ہونا اور کچھ کافر ہونا، اس کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں، اسلام میں اس بیچ کی راہ کی کوئی قیمت نہیں، ایسے لوگ پورے کے پورے کافر ہوں گے، یہ نہیں کہ آدھے مسلمان ہوں اور آدھے کافر، اسلام واقعی ایک بسیط حقیقت ہے جو قابلِ تقسیم نہیں۔

۴…… مشرکینِ مکہ، اللہ ربّ العزّت کو مان کر اس کے ماتحت دیگر معبودوں پر اِیمان رکھتے تھے، مسلمان صرف اللہ ربّ العزّت کو مانتے تھے اور دیگر معبودوں کی خدائی کے منکر تھے۔ دونوں قوموں میں اللہ ربّ العزّت نقطۂ اِشتراک تھا، مگر ان مشرکین کا اسلام میں کچھ اِعتبار نہ کیا گیا اور حضور اکرم ﷺ نے بامرِ اِلٰہی انہیں صاف کہہ دیا: ’’لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ‘‘ (الکافرون:۲)

’’میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔‘‘

کیا حضورِ اکرم ﷺ اس معبودِ حقیقی کی عبادت نہیں کرتے تھے جسے وہ مشرکین بھی بڑا خدا مانتے تھے؟ حضور ﷺ کا معبود تو بے شک وہی تھا، لیکن ان کافروں کا معبود وہ نہ رہا، جب انہوں نے اس کے ساتھ کسی اور کو بھی خدائی میں شریک کرلیا، اب ان کفریات کے ہوتے ہوئے ان کے اِقرار سے خداوندِ اکبر کا بھی اِعتبار نہ رہا اور وہ لوگ پورے کے پورے کافر قرار پائے۔ معلوم ہوا کہ اسلام ایک بسیط حقیقت ہے اور دِین میں مسلمانوں اور کافروں کے مابین کوئی نقطۂ اِشتراک نہیں، اس اساسی اِشتراک کے باوجود انہیں اپنے سے کلی علیحدہ کردیا گیا اور: ’’لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن‘‘ (الکافرون:۶)

(تمہارے لئے تمہارا دِین اور میرے لئے میرا دِین) کہہ کر تعبدی اُمور میں سے ہر قسم کی علیحدگی اِختیار کرلی گئی۔

قرآنِ کریم کی یہ آیات تعبدی اُمور میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہر نقطۂ اِشتراک کا اِنکار کرتی ہیں، مگر قادیانی لوگ اپنے لئے ایک نیا دائرہ کھینچنا چاہتے ہیں کہ وہ بعض ضروریاتِ دِین کے اِنکار کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ ایک دائرۂ اسلام میں شریک رہیں، اپنے سوا باقی کل مسلمانوں کو کافر سمجھنے اور کہنے کے باوجود مسلمان انہیں کسی نہ کسی پہلو سے دائرۂ اسلام میں اپنے ساتھ شریک رکھیں۔

قادیانی اپنے اس مفروضے کے لئے درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

۱...... ’’قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ‘‘ (الحجرات:۱۴)

’’اَعراب کہتے ہیں: ’’ہم اِیمان لے آئے‘‘ آپ ان سے کہیں: تم اِیمان نہیں لائے، البتہ تم یہ کہو: ’’ہم نے فرمانبرداری قبول کرلی‘‘ اور اِیمان ابھی تک تمہارے دِلوں میں داخل نہیں ہوا۔‘‘

۲...... ’’قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ اِلَى كَلِمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ‘‘ (آل عمران:۶۴)

’’آپ کہیں: اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔‘‘

یہ آیات ان آیات کے خلاف ہیں جو اِسلام کو ایک بسیط حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

پہلی آیت میں اَعراب سے مراد جنگلوں میں رہنے والے بدو ہیں، جو تہذیب وتمدن سے دُور اور ظاہری علم سے بے بہرہ تھے، یہ قحط زدہ ہوکر حضور ﷺ کی خدمت میں اِمداد کے لے حاضر ہوئے اور اپنے اِسلام لانے کا اِظہار کیا اور اپنے دعویٔ اِیمان کو سچا ثابت کرنے کے لئے کچھ اعمال بھی مسلمانوں جیسے کرنے لگے تھے۔

یہ اس درجے کے نومسلم تھے کہ ظاہری طور پر اِنقیاد کرکے اِیمان کی سرحد پر آچکے تھے، لیکن اِیمانِ کامل ابھی ان کے دِل میں داخل نہ ہوا تھا، اس لئے اعمال میں وہ لوگ صادق العمل تھے۔

قرآنِ کریم نے شہادت دی ہے کہ وہ اِیمان کی سرحد پر آ چکے تھے، حضور ﷺ کی مخالفت کے اِرادے ان کے دِلوں میں نہ تھے اور اُمید کی جاسکتی تھی کہ آئندہ ایمانِ کامل ان کے دِلوں میں آ جگہ لے گا، صرف اتنا کہا گیا کہ ابھی تک اِیمان ان کے دِلوں میں داخل نہیں ہوا، ان کے اِیمان کی سرحد پر آنے کی شہادت اسی سورۃ کی آیت میں ہے: ''یَمُنُّونَ عَلَیْکَ أَنْ أَسْلَمُوا قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَیَّ اِسْلَامَکُم بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ أَنْ هَدَاکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِن کُنتُمْ صَادِقِیْنَ'' (الحجرات:۱۷)

''أَنْ هَدٰکُم لِلْاِیْمَانِ'' کی روشنی میں: ''وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ'' کا مطلب ان سے ایمانِ کامل کی نفی ہوگی، اِیمانِ مطلق کی نہیں۔ اس تفسیر کی روشنی میں ان لوگوں کو کافر نہ کہا جائے گا۔ نفاق کا لفظ کہیں ملے تو اس سے مراد نفاقِ عملی ہوگا، جو اِبتدائی درجے کے مسلمان میں بھی ہوسکتا ہے۔ پس اس آیت سے یہ اِستدلال کرنا کہ کافر اور بے ایمان، مسلمانوں کے ساتھ دائرۂ اسلام میں جمع ہوسکتے ہیں، صحیح نہیں۔ آیت کی ایک تفسیر موجود ہے جو اِسلام کے ایک بسیط ہونے سے معارض نہیں، اس کے لئے درج ذیل تفاسیر سے مزید راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

جامعہ اُمّ القریٰ مکہ مکرمہ کے کلیۃ الشریعہ کے اُستاذ محمد علی الصابونی ''وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ'' (ابھی تک ایمان تمہارے دِلوں میں داخل نہیں ہوا) کے لفظ ''لَمَّا'' (ابھی تک) کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ولفظہ لَمَّا تفید التوقع کأنہ یقول وسیحصل لکم الایمان عند اطلاعکم علیٰ محاسن الاسلام وتذوقکم لحلاوۃ الایمان. قال ابن کثیر: وھٰؤلاء الأعراب المذکورون فی ھٰذہ الآیۃ لیسوا منافقین وانما ھم مسلمون لم یستحکم الایمان فی قلوبھم فأدعوا لأنفسھم مقامًا اعلیٰ مما وصلوا الیہ فأدبوا فی ذالک'' (صفوۃ التفاسیر حصہ۱۶، ج۳ص۲۳۷ طبع پشاور)

''اور لفظ لَمَّا اُمید کا پتا دیتا ہے، گویا کہا گیا ہے کہ: جب تم محاسنِ اسلام پر اِطلاع پاؤ گے اور ہم تمہیں اِیمان کی حلاوت چکھائیں گے۔ ابنِ کثیر نے کہا ہے کہ یہ اَعراب جن کا اس آیت میں ذِکر ہوا ہے، منافق نہ تھے، یہ وہ مسلمان تھے کہ اسلام نے ابھی ان کے دِلوں میں جڑ نہ پکڑی تھی، سوانہوں نے اپنے لئے اس سے اُونچے درجے کا دعویٰ کیا، جس مقام پر کہ وہ تھے، سوان کی تادیب کی گئی۔''

جامعہ ازہر مصر کے کلیہ اُصول الدین کے اُستاذ شیخ محمد محمود الحجازی لکھتے ہیں:

**''قالت الأعراب اٰمنا باللہ ورسولہ وھم فی الواقع لم یؤمنوا ایمانًا کاملًا خالصًا لوجہ اللہ ...... ثم عاد القرآن فجبر خاطرھم فی نفی عنھم الایمان مع ترتب حصولہ لھم وقال لم یدخل الایمان قلوبکم ای الآن لم یدخل ولٰکنہ سیدخل فیھا وھذا تشجیع لھم علی العمل والدخول حقًا فی صفوف المؤمنین''** (التفسیر الواضح ج۲۶ص۶۷)

''یہ جنگلی عرب کہتے ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول پر اِیمان لائے اور واقع میں وہ پورا اِیمان جو خالصاً اللہ کے لئے ہو، وہ نہیں لائے ......قرآن پھر اس مضمون کی طرف لوٹا اور ان کے دِلوں پر ضرب لگائی اور ان سے اِیمان کی نفی اس طرح کی کہ اس کے حاصل ہونے کی اُمید ساتھ ساتھ بندھی رہے اور کہا کہ: ابھی تک اِیمان تمہارے دِلوں میں نہیں اُترا، یعنی اب تک، لیکن عنقریب یہ (تمہارے دِلوں میں) اُتر جائے گا۔''

یہ پیرایۂ بیان انہیں عمل پر اُبھارنے کے لئے ہے اور مؤمنین کی صفوں میں حقیقی طور پر داخل ہونے کے لئے ہے۔ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت پر لکھتے ہیں:

''اِیمان ویقین جب پوری طرح دِل میں راسخ ہوجائے اور جڑ پکڑ لے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دُور ہوجاتی ہیں، جو شخص دُوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو، سمجھ لو ابھی تک اِیمان اس کے دِل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔'' (تفسیر عثمانی ص۶۷۱، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اور آگے: ''أَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ'' پر لکھتے ہیں: ''اللہ کا اِحسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولتِ اسلام سے سرفراز کیا۔'' (تفسیر عثمانی ص۶۷۲، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیراؤں میں محمد علی لاہوری بھی لکھتے ہیں: ''مسلم تو ہر وہ شخص ہے جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا، خواہ ابھی اسلام کے اَحکام پر پورے طور پر عامل ہے یا نہیں اور خواہ دِل میں وساوس بھی پیدا ہوتے ہیں...... یہاں اِیمانِ کامل یعنی اس کے تینوں پہلوؤں کا ذِکر ہے۔'' (بیان القرآن، محمد علی لاہوری ص۱۲۹۰)

محمد علی لاہوری نے یہاں ان نومسلموں میں اسلام کے ساتھ کمیِ عمل یا وساوس کو تو جمع کیا ہے، لیکن یہ انہوں نے بھی نہیں کہا کہ اسلام کے ساتھ صریح کفر جمع ہوسکتا ہے۔

پھر یہ بات ایک وقتی بات تھی اور محض آنی تھی، اس لئے ان کا اِنقیادِ ظاہری میں آنا لفظ ’’اَسْلَمْنَا‘‘ سے بیان ہوا، جو جملہ فعلیہ ہے، جملہ اسمیہ دوام اور اِستمرار پر دَلالت کرتا ہے۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ پوری طرح مسلمان ہونے سے پہلے وہ ’’اَسْلَمْنَا‘‘ تو کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا، جملہ اسمیہ میں ’’نحن مسلمون‘‘ نہیں کہہ سکتے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک جزئیہ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی فرد یا طبقے کو اس کے کھلے کفری اِعتقادات کے باوجود ظاہری اِقرارِ شہادتین (اِظہارِ کلمہ توحید و رِسالت) پر مسلم کہا گیا ہو۔ سو قادیانی حضرات کو اس آیت کی راہ سے داخل دائرۂ اسلام ہونا قطعاً دُرست نہیں۔

اس دُوسری آیت کو لیجئے، جسے قادیانی مسلمانوں کے ساتھ تعبدی اُمور میں شامل ہونے کے لئے دلیل اِشتراک بتاتے ہیں: ’’تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ‘‘ (آل عمران:۶۴)

آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں برابر ہے، کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ یہاں دو سوال سامنے آتے ہیں:

۱...... وہ کلمۂ سواء کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، کیا اس وقت کے عیسائی اسے مانتے تھے یا وہ حضرت مسیح کو اِبن اللہ کہہ کر تین خداؤں کی خداوندی کے قائل تھے؟

۲...... اگر وہ اس وقت توحیدِ خاص کے مدعی نہ تھے تو قرآن نے اسے ’’کلمۂ سواء‘‘ (مشترکہ بات) کیسے کہہ دیا؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے، قرآنِ پاک کی آیاتِ صریحہ (المائدۃ:۱۸،۷۳، ۱۱۶، التوبۃ:۳۰،۳۱) اس کی تردید کر رہی ہیں اور بتارہی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی خدائی میں شریک کرتے تھے۔ جہاں تک دُوسری بات کا تعلق ہے! ایک خدا کی عبادت کو ان قوموں کے انبیاء کی اصل دعوت کے لحاظ سے کلمۂ سواء (مشترکہ بات) کہا گیا ہے اور دعوت دی گئی ہے کہ اے اہلِ کتاب! اس بات کی طرف آؤ جو تمام انبیاء کی مشترک دعوت رہی ہے کہ ہم ایک خدا کے سواء کسی کی پرستش نہ کریں۔ سو یہ دعوت اپنی اصل کے لحاظ سے اور اہلِ کتاب کے اس وقت کے حالات کے پیشِ نظر دعوتِ اسلام ہے، مشرک عیسائیوں سے دعوتِ اِشتراک نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے رُوم کے عیسائی بادشاہ ہرقل کو اِسلام کی دعوت دے کے جو والا نامہ اِرسال فرمایا، اس میں آپ نے: ’’اَسْلِمْ تَسْلِمْ یؤتک ﷲ اجرک مرتین‘‘ کے ساتھ یہ آیت بھی لکھوائی: ’’تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ‘‘ (صحیح البخاری ج۱ ص۵، باب کیف کان بدء الوحی)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت کو دعوتِ اسلام کے طور پر پیش کیا ہے، دعوتِ اِشتراک کے طور پر نہیں۔

تفسیر سراج منیر میں ہے: ’’بأن دعاھم الٰی ما وافق علیہ عیسٰی والانجیل وسائر الأنبیاء والکتب‘‘ (ج۱ ص۳۵۰، طبع داراحیاء التراث لعربی بیروت، لبنان)

شرک اور کفر اہلِ کتاب کے اصلِ دِین میں نہ تھا، سو اس آیت میں انہیں اپنے اصلِ دِین کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جارہی ہے اور یہ حقیقت میں دعوتِ اسلام ہے، ان کے اِختراعی دِین میں اِشتراک نہیں۔

تفسیر المراغی میں ہے: ’’اما اھل الکتاب فالشرک والکفر قد عرض للکثیر منھم عروضًا ولیس من اصل دینھم‘‘ (ج۳ ص۱۴۶)

اسلام خود ایک کامل دِین ہے، اس میں تعبدی اُمور میں کسی اور دِین سے سمجھوتہ کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ دُوسرے اَدیان کو دعوتِ اِشتراک دینے کی اِبتدا مسیلمہ کذّاب سے ہوئی ہے، آنحضرت ﷺ سے نہیں، مسیلمہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں دعوتِ اِشتراک ان لفظوں میں بھیجی تھی: ’’من مسیلمۃ رسول ﷲ الٰی محمد رسول ﷲ، اما بعد! فان الأرض نصفھا لی ونصفھا لک‘‘ (صفوۃ التفاسیر ج۱ ص۳۵۰ حاشیہ طبع دارالقرآن الکریم بیروت)

’’یہ خط مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام ہے، زمین آدھی میرے نام رہے اور آدھی آپ کے نام۔‘‘

آنحضرت ﷺ نے اسی دعوتِ اِشتراک کو اور اس کے دعویٔ رسالت دونوں کو رَدّ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کسی نئے مدعیٔ نبوّت کے پیروؤں کے ساتھ کسی بات میں اِشتراک نہیں کرسکتے۔

## (۳) اَفرادِ اُمت کا تحفظ

شعائرِ اِسلام کی حفاظت اوران کا ہرآمیزش سے تحفظ یہ عظمتِ شعائر کے پیش نظر تھا،لیکن اسلام میں جملہ اَفرادِ اُمت کی ہر دُنیوی اور دِینی فتنے سے حفاظت یہ بھی حکومتِ اسلامی کے ذمہ ہے، کسی غیرمسلم اقلیت کی مذہبی آزادی اگراَفرادِ اُمت محمدیہ کے لئے کسی فتنے کا دروازہ کھولتی ہوتو مسلم سربراہ پرفرض عائد ہوجاتا ہے کہ وہ ایسا آرڈیننس نافذ کرے جس سے اسباب کی حدتک جملہ اَفرادِ اُمت کا پورا تحفظ ہوجائے۔

## (۴) حوزہ اُمت کا تحفظ

اُمتِ محمدیہ کی سالمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے جس طرح مملکتِ اسلامی کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت لازمی سمجھی جاتی ہے، اسی طرح اس اُمت کی نظریاتی سرحدوں پر بھی پوری فکری کاوِش سے پہرہ دیا جائے۔ قادیانی لٹریچر کی اِشاعت اگرعام رہے اوران کے مبلغین کھلے بندوں مسلمانوں میں اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے رہیں تو اس حوزۂ اُمت کا کسی طرح تحفظ نہ رہ سکے گا اورحکومت کے لئے نت نئے مسائل اُٹھتے رہیں گے۔ سوضروری ہے کہ قادیانیوں کی تبلیغ ان کے اپنے محدود حلقوں میں محدود کی جائے اورانہیں کھلے طور پر اپنے خیالات پھیلانے کی اِجازت نہ ہو۔ ان کے لٹریچر کی کھلی اِشاعت خلافِ قانون قرار دی جائے، تاکہ اُمت کی نظریاتی سرحدیں پوری طرح محفوظ رہ سکیں۔

قادیانی لٹریچر کس طرح کی اِلحادی اور غیراَخلاقی فضا پیدا کرتا ہے، اس کے لئے ان کے لٹریچر کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے اورساتھ ہی ان آیات اوراَحادیث کی ایک تلخیص بطورمقدمہ پیش کی جاتی ہے، جس میں اسلامی حکومت کی اس ذمہ داری کا بیان ہے کہ جہاں تک ہوسکے وہ منکرات کوروکنے میں زیادہ سے زیادہ کوشاں رہے، منکرات کوروکنے اور ختم کرنے کے بغیر اِسلامی مملکت میں معروفات کا قیام بہت مشکل ہے۔

## اسلامی سلطنت میں قادیانی تبلیغ پر پابندی

قادیانی، تبلیغ کے نام پرکس طرح کا لٹریچر پیش کرتے ہیں؟ اورعامۃ المسلمین کے ذہنوں پراس کا کس قدرمہلک اورمخربِ اَخلاق اثر پڑسکتا ہے؟ اسے پیش کرنے سے پہلے ایک اُصولی بات گزارش ہے۔

اسلامی سلطنت کے سربراہ کا فرض ہے کہ ان تمام منکرات کا سدِّ باب کرے جس سے مسلمانوں کے عقائد اور اَخلاق پر بُرا اَثر پڑے۔ اس باب میں درج ذیل آیات واَحادیث سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

۱...... ’’اَلَّذِیْنَ اِن مَّکَّنَّاهُمْ فِیْ الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ‘‘ (الحج:۴۱)

۲...... ’’يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ‘‘ (التحریم:۶)

۳...... ’’عن ابن عمر عن النبی ﷺ انه قال: الا کلکم راعٍ وکلکم مسئولٌ عن رعیته، فالأمیر الذی علی الناس راعٍ وهو مسئولٌ عن رعیته......الخ!‘‘ (صحیح مسلم ج۲ص۱۲۲، باب فضیلۃ الأمیر العادل)

۴...... ’’عن ابن سعیدٍ الخدری عن رسول الله ﷺ قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیّره بیده، فان لم یستطع فبلسانه، فان لم یستطع فبقلبه وذالک أضعف الایمان‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۳۶، باب الأمر بالمعروف رواہ مسلم، الفصل الاوّل)

ان آیات اور اَحادیث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اِقتدار پر آنے کے بعد منکرات کو روکتے ہیں اور ہر سربراہ کا فرض ہے کہ اپنے عیال کو کفر اور بدی کی آگ سے بچانے کی پوری کوشش کرے، عامۃ المسلمین اسلامی سربراہ کے عیال اور رعایا ہیں۔

پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے، اس میں عامۃ المسلمین کی دِینی اور اَخلاقی قدروں کی صیانت اور حفاظت کرنا اور اس کے لئے فرامین جاری کرنا اور آرڈیننس بنانا، سربراہِ اسلامی سلطنت پر ایک بڑا فرض ہے۔ ایک اسلامی سلطنت میں اِلحاد وزَندقہ پھیلانے والا خلافِ اسلام لٹریچر اور بے حیائی پھیلانے والا مخرّبِ اَخلاق لٹریچر پھیلے اور قادیانیوں کی کھلی تبلیغ پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس غلط لٹریچر سے مسلمانوں میں اس قسم کے عقائد ونظریات بے شک پھیلتے رہیں اور مسلمانوں کو اس سے عام اور کھلے بندوں اِلحاد واِرتداد کی دعوت ملتی رہے۔ اس باب میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کی مندرجہ ذیل تحریرات لائقِ توجہ ہیں، کیا یہ منکرات نہیں؟ کیا انہیں پھیلنے دینا چاہئے؟ اور کیا

مسلمانوں میں ان کی اِشاعتِ عام کی اِجازت دی جاسکتی ہے؟ آیئے پہلے یہ دیکھئے کہ قادیانیوں میں نبوّت کا تصوّر کیا ہے؟ اور ان کے ہاں کس قسم کا آدمی نبی ہوسکتا ہے؟

مرزا قادیانی کہتے ہیں: ’’مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اُٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زِنا میں بھی گرفتار ہوکر اس کی رُسوائی ہوچکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے بُرے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اُٹھاتے ہیں۔ اب خداتعالیٰ کی قدرت پر خیال کرکے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہوکر مسلمان ہوجائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خداتعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لے کر آئے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اِطاعت نہیں کرے گا، خدا اسے جہنم میں ڈالے گا۔‘‘

(تریاق القلوب ص۶۷، خزائن ج۱۵ ص۲۷۹، ۲۸۰)

ایک اور گستاخی ملاحظہ کیجئے! حضور ﷺ پر اپنی فضیلت جتلانا ان کے لٹریچر میں عام ملتا ہے، اس قسم کا لٹریچر پھیلنے سے عام لوگوں کا اِیمان کیسے بچ سکتا ہے؟ یہ المیہ اَزخود واضح ہے۔

۱...... ’’بس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قرآنِ کریم کے بارہ میں بیان فرمایا، اس سے بڑھ کر ممکن نہیں، بدیہی البطلان ہے۔‘‘ (کرامات الصادقین ص۱۹، خزائن ج۷ ص۶۱)

اس کا مطلب اس کے سواء اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ بہت سے معارفِ قرآن سے محروم رکھے گئے اور وہ حقیقتیں مرزا قادیانی پر کھلیں......!

مرزا قادیانی کہتے ہیں:

۲...... ’’ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر اِبنِ مریم اور دَجال کی حقیقتِ کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحیِ اِلٰہی نے اِطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف اَمثلہ قریبہ اور صوَرِ متشابہ اور اُمورِ

متشا کلہ کے طرزِ بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے، اِجمالی طور پر سمجھایا گیا ہوتو کچھ تعجب کی بات نہیں۔'' (اِزالہ اوہام حصہ دوم ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

۳...... ''لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان أتنکر ''اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو اِنکار کرے گا؟'' (اِعجازِ احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

اب ان کے دُوسرے سربراہ مرزا بشیرالدین محمود سے بھی سن لیجئے:

۴...... ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے، حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔''

(ڈائری مرزا محمود احمد مطبوعہ روزنامہ ''الفضل'' ج۱۰، نمبر۵، ص۵ کالم۳، مؤرخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء)

مرزا قادیانی نے پھر یہ بھی لکھا ہے:

۵...... ''وأعطانی ما لم یعط أحد من العالمین''

(آئینۂ کمالاتِ اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴، تذکرہ ص۶۷۱ طبع چہارم)

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا تھا، کیا یہ کل انبیاء و مرسلین اور اولادِ آدم پر فضیلت کا دعویٰ نہیں؟ اور کیا اس قسم کا لٹریچر پھیلنے سے عامۃ المسلمین کا اِیمان محفوظ رہ سکتا ہے؟

۶...... ''آسمان سے کئی تخت اُترے، پر تیرا تخت سب سے اُوپر بچھایا گیا۔''

(تذکرہ ص۵۴۹ طبع چہارم، حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲)

۷...... ''فضلناک علیٰ ما سواک یعنی تیرے سوا جتنے ہیں ان سب پر ہم نے تجھے بزرگی دی۔'' (تذکرہ ص۶۰۲ طبع چہارم)

۸...... ''روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار۔'' (براہین احمدیہ پنجم ص۱۱۳، خزائن ج۲۱ ص۱۴۴)

۹......

''محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں''

(بدر قادیان، ج۲، شمارہ نمبر۴۳ ص۱۴، مؤرخہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء)

اس لٹریچر کے عام پھیلنے سے مسلمانوں پر کیا اثر پڑے گا؟ اور ان کی اِعتقادی سطح کس طرح متزلزل ہوگی؟ یہ بات اَزخود واضح ہے......!

مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین، کس خلافِ تہذیب انداز میں کی ہے، اسے دیکھئے......!

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت

''اَوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابنِ مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی اَمر میری نسبت ظاہر ہوتا تو اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے اُوپر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۴۹،۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۳)

۲...... ''اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا، خدا نے اس اُمت میں سے مسیحِ موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دُوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تاکہ یہ اِشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا، یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔'' (دافع البلاء ص۱۳،۱۴، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳،۲۳۴)

۳......

''ابنِ مریم کے ذِکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے''

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

## شراب پینا

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا، اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے، یا پُرانی عادت کی وجہ سے۔''

(حاشیہ کشتی نوح ص۶۵ حاشیہ، خزائن ج۱۹ ص۷۱)

## گالیاں دینا

''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے، مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات

جائے افسوس نہیں، کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔‘‘ (ضمیمہ انجامِ آتھم ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص۲۸۹)

## جھوٹ اور چوری کی عادت

’’یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی، جن جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے، ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا، بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہوگئیں اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو اِنجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چُرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے، گویا یہ میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی، عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شاید اس لئے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دِکھلا کر رُسوخ حاصل کریں، لیکن آپ کی اس بے جا حرکت سے عیسائیوں کی سخت رُوسیاہی ہوئی۔ اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں، عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں، آپ کا ایک یہودی اُستاد تھا، جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہ دیا تھا اور یا اس اُستاد کی شرارت تھی کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا، بہرحال آپ علمی اور عملی قویٰ میں بہت کچے تھے، اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔‘‘ (ضمیمہ انجامِ آتھم ص۵،۶، خزائن ج۱۱ص۲۸۹،۲۹۰)

## آپ کا کوئی معجزہ نہ تھا

’’عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد بنیں۔‘‘ (ضمیمہ انجامِ آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ص۲۹۰)

## آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے کچھ نہ تھا

’’ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو، یا

کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو، مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانے میں ایک تالاب بھی موجود تھا، جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے، خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے، اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کردیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں، بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔'' (ضمیمہ انجامِ آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

## تین دادیاں اور نانیاں زِناکار اور کسبی عورتیں تھیں

''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زِناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار اِنسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنا ناپاک ہاتھ لگادے اور زِناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے؟'' (ضمیمہ انجامِ آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن کرنے میں قرآن سے اِستدلال

''ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اُوپر اُٹھاتے اُٹھاتے آسمان پر چڑھادیں، یا عرش پر بٹھادیں، یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں، تو ان کو اِختیار ہے، انسان جب حیا اور اِنصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دُوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (حاشیہ دافع البلاء ص ۳، ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۹، ۲۲۰)

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین

''فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سیدی خیر المرسلین بس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا، درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔'' (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ص۲۵۸)

۲...... ''بعض نادان صحابہ جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۲۰، خزائن ج۲۱ص۲۸۵)

۳...... ''حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا۔''

(ازالہ اوہام ص۵۹۶، خزائن ج۳ص۴۲۲)

۴...... ''ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۲۳۵، خزائن ج۲۱ص۴۱۰)

۵...... ''بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی (جیسے ابوہریرہ)۔'' (حقیقت الوحی ص۳۴، خزائن ج۲۲ص۳۶)

۶...... ''معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی، عیسائیوں کے اقوال سن کر جو اِردگرد رہتے تھے، پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زِندہ ہے، جیسا کہ ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔'' (نعوذ باللہ من ھٰذہ الکفریات) (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص۱۸، خزائن ج۱۹ص۱۲۶،۱۲۷)

## اہلِ بیتِ نبوی کی توہین

''ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی، ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی، جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے، پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے، یعنی پیغمبر ﷺ وحضرت علی وحسین وفاطمہ زہراء اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔'' (تذکرہ ص۱۶ طبع چہارم)

۲...... ’’اے قومِ شیعہ! اس پر اِصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے، کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۳...... ’’وشتان ما بینی وبین حسینکم، فانی اؤید کل آن وانصر اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے، کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔‘‘

’’واما حسین فاذکروا دشت کربلا، الٰی ھٰذہ الأیام تبکون فانظروا مگر حسین پس تم دشتِ کربلا کو یاد کرلو، اَب تک تم روتے ہو، پس سوچ لو!‘‘

’’او انی ورثت المال مال محمد، فما أنا الّا آله المتخیر اور میں محمد ﷺ کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں، پس میں اس کی آل برگزیدہ ہوں، جس کو ورثہ پہنچ گیا۔‘‘

’’طلبتم فلا حامن قتیل بخیبة فخیبکم رب غیور متبر تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی کہ جو نومیدی سے مرگیا، پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا، وہ خدا جو ہلاک کرنے والا ہے۔‘‘

’’وولله لیست فیه منی زیادة وعندی شهادات من الله فانظروا اور بخدا! اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں، پس تم دیکھ لو۔‘‘

’’وانی قتیل الحب لکن حسینکم، قتیل العدا فالفرق اجلی واظهر اور میں خدا کا کشتہ ہوں، لیکن تمہارا حسین دُشمنوں کا کشتہ ہے، پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔‘‘

’’نسیتم جلال الله والمجد والعلٰی وما وردکم الّا حسین أتنکر تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا وِرد صرف حسین ہے، کیا تو اِنکار کرتا ہے؟‘‘

’’فهٰذا علی الاسلام احدی المصائب لدی نفحات المسک قذر مقنطر پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے، کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔‘‘

(اعجازِ احمدی ص۶۹ تا۸۲، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱ تا۱۹۴)

## مسلمانوں کے اسلام پر طعن

۱...... ’’فألقی الله فی قلبی ان المیت هو الاسلام‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۴۹، خزائن ج۵ ص۵۴۹)

۲...... ’’حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) نے فرمایا کہ کیا مجھے چھوڑ کر تم مُردہ اسلام دُنیا کے سامنے پیش کرو گے؟‘‘ (ذِکرِ حبیب ص۱۴۷، مطبوعہ قادیان)

۳...... ’’چوہدری ظفر اللہ خاں کی تقریر میں سے اگر نعوذ باللہ! آپ (مرزا غلام احمد) کے وجود کو درمیان میں سے نکال دیا جائے تو اِسلام کا زِندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، بلکہ اسلام دِیگر مذاہب کی طرح ایک خشک درخت شمار کیا جائے گا۔‘‘

(الفضل لاہور ج۶-۴۰، شمارہ نمبر۱۳۰، ص۵ کالم۲، مؤرخہ ۳۱ر مئی ۱۹۵۲ء)

مرزا قادیانی کی زبان، اخلاقی طور پر کن قدروں کا مظاہرہ کرتی ہے؟ اس کے لئے ان کی ان تحریروں کا جائزہ لیجئے......!

## اخلاقی بے حیائی کا فروغ

۱...... ’’میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں، جن کا پیشہ مردار کھانا اور اِرتکابِ جرائم کا کام تھا، انہوں نے ہمارے رُوبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دِن رات زِناکاری کا کام تھا، ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہوگئیں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۳، خزائن ج۲۲ ص۵)

۲...... ’’اگر نطفہ اندامِ نہانی کے اندر داخل ہوجائے اور لذّت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہوگیا ہے، بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یادِ اِلٰہی میں ذوق شوق جس کو دُوسرے لفظوں میں حالتِ خشوع کہتے ہیں، نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندامِ نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمالِ لذت کا وقت ہوتا ہے، لیکن تاہم فقط اس قطرۂ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہوجائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے۔ پس ایسا ہی رُوحانی شوق ذوق اور حالتِ خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحیم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہوجائے اور اس کی طرف کھینچا جائے، بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندامِ نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں وہی لذّت نطفہ ڈالنے والے کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ، پس ایسے ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا

خشوع اور خضوع اور حالتِ ذوق اور شوق رنڈی بازوں سے مشابہ ہے، یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراضِ دُنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کی اندامِ نہانی میں جاکر باعثِ لذّت ہوتا ہے، بہرحال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی اِستعداد ہے حالتِ خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی اِستعداد ہے، مگر صرف حالتِ خشوع اور رِقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے، جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس رُوحانی صورت کے مقابل پر ہی مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندامِ نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمالِ لذّت حاصل ہو تو یہ لذّت اس بات پر دَلالت نہیں کرے گی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۳۷، خزائن ج۲۱ ص۱۹۲، ۱۹۳)

نوٹ: قادیانی لٹریچر میں اس قسم کی فحش باتیں بھی نقل کی گئی ہیں، جن کے نقل کرتے ہوئے بھی شرافت لرزتی ہے، ملاحظہ فرماویں ایک مخالف کی بات کو کن گندے الفاظ میں نقل کیا ہے......!

۳...... ''دیکھو جی مرزا رات کو لگائی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل لوڑا ابھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ اِلہام ہوا ہے اور وہ اِلہام ہوا، میں مہدی ہوں، میں مسیح ہوں۔'' (تذکرۃ المہدی ص۱۵۷، مؤلفہ پیر سراج الحق قادیانی مطبوعہ جون ۱۹۱۵ء)

نوٹ: پیر سراج الحق کون ہیں؟ یہ مرزا غلام احمد کے اِمامِ نماز ہیں، مرزا قادیانی ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے......!

۴...... مرزا غلام احمد وید پر تنقید کرتے ہوئے آریوں کے خدا کے بارے لکھتے ہیں: ''پرمیشر ناف سے دس اُنگلی نیچے ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں!'' (چشمہ معرفت ص۱۰۶، خزائن ج۲۳ ص۱۱۴)

اس زبان کے لٹریچر کو کھلے بندوں شائع ہونے دیا جائے تو یہ عامۃ الناس کے لئے نہایت مخرّب الاخلاق اور حیا سوز ہوگا، اس لٹریچر پر پابندی لگنی چاہئے۔

## بدزبانی کا فروغ

۱...... ''اے بدذات فرقہ مولویان! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے؟ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا

پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔‘‘ (انجامِ آتھم ص۲۱ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص ایضاً)

۲...... ’’دُنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے، مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسانی جوش کے لئے حق اور دیانت کی گواہی چھپاتے ہیں۔‘‘

’’اے مردار خوار مولویو! اور گندی روحو! تم پر افسوس۔‘‘

(ضمیمہ انجامِ آتھم ص۲۱، خزائن ج۲۱ص۳۰۵ حاشیہ)

۳...... ’’یہ سب کچھ ہوا مگر اَب تک بعض بے ایمان اور اندھے مولوی اور خبیث طبع عیسائی ہیں اس آفتاب ظہورِ حق سے منکر ہیں۔‘‘ (ضمیمہ انجامِ آتھم ص۲۲، خزائن ج۱۱ص۳۰۶ حاشیہ)

## عام مسلمانوں کے متعلق

۱...... ’’ہمارے دُشمن جنگلوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔‘‘ (نجم الہدیٰ ص۵۳، خزائن ج۱۴ص ایضاً)

۲...... **’’تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفها ویقبلنی ویصدق دعوتی الّا ذریة البغایا الذین ختم اللّٰہ علٰی قلوبهم فهم لا یقبلون‘‘**

ترجمہ:’’میری مذکورہ بالا کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور پیار کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے، سوائے کنجریوں کی اولاد کے، جن کے دِلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہریں لگادی ہیں وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔‘‘ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج۵ص ایضاً)

’’ذریۃ البغایا‘‘ کا معنی مرزا قادیانی نے خود یہ کیا ہے: **’’من هو من ولد الحلال ولیس من ذریة البغایا‘‘** اور اس کا اُردو ترجمہ یہ کیا ہے: ’’ہر ایک شخص جو ولد حلال ہے اور خراب عورتوں کی نسل سے نہیں۔‘‘ (نور الحق ص۱۲۳، خزائن ج۸ص۱۶۳)

۳...... ’’اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رُو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہ آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں...... حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اِختیار نہ کرے۔‘‘ (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ص۳۱، ۳۲)

اس قسم کی تحریرات اور بدزبانی انسانی شرافت پر بہت گراں ہے، ایک اسلامی ملک میں اس قسم کا لٹریچر عام ملے اور اس پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو، بلکہ کچھ لوگ اس کی تبلیغ واِشاعت میں زندگیاں وقف کئے ہوئے ہوں تو اس سے نہ صرف اسلامی عقائد کو سخت دھچکا لگے گا، بلکہ ان مخرّبِ اخلاق تحریروں سے انسانی شرافت بھی بُری طرح پامال ہوگی۔ ان حالات میں سربراہِ مملکت اسلامی پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی اس قسم کی تبلیغ کو خلافِ قانون قرار دیں اور اس مخرّبِ اخلاق لٹریچر کی طباعت اور اِشاعت اس ملک میں خلافِ قانون قرار پائے، صدرِ پاکستان نے اس آرڈیننس کے ذریعے اپنا ایک بڑا فرض سرانجام دیا ہے۔

## قادیانی لٹریچر ہی اسلام کے جذبہ جہاد کی روک تھام

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور اِسلام سے ہی اس کی بقا وابستہ ہے، اس کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت بھی دراصل اسلام ہی کے گرد ایک حفاظتی پہرہ ہے، سو اس ملک میں عامۃ المسلمین ہی عموماً اور نوجوانوں میں خصوصاً جذبہ جہاد اور اِحساسِ قربانی کی آبیاری بہت ضروری ہے اور قادیانیوں کے خلافِ جہاد لٹریچر کا پوری طرح سدِّ باب ہونا چاہئے، قادیانیوں کے خلافِ جہاد لٹریچر کا ایک نمونہ عرضِ خدمت ہے: ''آج سے دِین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا، اب اس کے بعد جو دِین کے لئے تلوار اُٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے، وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔''

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح ضمیمہ خطبہ اِلہامیہ، خزائن ج۱۶ص۱۷)

مرزا غلام احمد قادیانی نے صرف ہندوستان میں ہی انگریزوں کو اپنا ''اُولی الامر'' نہیں بنایا، بلکہ اس کی تحریک پورے عالمِ اسلام میں انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر ان کی سیاسی خدمات بجالانے کے لئے چلی، مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریر اس پر گواہ ہے: ''میں نے بیسیوں کتابیں عربی، فارسی اور اُردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ (برطانیہ) سے ہرگز جہاد دُرست نہیں، بلکہ سچے دِل سے اِطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے، چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زَرِکثیر چھاپ کر بلادِ اِسلام میں پہنچائی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے۔''

(تبلیغ رسالت جلد ششم ص۶۵، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۶۶، ۳۶۷)

مرزا قادیانی نے اپنی نبوّت اور سلطنتِ برطانیہ کی خیرخواہی کو کس انداز میں جوڑا ہے؟ اس کے لئے ان کی درج ذیل تحریر بڑی واضح ہے: ’’آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرّق مقامات میں آباد ہے اور ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیحِ موعود مانتا ہے، اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے، کیونکہ مسیح آچکا، خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیرخواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ضمیمہ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۲۸)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ’’دُوسرا اَمر قابل گزارش یہ ہے کہ میں اِبتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دِلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیرخواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دِلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دُور کروں، جو ان کو دِلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱)

مرزا غلام احمد کی یہ تحریک صرف مقامی نہ تھی، عالمی تھی، اس باب میں ان کی مندرجہ ذیل تحریر ان کے سیاسی مقاصد کو پوری طرح اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے: ’’اس سترہ برس کی مدّت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں، ان سب میں سرکار انگریزی کی اِطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرینِ مصلحت سمجھ کر اسی اَمر ممانعتِ جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں، جن کی چھپوائی اور اِشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلادِ شام اور رُوم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں، میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔‘‘

(کتاب البریہ ص۶، ۷، اشتہار واجب الاظہار، خزائن ج۱۳ ص۶-۸)

مرزا قادیانی نے جہاد کو مسلمانوں کے عام حالات کے پیشِ نظر یا اپنی ایک وقتی فکر سے بند نہ کیا، انگریزوں کی اس خدمت کو خدا کا نام لے کر، آسمانی دعوؤں کے سہارے

سرانجام دیا: ’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا، اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسولِ کریم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیحِ موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سواَب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں، ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔‘‘

(خطبہ اِلہامیہ ص ذ، ر، خزائن ج۱۶ ص ۲۸، ۲۹، تبلیغ رسالت ج۹ ص ۴۷، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص ۲۹۵)

سلطنتِ برطانیہ کی ان خدمات پر اَب کچھ مراعات کی طلب ہے، اس کا ایک نمونہ درج ذیل تحریر میں لائقِ توجہ ہے: ’’گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ وہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت اپنے تئیں تردد اور شک میں نہ رکھے اور ہر ایک حیلہ سے اور ہر ایک تدبیر سے اس کے اندرونی حالات دریافت کرے...... ہمارے اِمام (مرزا قادیانی) نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو بائیس برس ہیں، اسی تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے، یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعتِ جہاد لکھ کر ان کو بلادِ اِسلام عرب، شام، کابل وغیرہ میں تقسیم کیا۔‘‘

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز، مولوی محمد علی قادیانی، بابت فروری ۱۹۰۲ء ج ا نمبر۲ ص ۴۰)

مرزا قادیانی کے دِل ودِماغ میں جہاد سے کس قدر نفرت سما چکی تھی؟ اس کے لئے ان کی مندرجہ ذیل تحریرات دیکھئے! ان تحریرات کی کھلی اِشاعت سے کیا اس ملک کے نوجوانوں کے لئے فکری اور عملی زندگی کا کوئی پہلو زخمی ہوئے بغیر رہ سکتا ہے......؟

’’یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے...... یہی وہ فرق ہے جو دِن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اُٹھادے۔‘‘

(فرمانِ مرزا مندرجہ ریویو آف ریلیجنز، بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۲ء ج ا نمبر۱۲ ص ۴۹۵)

’’یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے اِمام اور پیشوا اور رہبر مقرّر فرمایا ہے، ایک بڑا اِمتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے، بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے۔‘‘

(اشتہار واجب الاظہار تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ ص ۵۱۷، ۵۱۸)

’’جہاد یعنی دِینی لڑائیوں کی شدّت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے، حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدّت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیرخوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے، پھر ہمارے نبی کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا...... اور مسیحِ موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔‘‘

(اربعین نمبر۴ص۱۳ حاشیہ، خزائن ج۱۷ص۴۴۳)

’’اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دِین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دِین کا اِمام ہے
دِین کے تمام جنگوں کا اب اِختتام ہے
اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دُشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اِعتقاد‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ص۷۷،۷۸)

’’میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے، چونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا اِنکار کرنا ہے‘‘

(تبلیغ رسالت ج۷ص۱۷، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۱۹)

’’اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کو دِلوں میں مخفی رکھتے ہوں، میں ان کو سخت نادان، بدقسمت، ظالم سمجھتا ہوں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ص۱۵۶)

اس قسم کے خیالات اور اِیمان سوز محرکات جس ملک میں کھلے بندوں پھیلتے رہیں، وہ ملک اسلامی بنیادوں پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اور مسلمانوں کو ایک زندہ قوم کے طور پر اُٹھانے کے لئے قادیانیوں کا اس قسم کا لٹریچر کلی طور پر خلافِ قانون ہونا چاہئے۔ صدرِ پاکستان نے اس زیرِ بحث آرڈیننس میں قادیانیوں کی کھلی تبلیغ پر پابندی عائد کر کے تحفظِ پاکستان کی طرف ہی قدم بڑھایا ہے اور یہ اقدام کسی پہلو سے بھی قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے۔

## اسلامی حکومت میں مسلمانوں میں خلافِ اسلام تعلیم وتبلیغ کی کیا کھلی اجازت ہے؟

سوال: اگر سربراہِ مملکت اس پر پابندی لگائے اور اسے بذریعہ آرڈیننس خلافِ قانون قرار دے تو کیا یہ پابندی قرآنی اِرشاد: ’’قُلْ ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ

صَادِقِیْنَ ‘‘(النمل:۶۴) (اگر تم سچے ہو تو اپنے جواب پر دلیل لاؤ) کے خلاف نہیں؟ کیا اس سے ایک گروہ کی شخصی آزادی تو سلب نہیں ہوتی؟ قرآنِ کریم تو اپنے نہ ماننے والوں کو یہاں تک اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے سب حمایتیوں کو بے شک بلالیں: ’’وَادْعُوا شُهَدَاءَ كُم مِّن دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ‘‘(البقرة:۲۳) اگر وہ اپنے حمایتیوں کو گواہ بنا کر ساتھ لائیں تو ان کی یہ گواہی کیا خلافِ اسلام ایک شہادت نہ ہوگی؟

جواب: یہ آیت: ’’وَادْعُوا شُهَدَاءَ كُم مِّن دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ‘‘(البقرة:۲۳) کس سباق میں آرہی ہے؟ قرآنِ پاک کے معجزہ ہونے کے بارے میں! کہا جارہا ہے کہ: اگر تم قرآنِ پاک کو اِلٰہی کلام نہیں سمجھتے، اسے انسانی کلام کہتے ہو تو تم بھی تو اِنسان ہو، ایسا ایک قطعہ کلام تم بھی بنالاؤ اور بے شک اس پر تم اپنے سب مددگاروں کو بھی بلالو...... یہ انہیں اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نہیں دیا جارہا، انہیں قرآنِ کریم کی مثل لانے سے عاجز ثابت کیا جارہا ہے۔ قرآنِ پاک کے معجزہ ہونے کا بیان ہی اسی لئے ہے کہ اس کی مثل لانے سے ہر ایک عاجز ٹھہرے اور کوئی انسانی کلام ایسے کلام کا مقابلہ نہ کرسکے۔ آگے ’’وَلَنْ تَفْعَلُوْا ‘‘(البقرة:۲۴) کہہ کر بتلایا گیا کہ تم ایسا کبھی نہ کرسکوگے۔

اسی طرح آیت: ’’قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ‘‘(النمل:۶۴) بھی یہود ونصاریٰ سے تصحیحِ نقل کا مطالبہ کررہی ہے، انہیں اپنے نظریات کی تبلیغ کا موقع نہیں دے رہی، یہود ونصاریٰ نے کہا تھا: جنت میں ہم ہی داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ ان سے کہیں کہ: اس پر حوالہ پیش کریں۔ تصحیحِ نقل کا مطالبہ اور بات ہے اور انہیں آزادی دینا کہ خلافِ اسلام جو چاہیں کہتے رہیں، یہ اَمرِ دیگر ہے۔

اسی طرح آیت:

۱...... ’’قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ ‘‘ (الاحقاف:۴)

اور:

۲...... ’’قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ ‘‘ (فاطر:۴۰)

میں مشرکین سے ان کی حقانیت کی دلیل نہیں پوچھی جارہی، ان سے ان کے غلط

معبودوں کی تخلیق کا کام مانگا جارہا ہے، ان سے طلب کیا جارہا ہے کہ ان معبودوں کی کوئی تخلیق بتائیں۔ کسی چیز کی سند اور حوالہ مانگنا اور بات ہے اور انہیں اس میں بحث کا حق دینا، یہ اَمرِ دیگر ہے۔ اور پھر یہ سب باتیں وہاں ہورہی ہیں، جہاں اِقتدار مشرکین کا تھا۔ اس سے یہ بات نہیں نکلتی کہ کسی کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کرنے کا حق دیا جارہا ہے، یہ اسلامی سلطنت کی بات نہیں ہے، مشرکین سے برابر کی سطح کی ایک بات ہے۔

قرآنِ پاک میں ایسے مضامین ان مشرکین کی تعجیز وتبکیت (عاجز کرنے اور خاموش کرنے) کے لئے آئے ہیں، انہیں مسلمانوں میں اپنے عقائدِ کفریہ کی تبلیغ کا حق دینے کے لئے نہیں۔۔! (قادیانی مبلغین نے اپنی اپیل میں ان آیات کو بالکل بے محل نقل کیا ہے، سورۂ نمل کی آیت:۶۴:''قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ'' کے سلسلۂ آیات میں فضیلۃ الاستاذ احمد مصطفیٰ المراعی لکھتے ہیں:''ثم انتقل من التوبیخ تعریضًا الی التبکیت تصریحًا'' (تفسیر المراعی ج۲۰ص۷)

مشرکین کے پاس اس پر کیا دلیل ہوسکتی تھی جو اُن سے طلب کی گئی؟ کچھ نہیں......!

تفسیر جلالین میں ہے:''قل هاتو برهانکم علیٰ ذالک ولا سبیل الیه'' (تفسیر جلالین کلاں ص۲۷۱)

سو جب اس پر کوئی اِستدلال ممکن نہیں تو یہ محض تبکیت اور تعجیز ہے، ان سے مناظرہ میں طلب دلیل نہیں۔ اپیل کنندگان نے اپنے اس اِستدلال میں:''قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ'' (الانبیاء:۲۴، النمل:۶۴)''اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ''(الصافات:۱۵۶)''قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا''(الانعام:۱۴۸)''اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ''(المؤمن:۵۶) اور دیگر چند آیات بھی پیش کی ہیں اور یہ بات انہوں نے بالکل نظر انداز کردی کہ یہ بات کہاں کی جارہی ہے؟ اسلامی مملکت میں یا اِقتدارِ مشرکین میں؟ سورۃ الانبیاء، سورۃ النمل، سورۃ الصافات، سورۃ الانعام، سورۃ المؤمن سب مکی سورتیں ہیں، جن سے یہ آیات لی گئی ہیں، ان سے یہ اِستدلال کرنا کہ:''اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام نظریات کی تبلیغ کا حق دیا جارہا ہے۔'' کسی طرح لائقِ تسلیم نہیں ہے۔ مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کی راہ کھولنے کے لئے ان حضرات نے یہ آیات بالکل بے محل نقل کی ہیں۔

## ایک ضروری بات!

پھر یہ بھی دیکھئے کہ کافروں کو اپنے نظریات پر دلیل پیش کرنے کی دعوت کون دے رہا ہے؟ وہ جوان کے مغالطے کو پوری طرح سمجھ سکے اور عملی پہلو سے اسے توڑ سکے، کوئی عام آدمی ان غیرمسلموں کو دلیل پیش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا، کیونکہ اس کے لئے غیرمسلموں کی یہ تبلیغ اچھا خاصا فتنہ بن سکتی ہے۔

کسی کافر یا بدمذہب کو کسی عالم کے سامنے اظہارِ خیال کا موقع دینا اور اس سے اس کے معتقدات پر دلیل طلب کرنا یہ اور بات ہے اور اسے عامۃ المسلمین میں اپنے خیالات پھیلانے کی صورتیں مہیا کرنا، یہ اَمرِ دیگر ہے، ان آیات کی پیشکش کا تعلق پہلی صورت سے ہے، دُوسری صورت سے نہیں۔ ’’قُلْ ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ‘‘ میں خطاب خود حضور ﷺ سے ہے، جن کے سامنے ان میں سے کسی کی کوئی بات نہ چل سکتی تھی، سو ان آیات میں عامۃ المسلمین میں خلافِ اسلام نظریات کی تبلیغ واِشاعت کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

پھر اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہ کرنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی رُو سے کافروں کے پاس جاکر کہیں ان سے ان کی حقانیت کی دلیل نہیں مانگی، قرآنِ کریم کا یہ جملہ: ’’قُلْ ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ‘‘ ان غیرمسلموں کو تبلیغ کا موقع دینے کے لئے نہیں تھا، ان کی تبکیت اور تعجیز کے لئے تھا، اُسلوبِ عرب میں اس قسم کے الفاظ دُوسروں کے عجز کو نمایاں کرنے اور ان کے بے دلیل چلنے کو بے نقاب کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اِرشادِ نبوی ہے: ’’من رأی منکم منکرًا فلیغیّرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ...... الخ‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۳۶، باب الامر بالمعروف الفصل الاوّل) جہاں تک تم بدی کو ہاتھ سے روک سکو، روکو! زبان سے روکنے کا درجہ دُوسرا ہے۔ اب اگر کوئی غیرمسلم گروہ مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کر رہا ہے، حکومت مسلمانوں کی ہے اور وہ ایسا کرنے سے بذریعہ آرڈیننس بھی روک سکتے ہیں، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے، ان کی اس خلافِ اسلام تبلیغ کو صرف تقریروں اور مناظروں سے بے اثر کرتے ہیں، تو یہ صورتِ عمل کیا اس حدیث کے صریح خلاف نہیں؟ یہ صورتِ عمل یقیناً قرآن وحدیث کے خلاف ہوگی۔

مسیلمہ کذّاب نے جب حضورﷺ کو اپنی نبوّت کا خط لکھا تو حضورﷺ نے اس سے دلائل طلب نہ فرمائے، اسے اِستدلال اور مناظرے کا موقع نہ دیا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے اس سے غیرتشریعی نبوّت جاری رہنے کے دلائل نہیں پوچھے، نہ اسے تقریروتحریر کی آزادی دی، بلکہ: ''من رأی منکم منکرًا فلیغیّرہ بیدہ'' کے تحت ان منکرات کا بزورِ سلطنت اِزالہ کیا۔ بعض ائمہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کے بعد کوئی دعویٔ نبوّت کرے اور کوئی شخص اس سے معجزہ طلب کرے، بشرطیکہ یہ طلب تعجیز وتبکیت کے لئے نہ ہو، تحقیق کے لئے ہو، تو وہ شخص خود کافر ہوجائے گا، یہ طلبِ دلیل بتلاتی ہے کہ ابھی تک اسے حضورﷺ کی ختمِ نبوّت پر یقین نہ تھا۔ (تلخیص ازاکفارالملحدین عربی ص۵۷)

علامہ ابوالشکورالسالمی نے کتاب التمہید میں اس کی تصریح کی ہے۔

اسلامی سلطنت میں اگراس قسم کے لوگ پائے جائیں تو حکمِ شریعت یہ نہیں کہ انہیں اس قسم کے خلافِ اسلام نظریات پھیلانے کی آزادی دی جائے، بلکہ اس صورتِ حال میں سربراہِ مملکتِ اسلامی کے ذمہ ہوگا کہ وہ ایسا آرڈیننس نافذ کرے جس کی رُو سے ان منکرات پر پوری پابندی لگ جائے۔ یہ آرڈیننس غیرمسلم اقلیتوں کی اپنے حلقوں میں تبلیغ وتعلیم کی آزادی سے متصادم نہ ہوگا۔ یہ آرڈیننس اسلامی مملکت میں بسنے والی غیرمسلم اقوام کی اپنے حلقوں میں تقریروتحریر کی آزادی کے خلاف نہیں، مسلمانوں کو غیرمسلم ہونے سے بچانے کے لئے، اَفرادِاُمت اور حوزۂ اُمت کی حفاظت کے لئے ہے۔

قادیانی حضرات نے اپنی اس اپیل میں پچھلی سات آیات کے ساتھ ان آیات کو بھی پیش کیا ہے جن میں مسلمانوں کو غیرمسلموں میں تبلیغ کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے، مسلمان اپنا حق تبلیغ کس طرح استعمال کریں؟ یہ اس کا بیان ہے، غیرمسلموں کو اِسلامی سلطنت میں مسلمانوں میں خلافِ اسلام باتوں کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جارہی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱...... ''اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ أَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ'' (المؤمنون:۹۶)

۲...... ''وَلَا تُجَادِلُوْا أَھْلَ الْکِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ أَحْسَنُ'' (العنکبوت:۴۶)

۳...... ’’اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ‘‘ (النحل:۱۲۵)

سورۃ النحل، سورۃ المؤمنون اور العنکبوت بھی مکی سورتیں ہیں، ان میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ سلطنتِ اسلامی میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کی آزادی ہونی چاہئے۔ پس یہ آیات کسی صورت بھی صدرِ پاکستان کے جاری کردہ آرڈیننس کے خلاف نہیں ہیں۔

آیت: ’’أَوَلَوْ جِئْتُکَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ‘‘ (الشعراء:۳۰)

یہ فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام کا سوال تھا، دارُالکفر میں یہ ایمان کی ایک صدا تھی، اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کا پورا حق ہے، یہ بات اس آیت سے نہیں نکلتی، قادیانیوں نے اسے بھی بے محل پیش کیا ہے۔

قادیانی مبلغ بے موقع آیات لانے اور ان سے غلط اِستدلال کرنے میں اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ مشرکین سے جو سوال آخرت میں پوچھے جائیں گے اور انہیں جواب دینے کا موقع دیا جائے گا کہ وہ جان سکیں کہ ہمیں کن اعمال کی سزادِی جانے والی ہے، اس سے بھی انہوں نے اِستدلال کیا ہے، وہاں مشرکین کو جواب دینے کا موقع ملنے سے یہ اِستدلال کرنا کہ اسلامی مملکت میں مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کو روکنا قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے، نہایت ہی بے محل بات ہے۔ قادیانیوں نے مسلمانوں میں تبلیغ کا حق مانگنے کے لئے یہ آیت پیش کی ہے: ’’وَنَزَعْنَا مِن کُلِّ أُمَّۃٍ شَہِیْدًا فَقُلْنَا ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلّٰہِ وَضَلَّ عَنْھُم مَّا کَانُوا یَفْتَرُوْنَ‘‘ (القصص:۷۵)

’’اور نکالیں گے ہم ہر ایک اُمت سے ایک احوال بتلانے والا پھر کہیں گے ہم: لاؤ اپنی سند! تب جان لیں گے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور کھو جائیں گی ان سے وہ باتیں جو وہ اپنی طرف سے گھڑتے تھے۔‘‘

یہ آیت سرے سے اس دُنیا کے بارے میں ہے ہی نہیں آخرت کے بارے میں ہے، ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر افتراء باندھا، مثلاً کہا کہ ان پر وحی اُترتی ہے، حالانکہ ان پر کوئی وحی نہ آتی تھی، محض اِفترا تھا، انہیں جواب دینے کا موقع فراہم کیا جائے گا، اس موقع کے فراہم ہونے سے یہ اِستدلال کرنا کہ دُنیا میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے، نہایت ہی بے جوڑ بات ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت صاف بتارہی ہے کہ ’’ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ‘‘ کی یہ بات قیامت کے دن ہوگی، فرمایا:

’’وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَکَآءِ یَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ‘‘ (القصص:۷۴)

قادیانیوں کی پیش کردہ تیرہ آیات کی یہ تفصیل کردی گئی ہے کہ ان میں سے ایک آیت بھی موضوع سے تعلق نہیں رکھتی اور کسی ایک آیت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اسلامی سلطنت میں غیرمسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام نظریات کی تبلیغ کا حق دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے غلط موقف پر آیات پیش کرتے یوں معلوم ہوتے ہیں گویا آیاتِ قرآنی سے کھیل رہے ہوں! صدرِ پاکستان نے اپنے آرڈیننس میں ان پر جو پابندیاں لگائیں، ان آیات میں سے کوئی آیت اس آرڈیننس کے خلاف نہیں ہے۔ تحفظِ اَفرادِ اُمت کا تقاضا ہے کہ اسلامی سربراہِ مملکت اپنے ملک میں مسلمانوں میں کسی قسم کے خلافِ اسلام نظریات پھیلانے کی کسی طبقے یا فرد کو اِجازت نہ دے اور تحفظِ حوزۂ اُمت کے لئے مسلمانوں کی اِعتقادی سرحدوں کی حفاظت کرے۔ اِرشادِ قرآنی:’’قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا‘‘ (التحریم:۶) کا یہ صریح تقاضا ہے۔

مسلمانوں کے ان دِینی حقوق کے اس مختصر جائزے (وحدتِ اُمت کا تحفظ، اَفرادِ اُمت کا تحفظ، شعائرات کا تحفظ اور حوزۂ اُمت کا تحفظ) کے بعد اَب اصل سوال کی طرف رُخ کیا جاتا ہے کہ مملکتِ اسلامی میں قادیانی غیرمسلم اقلیت کو کیا کیا مذہبی حقوق حاصل ہوسکتے ہیں؟

اس سوال کا براہِ راست جواب دینے سے پہلے ایک اور مرحلہ محتاجِ عبور ہے، اس سے گزرے بغیر آگے بڑھنا مفید نہ ہوگا۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ قادیانی غیرمسلم اقلیت ہیں، لیکن یہ غیرمسلموں کی کون سی قسم ہیں؟ یہ بات پہلے طے ہونی چاہئے! غیرمسلم لوگ گو اپنی تمام اقسام کے ساتھ اُمتِ واحدہ ہیں، تاہم اسلام میں ان اقسام کے دُنیوی اَحکام کچھ مختلف بھی ہیں، گو آخرت میں سب کا انجام ایک سا ہوگا، حشر کے دن مؤمنوں اور مسلمانوں کے سوا کوئی فلاح نہ پاسکے گا، جو اپنے پروردگار کے بتلائے ہوئے صحیح راستے پر ہیں وہی اس دن فلاح پائیں گے:’’اُوْلٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُوْلٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ‘‘ (البقرۃ:۵) میں فلاح پانے کا بیان ہے۔

## کافر سب ایک ملت ہیں

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے ساتھ ایک مقام پر (یہود و صابئین، نصاریٰ و مجوس اور مشرکین) مختلف قسم کے کفار کا ذِکر فرمایا ہے اور پھر ان تمام کو (مؤمنین اور

جمیع کفار کو) دو فریق قرار دیا ہے: ۱-مؤمن، ۲-کافر، پہلے یوں ذِکر فرمایا: ''اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَالَّذِیْنَ هَادُوا وَالصَّابِئِیْنَ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوسَ وَالَّذِیْنَ أَشْرَکُوا''
(الحج:۱۷)

اور کافروں کو ایک ملت قرار دیتے ہوئے مؤمنوں کے مقابلے میں یوں ذِکر فرمایا:
''هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِیْ رَبِّهِمْ'' (الحج:۱۹)

''یہ دو مدعی ہیں جو اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ کافر سب ایک ملت ہیں: ''الکفر ملّة واحدة'' مگر قرآن وحدیث کی رُو سے دُنیا میں ان کے اَحکام مختلف ہیں:

۱......دہریے: منکرینِ خدا۔ ۲......مشرک: ہندو۔
۳......منکرینِ نبوّت: فلاسفہ۔ ۴......اہلِ کتاب: یہود و نصاریٰ۔
۵......مجوس، آتش پرست۔ ۶......منافق اِعتقادی۔
۷......ملحد۔ ۸......مرتد اِرتدادی۔
۹......مرتد تأویلی۔ ۱۰......زِندیق: باطنیہ وغیرہ۔

پھر ان میں جو مطلق کافر ہیں، ان میں کچھ حربی کافر بھی ہوتے ہیں۔

مؤمنوں کے مقابلے میں یہ سب ایک ہیں: ''هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنکُمْ کَافِرٌ وَمِنکُم مُّؤْمِنٌ'' (التغابن:۲)

## قرآنِ کریم میں ملحدین کا ذِکر

آرڈیننس زیرِ بحث کے موضوع میں کافروں کی دیگر اَقسام سے بحث نہیں، البتہ ملحدین کا ذِکر کیا جاتا ہے، قادیانی افکار و نظریات اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُونَ فِیْ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا أَفَمَن یُلْقٰی فِیْ النَّارِ خَیْرٌ أَم مَّن یَأْتِیْ آمِناً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ اِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیْرٌ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَاءَ هُمْ وَاِنَّهُ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَا یَأْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِن بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ'' (حم السجدة:۴۰ تا ۴۲)

''جو لوگ ہماری آیات میں اِلحاد (ٹیڑھا پن) سے چلتے ہیں، وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے، بھلا وہ جو پڑتا ہے آگ میں، بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن میں ہوگا، کئے جاؤ

جو چاہو، بے شک وہ تمہارے کئے کو دیکھتا ہے۔ جو لوگ کافر ہوگئے قرآن سے جب وہ آچکا ان کے پاس اور وہ کتاب عزیز ہے، اس میں جھوٹ چل نہیں سکتا، نہ سیاق میں نہ سباق میں، اُتارا ہوا ہے سب حکمتوں والے کا، سب تعریفوں والے کا۔‘‘

ان آیات نے ایک ایسے گروہ کا پتا دیا:

۱...... جو آیاتِ قرآنی میں اِلحاد کی راہ اِختیار کریں گے۔

۲...... وہ چھپے چھپے یہ کام کریں گے، لیکن ہم پر مخفی نہ رہیں گے۔

۳...... قیامت کے دن انہیں امن حاصل نہ ہوگا، وہ آگ والے ہوں گے۔

۴...... اِلحاد کے ساتھ وہ قرآن سے کافر ہوجائیں گے (کھلے طور پر نہ کہیں گے کہ وہ قرآن کو نہیں مانتے)

۵...... ان کا کفر واِلحاد، قرآن کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، قرآن میں باطل کو راہ نہ ملے گی (یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت کے ایسے اسباب کھڑے کردیں گے جو ان ملحدین کی تأویلاتِ باطلہ کو بالکل کھول کر رکھ دیں گے)

قرآن وحدیث کا ظاہری اِنکار کئے بغیر ایسے معنی اِختیار کرنا کہ اصل معنی کا اِنکار ہوجائے زندقہ اور باطنیت کہلاتا ہے، پہلے دور میں بھی ایک فرقہ باطنیہ ہوگزرا ہے، جو ظواہر نصوص سے کھیلتے تھے اور انہیں کچھ باطنی تأویل مہیا کرتے تھے۔

قادیانیوں کے عقائد ونظریات پر تفصیلی اور تحقیقی نظر کرنے سے قادیانی کافروں کی یہی وہ قسم ٹھہرتے ہیں جنہیں ملحدین، زَنادقہ یا جدید باطنیہ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

’’ملحد‘‘ سے مراد وہ شخص ہے جو حق سے رُوگردانی کرکے الفاظِ شریعت کو ایسے معنی پہنائے جو ان کی حقیقی مراد نہ ہوں۔ ’’زِندیق‘‘ بھی وہی ہے جو اَلفاظِ شریعت پر اِیمان ظاہر کرے اور ان میں ایسے معانی داخل کرے جس سے اصل کا اِنکار ہوجائے اور تأویل کا یہ کھیل ضروریاتِ دِین سے بھی کھیلا جائے۔

’’الملحد العادل عن الحق المدخل فيه ما ليس فيه يقال قد الحد فی الدين ولحدای حاد عنه‘‘ (لسان العرب ج۱۲ص۲۴۶، لفظ لحد، طبع داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

’’المراد من الالحاد تغييرها عن وضعها وتبديل أحكامها‘‘

(مجمع البحار ج۴ص۴۸۱، لفظ لحد)

’’الزندیق فی عرف الفقهاء من یبطن الکفر مصرًا علیه ویظهر الایمان تقیة ونقل عن شرح المقاصد ان الکافر ان کان مع اعترافه بنبوة النبی ﷺ واظهاره شرائع الاسلام یبطن عقائد هی الکفر بالاتفاق خص باسم الزندیق‘‘ (شیخ زادہ بحاشیہ تفسیر بیضاوی ج۲ص۱۴۲)

’’فالمراد بابطان بعض عقائد الکفر لیس هو الکتمان من الناس، بل المراد ان یعتقد بعض ما یخالف عقائد الاسلام مع ادعائه ایاه‘‘

(اکفار الملحدین عربی ص۱۰، طبع من مطبوعات المجلس العلمی)

ان تصریحات کی روشنی میں فرقہ باطنیہ، زَنادقہ اور ملحدین کی حقیقت ایک سی ہے، عنوان اور پیرائے ان کے مختلف ہیں، لیکن حکم ان سب کا ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ سب کافر ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ’’تفسیر الزندقة والالحاد والباطنیة وحکمها ثلاثتها واحد وهو الکفر‘‘ (اکفار الملحدین عربی ص۹، طبع من مطبوعات المجلس العلمی)

یہ کتاب ’’اکفار الملحدین‘‘ شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مصدقہ ہے اور مولانا عثمانیؒ کے اس پر دستخط موجود ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ظل اور بروز کے پردے میں فرقہ باطنیہ کی تشکیلِ جدید کی ہے، کسی عبارت میں دُوسرے معنی داخل کرنے تو درکنار، اس نے ایک شخصیت میں دُوسری شخصیت اُترنے کا جو فلسفہ پیش کیا ہے، اس میں کوئی بات بھی اپنی جگہ نہیں رہ جاتی، جملہ شرائع اسلام کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ مثلاً: مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے تین ظہور بتلائے ہیں:

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا ظہور جو مسیحِ ناصر کی شکل میں ہوا۔
۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دُوسرا ظہور جو حضور ﷺ کی شکل میں عرب میں ہوا۔
۳...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تیسرا ظہور جو غلام احمد کی شکل میں ہوا۔
۴...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری ظہور جو قہری صورت میں ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بار بار ظہور کے لئے ’’بروز‘‘ اور ’’حلول‘‘ وغیرہ کے سب الفاظ استعمال کئے ہیں جو باطنیہ کی ایجاد تھے، قرآن وحدیث میں یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے۔ یہ خالصتاً غیر اِسلامی اور اِلحادی اِصطلاحات ہیں جنہیں کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں اور قرآن وحدیث اور فقہ میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے۔

پھر مرزا غلام احمد نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور ﷺ کی صورت میں دُوسرا ظہور چاہا اور پھر اپنے بارے میں دعویٰ کیا کہ میں حضور ﷺ کا بروز ہوں۔

قرآن وحدیث میں بروز وکمون کے ان باطنی سلسلوں کا کہیں ذِکر نہیں، یہ بیرونی فکر اِسلام میں داخل کی گئی ہے، اس بیان کی تائید میں مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ تحریرات گزارش کی جاتی ہیں:

۱...... ''حضرت ابراہیم نے اپنی خو طبیعت اور دِلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔'' (حاشیہ تریاق القلوب ص۱۵۶، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷)

۲...... ''حضرت مسیح کو دو مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ ان کی رُوحانیت نے قائم مقام طلب کیا، اوّل جب ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گزر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اِصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا...... تب باعلامِ الٰہی مسیح کی رُوحانیت جوش میں آئی...... اور اس نے ان تمام اِلزاموں سے اپنی براءت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام چاہا، تب ہمارے نبی مبعوث ہوئے...... مسیح ناصری کی رُوحانیت کا یہ پہلا جوش تھا جو ہمارے سیّد ہمارے مسیح خاتم الانبیاء کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا فالحمدللہ۔ پھر دُوسری مرتبہ مسیح کی رُوحانیت اس وقت جوش میں آئی اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دُنیا میں اپنا نزول چاہا...... وہ نمونہ مسیح کا رُوپ بن کر مسیحِ موعود (مرزا) کہلایا، کیونکہ حقیقتِ عیسویہ کا اس میں حلول تھا...... یہ وہ دقیق معرفت ہے جو کشف کے ذریعہ اس عاجز پر کھلی ہے...... تب پھر مسیح کی رُوحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی، تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہوکر اس زمانہ کا خاتمہ ہوجائے گا، تب آخر ہوگا اور دُنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی اُمت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی رُوحانیت کے لئے یہی مقدّر تھا کہ تین مرتبہ دُنیا میں نازل ہو۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۳۴۲ تا ۳۴۶، خزائن ج۵ ص ایضاً)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے میں صرف حضرت عیسیٰ کے نزول کا دعویٰ ہی نہیں کیا، اپنے آپ کو حضور ﷺ کا بھی دُوسرا بروز بتلایا، مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا: ''وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا، وہ میں ہوں، اس لئے بروزی رنگ کی نبوّت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوّت کے مقابل پر اَب تمام دُنیا بے دست وپا ہے۔''

''اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد پڑا، پس نبوّت اور رِسالت کسی دُوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔'' (ایک غلطی کا اِزالہ ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۱۵،۲۱۶)

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو قادیانی گروپ ہو، یا لاہوری، مرزا غلام احمد کو حضور ﷺ کا ہی بروز سمجھتے ہیں اور آپ نے جو عرب میں ظہور کیا، وہ اس سے اس قادیانی ظہور کو کامل جانتے ہیں۔

مرزا قادیانی کی زندگی میں ''البدر'' قادیان ج۲ شمارنمبر۴۳ ص۱۴، مؤرخہ ۲۵/اکتوبر۱۹۰۶ء میں ان کے حق میں یہ اشعار شائع ہوئے:

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے اوتار ہونے کا بھی دعویٰ کیا، یہ خالصتاً ہندوؤں کی ایک اِصطلاح تھی، مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ''اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوقِ عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رَنگ اور رُوپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کرکے بھیجا، ایسا ہی اس نے حقوقِ خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رَنگ اور رُوپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد کا اوتار بنادیا، سو میں ان معنوں کرکے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی...... یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اِسلامی اِصطلاح میں بروز کہتے ہیں۔''

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص۶، خزائن ج۱۷ ص۲۷،۲۸)

''بروز'' ہرگز ہرگز کوئی اِسلامی اِصطلاح نہیں ہے، نہ احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ میں کہیں اس کا ذِکر ملتا ہے، مگر مرزا غلام احمد اس بروز میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ وہ اس کے بغیر اِسلام کو ہی مکمل نہیں جانتے......!

مرزا قادیانی ایک بحث میں لکھتے ہیں: ''اس خیال سے مسئلہ بروز کا اِنکار لازم آتا ہے اور وہ اِنکار ایسا خطرناک ہے کہ اس سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے، تمام ربانی کتابیں اس مسئلہ بروز کی قائل ہیں (کیا یہ قرآن پر اِفترا نہیں؟......ناقل) خود حضرت مسیح نے بھی یہی تعلیم سکھائی اور اَحادیثِ نبویہ میں بھی اس کا بہت ذِکر ہے، اس لئے اس کا اِنکار سخت جہالت ہے اور اس سے خطرہ سلبِ ایمان ہے۔'' (تریاق القلوب ص۱۵۸، خزائن ج۱۵ ص۴۸۱)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قادیانی تحریک باطنیہ کے خلافِ اسلام حلول وبروز کے تصوّرات پر مبنی ہے، اگر اسے قانونی شکل نہ دی جاتی تو اس کی بعض صوفیوں کی واردات کے انداز میں تأویل کرلی جاتی، لیکن مرزا قادیانی نے اپنے تصوّرات پر نہ صرف ایک نئی اُمت کی تشکیل کی، بلکہ خدا تک کو اپنے اندر اُترا ہوا بتایا، اپنے زمین وآسمان نئے بتائے اور اس اِلحادی راہ سے ایک پورے کا پورا نیا مذہب بناڈالا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے: ’’**وجدت قدرته وقوته تفور فی نفسی والوهیة تتموج فی روحی وضربت حول قلبی سرادقات الحضرة...... دخل ربی علٰی وجودی وکان کل غضبی وحلمی وحلوی ومری وحرکتی وسکونی له ومنه...... وبینما انا فی هٰذه الحالة کنت أقول: أنا أرید نظامًا جدیدًا سماءً جدیدة وأرضًا جدیدة فخلقت السماوات والأرض**‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج۵ ص ایضاً)

’’اور میں نے دیکھا اس کی قدرت اور قوّت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی اُلوہیت مجھ میں موجزن ہے، حضرت عزّت کے خیمے میرے دِل کے چاروں طرف لگائے گئے...... خداتعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی شیرینی اور حرکت وسکون سب اسی کا ہوگیا اور اس حالت میں، میں یوں کہہ رہا تھا کہ: ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں، سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اِجمالی صورت میں پیدا کیا۔‘‘

(کتاب البریہ ص۷۸، ۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۴، ۱۰۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ظل وبروز اور تجلی وحلول کے انہی سایوں میں اپنے مذہب کا ایک پورا نظامِ جدید ترتیب دیا، پُرانے باطنیہ کی طرح نئے ملاحدہ میدان میں آئے اور انہوں نے ضروریاتِ دِین میں وہ تأویلیں کیں جن سے ان کے اصل اسلامی معنی کا اِنکار ہوگیا۔ یہ لوگ بایں طور کہ عنوان اسلام کا کھلا اِنکار نہیں کرتے، لیکن بعض ضروریاتِ دِین کو جدید معنی پہناتے ہیں اور ان کے اصل معنی کا اِنکار کرتے ہیں، سو یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت سے نکل گئے۔ قادیانیوں کے مسلمانوں سے جملہ اِختلافات سب اسی اِلحاد کے سایہ میں مرتب ہوئے ہیں اور اسی لئے جمیع اہلِ اسلام انہیں اپنے سے جدا ایک علیحدہ اُمت سمجھتے ہیں اور یہ بھی اپنے آپ کو

مسلمانوں سے ہر بات میں علیحدہ جانتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر محمود لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا: ''یہ غلط ہے کہ دُوسرے لوگوں سے ہمارا اِختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسولِ کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اِختلاف ہے۔'' (روزنامہ الفضل قادیان ج۱۹ نمبر۱۳ ص۷ کالم۱، مؤرخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۳۱ء)

ملحد وزَنادقہ کا وجود کھلے کافروں اور دیگر اہلِ ذِمہ سے زیادہ خطرناک ہے، ان کے اِلحاد کا تختۂ مشق قرآن وحدیث ہوتے ہیں، انہیں احسان ومروّت کے طور پر اگر کچھ حقوق دیئے جائیں تو ان کی تعیین میں یہ باتیں **الأهم فالأهم** کے طور پر رکھنی ہوں گی:

۱...... قرآن وحدیث کو ان کا تختۂ مشق بننے سے کیسے بچایا جاسکتا ہے؟

۲...... مسلمانوں کو ان کے عقائد ونظریات کے زیرِ اثر آنے سے کیسے بچایا جاسکتا ہے؟

۳...... بیرونِ ملک دُشمنِ اسلام طاقتوں سے ان کی دوستی کو کیسے روکا جاسکتا ہے؟ اور اس کے خطرناک نتائج سے ملک کو کیسے بچایا جاسکتا ہے؟

ان تین مشکلات پر قابو پانے کے بعد ان کے دُنیوی اور مذہبی حقوق طے کئے جاسکتے ہیں اور اگر یہ مسلمانوں کی عائد کردہ شرطوں کو تسلیم کرلیں تو مسلمان انہیں ان کے جان ومال کی حفاظت کا ذمہ دے سکتے ہیں، اس صورت میں ان کے جان ومال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔ بایں ہمہ یہ اہلِ ذِمہ کے سے پورے حقوق نہ پاسکیں گے، دُوسرے اہلِ ذِمہ اپنے مذہبی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ کسی مقامِ اشتباہ میں نہیں، نہ وہ اپنی تبلیغ واِشاعت میں قرآن وحدیث پر کوئی ملحدانہ مشق کرتے ہیں، لیکن قادیانی اِلحاد کی ضرب براہِ راست مسلم معتقدات پر آتی ہے، اس لئے ان میں اور عام اہلِ ذمہ میں فرق کرنا ضروری ہے۔

## اسلام میں ملحد کی سزا

اسلامی سوسائٹی میں زِندیق اور ملحد کا وجود ناقابلِ برداشت ہے، مسلمانوں کے لئے زَنادقہ کا وجود ایک مستقل خطرہ اور مسلمانوں کے دِین وایمان پر ایک ہمیشہ کے لئے لٹکنے والی تلوار ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان ایسے مشتبہ ماحول میں ہمیشہ کی زندگی بسر نہیں کرسکتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ زِندیق لائے گئے، تو آپ نے ان پر سزائے موت کا حکم دیا اور انہیں آگ میں ڈلوایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے اس طریقِ سزا سے اِختلاف فرمایا۔(عن عکرمة قال: اتی علی بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذالک ابن عباس فقال: لو کنت انا لم احرقهم لنهی رسول اللہ ﷺ لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتهم لقول رسول اللہ ﷺ من بدل دینه فاقتلوه) (رواه البخاری)

(مشکوٰۃ ص۳۰۷، باب قتل اہل الردۃ والسعادۃ بالفساد الفصل الاوّل)

قادیانیوں کو اگر اہلِ ذِمہ کے سے حقوق دیئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلطنتِ اسلامی عقیدۂ ختمِ نبوّت کی بھی حفاظت کرے اور یہ اس پر فرض ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عقیدہ اِنکارِ ختمِ نبوّت کی حفاظت بھی اپنے ذِمہ لے اور یہ کھلا تعارض ہے، ہاں! اگر اِنکارِ ختمِ نبوّت کا عقیدہ ان کے اپنے دائرۂ کار تک محدود رہے اور اس کے عام ہونے کے جملہ اِحتمالات ومواقع سب بند کردیئے جائیں تو پھر اس میں تعارض نہیں رہتا۔ سربراہِ مملکتِ اسلامی کے اس آرڈیننس کے باوجود اگر یہ لوگ اپنی اِلحادی تبلیغ مسلمانوں میں جاری رکھیں اور قرآن وحدیث ان کے فاسد نظریات کا برابر تختۂ مشق بنے رہیں، تو پھر یہ حربی کافر قرار پائیں گے اور انہیں ان کے غلط نظریات کی حفاظت کا ذِمہ نہ دیا جائے گا، قرآنِ کریم میں حربی کافروں کی سزا یہ بیان کی گئی ہے: ''اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِیْ الْأَرْضِ فَسَاداً أَنْ یُقَتَّلُوْاْ أَوْ یُصَلَّبُوْاْ أَوْ تُقَطَّعَ أَیْدِیْهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلاَفٍ أَوْ یُنفَوْاْ مِنَ الْأَرْضِ'' (المائدۃ:۳۳)

''بے شک ان لوگوں کی سزا جو لڑائی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور دِین میں فساد پھیلانے کی سعی کرتے ہیں، یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے، یا سولی چڑھایا جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں اس (اسلامی) زمین سے جلاوطن کردیا جائے گا۔''

اِمام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت کفار ومرتدین کے بارے میں ہے، مگر حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ''ذهب جمهور الفقهاء الٰی انها نزلت فیمن خرج من

المسلمین یسعی فی الأرض بالفساد ویقطع الطریق، وھو قول مالک والشافعی والکوفیین...... عن اسماعیل القاضی ان ظاھر القرآن وما مضی علیه عمل المسلمین یدل علٰی ان الحدود المذکورة فی ھٰذہ الآیة نزلت فی المسلمین‘‘ (فتح الباری ج۱۲ص۹۸، کتاب المحاربین من أھل الکفر والردۃ،طبع دارالمعرفۃ بیروت)

’’جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں میں سے نکلے اور مسلمانوں میں فساد پھیلانے اور راہ کاٹنے کے لئے خروج کیا۔ اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اہلِ کوفہ کی بھی یہی رائے ہے...... اسماعیل قاضی کہتے ہیں کہ ظاہر قرآن اور جس پر مسلمانوں کا تعامل رہا، یہی ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں ہی اُتری ہے۔‘‘

خدائی اَحکام سے براہِ راست ٹکر لینے کو قرآنِ کریم نے البقرۃ:۲۷۹ میں ’’فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ‘‘ کے الفاظ میں ذِکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں صرف میدانی بغاوت مراد نہیں، عقائد کی میلانی بغاوت بھی اس میں شامل ہے، مبانی میں فساد پھیلانے والوں اور معانی میں فساد پھیلانے والوں، ہر دو طبقوں کو یہ آیت شامل ہوگی۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ’’الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہوجاتا ہے، آیت کی جو شانِ نزول احادیثِ صحیحہ میں بیان ہوئی، وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا یا زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے وارتداد کا فتنہ، رہزنی اور ڈکیتی ناحق قتل، نہب، مجرمانہ سازشیں اور مغویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہوسکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا اِرتکاب کرنے والا چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں، کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔‘‘ (حاشیہ ترجمہ شیخ الہند ص۱۴۶، سورۃ المائدۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)

صدرِ پاکستان کے جاری کردہ اس آرڈیننس کے باوجود جو قادیانی اپنے خلافِ اسلام نظریات وعقائد کی کھلی تبلیغ سے نہ رُکیں اور مسلمانوں میں ان خلافِ اسلام نظریات کا برابر پرچار کرتے رہیں، وہ حربی کافر ہیں اور جو ایسا نہ کریں، اپنے نظریات وعقائد کو اپنے تک محدود رکھیں، وہ ملحدین اور زَنادقہ ہیں اور حکم دونوں کا ایک نہیں، جو ملحدین اپنے نظریات اپنے تک محدود رکھیں، انہیں احسان اور مروّت کے طور پر کچھ حقوق دیئے جاسکتے ہیں۔

## زِندیق اور مرتد میں فرق

جس زِندیق اور ملحد پر پہلے ایسا وقت گزرا ہو، جب وہ مسلمان تھا اور اس کے بعد وہ اِسلام کے ان عقائد سے پھرا اور زَندقہ واِلحاد کا مرتکب ہوا، تاہم اس نے اسلام کا کھلا اِنکار نہیں کیا، کفرِ تأویل کی راہ سے وہ حدودِ اِسلام سے نکلا، ایسا شخص زِندیق ہی ہے اور مرتد بھی۔ اور اگر اس پر دورِ اِسلام کچھ بھی نہیں گزرا، وہ زِندیق ہوگا، مرتد نہیں۔ اور اگر نابالغ ہو تو والدین کے مذہب پر ان کے حکم میں آئے گا۔

## زِندیق اور ملحد کا حکم

اِمام ابوحنیفہؒ کے ہاں تو ملحد وزِندیق اس درجہ مجرم ہے کہ اگر وہ پکڑا گیا اور پھر وہ توبہ کرنے لگا تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی، حضرت اِمامؒ فرماتے ہیں: ’’**اقتلوا الزندیق سرًّا فان توبته لا تعرف**‘‘ (احکام القرآن لابی بکر الجصاص ج۱ ص۵۳، تفسیر سورۃ البقرۃ:۱۰۲، مطلب فی أن ثبوت السحر یکون باقتصاص الأثر أو بالأخبار، طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

زِندیق اور مرتد کا حکم شرعاً ایک ہے، جو لوگ پہلے مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوئے، تو وہ مرتد بھی ہیں اور زِندیق بھی اور جو لوگ ان زَنادقہ وملحدین کے ہاں پیدا ہوئے، یا وہ پہلے ہندو یا عیسائی تھے اور پھر قادیانی ہوئے، تو وہ زِندیق وملحد تو ہیں، لیکن مرتد نہیں، اگر وہ اپنے آپ کو کلمہ گو کہیں تو اس کا اِعتبار نہ کیا جائے، وہ قطعاً اہلِ قبلہ میں نہیں رہتے۔ اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: ’’**من أنکر شیئًا من شرائع الاسلام فقد ابطل لا الٰہ الّا اللّٰہ**‘‘

(شرح سیر کبیر ج۵ ص۳۶۸، طبع دار الکتب العلمیہ)

’’جس نے شرائعِ اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی اِنکار کیا، اس نے اپنے کلمہ گو ہونے کو باطل کرلیا۔‘‘

## قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینا

قادیانی جب شرعاً زِندیق اور مرتد ہیں اور اِسلام مرتد اور زِندیق کے وجود کو برداشت نہیں کرتا، تو سوال یہ ہے کہ انہیں غیرمسلم اقلیت قرار دے کر انہیں جان ومال کی حفاظت کا ذِمہ دینا شرعاً کیسے جائز اور دُرست ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اصلاً تو یہ لوگ

واقعی مرتد اور زِندیق ہیں، لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو محض انگریزی مروّت کے زیرِ سایہ ان میں ملے اور وہ اِسلام کے متواتر تقاضوں سے ناواقف یا غافل تھے، پھر انگریزی اِقتدار کے زیرِ سایہ ان کی مقدار اور بڑھتی گئی، اب انہیں اسلامی مروّت و اِحسان کے تحت ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر اگر برداشت کرلیا جائے تو ہوسکتا ہے انہیں پھر سے اسلام اور قادیانیت کا مطالعہ کرنے کا موقع ملے اور کچھ لوگ ان میں سے پھر صفِ اسلام میں لوٹ آئیں۔ مسلم سربراہ یا مسلمانوں کی قومی اسمبلی اس تألیفِ قلب پر اگر انہیں سزائے موت نہ دے اور کچھ وقت کے لئے ان کو موقع دے کہ وہ پھر سے اسلام یا قادیانیت میں سے کسی ایک کا اپنے لئے اِنتخاب کرلیں تو اس عبوری دور میں ان پر حکمِ زِندیق جاری نہ کرنے کی بھی اسلام میں گنجائش ہے۔

حضرت اِمام بخاریؒ نے خوارج کو اس بات کا ملزم ٹھہراتے ہوئے کہ وہ متواتراتِ اسلام سے نکل گئے ہیں۔ صحیح بخاری میں اس پر یہ باب باندھا ہے: ”**قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردة**“ اس میں اس بات کا بیان ہے کہ جو شخص فرائضِ اسلام میں سے کسی کا اِنکار کردے، اس پر حکمِ قتل دیا جائے۔ اس کے ایک باب کے بعد پھر یہ باب باندھا ہے: ”**باب قتل الخوراج والملحدین بعد اقامة الحجة علیهم**“

اور پھر اس کے ایک باب بعد یہ باب باندھا ہے: ”**باب من ترک قتال الخوارج للتألف ولئلا ینفر الناس منه**“

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس کے تحت لکھتے ہیں: ”**عن المهلب: قال التألف انما کان فی أوّل الاسلام اذا کانت الحاجة ماسة لذالک لدفع مضرتهم فأما اذا أعلا اللّٰه الاسلام فلا یجب التألف الّا أن تنزل بالناس حاجة لذالک فلامام الوقت ذالک**“

(فتح الباری ج۱۲ ص۲۵۸، باب من ترک قتال الخوارج للتألف ولئلا ینفر الناس عنه، طبع دار المعرفة بیروت)

”مہلب کہتے ہیں کہ: یہ تألیفِ قلب اِبتدائے اسلام میں تھا، جب مسلمانوں کو دفعِ مضرّت کے لئے اس کی ضرورت تھی، لیکن اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بلندی بخشی ہے، یہ تألف واجب نہ رہا (جواز میں بحث نہیں ہے) مگر جب کہ تمام لوگ اس کی ضرورت محسوس کریں پھر اِمامِ وقت ایسا کرسکتا ہے۔“

بعض علماء نے اس ترکِ قتال کو منفرد سے خاص کیا ہے اور لکھا ہے: ''والجمیع اذا اظهروا رأيهم ونصبوا للناس القتال وجب قتالهم، وانما ترك النبى ﷺ قتل المذكور لأنه لم يكن أظهر ما يستدل به علىٰ ما ورائه، فلو قتل من ظاهره الصلاح عند الناس قبل استحكام امر الاسلام ورسوخه فى القلوب لنفرهم عن الدخول فى الاسلام، وأما بعده ﷺ فلا يجوز ترك قتالهم''

(فتح الباری ج۱۲ص۲۵۸، باب من ترک قتال الخوارج للتألف ولئلا ینفر الناس عنہ، طبع دارالمعرفۃ بیروت)

''اور وہ جب گروہ کی صورت میں ایک رائے دیں اور لوگوں کے خلاف برسر پیکار ہوں تو ان سے قتال واجب ہے اور آنحضرت ﷺ نے جب اسے قتل نہ کیا تو یہ اس لئے تھا کہ جو لوگ اس کے پیچھے تھے ان کے سامنے بات ظاہر نہ ہوسکتی تھی کہ وہ کس لئے مارا گیا؟ اگر کوئی ایسا شخص اِستحکامِ اسلام اور اِسلام کے دِلوں میں راسخ ہونے سے پہلے مارا جائے کہ اس کا ظاہر لوگوں کے ہاں اچھا ہو تو یہ بات ان دُوسرے لوگوں کو اِسلام میں داخل ہونے سے روک بنے گی، لیکن ان حالات کے بدلنے کے بعد ان کا ترکِ قتال بشرطیکہ اس کی طاقت ہو، جائز نہیں، اگر وہ اپنے عقائد کا کھلا اِقرار کرتے ہوں، جماعتِ مسلمین کو چھوڑ چکے ہوں اور ائمہ کرام کی کھلی مخالفت کررہے ہوں۔''

اس کے بعد علامہ عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ''قلت: وليس فى الترجمة ما يخالف ذالك الّا انه أشار الىٰ انه لو اتفقت حالة مثل حالة المذكورة فاعتقدت فرقة مذهب الخوارج مثلًا ولم ينصبوا حربًا انه يجوز الامام الاعراض عنهم اذا رأى المصلحة فى ذالك'' (فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج۱۲ص۲۵۸ باب ایضاً)

''میں کہتا ہوں: اِمام بخاریؒ کے ترجمۃ الباب میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس کے خلاف ہو۔ ہاں! ایک اِشارہ یہ ہے کہ اگر کبھی ایسی حالت اِتفاقاً پیش آجائے جو ان حالات سے ملتی جلتی ہو اور ایک طبقہ خوارج جیسے عقائد اِختیار کرلے اور مسلمانوں سے نہ لڑے، تو ان سے اِمامِ وقت کو، اگر اس میں وہ مصلحت دیکھے، نرمی کرنا اور درگزر کرنا جائز ہوگا۔''

ان مصالح کے پیش نظر پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے سے سربراہِ مملکت اسلامی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تألیفِ قلب کے طور پر ترکِ قتال کی پالیسی کو اَپنائیں اور انہیں زندگی کا حق دیں اور

انہیں اقلیت تسلیم کرلیں، لیکن یہ رعایت ان کے ساتھ اسی حد تک برتی جاسکتی ہے کہ وہ جارحیت نہ کریں، مسلمانوں میں اپنے عقائد ونظریات کی تبلیغ نہ کریں، مسلمانوں کے شعائرِ اِسلام میں دخل نہ دیں اور اپنی مذہبی آزادی کو اپنے گھروں اور اپنے حلقوں تک محدود رکھیں، جب تک وہ ان باتوں کی پابندی نہ کریں، مسلمانوں پر ان کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری نہ ہوگی۔

زَنادقہ وملحدین کو موقع دینا کہ وہ پھر اِسلام کی طرف لوٹ سکیں، یہ اسی صورت میں ہے کہ ان کے مسلمان ہونے کی کچھ اُمید بندھی ہو، اس کے سوا مرتدین سے مصالحت کی کوئی صورت نہیں، علامہ ابنِ نجیمؒ لکھتے ہیں: ’’**ای نصالح المرتدین حتی ننظر فی امورهم لأن الاسلام مرجو منهم فجاز تأخیر قتالهم طمعًا فی اسلامهم ولا نأخذ علیه مالًا لأنه لا یجوز اخذ الجزیة منهم وان اخذه لم یرده لأنه مال غیر معصوم**‘‘ (البحرالرائق ج۵ ص۸۰، کتاب السیر، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

’’مرتدین سے مصالحت اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہم ان کے معاملات کا جائزہ لیں، ان سے اسلام لانے کی اُمید ہو تو اس صورت میں ان کے قتال میں تأخیر روا ہوگی کہ ان کے مسلمان ہونے کی اُمید ہو، ہم ان سے کوئی رقم بھی نہ لیں گے، کیونکہ مرتدین سے جزیہ لینا جائز نہیں اور اگر لے لیا ہو تو اسے واپس نہ کیا جائے گا، کیونکہ مرتد کا مال غیر معصوم ہے۔ (اس کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں)‘‘

مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کی تحریروں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قادیانی (لاہوری گروہ ہو یا قادیانی) زَنادقہ وملحدین ہیں اور کچھ مرتدین بھی ہیں، مگر مسلمانوں کو پھر بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ احسان ومروّت برتتے ہوئے ان پر ان کی اصل سزا نافذ نہ کریں اور دیگر دِینی اور ملکی مصالح کے پیشِ نظر انہیں عبوری طور پر غیرمسلم اقلیت کے حقوق دیں اور اُمید رکھیں کہ شاید وہ آہستہ آہستہ اسلام کی طرف جھکنے لگیں۔ ہاں! یہ شرط ہے کہ اس اجازت سے نہ کتاب وسنت کی عظمت پامال ہو اور نہ مسلمانوں کے شعائر واَفراد کو کسی قسم کا کوئی خطرہ ہو، یا نقصان پہنچے، اگر یہ مسلمانوں کو اپنے عقائد پر لانے میں برابر کوشاں رہیں اور ان کا کھلا اِظہار کریں، کفر کی کھلی تبلیغ کریں تو پھر یہ کافرِ حربی کے حکم میں ہوں گے اور اس صورت میں یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔

ڈاکٹر خالد محمود عفا اللہ عنہ

# مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

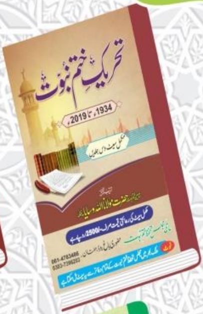


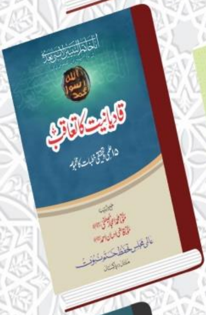

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com